بحار الانوار

۱-۲

در حالات

حضرت امام حسین علیہ السلام

بحار الانوار



علامہ محمد باقر مجلسیؒ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام حسین علیہ السلام

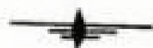
★

محفوظ بک ایجنسی  مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286 - 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk

تاریخ اشاعت ——— ۵ جنوری ۲۰۰۰ء
بار ——— سوئم
ناشر ——— محفوظ بک ایجنسی امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی
مطبع ——— گلوری پرنٹرز فون ۷۲۷۰۴۵



تصدیق صحت متن آیاتِ قرآنی

کتاب بحار الانوار

میں نے کتاب ہٰذا میں آیاتِ قرآنی کو حرفاً حرفاً پورے غور و خوض سے دیکھا اور پڑھا، میں تصدیق کرتا ہوں کہ اِن آیات میں کوئی کمی و بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے، اِنشاء اللہ تعالیٰ ؕ

حافظ محمد لٰسین سند یافتہ

امام نایاب جامع مسجد
ڈاکخانہ نمبر ۱ لیاقت آباد
کراچی

فہرست مطالب کتاب بحار الانوار حصہ اوّل و حصہ دوم

عنوان — صفحہ نمبر

فہرست مطالب کتاب بحار الانوار جلد دوم

نذرانہ

بارگاہِ عشق حقیقی میں سب سے بڑی نذر گزارنے والے

محراب عبودیت میں اپنے خون کا چراغاں کرنے والے

قربان گاہ محبت کو اپنے اور اپنے بہتر ساتھیوں کے کٹے ہوئے

سروں سے آراستہ کرنے والے۔

فرزند رسولؐ دلبند بتولؑ حضور سید الشہدا امام حسین علیہ آلاف

التحیۃ والثنا ــــــــــــــــ کی خدمت میں

وہ جس کا لہو ذرہ کی تقدیر بنا دے

گر جائے اگر خاک پہ اکسیر بنا دے

مؤلف

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدک یا رب علی الائک ونصلی علی صفوۃ انبیائک محمد والہ الذین ھم قادۃ اولیائک وسادۃ اصفیائک

میں عرصہ سے محسوس کر رہا تھا کہ اردو میں ایک ایسی کتاب ہوتی جس میں اصول وفروع کے متعلق احادیث مذہب جعفری کا ترجمہ پیش کیا جاتا کیوں کہ احادیث سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے لوگ دن بدن دین سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں مسلمانوں کے دوسرے فرقے جن کے دامن علوم اہلِ بیت سے خالی ہیں۔ انہوں نے دیکھتے دیکھتے اس میدان میں کتنے نمایاں مقام حاصل کر لئے جناب عجم اس وقت تک صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی وغیرہ کے تراجم بڑے شاندار طریقہ سے منظر عام پر آچکے ہیں۔ اس کے علاوہ تفاسیر ودیگر کتب احادیث کا تو گویا حساب ہی نہیں مگر ہم ہیں کہ ہمارے گلشن میں خاک اُڑ رہی ہے علم حدیث سے ہمارے عوام کی بے خبری کی یہ حالت ہے کہ اصول اربعہ (کافی من لا یحضرہ وتہذیب واستبصار) کا نام بھی شاید کسی کو معلوم ہو، اس کی وجہ کیا ہے؟

کسی قوم میں تصنیف وتالیف کے فن کا عروج پا نا دو ہی سببوں پر موقوف ہے (۱) قوم میں شوقِ مطالعہ ہونا (۲) امراء طبقہ کا اہلِ قلم کی ہمت افزائی کرنا۔ یہاں خیر سے دونوں کے متعلق الحماس دُعا ہے۔ شوق مطالعہ کی یہ کیفیت ہے کہ بعض اوقات ایک کتاب کی نکاسی میں بیس سال لگ جاتے ہیں۔ امراء کا یہ حال ہے کہ ان کو اپنی دولت کا صحیح معرف ہی نہیں معلوم، وہ سمجھتے ہیں کہ دولت عیش پرستی اور زینت وتفاخر ہی کے لئے دی جاتی ہے۔

ہماری قوم کی یہ حالت بد نصیبی صرف پاکستان ہی میں ہے ورنہ باہر نکل جائیے تو غیروں کو اگر دیکھئے تو نوبل پرائز کی خطیر رقم کئی دفعہ ان کے اہلِ قلم حاصل کر چکے ہیں اور اپنوں کو اگر دیکھئے تو اپنے ہمسایہ ملک ایران ہی کو لے لیجئے جہاں پچھلے دنوں ایک با معرفت ایرانی نے اعلان

گیا تھا کہ جو شخص حضرت علیؑ کے فضائل میں بہتر تالیف پیش کریگا اس کو ایک لاکھ کی گراں قدر رقم پیش کی جائے گی ______ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

بہر حال ان حوصلہ فرسا حالات میں جن افراد نے اس سنگلاخ وادی میں علوم آل محمدؐ کا علم نصب کیا ہے ان کے مشکلات کافی حد تک واضح و آشکارا ہو گئے ہوں گے۔

شکر ہے اس خدائے بخشندہ و مہربان کا جس نے باد مخالف و دُوری ساحل کے باوجود ہمت بندھائی یہاں تک کہ اب حدیث کے سمندر میں کشتی ڈالنے کا ارادہ ہوا ہے اور چونکہ کتاب "بحار الانوار" فی الحقیقت حدیث کا ایک بحر ذخار ہے اس لئے میں نے اپنی چھوٹی سی کشتی کو زیادہ جواہر آبدار تلاش کرنے کے لئے اس کے متلاطم سمندر میں ڈال دیا۔ بسم اللہ مجریہا و مرسٰھا۔

بحار الانوار

مختصر لفظوں میں کچھ اس کتاب کے متعلق بھی حوالہ قلم کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس جلیل القدر کتاب کو حدیث کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو انسب ہے شیعہ تو شیعہ اہلسنت میں بھی اتنی عظیم و مبسوط کتاب ملنا محال ہے یہ ملّا محمد باقر بن ملّا محمد تقی مشہور بہ علّامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ[1] ۱۰۳۷ھ کی تالیف منیف ہے جس کو انہوں نے اپنے تلامذہ کے اشتراک سے جن میں محدث کبیر سید نعمت اللہ جزائری کا نام نامی سر فہرست ہے، مرتب فرمایا ہے یہ ۲۶ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جس کا ہلکا سا خاکہ درج ذیل ہے۔

(جلد ۱) در بیان عقل و جہل فضل علم، حجیت اخبار، ابطال قیاس۔

(جلد ۲) در توحید، اسماء حسنیٰ۔

(جلد ۳) در عدل و مشیت و ارادہ قضا و قدر علل الشرائع مقدمات الموت، احوال برزخ قیامت شفاعت وسیلہ جنت و دوزخ۔

(جلد ۴) در احتجاجات و مناظرات ائمہ طاہرین و علماء کاملین۔

(جلد ۵) در قصص انبیاء و مرسلین۔

(جلد ۶) در احوال پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعجاز قرآن۔

(جلد ۷) امامت کے شرائط و جملہ کوائف از ولادت و علوم و فضیلت و احتجاجات سید مرتضےٰ"

[1] کی ولادت کی تاریخ "جا کتاب بحار الانوار" فلعلہ و رقائقہ حج ہو

در شیخ مفید

(جلد ۸) نبیؐ کے بعد ہونے والے فتنوں کا بیان، سیرت خلفا، جنگ جمل و صفین و نہروان، حالات معاویہ، احوال بعض خواص امیرالمومنینؑ و نیز آپ کے بعض اشعار و خطوط کی شرح۔

(جلد ۹) احوال امیرالمومنینؑ از ولادت تا شہادت، احوال حضرت ابوطالب و آپ کے ایمان کا ذکر، نصوص امامت آئمہ اثنا عشر۔

(جلد ۱۰) احوال فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا و حسنین علیہما السلام، واقعات کربلا۔ احوال مختار۔

(جلد ۱۱) در احوال امام زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق، موسیٰ کاظم علیہم السلام۔

(جلد ۱۲) در احوال امام علی رضا، محمد تقی، علی نقی، حسن عسکری علیہم السلام۔

(جلد ۱۳) (کتاب الغیبۃ) در احوال امام ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ، علائم ظہور، آپ کی سلطنت اولاد، جزیرہ خضرا، رجعت، ان لوگوں کا ذکر جو حضرت کی خدمت میں مشرف ہوئے۔

(جلد ۱۴) (کتاب سماء و عالم) آسمان و زمین و جن و ملک و حیوان و انسان عناصر اربعہ کے بیان میں، نیز صید و ذباحت و اطعمہ و اشربہ و کتاب طب النبی و طب الرضا۔

(جلد ۱۵) ایمان و کفر کے بیان میں، صفات مومن، نجات دینے والی اور ہلاک کرنے والی چیزیں

(جلد ۱۶) (کتاب العشرہ) آداب معاشرت کے بیان میں۔

(جلد ۱۷) (کتاب الزی و التجمل) آداب و سنن اوامر و نواہی، کبائر، خوشبو، سرمہ لگانے، سونے جاگنے کے آداب۔

(جلد ۱۸) در مواعظ و حکم، قصہ بلوہر و یوذاسف۔

(جلد ۱۹) طہارت، صلوٰۃ، تمام ہفتہ کی دعائیں اوراد نمازیں، رسالہ معرفت قبلہ لشاذان بن جبرئیل آداب روز جمعہ۔

(جلد ۲۰) در قرآن کریم اس کے فضائل و آداب تلاوت وجوہ اعجاز، ادعیہ و تعویذ وغیرہ۔

(جلد ۲۱) در زکوٰۃ و خمس و صوم، اعمال تمام سال۔

(جلد ۲۲) در حج و عمرہ، امر بالمعروف نہی عن المنکر۔

(جلد ۲۳) (کتاب مزار) زیارات معصومین علیہم السلام

(جلد ۲۴) در عقود و ایقاعات۔
(جلد ۲۵) در احکام شریعت و دیات۔
(جلد ۲۶) در اجازت

ملحوظ رہے کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس کتاب کو ۲۵ جلدوں پر تقسیم کیا تھا بعد میں پندرہویں جلد کو زیادہ ضخیم ہونے کی وجہ سے دو جلدوں پر منقسم کیا۔ گویا پندرہویں جلد کے دو حصے ہو گئے، مگر اس کے بعد کے مجلدات پر اس تقسیم کے لحاظ سے نمبر نہیں لگائے گئے اس بنا پر بظاہر کتاب ۲۵ جلدوں پر ختم ہوئی ہے مگر فی الواقع اس کی چھبیس جلدیں ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ کتاب بحار الانوار کیا ہے، ایسی عظیم الشان کتاب تالیف کرنے سے مؤلف کا مقصد یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام احادیث کو سمیٹ کر یکجا کر دیا جائے تاکہ جس کے پاس یہ ہو گویا ایک کتب خانہ اس کے پاس ہو دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہ رہے یہی وجہ ہے کہ اس میں بہت سی ضعیف و غیر معمول بہ روایات بھی آ گئی ہیں کیوں کہ مؤلف کا مقصد تحقیق نہ تھا بلکہ جمع آوری تھا جیسا کہ اس کے نام (بحار الانوار) سے بھی ظاہر ہے کیوں کہ سمندر میں موتی، گھونگھے، خس و خاشاک سب ہی کچھ ہوتا ہے اور ہر چیز کا ایک مصرف ہے گویا مجلسیؒ نے فرمایا کہ تمام حدیثیں ان کی صحت و سقم سے قطع نظر کر کے اس مجموعہ میں جمع کئے دیتا ہوں اب تحقیق کی چھلنی میں چھان کر درایت کے چھاج میں پھٹک کر حقیقت کے جواہر آبدار ڈھونڈھ نکالنا تمہارا کام ہے لہٰذا کوئی موالف یا موافق سندی اعتبار سے کسی روایت کے ثبوت و معتبر ہونے کی دلیل میں اس کے بحار میں ہونے کو پیش نہیں کر سکتا یعنی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں روایت چونکہ بحار الانوار میں ہے اس لئے صحیح ہے جب تک کہ اس کی صحت پر دوسرے قرائن و شواہد قائم نہ ہوں۔ اس لئے مجھ کو اسکے ترجمہ میں تہذیب و تنقیح کی ضرورت پیش آئی کئی روایات مکرر وسہ کر رکھتیں بعض سندی حیثیت سے کمزور تھیں بعض درائیت کے خلاف تھیں اس لئے ایسی روایات کو حذف کرنا پڑا اسکے بعد بھی اگر کوئی روایت قابلِ نقص و ابرام بیچ رہی ہو تو یقیناً یہ ایسا ہی ہوگا جیسے چھلنی میں چھانتے وقت کوئی ناکارہ دانہ باقی رہ جائے لہٰذا اس پر ملامت کرنے کے بجائے اگر ٹھنڈے دل سے مطلع کر دیا جائے۔ تو آئندہ ایڈیشن میں تدارک کر دیا جائیگا کیونکہ اس مجموعہ کی تمام روایات کو

سوائے چند کے سندی حیثیت سے تصدیق شدہ نہیں کہہ سکتا اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ اس کے لئے علم توریخ درکار ہے اس لئے معیار درایت پر جو میرے نزدیک پوری اتریں ان کو مندرج کر دیا شاذ و نادر جو اس معیار کے مطابق نہ تھیں ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔

بحار الانوار کی تمام جلدوں کو چھوڑ کر میں نے جلد عاشر سے اس واسطہ ابتداء کی کہ یہ جلد امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات میں ہے اور سرکار سید الشہداء کی ذات وسیلۃ النجات ہے شاید حضور کی نظر عنایت ہو جائے اور میں آپ کی نظر توجہ کی برکت سے اس بے تھاہ سمندر کو پار کرنے کے لائق ہو جاؤں۔ علاوہ بریں میں نے محسوس کیا کہ اردو میں مصائب کے ماخذ کی بہت کمی ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل منبر و ذاکرین و مرثیہ خواں حضرات اپنی مجلس چلانے کے لئے غلط و بے بنیاد روایات کا سہارا لیتے ہیں اور اس طرح مثاب ہونے کے بجائے سزر سول گے دوھرا عذاب لے کر اٹھتے ہیں اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ ان کی اس مشکل کو حل کرنے کے لئے جلد عاشر بحار کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جائے کیوں کہ یہ مصائب کی بہترین کتاب ہے جس کے بعد لوگوں کو غلط روایات پڑھنے کا کوئی عذر بار در تراشنا نہ پڑے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

جزائری

۲۲ ستمبر ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ا

در نصوص خلافت و امامت امام حسینؑ و وصیت امام حسین علیہ السلام

علامہ طبرسیؒ نے کتاب اعلام الوریٰ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کا وقت وفات قریب ہوا تو آپ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ "اے بھائی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جب میری روح مفارقت کرے تو تم میرے دفن و کفن کا انتظام کرنا اور غسل و کفن دینے کے بعد میرا تابوت میرے جد کے روضہ پہلے جانا تاکہ میں اپنے نانا سے اپنا عہد تازہ کر لوں اگر وہاں دفن نہ ہو سکوں تو میرا جنازہ دختر رسولؐ کی قبر پر لانا پھر جنت البقیع میں لا کر دفن کر دینا۔ دریں علامہ طبرسیؒ نے کتاب مذکور میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب وقت وفات حضرت امام حسنؑ نزدیک پہنچا تو آپ نے قنبرؓ سے کہا کہ دیکھو کہ اہل بیت رسولؐ کے علاوہ کوئی مرد مومن دروازہ پر ہے۔ قنبرؓ نے عرض کی میرے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے خدا اور رسولؐ اور فرزند رسولؐ بہتر جانتے ہیں فرمایا جا میرے بھائی محمد حنفیہؓ کو بلا لا قنبرؓ کہتا ہے میں حضرت محمد حنفیہ کے پاس گیا انہوں نے متعجب ہو کر کہا اے قنبر خیر ہے میں نے عرض کیا خیریت ہے چلئے آپ کو مولائے زمین و زمن حضرت امام حسن علیہ السلام نے طلب فرمایا ہے۔ محمد حنفیہ یہ سنتے ہی اٹھے اور بہ تعجیل میرے ساتھ روانہ ہوئے اور مارے جلدی کے بند نعل نہ باندھا افتاں و خیزاں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا حضرت نے ارشاد کیا بیٹھو اے بھائی تم کو سزاوار نہیں کہ مجھ سے غائب رہو اور ان کلمات کو نہ سنو جو مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور زندوں کو مردہ کرتے ہیں اے بھائی تمہیں لازم ہے اپنے سینے کو ہمارے علم کا مخزن کرو اور ضلالت کی تاریکی میں چراغ ہدایت بنو اور جانو کہ متعدد بھائی اگرچہ وہ ایک باپ سے ہوں ان میں

فی الجملہ تفاوت ہوتا ہے جیسا کہ ساعات روز ایک دوسرے سے زیادہ روشن ہوتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ حق تعالےٰ نے امامت کو، فرزند حضرت ابراہیمؑ میں قرار دیا۔ اور بعض کو بعض پر فضیلت و بزرگی دی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور کو نازل کیا اور ان سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا اور سب پر فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی لے محمد میں جانتا ہوں تم حسد نہ کروگے اس واسطے کہ حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں کفار کو بہ صفت حسد یاد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حَسَدًا مِّنْ .... لَهُمُ الْحَقُّ الخ (سورہ بقرہ آیت ۱۰۹)

اور خدا تم پر شیطان مسلط نہ کرے لے محمد خبر دوں میں اس امر سے جو تمہارے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے تمہاری شان میں ارشاد کیا ہے؟ محمد حنفیہ نے کہا ارشاد کیجئے فرمایا ایک روز میں نے بصرہ میں جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو فرماتے سنا جو شخص چاہے کہ میرے ساتھ دنیا و آخرت میں احسان کرے پس چاہیئے کہ نیکی کرے میرے فرزند و لبند محمد سے لے محمد اگر چاہوں میں تو خبر دے سکتا ہوں تم کو ان باتوں کی جو تمہارے تولد سے پہلے واقع ہوئی ہیں، لے محمد آگاہ ہو کہ حسین میرے بعد امام ہے اور امامت ان کو بہ وراثت رسول خدا اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا علیہم السلام پہنچی ہے اور کتب الہیہ میں لکھا ہے کہ وہ خلیفہ و امام ہے۔ اور خدا جانتا ہے کہ ہم اہل بیت تمام خلائق سے بہتر ہیں اور حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے لئے اختیار کیا اور محمدؐ نے علیؑ کو اپنی خلافت کے لئے اختیار کیا اور علیؑ نے مجھے اختیار کیا اور میں حسینؑ کو اختیار کرتا ہوں اور اپنا وصی جانشین کرتا ہوں محمد حنفیہ نے کہا آپ ہمارے امام اور پیشوا اور بزرگ ہیں اور وسیلہ ہیں ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف قسم ہے خدا کی میرا دل چاہتا ہے کہ میں پہلے مر جاتا اور یہ بات آپ سے نہ سنتا کہ باتیں آپ کی تعریف میں مانند آب زلال شیریں و صاف جو اسرار پوشیدہ ہیں مجھے معلوم ہیں لیکن میں ان کو بیان نہیں کر سکتا اور اگر بیان کروں بھی تو وہ پہلے سے کتاب خدا میں لکھا ہے اور زبانیں فصیحوں کی اور قلم کاتبوں کے آپ کے مناقب و فضائل کی تحریر اور تفسیر سے عاجز ہیں اور خدا نیکوکاروں کو کسی طرح جزائے نیک دیتا ہے اور قوت و توانائی نہیں ہے مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کی مدد سے اور امام حسینؑ ہم سب سے عاقل تر اور دانا تر ہیں اور حکم ان کا ہم سب سے زیادہ ہے اور قرابت

ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے بہ نسبت دوسروں کے قریب تر ہیں اور دو عالم کی خلقت سے پہلے عالم اور امام تھے اور پیش از گویا ہونے کے وحی خدا کو پڑھتے تھے اور اگر حق تعالیٰ کسی شخص کو جناب رسول خدا سے بہتر جانتا تو اس کو پیغمبر کرتا اور جب کہ حق تعالیٰ نے محمدؐ کو اور ان حضرت نے علی ابن ابیطالبؑ کو اور انہوں نے آپکو اور آپ نے حسینؑ کو اختیار کیا پس میں نے آپ کے ارشاد کو تسلیم کیا اور میں نے ان کی خلافت و امامت کو بہ رضا قبول کیا۔ اور اب ہر شدت و مشکل میں ان سے پناہ چاہوں گا اور مشتبہات میں ان کی رہنمائی سے ہدایت پاؤں گا۔

باب (۲)

امام حسین علیہ السلام کے بعض معجزات کے بیان میں

کتاب بصائرالدرجات میں صالح بن میثم اسدی سے منقول ہے کہ میں اور عبایہ بن ربعی حبابہ والبیہ کے پاس گئے اور وہ ایک عورت قبیلۂ والبہ سے تھی اسکی پیشانی پر بسبب کثرت عبادت اور سجود نشان سیاہ پڑ گیا تھا عبایہ بن ربعی نے اس عورت سے پوچھا کہ اے حبابہ یہ تیرے بھائی کا بیٹا ہے حبابہ نے کہا کون؟ عبایہ نے کہا صالح بن میثم اس نے کہا ہاں قسم بخدا یہ میرا بھتیجا ہے بعد ازاں حبابہ نے صالح کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے پسر برادر ایک بات میں نے حسین بن علیؑ سے سنی ہے اگر تو کہے تو میں بیان کروں میں نے کہا اے عمہ بیان فرمائیے اس نے کہا اے صالح حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو میں اکثر جایا کرتی تھی ناگاہ سفید داغ میری دونوں آنکھوں کے بیچ میں پیدا ہوا اور اس مرض کا عارض ہونا مجھ پر نہایت شاق اور ناگوار ہوا اسی سبب سے ایک مدت تک حضرت کی زیارت سے محروم رہی۔ ایک روز اس جناب نے اپنے اصحاب سے میرے متعلق استفسار فرمایا' اصحاب نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان داغ سفید پیدا ہوا ہے۔ اس سبب سے اس نے گھر سے نکلنا ترک کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت نے اصحاب سے ارشاد کیا اس عورت کی عیادت کو چلو پس حضرت مع اصحاب کے میرے گھر میں تشریف لائے اسوقت میں اپنی جائے نماز پر مشغول نماز تھی حضرت نے فرمایا اے حبابہ تو کس لئے

ہماری زیارت کو نہیں آئی میں نے کہا یا ابن رسول اللہ بوجہ اس مرض کے جو میری پیشانی پر پیدا ہوا ہے شرف زیارت سے محروم رہی حضرت نے فرمایا مقنع کو اپنے چہرہ سے اٹھا جب میں نے مقنع اٹھایا حضرت نے اپنا لعاب دہن اس داغ پر لگا دیا اور فرمایا اے حبابہ شکر خدا بجا لا کہ اس نے اپنے لطف و کرم سے تیرے عارضہ کو زائل کیا۔ بموجب ارشاد حضرت میں سجدۂ شکر بجا لائی۔ بعد ازاں حضرت نے فرمایا سر اپنا سجدے سے اٹھا جب میں نے سر اٹھایا اور آئینہ میں دیکھا تو فرزند رسولؐ کے اعجاز سے مطلق نشان اس عارضے کا نہ پایا پس حمد خدا بجا لائی۔ قطب راوندی نے کتاب خرائج میں ابو خالد کابلی سے اس نے یحییٰ بن ام طویل سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ ایک دن حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا ناگاہ ایک جوان

لہ :- حبابہ والبیہ شیعیان علی بن ابی طالب علیہ السلام میں سے ایک نہایت عاقلہ عالمہ کاملہ جلیل القدر خاتون تھیں۔ سب سے بڑی سعادت ان کی یہ تھی کہ انہوں نے امام اوّل سے لے کر امام ہشتم تک ہر ایک کی زیارت کی تھی اور آٹھ اماموں سے فیض علم حاصل کیا تھا۔ آپ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ معجزہ تھیں۔ علامہ مجلسی (مولف کتاب) علیہ الرحمۃ نے یہاں پر اس حدیث کے نقل کرنے پر اکتفا کی ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق ہے لیکن میں مومنین کے مزید فائدہ کیلئے ایکا مزید حال نقل کئے دیتا ہوں علامہ شیخ عباس قمی علیہ الرحمۃ منتہی الآمال میں حبابہ والبیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں میں نے حضرت امیر المومنینؑ کو شرطۃ الخمیس (فوجی افسروں کی ایک جماعت) کے درمیان دیکھا آپ کے ہاتھ میں ایک تازیانہ تھا جس سے جرّی و مارماہی و زمیر و طبراق (حرام مچھلیوں کے اقسام) فروخت کرنے والوں کو سزا دے رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے یَا بَیَّاعَ مُسُوخِ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَا بَيَّاعَ جُنْدِ بَنِي مَرْوَانَ یعنی اے مسوخ بنی اسرائیل کے بیچنے والے اے لشکر بنی مروان کے بیچنے والے! اس وقت فرات بن احنف (آپ کی فوج کے ایک سردار) کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کی یا امیر المومنین! لشکر بنی مروان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ تھے جو اپنی ڈاڑھی منڈاتے اور مونچھوں کو تاؤ دیتے تھے۔ حبابہ کہتی ہے کہ میں نے کسی بولنے والے کو حضرت علیؑ سے بہتر نہیں پایا۔ اسکے بعد میں انکے پیچھے پیچھے گئی یہاں تک کہ آپ مسجد کوفہ کے صحن میں داخل ہوئے اسی وقت میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی "مولا! یہ بتلائیے کہ امام کی نشانی کیا ہے؟" حضرت نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت کرے! ذرا اس سنگریزے کو اٹھا۔ میں نے وہ پتھر کا ٹکڑا اٹھا کر امام کو دیا، آپ نے اپنی انگشتر مبارک سے اس پر مہر لگا دی اور فرمایا اے حبابہ! یہ ہے امام کی نشانی جو شخص کہ مدعی امامت ہو اور اس طرح سے قدرت رکھتا ہو جس طرح تو نے دیکھا تو جان لینا کہ وہ امام مفترض الطاعۃ ہے۔ امام جس چیز کا ارادہ کرے وہ چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی حبابہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کو عرصہ گزر گیا یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے شہادت پائی تب میں امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اپنے والد بزرگوار کی جگہ پر بیٹھے ہوئے

گریاں و نالاں حضرت کے پاس آیا حضرت نے پوچھا اے شخص تیرے رونے کا سبب کیا ہے اس نے کہا یا مولیٰ میری ماں نے انتقال کیا ہے اور قدرے مال چھوڑا ہے اور کچھ وصیت نہیں کی مگر مرتے وقت اس نے مجھ سے اتنا کہا تھا کہ پہلے خبر مرگ حضرت امام حسین علیہ السلام کو پہنچانا، بعدازاں تجہیز و تکفین کرنا اس کی وصیت کے بموجب یا مولیٰ میں آپ سے خبر کرنے کو حاضر ہوا ہوں یہ ماجرا سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا، اس زن صالحہ خوش اعتقاد کے گھر چلو، بموجب ارشاد عالی متعالی علیہ السلام ہم سب اٹھے اور ہمراہ رکاب فرزند بوتراب روانہ ہوئے جب اس مکان پر پہنچے جہاں اس مومنہ کی میت کو لٹایا تھا۔ حضرت نے دروازے پر کھڑے ہو کر دست مناجات درگاہ قاضی الحاجات میں بلند کئے عرض کیا بار خدایا اس کو زندہ کر تاکہ وصیت کرے فی الفور حضرت کی برکت دعا سے وہ زن صالحہ اٹھ بیٹھی اور شہادتین کو اپنی زبان پر جاری

تھے اور لوگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے آپ سے سوالات کر رہے تھے جونہی حضرت کی نگاہ مجھ پر پڑی فرمایا حبابہ! وہ سنگریزہ لاؤ جو تمہارے پاس ہے میں نے وہ سنگریزہ پیش کیا جس پر آپ نے بھی اپنی انگشت مبارک سے مہر لگا دی امام حسنؑ کی شہادت کے بعد میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اس وقت مسجد رسولؐ میں تشریف فرما تھے آپ نے مجھ کو اپنے نزدیک بلا کر خوش باش ——— کی اس کے بعد فرمایا جو کچھ تو دیکھ چکی ہے وہ تیرے مقصود کے لئے کافی ہے آیا اسکے بعد بھی میری امامت کی نشانی دیکھنا چاہتی ہے میں نے عرض کی "جی ہاں" فرمایا اچھا تو وہ سنگریزہ لاؤ جو اٹھا کر لائی ہو چنانچہ میں نے وہ سنگریزہ پیش کیا آپ نے بھی بہ اعجاز اس پر اپنی خاتم مبارک کا نقش کر دیا۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت پیری مجھ پر اثر انداز ہو چکی تھی کیوں کہ اس وقت میری عمر ایک سو تیرہ سال کی تھی امام عالی مقام مشغول نماز تھے میں مایوس ہوئی کہ شاید ملاقات نہ ہو سکے، اور میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید میں نشانی دیکھنے سے محروم ہو جاؤں اتنے میں حضرت نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ اشارہ کے ساتھ ہی میرا شباب پلٹ آیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے میں نے عرض کی کہ دنیا کتنی گزری ہے اور کتنی باقی ہے؟ فرمایا جو گزری ہے بتاؤں گا جو باقی ہے نہیں بتاؤں گا۔ پھر آپ نے فرمایا وہ سنگریزہ پیش کرو میں نے سنگریزہ پیش کیا اس پر آپ نے بھی مہر ثبت کر دی۔ اس کے بعد حبابہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں گئی اور آپ نے بھی مہر لگا دی پھر امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے بھی اسی طرح سنگریزہ پر مہر لگائی پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی اسی طرح مہر لگائی۔ آخر میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انہوں نے بھی سنگریزہ پر اپنی انگشت مبارک سے مہر لگا دی۔ بعدازاں حبابہ نے نو مہینہ زندہ رہ کر وفات پائی۔ (مترجم عفی عنہ)

کیا۔ بعدازاں اس مومنہ نے حضرت کی طرف دیکھا عرض کی یا مولیٰ آپ گھر میں آئے ہیں اب جو میرے حق میں مناسب ہو ارشاد کیجئے تاکہ عمل میں لاؤں حضرت داخل حجرہ ہوئے اور اس کے سرہانے بیٹھے اور فرمایا خدا تجھ پر رحم کرے اپنی وصیت بیان کر اس نے کہا یا ابن رسول اللہ میں اس قدر مال رکھتی ہوں اور فلاں مکان میں رکھا ہے ایک ثلث مال کے حضرت مختار ہیں اپنے دوستوں سے جسے چاہیں عنایت فرمائیں اور دو ثلث مال میرے فرزند کو دیجئے بشرطیکہ آپ کے غلاموں اور شیعوں سے ہو اور اگر مخالف ہو تو اس بقیہ مال کے بھی حضرت مختار ہیں اس لئے کہ مال مومنین میں مخالفین کا حق نہیں ہے اس کے بعد اس زن صالحہ نے استدعا کی کہ یا حضرت میری نماز جنازہ آپ ہی پڑھیئے گا اور تجہیز و تکفین میری اپنے ہاتھ سے فرمایئے گا۔ اتنا کہنے کے بعد اس مومنہ کی روح پھر ریاض جنت کو پرواز کر گئی ۔ کتاب مذکور میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک اعرابی معجزات امام حسینؑ کا ذکر سن کر برائے امتحان مدینہ طیبہ میں آیا جب نزدیک مدینہ پہنچا اپنے ہاتھ سے استمنا کر کے جنب ہوا اور حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے فرمایا اے اعرابی تجھے شرم نہیں آتی کہ ہمارے پاس تو جنب ہو کر آیا ہے اعرابی نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میں اپنی حاجت کو پہنچا اور جو مطلب میرا تھا وہ حاصل ہوا اور اعجاز آپ کا مجھے معلوم ہوا بعدازاں اس نے جا کر غسل کیا۔ اور بار دیگر حضرت کی خدمت میں آیا اور جو مسئلے دریافت کرنا چاہتا تھا ۔ دریافت کئے ۔ اسی کتاب میں جناب صادقؑ سے اور ان کے آبائے طاہرین سے روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ جب اپنے غلاموں کو کسی حاجت کے واسطے بھیجنے کا قصد فرماتے تھے تو ان غلاموں سے کہدیتے تھے کہ فلاں دن جانا اور فلاں دن نہ جانا اگر میرے کہنے پر عمل نہ کرو گے قطاع الطریق اور راہزن تمہیں لوٹ لیں گے اور قتل کر دیں گے ان غلاموں نے حضرت کے فرمانے پر عمل نہ کیا جس دن حضرت نے جانے کو منع کیا تھا اسی دن گئے اثنائے راہ میں چوروں نے انہیں قتل کیا اور اسباب انکا لوٹ لیا جب ان کے لٹنے اور قتل ہونے کی خبر حضرت نے سنی فرمایا میں نے انہیں منع کیا تھا میرا کہنا نہ مانا آخر الامر بلا میں گرفتار ہوئے اسی وقت حضرت والی مدینہ کے پاس

تشریف لے گئے جب اس کی نظر حضرت پر پڑی عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ حضرت کے کچھ غلاموں کو راہزنوں نے قتل کر کے مال واسباب انکا غارت کیا حق تعالیٰ اسکے عوض حضرت کو ثواب عطا فرمائے۔ حضرت نے فرمایا میں تجھ کو ان راہزنوں کے ناموں سے مطلع کرتا ہوں تو والی مدینہ ہے ان سب کو گرفتار کر کے سزا دے۔ حاکم مدینہ نے عرض کی کہ یا بن رسول اللہ آپ انہیں پہچانتے ہیں حضرت نے فرمایا ہاں میں انہیں ایسا پہچانتا ہوں کہ جیسے تجھے پہچانتا ہوں یہ فرما کے حضرت نے ایک شخص کی جانب اشارہ فرمایا کہ جو حاکم مدینہ کے سامنے کھڑا تھا اور فرمایا یہ شخص بھی ان میں تھا۔ اس شخص نے حضرت سے کہا آپ نے کہاں سے جانا کہ میں بھی ان میں سے ہوں حضرت نے فرمایا اگر میں سچ کہوں تو میرے کہنے کو باور کرے گا اس نے کہا بے شک تصدیق کروں گا۔ حضرت نے فرمایا جب تو راہزنی کے قصد سے گھر سے باہر نکلا تھا تو فلاں فلاں شخص تیرے ساتھ تھے پھر حضرت نے اس کے باقی ساتھیوں کے نام لئے چار شخص ان میں سے حوالی مدینہ سے تھے اور باقی اشخاص لشکر مدینہ کے تھے والی مدینہ نے جب ان کے نام سنے اس شخص سے کہا مجھے قسم ہے پروردگار کی اگر تو سچ نہ بتائے گا تو مارے تازیانوں کے تیرا گوشت اڑا دوں گا۔ اس شخص نے کہا قسم بخدا حضرت امام حسینؑ سچ کہتے ہیں گویا کہ ہمارے ساتھ تھے۔ اس وقت والی مدینہ نے سب کو بلا کر جمع کیا اور سب کے قتل کرنے کا حکم دیا ٥ اسی کتاب میں روایت ہے کہ ایک شخص حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور اس نے ایک زن مالدار کے ساتھ عقد کرنے کے بارے میں حضرت سے مشورہ کیا حضرت نے فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تو اُسے اپنے نکاح میں لائے یہ شخص بھی مال کثیر رکھتا تھا اس مرد بدنصیب نے حضرت کا کہا نہ مانا اور اسی عورت سے نکاح کیا چند روز گزرے تھے کہ وہ مال و متاع اس کا فنا ہو گیا اور نان شبینہ کو محتاج ہو گیا۔ دوسری مرتبہ وہ شخص حضرت کی خدمت میں آیا حضرت نے فرمایا میں نے تجھے منع کیا تھا اس عورت کو عقد میں نہ لا تو نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا اب مناسب یہ ہے کہ اُسے طلاق دے دو کہ حق تعالیٰ اس کے عوض میں بہتر اس سے عطا فرما دے گا۔ اور فرمایا فلاں عورت سے عقد کر چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ابھی ایک سال نہ گزرا تھا کہ وہ کافی مالدار ہو گیا اور اولاد بھی اس سے پیدا ہوئی اور بہت راحتیں اس نے پائیں۔ اسی کتاب میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے حق سبحانہ

و تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ ایک گروہ ملائک اپنے ساتھ لے کر زمین پر جاؤ اور ہماری طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک باد دو پس جبرئیل بموجب حکم رب جلیل زمین پر نازل ہوئے اثنائے راہ میں ان کا گزر ایک جزیرے سے ہوا۔ اس میں ایک فرشتہ تھا جس کا نام فطرس تھا حق تعالیٰ نے اس کے پر و بال توڑ کر اس جزیرے میں گرا دیا تھا اور سبب عتب الٰہی کا اس پر یہ تھا کہ حق تعالیٰ نے کسی کام کے لئے اُسے بھیجا تھا۔ اور اس سے کچھ دیر ہو گئی تھی پس وہ فرشتہ سات سو برس سے اس جزیرے میں اسی حال تباہ سے پڑا تھا اور عبادت خدا کرتا تھا۔ جب جبرئیل کا گزر اس جزیرے سے ہوا فطرس نے پوچھا اے جبرئیل تم کہاں جاتے ہو۔ جبرئیل نے کہا کہ بحکم خداوند جلیل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتا ہوں فطرس نے کہا مجھے بھی ساتھ لے چلو کہ وہ جناب میرے حق میں دعا فرمائیں جبرئیل اس کو ساتھ لے کر حضرت کی خدمت میں آئے اور فطرس کا حال عرض کیا حضرت نے فرمایا اس سے کہو اپنے بدن کو میرے فرزند حسینؑ کے بدن سے ملے جب فطرس نے بموجب ارشاد نبیؐ اپنے بدن کو حضرت امام حسینؑ کے گہوارے سے ملا فوراً حق تعالیٰ نے اس شافع روز جزا کی برکت سے بال و پر اس فرشتے کو عنایت فرمائے اور وہ حضرت جبرئیل کے ساتھ ملائے اعلیٰ کو پرواز کر گیا

○ ابن شہر آشوب علیہ الرحمۃ نے کتاب مناقب میں حضرت صادق اور ان کے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام ایک بیمار کی عیادت کو تشریف لے گئے اس کو تپ شدید تھی جس وقت حضرت اس کے گھر میں پہنچے اسی وقت حضرت کی برکت قدم سے تپ زائل ہو گئی۔ اس مرد نیک اعتقاد نے کہا یا ابن رسول اللہ جو کچھ فضل و شرف حق تعالیٰ نے آپ کے خاندان عالی کو عطا فرمایا ہے۔ میں بہ جان و دل اس کا معتقد ہوں اور یہ ادنیٰ معجزہ ہے کہ آپ کے برکت قدم سے تپ زائل ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا بخدا سوگند کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں خلق کی مگر اسے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے۔ راوی کہتا ہے جس وقت حضرت نے یہ فرمایا ایک آواز لبیک کی غیب سے آئی اور گوینده اس کا نظر نہ آیا۔ اس وقت حضرت نے فرمایا اے تپ کیا تجھ کو میرے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے حکم نہیں کیا کہ تو نزدیک نہ جا مگر اس شخص کے جو دشمن ہمارا ہو یا گناہ گار ہو تا کہ

تیری حرارت کے صدمہ سے گناہ اس کے عفو ہوں پس اس مرد مومن کے پاس تو کیوں آئی۔ اس مرد بیمار کا نام عبداللہ بن شداد بن ہادی لیثی تھا۔ شیخ طوسی نے تہذیب الاحکام میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے' ایک سال ایک عورت خانۂ کعبہ کا طواف کر رہی تھی اور ایک مرد بھی اس کے پیچھے طواف میں مشغول تھا اس عورت نے اپنا ہاتھ چادر سے باہر نکالا اس مرد نے بھی اپنا ہاتھ پھیلا کر اس عورت کے ہاتھ پر رکھ دیا قدرت خدا سے اس مرد کا ہاتھ اس عورت کے ہاتھ سے وصل ہو گیا ہر چند سعی کرتا تھا کہ ہاتھ چھڑائے لیکن وہ جدا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے طواف قطع کیا اور ان کی تعزیر دینے کے متعلق سوال کیا' فقہا نے کہا مرد کے ہاتھ کو قطع کر دیں کیوں کہ اس نے خیانت کی ہے حاکم نے پوچھا آیا کوئی شخص فرزندانِ محمدؐ سے یہاں موجود ہے۔ لوگوں نے کہا آج کی شب حضرت امام حسینؑ تشریف لائے ہیں حاکم نے حضرت کو طلب کیا اور عرض کیا یا ابن رسول اللہؐ آپ ملاحظہ فرمایئے کہ کیا بلا ان دونوں کے سروں پر نازل ہوئی ہے۔ حضرت جب ان کے حال سے مطلع ہوئے روئے مبارک قبلہ کی طرف کیا اور دستِ مناجات میں بلند کئے اور دیر تک دعا میں مشغول رہے بعد ازاں حضرت ان دونوں کے پاس تشریف لائے اور اس مرد کا ہاتھ اس عورت کے ہاتھ سے چھڑا دیا' حاکم نے عرض کیا آیا اس حرکت شنیع پر انہیں کچھ تعزیر دوں حضرت نے فرمایا نہیںؑ[1] ۔ ابن شہر آشوب نے کتاب مناجات میں عبدالعزیز سے روایت کی ہے ایک دن ایک گروہ حضرت کی خدمت میں آیا' اور عرض کیا یا ابن رسول اللہؐ آپ اپنے فضائل اور مناقب بیان فرمائے۔ حضرت نے فرمایا تم ہمارے فضائل کے سننے کی طاقت نہیں رکھتے پس تم سب ہٹ جاؤ اور ایک شخص کو میرے پاس چھوڑ جاؤ تاکہ میں اس سے کچھ کلام کروں۔ اگر وہ شخص میرے کلام کو سن سکے گا تو میں تم سب سے کہوں گا۔ چنانچہ سب ہٹ گئے اور ایک شخص رہ گیا حضرت نے اس سے کچھ کلام فرمایا۔ پس حضرت کا کلام

---

[1] ۔ حضرت نے اس عاصی کے ہاتھ کو کٹنے سے بچایا' مگر آپ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر رحم نہ کھایا۔ آئندہ۔ جمال علیہ العذاب والوبال کا واقعہ آئے گا

مترجم عفی عنہ

مس کردہ شخص متحیّر اور سراسیمہ اور از خود رفتہ ہو گیا اور کسی کو کچھ جواب نہ دیتا تھا پس یہ حال دیکھ کر سب واپس چلے گئے ٥ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کے زمانہ میں دو شخصوں نے ایک عورت اور اس کے فرزند کے بارے میں نزاع کی، ایک کہتا تھا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے اور یہ فرزند میرا فرزند ہے دوسرا کہتا تھا یہ عورت میری اور یہ فرزند میرا ہے۔ اتفاقاً حضرت امام حسینؑ بھی وہاں وارد ہوئے اور ان کی نزاع کا سبب پوچھا اس وقت ان دونوں نے اپنا حال بیان کیا حضرت نے تب مدعی اول سے کہا بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا، بعد ازاں حضرت نے اس عورت سے فرمایا اے عورت سچ کہہ پیش ازاں کہ حق تعالیٰ تیرا پردہ فاش کرے اور رسوا ہو، عورت نے کہا یا حضرت یہ شخص جو بیٹھا ہے میرا شوہر ہے اور یہ فرزند اسی کا ہے اور اس دوسرے شخص کو میں جانتی نہیں کہ یہ کون ہے حضرت امام حسینؑ نے جب یہ کلام بدانجام اس عورت بدخصلت سے سنا اس طفل شیر خوار کے طرف جو ابھی گویا نہ ہوا تھا متوجہ ہو کر فرمایا اے طفل تو بحکم خدا بیان کر کہ تیری ماں سچ کہتی ہے یا نہیں وہ لڑکا اعجاز سے حضرت کے گویا ہوا اور کہنے لگا کہ میں ان دونوں کے نطفہ سے نہیں ہوں بلکہ میرا باپ گلہ بان ہے فلاں قبیلہ کا اور میں اس کا نطفہ ہوں۔ حضرت نے یہ بات اس طفل بے زبان سے سنکر فرمایا کہ اس عورت کو سنگسار کرو حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ اس لڑکے نے پھر کلام نہ کیا ٥ اصبغ بن بنانہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا اے سید و آقا میرے میں آج ایک ایسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں جس کا مجھ کو یقین ہے اور وہ امر ایک ایسا سر الٰہی ہے جس کے حامل آپ ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے اصبغ تو دیکھنا چاہتا ہے کہ مسجد قبا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں کر فلاں سے خطاب کیا میں نے کہا ہاں! یا ابن رسول اللہ یہی چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو اور اس وقت میں اور حضرت کوفہ میں تھے ناگاہ پلک بھی نہ جھپکانے پایا تھا کہ میں نے خود کو اور حضرت کو مسجد قبا میں پایا حضرت نے میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا اے اصبغ حق تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان کے لئے مسخر کیا تھا کہ وہ حضرت چاشت میں ایک مہینے کی راہ اور آخر روز

ایک مہینے کی راہ طے فرماتے تھے اور ہم کو حق تعالےٰ نے اس سے زیادہ قدرت عطا کی ہے میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ قسم بخدا آپ سچ فرماتے ہیں پھر حضرت نے فرمایا ہم وہ ہیں کہ علم کتاب خدا ہمارے پاس ہے اور جو کچھ کتاب خدا میں ہے اس کے بیان کو ہم خوب جانتے ہیں اور نہیں ہے خلق خدا میں کسی کے پاس جو کچھ ہمارے پاس ہے اس واسطے کہ ہم محل رازہائے پوشیدۂ خدا ہیں۔ بعد ازاں حضرت میری طرف دیکھ کر متبسم ہوئے اور فرمایا کہ ہم آل خدا اور وارث رسول خدا ہیں حضرت کے اس ارشاد پر میں حمد خدا بجا لایا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا اے اصبغ مسجد میں داخل ہو جب میں داخل مسجد ہوا میں نے دیکھا رسول خداؐ بیٹھے ہیں اور ردائے مبارک اپنی پشت مبارک اور دونوں زانوؤں پر لپیٹے ہیں ناگاہ میں نے دیکھا کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام گریبان اس شخص کا پکڑے ہیں اور حضرت رسول خداؐ اپنی انگشت مبارک کو دندان مبارک سے کاٹتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں اے شخص تو نے اور تیرے ساتھیوں نے میرے اہل بیت کے حق میں بہت برائی کی لعنت خدا اور رسول ہو تجھ پر تا آخر خبر ٥ کتاب مناقب میں ابن زبیر سے روایت کی ہے جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارادہ سفر عراق کا کیا تو میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ آپ اس قوم جفا کار میں جاتے ہیں کہ جنہوں نے آپ کے پدر بزرگوار کو شہید کیا اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے پھر گئے۔ حضرت نے فرمایا میرا شہید ہونا ایسے مقام میں بہتر ہے اس سے کہ میں مکہ میں شہید ہوں اور حرمت مکہ میری وجہ سے ضائع ہو ٥ ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا دیکھا میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو پیش از سفر عراق کہ ہاتھ حضرت جبرئیل کا پکڑے ہوئے دروازۂ خانہ کعبہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت جبرئیل لوگوں کو ندا کرتے تھے ایہاالناس حضرت امام حسینؑ سے بیعت کر دکیوں کہ ان کی بیعت بیعتِ خدا ہے اور ایک شخص نے ابن عباس کو اس پر ملامت کی کہ تم نے سفر عراق میں امام حسینؑ کا ساتھ کیوں چھوڑا۔ ابن عباس نے جواب دیا کہ جو اصحاب حضرت کے ساتھ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے سب کے نام ایک نامہ میں جو سندس بہشت سے تھا لکھے تھے ایک شخص ان میں سے کم و زیادہ نہ ہوا اور میرا نام اس نامہ میں نہ تھا اور میں ان سب کو پہلے سے پہچانتا ہوں اور ان کے ناموں سے

مطلع ہوں۔ محمد حنفیہؓ نے کہا کہ اصحاب حضرت امام حسینؑ کے تمام نام میرے پاس لکھے ہیں بلکہ ان کے باپ کے ناموں سے بھی آگاہ ہوں ٥ اور کتاب نجوم میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک سال حضرت خامس آل عبا جناب سیدالشہدا پیادہ پا حج کو تشریف لے گئے اثنائے راہ میں بسبب بعد مسافت پائے مبارک حضرت کے متورم ہو گئے۔ بعض غلاموں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ سوار ہو جائیے تاکہ ورم پائے مبارک کم ہو حضرت نے قبول نہ فرمایا۔ کہا جب ہم منزل پر پہنچیں گے تو ایک غلام حبشی ملے گا اس کے پاس ایک روغن ہوگا وہ اس ورم کے لئے نہایت نافع ہے پس جب وہ غلام حبشی اس روغن کو لائے تو اس سے مول لینا اور جو قیمت طلب کرے بے تامل دینا حضرت کے ایک غلام نے تعجب کیا اور کہا یا بن رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اس منزل میں کوئی روغن فروش نہیں ہے حضرت نے فرمایا عنقریب وہ آئے گا جب بقدر ایک منزل کے راہ طے کی ناگاہ ایک غلام سیاہ دور سے نمودار ہوا حضرت نے اپنے ایک غلام سے فرمایا کہ جا اور روغن کو خرید کر قیمت اس کی دے۔ جب وہ غلام بموجب ارشاد حضرت اس حبشی کے پاس گیا اور روغن طلب کیا حبشی نے پوچھا کس کے لئے طلب کرتا ہے کہا کہ اپنے آقا حسین بن علیؑ کے واسطے جب اس مرد نیک اعتقاد نے حضرت کا نام سنا کہنے لگا مجھے حضرت کی خدمت میں لے چل جب اس حبشی کو حضرت کی خدمت میں لایا اس نے کہا یا بن رسول اللہ میں آپ کا شیعہ اور ہوا خواہوں سے ہوں روغن کی قیمت میں نہیں چاہتا لیکن یہ چاہتا ہوں کہ میرے لئے دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ مجھ کو ایک فرزند صحیح الخلقت عطا فرمائے جو دوست دار اہل بیت ہو یا مولا جب میں آپ کی خدمت میں آنے لگا تو میری عورت کو درد زہ تھا۔ حضرت نے فرمایا اپنے گھر پھر جا کہ حق تعالیٰ نے تجھے فرزند صحیح الخلقت عطا فرمایا۔ اس ارشاد کے سنتے ہی وہ حبشی بسرعت تمام روانہ ہوا جب اپنے گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ فرزند مستوی الخلقت پیدا ہوا پھر وہ پلٹ کر آیا اور اس نے دعائے خیر دیکر عرض کیا یا ابن رسول اللہ جو کچھ آپ نے ارشاد کیا تھا۔ وقوع میں آیا بعد ازاں حضرت نے اس روغن کو اپنے پائے مبارک پر ملا ہنوز اپنی جگہ سے حرکت نہ کی تھی کہ ورم پائے مبارک کا بالکل زائل ہو گیا اور مطلق نشان باقی نہ رہا

مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہی حدیث حضرت امام حسن علیہ السلام کے معجزات میں بھی گزری ہے اور کتاب کافی میں بھی اسی طرح روایت کی ہے اور صدور اس معجزے کا دونوں حضرات سے اور موافقت دونوں کی بجمیع وجوہ خالی از غرابت و لُجد نہیں ہے بظاہر اس معجزے کا ذکر حضرت کے معجزات میں سہو کاتب سے ہوا ہے ٥ اسی کتاب میں حذیفہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسینؑ سے زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سُنا اور اس زمانہ میں سن شریف ان حضرت کا بہت کم تھا فرماتے تھے قسم بخدا اے حذیفہ بنی امیہ میرے قتل پر جمع ہوں گے اور اتفاق کریں گے اور لشکر شقاوت اثر کا سرگروہ عمر سعد ہوگا۔ حذیفہ کہتے ہیں میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا یابن رسول اللہ یہ خبر آپ نے حضرت رسول خدا سے سنی ہے فرمایا نہیں پس میں خدمت رسول میں حاضر ہوا اور جو امام حسینؑ سے سُنا تھا عرض کیا حضرت نے فرمایا اے حذیفہ علم میرا علم حسینؑ ہے اور علم میرا حسین کا علم ہے کیوں کہ جو کچھ واقع ہونے والا ہوتا ہے پیش از واقع ہونے کے ہم اسے جانتے ہیں ٥ کتاب عیون المعجزات میں حضرت صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ سے اور انہوں نے حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ ایک بار اہل کوفہ حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آئے اور کمی باران کی شکایت کی اور کہا یا مولا آپ ہمارے حق میں سبحانہٗ تعالیٰ سے طلب باران کیجئے حضرت نے امام حسینؑ سے کہا تم اٹھو اور بارش کے لئے دعا کرو بموجب ارشاد کے امام حسین کھڑے ہوئے اور ایک خطبہ فصیح و بلیغ پڑھا اور حق تعالےٰ سے ان لوگوں کے واسطے طلب باران کی دعا کی اور وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ مُعْطِیَ الْخَیْرَاتِ وَمُنْزِلَ الْبَرَکَاتِ اَرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْنَا مِدْرَارًا وَاسْقِنَا غَیْثًا مِغْزَارًا وَاسِعًا غَدَقًا مُجَلِّلًا سَحًّا سَفْحًا ثَجَاجًا تُنَفِّسُ بِهِ الضَّعْفَ مِنْ عِبَادِكَ وَتُحْیِیْ بِهِ الْمَیِّتَ مِنْ بِلَادِكَ اٰمِیْنَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ہنوز حضرت دعا سے فارغ نہ ہونے پائے تھے کہ یکایک بارش ہوئی اسی وقت ایک اعرابی نواحی کوفہ سے آیا اور یہ خبر لایا کہ میں تالابوں اور گھاٹیوں کو پانی سے چھلکتا چھوڑ آیا ہوں ٥ جعفر ابن محمد بن عمارہ نے اپنے باپ سے انہوں نے عطا ابن سائب سے انہوں نے اپنے بھائی سے

روایت کی ہے کہ بروزِ شہادت جناب سیدالشہدا معرکہ کربلا میں بھی حاضر تھا میں نے دیکھا کہ ایک ملعون قبیلہ تمیم سے جس کا نام عبداللہ ابن جویرہ تھا حضرت امام حسینؑ کے لشکر کے قریب آیا اور بآواز بلند حضرت کا نام لے کر پکارا حضرت نے اس لعین سے کہا تو کیا چاہتا ہے معاذ اللہ اس بے حیائی نے کہا بشارت ہو تمہیں آتش دوزخ کی حضرت فرمایا حاشا بلکہ میں شفاعت کنندہ کی خدمت میں جاتا ہوں اور میری بازگشت ایک اچھے حال سے دوسرے اچھے حال کی طرف ہے تو کون ہے اس نے کہا میں عبداللہ ابن جویرہ ہوں حضرت نے اپنے دستِ مبارک درگاہ قاضی الحاجات میں بلند کئے یہاں تک کہ سفیدی زیر بغل نمودار ہوئی اور عرض کی خداوندا! تو اس شقی کو آتش دوزخ کی طرف کھینچ لے وہ ملعون حضرت کی بددعا سنکر غصہ میں آیا اور حضرت پر حملہ کیا حکم حق تعالیٰ سے اس ملعون کے گھوڑے نے ایسا اضطراب کیا کہ ایک پاؤں اس کا خندق میں جا رہا اور وہ شقی گھوڑے سے گرا اور ایک پاؤں رکاب میں الجھا رہا گھوڑا دوڑتا جاتا تھا۔ اور پاؤں اس کا اسی طرح رکاب میں الجھا تھا اور سر نجس اس کا ہر پتھر و درخت سے ٹکراتا تھا یہاں تک کہ ایک جانب سے تمام ران اور پنڈلی جدا ہو گئی اور دوسری جانب رکاب میں الجھی رہ گئی اور اسی حال سے واصل جہنم ہوا اور اپنے کئے کی سزا کو پہنچا ہ مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ طاؤس یمانی سے روایت ہے جب حضرت امام حسین صلوات اللہ علیہ اندھیرے مکان میں تشریف رکھتے تھے تو ایک نور ان حضرت کی پیشانی اور گردن مبارک سے ساطع ہوتا تھا۔ اور لوگ اس نور کی وجہ سے حضرت کو پہچان لیتے تھے اور ان اعضا کے نورانی ہونے کا سبب یہ تھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ گلوئے مبارک و پیشانی کے بوسے لیتے تھے ہ ایک دن حضرت جبرئیلؑ خانۂ جناب فاطمہؑ میں نازل ہوئے دیکھا کہ وہ معصومہ خواب راحت میں ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام جھولے میں روتے ہیں حضرت جبرئیل حضرت امام حسین علیہ السلام کو لوریؑ دینے لگے اور

ؑ بعض اوقات حضرت علی گھر میں آتے تو دیکھتے کہ سیدہ چکی پیستے پیستے تھک کر سو گئی ہیں لیکن چکی اسی طرح حرکت کر رہی ہے دوسرے ہاتھ میں تسبیح بھی خود بخود گردش کناں ہے گہوارہ ہل رہا (باقی صفحہ ۲۷ پر)

اوران کو بہلاتے جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ زہرا خواب راحت سے بیدار ہوئیں سنا کہ کوئی شخص حضرت امام حسین علیہ السلام سے باتیں کرتا ہے متعجب ہو کر اس طرف دیکھنے لگیں تو کسی کو نہ پایا جب حقیقت اس کی جناب رسول خدا سے پوچھی تو آپ نے فرمایا اے فاطمہ وہ جبرئیل تھے۔ بعض معجزات آپ کے پہلے مذکور ہوئے اکثر آئندہ آئیں گے خصوصاً باب شہادت اور وقائع مابعد شہادت میں۔

باب ۳

ذکر مکارم اخلاق و دیگر احوال امام عالی مقام و اصحاب کرام

عیاشی نے اپنی تفسیر میں بسند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امام حسینؑ ایک جماعت مساکین کی طرف سے گزرے آپ نے دیکھا کہ وہ اپنی عبا بچھائے ہوئے خشک روٹی کے ٹکڑے کھا رہے ہیں جب حضرت ان کے نزدیک پہنچے ان مساکین نے حضرت کو دعوت دی کہ یا ابن رسول اللہ اس نان خشک میں شرکت کریں حضرت گھوڑے سے نیچے اترے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرمایا اور اس آیت کی تلاوت اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُتَکَبِّرِیْنَ۔ یعنی حق تعالیٰ متکبروں کو دوست نہیں رکھتا اس کے بعد حضرت نے فرمایا میں نے تمہاری دعوت قبول

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۶:۔ رہا ہے جب حضرت رسول سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا ملائکہ سموات اکثر میری بیٹی فاطمہ کی خدمت کرتے ہیں چکی چلانے والے میکائیل تھے تسبیح پڑھنے والے اسرافیل تھے گہوارہ جھلاتی کرنے والے جبرائیل تھے۔ جبرائیل امین کی لوری اس موقع پر یہ ہوا کرتی تھی۔

اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ نَھْرًا مِنْ لَبَنٍ ۔۔۔ لِعَلِیٍّ وَ حُسَیْنٍ وَ حَسَنٍ
کُلُّ مَنْ کَانَ مُحِبًّا لَھُمْ ۔۔۔ دَخَلَ الْجَنَّۃَ مِنْ غَیْرِ مِحَنٍ

ترجمہ:۔ جنت میں علی و حسین و حسن کے لئے دودھ کی نہریں ہیں جو بھی ان کا محب ہے وہ بغیر تکلیف کے جنت میں داخل ہو گا۔ تفصیل کے لئے دیکھو روضۃ الشہدا ص ۲۳۵، مترجم عفی عنہ۔

کہ تم بھی میری دعوت قبول کرو جب ان مساکین نے حضرت کی دعوت کو قبول کیا وہ جناب ان کو دولت سرا پر لائے اور کنیز سے فرمایا جو کچھ تو نے مہمانوں کے لئے ذخیرہ کیا ہے حاضر کر بموجب ارشاد کے کنیز نے حاضر کیا حضرت نے بخوبی تمام ان کی ضیافت کی اور رخصت فرمایا ٥ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے جب اسامہ بن زید کو مرض الموت ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام عیادت کو تشریف لے گئے ان کو نہایت اندوہناک پایا وہ حالت مرض میں کہتے تھے ہائے افسوس! حضرت نے سبب اندوہ پوچھا اسامہ نے کہا یا بن رسول اللہ میرے اندوہ کا باعث یہ ہے کہ ساٹھ ہزار درہم کا میں قرضدار ہوں حضرت نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو تمہارا قرض مجھ پر ہے اور میں اسے ادا کروں گا اسامہ نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ میں ڈرتا ہوں کہ قبل از ادائے قرض مر جاؤں گا اور مشغول الذمہ رہوں حضرت نے فرمایا اے برادر تیرا قرضہ میں تیرے مرنے سے پہلے ادا کر دوں گا روای کہتا ہے جو حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی کیا یعنی ہنوز اسامہ نے وفات نہیں کی تھی کہ اس منبع جود وسخا نے ان کے قرض کو ادا کر دیا ٥ منقول ہے کہ امام عالی مقام اکثر فرماتے تھے کہ بدترین خصلت بادشاہوں کی یہ ہے کہ اعدا سے نامردی کریں ضعیفوں سے سختی اور بوقت بخشش وعطا بخل کریں ٥ کتاب انس المجالس میں روایت کی ہے جب فرزدق شاعر کو مروان نے مدینہ سے نکال دیا ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے چار سو اشرفیاں اس کو عطا کیں کسی نے عرض کیا یا بن رسول اللہ وہ شاعر فاسق ہے یہ مبلغ خطیر آپ نے اس کو کیوں عطا فرمایا ارشاد کیا بہترین مال تمہارا وہ ہے جس سے حفظ آبرو ہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن زہیر شاعر کو بہت کچھ عطا کیا اور عباس بن مرداس شاعر کے حق میں فرمایا اس کی زبان کو بخشش سے قطع کرو یعنی کچھ اسے دو تاکہ میری مذمت نہ کرے ٥ منقول ہے ایک اعرابی مدینہ میں آیا لوگوں سے پوچھا سب سے زیادہ سخی مدینہ میں کون ہے سب نے کہا حسین بن علی بہت سخی و کریم ہیں اعرابی یہ سن کر حضرت کی تلاش میں داخل مسجد ہوا دیکھا کہ حضرت نماز پڑھتے ہیں اور اس وقت اعرابی نے یہ شعر حضرت کی مدح وثنا میں پڑھے۔

لَمْ یَخِبِ الْاٰنَ مَنْ رَجَاكَ ۔۔۔ وَمَنْ حَرَّكَ مِنْ دُوْنِ بَابِكَ الْحَلَقَةْ

اَنْتَ جَوَادٌ وَاَنْتَ مُعْتَمَدٌ ۔۔۔ اَبُوْكَ قَدْ كَانَ قَاتِلَ الْفَسَقَةْ

لَوْلَا الَّذِیْ كَانَ مِنْ اَوَائِلِكُمْ ۔۔۔ كَانَتْ عَلَیْنَا الْجَحِیْمُ مُنْطَبِقَةْ

حاصل مضمون یہ ہے کہ نا اُمید و محروم نہیں پھرتا جو آپ سے اُمید رکھے اور زنجیر آپ کے در کی ہلائے۔ آپ سخی اور محل اعتماد ہیں پدر بزرگوار آپ کے قاتل کفار تھے۔ اگر آپ کے بزرگ ہماری ہدایت نہ کرتے تو آتش جہنم ہمیں گھیر لیتی اور ہم مخلد فی النار رہتے پس جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے قنبر سے فرمایا آیا مال حجاز سے کچھ بچا ہے قنبر نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ چار ہزار اشرفیاں باقی ہیں فرمایا لے آؤ کہ یہ اعرابی اس مال کا ہم سے زیادہ مستحق ہے پھر آپ مسجد سے دولت سرا میں تشریف لائے اور ان اشرفیوں کو ردائے مبارک میں لپیٹ کر دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بسبب شرم و حیا کے اپنا روئے مبارک اعرابی کے سامنے نہ کیا۔ اور شگاف در سے ہاتھ باہر نکال کر وہ اشرفیاں اعرابی کو عطا فرمائیں اور یہ شعر اس کی عذر خواہی میں انشا فرمائے۔

خُذْهَا فَاِنِّیْ اِلَیْكَ مُعْتَذِرٌ ۔۔۔ وَاعْلَمْ بِاَنِّیْ اِلَیْكَ ذُوْ شَفَقَةْ

لَوْ كَانَ فِیْ سَیْرِنَا الْغَدَاةَ عَصًا ۔۔۔ اَمْسَتْ سَمَانَا عَلَیْكَ مُنْدَفِقَةْ

لٰكِنَّ الزَّمَانَ ذُوْ غِیَرٍ ۔۔۔ وَالْكَفُّ مِنِّیْ قَلِیْلُ النَّفَقَةْ

یعنی اے اعرابی لے اس کو اور میں تیرے آگے عذر خواہ ہوں کہ تیرا حق مجھ سے ادا نہ ہوا یقین جان کہ میں تیرے حال پر بہت شفقت رکھتا ہوں۔ اگر آج ہمارے لئے کچھ حکومت ہوتی اور حق ہمارا غصب نہ ہوتا تو دیکھتا تو کہ ہمارا ابر کرم تجھ پر کیوں کر برستا ہے لیکن کیا کریں گردش روزگار نے ہمارے امور کو متغیر کر دیا ہے۔ اور ہمارا ہاتھ ان دنوں نہایت تنگ ہے۔ اعرابی نے حضرت سے دینار لئے اور رونے لگا فرمایا اے اعرابی تو اس لئے روتا ہے کہ یہ دینار قلیل ہیں عرض کیا یا مولا میں اس لئے نہیں روتا بلکہ اس لئے روتا ہوں کہ ایسے سخی کے ہاتھ کیوں کر خاک میں پنہاں ہو جائیں گے [1] اور مثل اسی روایت کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسبت

---

[1] لیکن جمال شقی نے ان ہاتھوں کے ساتھ کیا ظلم و ستم کیا۔ مترجم

بھی منقول ہے ۵ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں عبد الرحمن خزانی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام صحرائے کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے لوگوں نے حضرت کی پشت مبارک پر گھٹوں کے نشان دیکھے امام زین العابدین علیہ السلام سے ان گھٹوں کا سبب پوچھا فرمایا کہ امام مظلوم ہمیشہ غلہ اور روٹیوں کے انبار اپنی پشت مبارک پر رکھ کر بیواؤں اور یتیموں اور مسکینوں کے لئے لے جاتے تھے اور ان کے گھروں میں چھپا کر پہنچاتے تھے ۔ روایت ہے کہ عبد الرحمن سلمی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایک فرزند کو سورۂ حمد تعلیم کیا صاحبزادے نے جب اس کو حضرت امام حسینؑ کے سامنے پڑھا حضرت نے ہزار دینار اور ہزار حُلّے عبد الرحمن کو عطا کئے اور فرمایا اس کا منہ موتیوں سے بھر دو کسی نے عرض کیا اے مولا اس قدر اجرت سورۂ الحمد سکھانے کی نہیں ہوتی فرمایا اے شخص جس قدر مال و زر میں نے اس کی تعلیم کے عوض میں دیا ۔ بہت کم ہے بعد ازاں حضرت نے یہ اشعار انشا کئے۔

إِذَا جَادَتِ الدُّنْيَا عَلَيْكَ فَجُدْ بِهَا	عَلَى النَّاسِ طُرّاً قَبْلَ أَنْ تَتَفَلَّتِ
فَلَا الْجُودُ يُفْنِيهَا إِذَا هِيَ أَقْبَلَتْ	وَلَا الْبُخْلُ يُبْقِيهَا إِذَا مَا تَوَلَّتِ

یعنی جب دنیا تیری طرف رجوع کرے چاہیئے کہ تو بھی خلق اللہ پر انعام و بخشش کر پیش ازاں کہ تجھ سے روگردانی کرے ۔ اس لئے کہ جب دنیا رجوع کرتی ہے تو جود سے فنا نہیں کر سکتا اور جب منہ پھیرتی ہے تو بخل کرنے سے وہ باقی نہیں رہتی ۔ خلق و تواضع آپ کا ایسا تھا کہ ایک روز حضرت ایک جماعت مساکین پر سے گزرے جو اپنی عبا کو بچھائے خشک روٹی کھا رہے تھے حضرت نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب سلام دے کر عرض کیا یا ابن رسول اللہ ان نان خشک کے کھانے میں ہماری شرکت کیجئے حضرت گھوڑے سے اتر کر ان کے پاس بیٹھ گئے ۔ عذر کیا کہ یہ نان خشک صدقہ ہے اور صدقہ ہم پر حرام ہے ۔ اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں بلا تامل تمہارا شریک ہوتا پھر فرمایا اٹھو اور میرے گھر چلو میں تمہاری ضیافت کروں حضرت نے ان کو دولت سرا پر لا کر ضیافت کی اور بہت سا لباس اور درہم عطا فرما کر رخصت کیا ۵ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے ایک دن حضرت

امام حسین علیہ السلام اور محمد بن حنفیہ میں کچھ کلام خشونت آمیز ہوا محمد بن حنفیہ نے
ایک عریضہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو لکھا اس میں یہ مضمون مندرج کیا اے
برادر! میرے اور تمہارے پدر بزرگوار علی ہیں اس باب میں میں تمہارے برابر ہوں
لیکن مادر بزرگوار تمہاری فاطمہ زہرا دختر رسول خدا ہیں اگر تمام روئے زمین
سونے سے بھر جائے اور میری ماں اس کی مالک ہوتی تب بھی تمہاری مادر گرامی کے
رتبہ کو نہ پہونچتی پس جب آپ میرے نامہ کے مضمون سے مطلع ہوں تو مجھ تک قدم
رنجہ فرمائیں اور اپنی تشریف آوری سے میرے دل کو شاد کریں کیوں کہ آپ احسان و
کرم کرنے میں مجھ سے اولیٰ و برتر ہیں والسلام علیک ورحمۃ و برکاتہٗ حضرت نے جب
محمد بن حنفیہ کا نامہ پڑھا اسی وقت ان کے گھر تشریف فرما ہوئے اور اس دن سے
پھر کسی طرح کی رنجش حضرت اور محمد بن حنفیہ کے درمیان میں نہ آئی ○ حضرت کی
شجاعت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک دن مدینہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ولید بن
عقبہ جو حاکم مدینہ تھا کے درمیان ایک زراعت پر نزاع واقع ہوئی حضرت نے عمامہ
سر ولید سے اتار لیا اور اس کی گردن میں لپیٹ کر زمین پر کھینچا مروان نے جب یہ
حال دیکھا تو حضرت کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا ہرگز میں نے کسی شخص کو نہیں
دیکھا کہ حاکم وقت پر اس قدر زیادتی کرے ولید نے کہا اے مروان قسم ہے خدا کی
تونے یہ کلمہ میری طرفداری اور دل سوزی سے نہیں کہا بلکہ تونے میرے حلم
اور بردباری اختیار کرنے پر حسد کیا بخدا کہ حق حضرت کی طرف ہے اور مزرعہ بھی
انہیں کا ہے حضرت نے فرمایا اے ولید اب جب کہ تونے حق کا اقرار کیا میں نے
وہ مزرعہ تجھے بخش دیا یہ فرما کر حضرت وہاں سے چلے آئے ○ منقول ہے کہ معرکۂ
کربلا میں آپ سے وہ ملعون کہتے تھے کہ اطاعت یزید قبول کیجئے۔ حضرت جواب
میں فرماتے تھے۔ لَا وَاللّٰہِ لَا اُعْطِیْکُمْ بِیَدِیْ اِعْطَاءَ الذَّلِیْلِ وَلَا اَفِرُّ فِرَارَ
الْعَبِیْدِ قسم ہے خدا کی نہ میں تمہاری اطاعت کروں گا جس طرح اور مردم ذلیل
اطاعت کرتے ہیں اور نہ بھاگوں گا جس طرح غلام بھاگ جاتے ہیں۔ پس باواز
بلند ندا کی کہ اے بندگان خدا میں پناہ مانگتا ہوں ہر اس متکبر سے جو روز قیامت
پر ایمان نہیں رکھتا فرمایا مَوْتٌ فِیْ عِزٍّ خَیْرٌ مِّنْ حَیٰوۃٍ فِیْ ذُلٍّ عزت کی

موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے آپ نے بروز شہادت یہ اشعار پڑھے۔

اَلْمَوْتُ خَیْرٌ مِنْ رُکُوْبِ الْعَارِ وَالْعَارُ اَوْلیٰ مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ وَاللّٰہِ مَا ھٰذَا وَ ھٰذَا جَارِیْ

حاصل مطلب یہ ہے کہ موت بہتر ہے ارتکاب عار سے اور عار بہتر ہے دخول نار سے لہٰذا بخدا! ذلت نہیں ممکن ہے موت قبول کی جاسکتی ہے ابن نباتہ کہتا ہے کہ حسین وہ شخص ہیں کہ یہ عزت مرنے کو زندگی جانتے ہیں اور بذلت جینے کو مرگ جانتے ہیں۔ کتاب حلیۃ الاولیا میں محمد بن حسن سے روایت ہے جب کوفہ و شام کی فوجیں صحرائے کربلا میں جمع ہوئیں اور حضرت کو یقین ہوا کہ یہ اشقیا مجھ سے لڑیں گے اس وقت اپنے اصحاب کے سامنے یہ تقریر کی "تم دیکھتے ہو اس امر کو جو نازل ہوا بدرستیکہ دنیا متغیر ہو گئی ہے اور نیکیوں نے منہ پھیر لیا ہے اور لذتیں اس کی تلخ و ناگوار ہو گئیں یہاں تک کہ نہ باقی رہا دنیا سے مگر مانند بقیہ آب جوتہ کوزہ رہ جاتا ہے اور نہیں باقی رہا اس سے مگر عیش حقیر مانند ثقیل چارہ کے آیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگ حق پر عمل نہیں کرتے اور باطل سے پرہیز نہیں کرتے پس چاہیئے کہ ایسے وقت میں مرد مومن ملاقات حق تعالیٰ کا راغب ہو فرمایا لَا اَرَی الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَۃً وَالْحَیٰوۃَ مَعَ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا بَرَمًا، میں ایسی موت کو سعادت جانتا ہوں اور زندگی کو ظالموں کے ساتھ رنج و ملال جانتا ہوں اور جب آنحضرت نے میدان جنگ کا قصد کیا یہ اشعار پڑھے۔

سَاَمْضِیْ فَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتٰی اِذَا مَا نَوٰی خَیْرًا وَّ جَاھَدَ مُسْلِمًا
وَوَاسَی الرِّجَالَ الصَّالِحِیْنَ بِنَفْسِہٖ وَفَارَقَ مَثْبُوْرًا وَّ خَالَفَ مُجْرِمًا
اُقَدِّمُ نَفْسِیْ لَا اُرِیْدُ بَقَاءَھَا لِتَلْقٰی خَمِیْسًا فِی الْھِیَاجِ عَرَمْرَمًا
فَاِنْ عِشْتُ لَمْ اُذْمَمْ وَاِنْ مِتُّ لَمْ اُلَمْ کَفٰی بِکَ ذُلًّا اَنْ تَعِیْشَ وَتُرْغَمَا

عنقریب میں میدان قتال کی طرف جاتا ہوں کیونکہ مرنا انسان کے لئے ذلت نہیں ہے بشرطیکہ وہ اسلام کی حالت میں جہاد کرے اور اپنی جان دے کر اچھوں کی مدد کرے، بروں سے مفارقت کرے مجرم سے مخالفت کرے، میں اپنے نفس کو لشکر کثیر کی طرف دھکیلتا ہوں میں اس کی بقا نہیں چاہتا پس اگر میں بچ گیا یا مارا گیا تو برا نہیں کہا جاؤں گا ہاں اگر تو ذلت کے ساتھ زندہ رہے تو یہ بہت

امام حسینؑ کی مناجات

برا ہو گا۔ مناقب ابن شہر آشوب میں آپ کے زہد کے متعلق روایت ہے کہ کسی نے آپ سے کہا کہ اے مولا! آپ اللہ سے کتنا ڈرتے ہیں! حضرت نے ارشاد کیا روز قیامت عذاب خدا سے امن نہیں ہے مگر وہ شخص جو دنیا میں حق سبحانہٗ و تعالےٰ سے خائف رہا ہو۔ ابن لبطہ نے کتاب ابانہ میں روایت کی ہے کہ اس امام مظلوم نے پچیس حج پیادہ پا کئے اور اونٹ و محمل آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔ کتاب عیون المجالس میں روایت کی ہے ایک روز جناب امام حسین علیہ السلام انس بن مالک کے ساتھ قبر حضرت خدیجۃ کبریٰ پر تشریف لائے اور بہت زیادہ روئے بعدازاں انس سے ارشاد کیا تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ انس کہتا ہے کہ میں حضرت کی آنکھ بچا کر ایک گوشہ میں چھپ رہا دیکھوں حضرت کیا کرتے ہیں دیکھا میں نے کہ آپ مشغول نماز ہوئے جب نماز کو بہت طول ہوا تو میں نزدیک گیا میں نے سنا کہ حضرت یہ مناجات درگاہ قاضی الحاجات میں فرماتے ہیں۔

يَا رَبِّ يَا رَبِّ اَنْتَ مَوْلَاهُ — فَارْحَمْ عُبَيْدًا اِلَيْكَ مَلْجَاهُ
يَا ذَا الْمَعَالِيْ اَنْتَ مُعْتَمَدِيْ — طُوْبٰى لِمَنْ كُنْتَ اَنْتَ مَوْلَاهُ
طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ خَادِمًا اَرِقًا — يَشْكُوْ اِلٰى ذِي الْجَلَالِ بَلْوَاهُ
وَمَا بِهٖ عِلَّةٌ وَّلَا سَقَمٌ — اَكْثَرُ مِنْ حُبِّهٖ لِمَوْلَاهُ
اِذَا اشْتَكٰى بَثَّهٗ وَغُصَّتَهٗ — اَجَابَهُ اللّٰهُ ثُمَّ لَبَّاهُ
اِذَا تَبَتَّلَ بِالظَّلَامِ مُبْتَهِلًا — اَكْرَمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَدْنَاهُ

بار الٰہا پروردگار تو میرا آقا و مولا ہے پس رحم کر اس بندہ پر جو تجھ سے پناہ مانگتا ہے اور تجھ سے التجا کرتا ہے اے صاحب بزرگواری و شرف تو ہی میرا محل اعتماد ہے، خوشحال اس بندے کا جس کا تو مولا ہو، خوشحال اس کا جو خادم اور بندہ ہو تیرا اور تمام شب تیرے خوف سے بیدار رہے اور شکایت اپنی سختی و بلا کی تجھ سے کرے کسی طرح کی بیماری اور کوئی مرض اس بندے کو سوا تیری محبت کے نہ ہو اور جس وقت وہ بندہ شکایت اپنے رنج و الم کی کرے تو تو اس کو قبول کرے اور اس کے جواب میں فرمائے کہ لبیک اے بندہ میرے

اور جس وقت وہ بندہ ظلمت و تاریکی میں بہ تفرع و اخلاص دعا کرے تو تو اس کو اپنے لطف و کرم سے عزت اور بزرگی عطا فرمائے اور اپنے قرب میں اسے جگہ دے۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب حضرت نے یہ اشعار مناجات میں فرمائے تو اس کے جواب میں یہ آواز آئی۔

لَبَّيْكَ عَبْدِي وَأَنْتَ فِي كَنَفِي ... وَكُلَّمَا قُلْتَ قَدْ عَلِمْنَاهُ
صَوْتُكَ تَشْتَاقُهُ مَلَائِكَتِي ... فَحَسْبُكَ السِّتْرَ قَدْ سَمِعْنَاهُ
دُعَاؤُكَ عِنْدِي يَجُولُ فِي حُجُبٍ ... فَحَسْبُكَ السِّتْرَ قَدْ سَفَرْنَاهُ
لَوْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِنْ جَوَانِبِهِ ... خَرَّ صَرِيعاً لِمَا تَغَشَّاهُ
سَلْنِي بِلَا رَغْبَةٍ وَلَا رَهَبٍ ... وَلَا حِسَابٍ إِنِّي أَنَا اللّٰهُ

لبیک اے میرے بندہ تو ہم سے نزدیک ہے اور جو کچھ تو نے کہا سب ہم نے سنا۔ اور تیری آواز سننے کو ہمارے ملائکہ مشتاق ہیں پس کافی ہے تجھے کہ ہم نے پردے تیرے روبرو سے اٹھا دیئے۔ اور اگر شمائم روائح عزت و جلال اس دعا کے اطراف و جوانب پر چلیں تو کسی شخص کو تاب استقامت اس کی تجلی کی نہ ہے پس جس چیز کو تو چاہے بے طمع اور بے خوف اور بے حساب ہم سے طلب کر۔ کیونکہ میں خدائے عز و جل ہوں۔ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں اس شعر کی بھی امام حسینؑ سے روایت کی ہے۔

يَا أَهْلَ لَذَّةِ دُنْيَا لَا بَقَاءَ لَهَا ... إِنَّ اغْتِرَاراً بِظِلٍّ زَائِلٍ حُمُقٌ

یعنی اے اہل لذات دنیا آگاہ ہو کہ دنیا محل بقا نہیں ہے کیونکہ فریب کھانا اس سایہ سے جو معرض زوال ہو حماقت ہے اور ان اشعار کو بھی آپ کی طرف منسوب کیا ہے۔

سَبَقْتُ الْعَالَمِينَ إِلَى الْمَعَالِي ... بِحُسْنِ خَلِيقَةٍ وَعُلُوِّ هِمَّةٍ
وَلَاحَ بِحِكْمَتِي نُورُ الْهُدَىٰ ... فِي لَيَالٍ فِي الضَّلَالَةِ مُدْلَهِمَّةٍ
يُرِيدُ الْجَاحِدُونَ لِيُطْفِئُوهُ ... وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّهُ

حاصل مضمون یہ ہے کہ میں فوقیت لے گیا ہوں بزرگی اور علو مرتبہ میں تمام عالم سے بسبب اپنے حسن خلقت اور علو ہمت کے اور میری حکمت سے شب ہائے

تاریک ضلالت میں نور ہدایت ظاہر ہوا جو لوگ منکر ہیں چاہتے ہیں کہ اس نور کو چھپا دیں اور حق تعالےٰ چاہتا ہے کہ اس نور کو تمام کرے ○ کتاب مناقب میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے ایک دن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو مسجد میں لائے اور اپنے پہلو میں کھڑا کرکے تکبیر کہی یہاں تک کہ ساتویں مرتبہ حضرت امام حسینؑ نے تکبیر کہی حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس سبب سے اوّل نماز میں سات تکبیریں کہنا سنّت ہوا ○ روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد کیا کہ بہترین اعمال نماز کے بعد مومن کے دل میں سرور داخل کرنا ہے اس طرح سے کہ گناہ پر مشتمل نہ ہو۔ میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ کتے کے ساتھ کھانا کھا رہا ہے اس کا سبب اس غلام سے پوچھا اس نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ میں مغموم ہوں چاہتا ہوں کہ اس کے دل کو شاد کروں شاید اس کی خوشی میرے سرور کا باعث ہو اور میرے غم کو زائل کرے کیوں کہ میرا ایک مالک ہے اور وہ یہودی ہے چاہتا ہوں اس کی غلامی سے نجات پاؤں حضرت اس یہودی کے پاس گئے اور فرمایا کہ اگر تو اس غلام کو بیچے تو میں اس کی قیمت میں دو سو دینار طلا دیتا ہوں اس نے کہا یا مولا میں نے اس غلام کو آپ کے قدموں پر تصدق کیا اور یہ باغ بھی اسی کو دیتا ہوں اور وہ دینار جو آپ اس غلام کی قیمت میں مجھے عنایت فرماتے ہیں میں نے آپ کو واپس کئے حضرت نے فرمایا اپنا مال میں نے تجھے یوں ہی بخشدیا یہودی نے کہا یا مولا میں نے مال کو قبول کیا اور اپنی طرف سے غلام کو بخش دیا حضرت نے ارشاد کیا کہ میں نے غلام کو آزاد کیا اور یہ سب مال و باغ اسے بخشا زن یہودی نے کہا میں مسلمان ہوئی اور مہرا اپنا میں نے اپنے شوہر کو بخشا یہودی نے کہا میں بھی مسلمان ہوا اور میں نے اپنی زوجہ کو بخشا ○ ترمذی نے کتاب جامع میں روایت کی ہے کہ جب سر سید الشہداء علیہ آلاف التحیتہ والثنا ابن زیاد کے پاس لائے اور اس وقت اس شقی کے پاس ایک چھڑی تھی العیاذ باللہ اس چھڑی کو بینی مبارک پر امام مظلوم کے لگاتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ایسا خوبصورت سر کسی کا نہیں دیکھا

انس نے کہا یہ سر اس شخص کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صورت میں بہت مشابہ تھا ۵ کتاب کشف الغمہ میں روایت کی ہے کہ انس بن مالک نے کہا ایک دن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ناگاہ ایک کنیز آئی اور ایک گلدستہ پھولوں کا بطریق تحفہ حضرت کے پاس لا کر رکھ دیا۔ حضرت نے ارشاد کیا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا انس کہتا ہے میں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ یہ کنیز ایک گلدستہ پھولوں کا جو کچھ قیمت نہیں رکھتا آپ کے لئے لائی آپ نے اسے آزاد فرمایا حضرت نے فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ ... فَحَيُّوا (سورہ النساء آیت ۸۶) اگر تم کو کوئی چیز تحفہ کے طور پر پیش کی جائے تو تم اس سے بہتر پیش کرو لہٰذا اس گلدستہ کا عوض اس سے بہتر یہی تھا کہ میں اسے آزاد کروں ۵ روایت ہے کہ ایک روز حضرت امام حسن علیہ السلام نے کچھ کلمات حضرت کو شعرا کی عطا کے متعلق لکھے سبب یہ تھا کہ امام حسین علیہ السلام شعرا کو بخشش وعطا بہت فرماتے تھے حضرت نے اس کے جواب میں لکھا اے برادر بزرگوار آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ بہترین مال وہ ہے کہ آدمی اس کے ذریعہ اپنی عزت و آبرو کو بچائے مولف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ شاید امام حسنؑ کا لکھنا اس جہت سے ہو کہ یہ عذر آپ کا لوگوں پر ظاہر ہو جائے ۵ کشف الغمہ میں منقول ہے کہ ایک روز عبداللہ بن زبیر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مع اصحاب کی دعوت کی پس سب اصحاب نے طعام تناول کیا مگر حضرت نے نوش نہ فرمایا اصحاب نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ آپ کیوں نہیں تناول فرماتے حضرت نے فرمایا میں روزے سے ہوں اور روزہ دار تحفہ چاہتا ہے۔ اصحاب نے پوچھا کہ یا حضرت وہ کیا چیز ہے فرمایا روغن خوشبودار اور مجمر[1] ۵

روایت ہے ایک غلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی تقصیر لائق تعزیر کی حضرت نے حکم دیا کہ اسے تازیانے لگائے جائیں اس وقت غلام نے کہا اے مولا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جا میں نے تیری تقصیر عفو کی اس نے کہا یا مولا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ حضرت نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا اور جس قدر روزینہ تیرا تھا اس سے دو چند مقرر کیا ۵ منقول

[1] انگیٹھی

وَالْكَاظِمِيْنَ ..... عَنِ النَّاسِ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۴)

ہے کہ فرزدق شاعر نے کہا جب میں کوفہ سے پھرا آتے راہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ نے پوچھا اے ابا فراس اہل کوفہ کی کیا خبر ہے؟ میں نے کہا یا حضرت سچ کہوں حضرت نے فرمایا میں سچ کو دوست رکھتا ہوں میں نے کہا یا مولا اہل کوفہ کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور تلواریں ان کی بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور فتح و نصرت حق تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ حضرت نے ارشاد کیا تو سچ کہتا ہے۔ اہل دنیا بندۂ زر ہیں اور ان کا دین مہمل ہے زبان سے اقرار کرتے ہیں اور جس چیز سے ان کو معاش حاصل ہوتی ہے۔ اس پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب امتحان کا وقت آتا ہے تو دیندار بہت کم نکلتے ہیں۔ اور فرمایا جو شخص ہمارے پاس آتا ہے ایک خصلت کو ان چار خصلتوں سے ضرور حاصل کرتا ہے۔ ۱۔ سنا آیت محکمہ کا جو واضح الدلالت ہو۔ ۲۔ قضیۂ عادلہ یعنی آیت قرآن کی تفسیر ۳۔ برادری کرنا مومنوں سے ۴۔ مجالست عالموں کے پاس ٥ نیز آپ سے منقول ہے کہ آبرو صاحب حاجت کی بوجہ سوال کے باقی نہیں رہتی پس تجھے چاہیئے کہ اس کا اکرام کر اور سوال اس کا رد نہ کر ٥ ابن عبدربہ نے کتاب عقد میں روایت کی کہ لوگوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں کہا یا مولا آپ کے پدر بزرگوار کی اولاد کس قدر کم ہے۔ حضرت نے فرمایا مجھے تعجب ہے کہ میں کیونکر پیدا ہوا کیونکہ وہ حضرت شبانہ روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے ٥ کتاب جامع الاخبار میں منقول ہے کہ ایک اعرابی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا بن رسول اللہ میں ایک دیت کا ضامن ہوا تھا اور اس کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا پس اپنے دل میں میں نے کہا کہ ایسے شخص سے سوال کرنا چاہیئے جو کریم ترین خلق خدا ہو جب میں نے اپنے دل میں خوب غور کیا اہل بیت رسول سے کسی کو کریم تر نہ پایا حضرت نے فرمایا اے اعرابی میں تین مسئلے تجھ سے پوچھتا ہوں اگر تونے ایک مسئلہ کا جواب دیا تو ثلث مال میں تجھے دوں گا اور اگر دو مسئلوں کا جواب دیا تو دو ثلث دوں گا اور اگر تینوں مسئلوں کا جواب دیا تو تمام مال تجھے عطا کر دوں گا۔ اعرابی نے کہا یا بن رسول اللہ آپ سا عالم مجھ جاہل شخص سے سوال کرے

حالانکہ آپ صاحب فضل و شرف ہیں حضرت نے فرمایا میں نے اپنے جدّ عالی مقدار سے سُنا ہے کہ نیکی بقدر معرفت سوال کنندہ کرنا چاہیئے یعنی جس قدر انسان اپنے امور دین میں معرفت رکھتا ہو اسی قدر مراعات کرنا مناسب ہے اعرابی نے حضرت کا یہ کلام سُن کر عرض کیا یاابن رسول اللہ جو کچھ منظور ہو سوال کیجئے اگر میں اس کا جواب جانتا ہوں گا تو عرض کروں گا ورنہ آپ سے پوچھ لوں گا اور یاد رکھوں گا حضرت نے فرمایا اے اعرابی اعمال خیر سے کون سا عمل ہے جو سب پر فضیلت رکھتا ہو اس نے کہا یا مولا ایمان لانا خدائے عزوجل پر اور اقرار کرنا اس کی وحدانیت کا۔ پھر حضرت نے سوال کیا کہ آدمی کو کس چیز سے نجات حاصل ہوتی ہے اس نے کہا کہ توکل اور اعتماد کرنا خدائے عزوجل پر موجب نجات ہے۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ مرد کی زینت کس چیز سے ہے۔ اس نے کہا اس علم سے جس کے ساتھ حلم اور بردباری ہو حضرت نے فرمایا اگر ایسا علم نہ رکھتا ہو اعرابی نے کہا مال ہو جس سے مروت کر سکے یعنی جو کوئی اس سے سوال کرے تو سوال اس کا رد نہ کرے حضرت نے ارشاد فرمایا اگر یہ بھی نہ رکھتا ہو تو پھر کس چیز سے اس کی زینت ہے اس نے کہا فقر ہے مگر اس کے ساتھ صبر رکھتا ہو حضرت نے فرمایا اگر فقر و صبر بھی نہ رکھتا ہو تو کون سی چیز سے مرد کی زینت ہے اعرابی نے کہا کہ پھر ایک صاعقہ آسمان سے گرے اور اسے جلا دے کہ وہ اسی لائق ہے یہ سُن کر حضرت مسکرانے لگے اور ایک تھیلی ہزار دینار کی اسے عطا کی اور ایک انگوٹھی اپنے ہاتھ کی عنایت کی کہ جس کی قیمت دو سو درہم تھی۔ اور فرمایا کہ اے اعرابی یہ اشرفیاں اپنے قرضداروں کو دے اور اس انگوٹھی کو اپنے عیال کے خرچ میں لا اعرابی نے وہ مال کثیر لے کر کہا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ یعنی خدا بہتر جانتا ہے کہ رسالت و امامت کو کہاں قرار دے ٥ مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کی بعض تالیفات میں ابوسلمہ سے روایت کی گئی ہے ابوسلمہ کہتا ہے ایک سال میں حضرت عمر کے ساتھ حج کو گیا جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور ابطح میں پہنچے ناگاہ ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور حضرت عمر سے کہنے لگا کہ میں نے حالت احرام میں کئی انڈے شتر مرغ کے پائے اور ان کو بھون

کر کھالیا پس اس کا کفارہ کیا ہے؟ حضرت عمر نے کہا کہ اس مسئلہ کا جواب مجھے یاد نہیں ہے لیکن تو ٹھہر جا شاید کسی صحابی سے تیری مشکل حل ہو یہی گفتگو تھی ناگاہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے اور ان کے پیچھے حضرت امام حسین علیہ السلام تھے حضرت عمر نے کہا اے اعرابی یہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں یہ مسئلہ ان سے پوچھ لے اعرابی اٹھا اور حضرت سے اس مسئلہ کو پوچھا حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا اس لڑکے سے جو تیرے پاس کھڑا ہے یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام سے دریافت کر اعرابی نے کہا تم سب ایک دوسرے کا حوالہ دیتے ہو اور میرے سوال کا جواب نہیں دیتے لوگوں نے کہا وائے ہو تجھ پر یہ فرزند رسول ہیں اعرابی نے کہا یا ابن رسول اللہؐ میں اپنے گھر سے بقصد حج روانہ ہوا اور احرام باندھ چکا تھا اور سب قصہ اپنا تا آخر بیان کیا حضرت نے پوچھا کہ اے اعرابی تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں اس نے کہا ہاں حضرت نے فرمایا جس قدر انڈے تو نے پائے تھے اتنی اونٹنیاں لے کر ان میں چھوڑ تا کہ وہ حاملہ ہوں اور جب ان کے بچے ہوں تو وہ بچے بیت الحرام میں ہدیہ کر حضرت عمر نے کہا اے حسین بعض ناقے حمل نہیں اٹھاتے حضرت نے فرمایا اے عمر بعضے انڈے بھی فاسد ہو جاتے ہیں عمر نے کہا یا حضرت آپ سچ فرماتے ہیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام اٹھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا .... سَمِيعٌ عَلِيمٌ الخ (سورہ آل عمران آیت ۳۴) ٥ کتاب کنز الفوائد میں روایت کی ہے ایک شخص نے حضرت امام حسین سے کہا یا حضرت آپکو گونہ تکبر ہے حضرت نے فرمایا کہ کبریائی اور بزرگواری خداوند عالم کے لئے ہے اور سوا حق تعالٰے کے اور کسی کو روا نہیں ہے اور یہ مجھ میں نہیں ہے اور جو مجھ میں ہے وہ تکبر نہیں ہے بلکہ عزت نفس ہے جس کے لئے حق تعالٰے فرماتا ہے: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ ... وَلِلْمُؤْمِنِينَ الخ (سورہ منافقون آیت ۸) یعنی عزت صرف خدا اور رسول و مومنین کے لئے ہے ٥ کافی میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے جناب فاطمہ علیہا السلام کا یا کسی عورت کا دودھ نہیں پیا بلکہ آپ کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جاتے تھے اور آنحضرت ان کے منہ

میں اپنا انگوٹھا دیتے تھے اور حضرت اسے چوستے تھے اور ایسا سیر ہوتے تھے کہ دو تین دن تک پھر دودھ کی خواہش نہ ہوتی تھی پس امام حسینؑ کا گوشت اور خون جناب رسالت مآب کے گوشت و خون سے روئیدہ ہوا اور عیسیٰ ابن مریم اور امام حسین علیہما السلام کے سوا کوئی لڑکا چھ مہینے کا نہیں پیدا ہوا کہ جو زندہ رہا ہو۔ اور دوسری روایت میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی زبان مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کے منہ میں دیتے تھے اور حضرت اُسے چوستے تھے یہاں تک کہ سیر ہو جاتے تھے اور آپ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ میں جس سال جنگ خندق واقع ہوئی روز پنجشنبہ یا سہ شنبہ پانچویں ماہ شعبان کو سنہ ۴ھ میں امام حسنؑ کی ولادت سے دس مہینے بائیس دن بعد پیدا ہوئے[1] روایت میں وارد ہے کہ امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے درمیان مدت حمل کا فاصلہ تھا اور مدت حمل امام حسین علیہ السلام کی چھ مہینے تھی آپ چھ برس اور چند مہینے حضرت رسول خدا کے ساتھ رہے یعنی جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے وفات پائی تو سن شریف امام عالیمقام کا چھ برس چند ماہ کا تھا اور مجموعی عمر شریف حضرت امام حسین علیہ السلام کی پچاس برس کامل تھی اور بعض نے کہا کہ سن شریف آپ کا ستاون برس اور پانچ مہینے کا تھا اور بعض نے چھپن برس اور چند مہینے کہے ہیں اور بعض اٹھاون برس کہتے ہیں اور مدت خلافت آپ کی پانچ برس اور چند ماہ اخیر حکومت معاویہ اور اول سلطنت یزید میں تھی اور عمر ابن سعد ابن ابی وقاص اور خولی ابن یزید اصبحی نے امام غریب کو شہید کیا اور لسنان بن انس نخعی اور شمر ابن ذی الجوشن نے سر مبارک امام مظلوم کا جسد مطہر سے جدا کیا اور اسحاق بن حیوۃ حضرمی نے آپ کا لباس بدن شریف سے اتارا اور امیر اس لشکر کا عبیداللہ ابن زیاد تھا یزید نے اس شقی کو حضرت سے لڑنے بھیجا تھا اور آپ دسویں تاریخ کو ماہ محرم کی روز شنبہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور بعض نے کہا ہے کہ روز جمعہ شہید

[1] مشہور تر روایت ہے کہ آپ ۳ شعبان کو پیدا ہوئے جیسا کہ آگے آئے گا۔ ج۔ ن ۱۲

ہوئے اور بعض نے روز دوشنبہ کہا ہے۔ آپ کی شہادت میدان کربلا میں ہوئی جو مابین نینوا اور غاضریہ عراق میں واقع ہے ۶۱ھ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ تھا ______ جانب مغرب نہر فرات مدفون ہوئے۔ شیخ مفید رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام گرد آپ کے مدفون ہیں اور قبر میں ان کی متمیز نہیں ہیں اور حائر شریف ان سب کو احاطہ کئے ہوئے ہیں ۵ سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ نے اپنے بعض مسائل میں ذکر کیا ہے کہ سید الشہدا کا سر شام سے پھیر کر کربلا میں لائے اور بدن مطہر سے ملحق کیا۔ شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اس سبب سے روز اربعین زیارت اس امام شہید کی وارد ہوئی ہے۔ کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات میں دو روایتیں ذکر کی ہیں ایک ابان بن تغلب سے انہوں نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ سر مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پہلو میں مدفون ہے دوسری روایت یزید ابن عمر و ابن طلحہ سے ہے کہ انہوں نے بھی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ کا سر مبارک پشت کوفہ نزدیک قبر حضرت امیر المومنین علیہ السلام مدفون ہے ۵ منجملہ اصحاب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن یقطر ہیں جو آپ کے برادر رضاعی[1] وقاصد تھے ان کو اشقیا نے دارالامارہ کوفہ سے گرا کر شہید کیا۔ نیز آپ کے اصحاب میں انس بن حرث کاہلی اور شامی اور عمرو بن صبیحہ اور رمیث بن عمرو اور یزید بن معقل اور عبداللہ ابن ربہ خزرجی اور سیف ابن مالک اور شبیب ابن عبداللہ نہشلی اور ضرغامہ ابن مالک اور عقبہ ابن سمعان اور عبداللہ ابن سلیمان اور منہال بن عمرو اسدی اور حجاج ابن مالک اور بشیر ابن غالب اور عمران ابن عبداللہ خزاعی ہیں۔ ابوالفرج نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ ولادت باسعادت امام حسین علیہ السلام پانچویں شعبان ۴ھ ہجری میں واقع ہوئی اور بروز جمعہ دسویں ماہ محرم ۶۱ھ میں آپ درجہ

---

[1] : معتبر روایات سے مستفاد ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے غیر معصوم کا دودھ نہیں پیا چونکہ عبداللہ مذکور اسی ہفتہ متولد ہوئے جس ہفتہ امام حسینؑ کی ولادت باسعادت ہوئی اس لئے ان کو آپکا برادر رضاعی کہا جانے لگا عبداللہ کی والدہ آپ کے گھر کی خادمہ بھی تھیں۔ ۱۲ مترجم

شہادت پر فائز ہوئے اور سن شریف آنحضرت کا چھپن برس چند مہینے کا تھا اور بعض نے لکھا ہے بروز سہ شنبہ شہید ہوئے اور اس قول کو ابو نعیم نے فضل ابن دکین سے روایت کی ہے اور جو کچھ کہ ہم نے اول ذکر کیا[۱] صحیح تر ہے اور عوام کہتے ہیں کہ امام مظلوم بروز دوشنبہ شہید ہوئے یہ قول باطل ہے اور کوئی روایت اس قول کے موافق وارد نہیں ہوئی اور بحساب ہندی تمام زائچوں سے نکالا گیا ہے کہ غرہ اس محرم کا روز چہار شنبہ تھا پس جب کہ غرہ اس محرم کا روز چہار شنبہ کو ہوا تو دسویں محرم کے روز دوشنبہ کیوں کر ہو سکتی ہے ابو الفرج کہتا ہے۔ کہ یہ دلیل صحیح اور واضح ہے اور روایت بھی اس کی موید ہے۔ سفیان ثوری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آپ کا سن شریف اٹھاون برس کا تھا ٥ کتاب اختصاص میں روایت کی ہے کہ آپ کے جملہ اصحاب آپ کے ساتھ شہید ہوئے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے حبیب ابن مظاہر اور میثم[۲] تمار اور رشید ہجری اور سلیمان بن قیس اور ابو صادق اور ابو سعید عقیصا اس امام مظلوم کے ساتھ شہید ہوئے ٥ کتاب اعلام الوری میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ میں روز سہ شنبہ متولد ہوئے۔ اور بعض نے روز پنجشنبہ لکھا ہے شعبان کی تیسری تھی اور بعض پانچویں ماہ شعبان کہتے ہیں سنہ ۴ ہجری تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ولادت باسعادت آپ کی آخر ماہ ربیع الاول میں سنہ ۳ ہجری کو ہوئی اور آپ نے ستاون برس پانچ مہینے زندگانی کی عہد رسالت میں سات برس اور عہد حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں سینتیس برس اور عہد حضرت امام حسن علیہ السلام میں سینتالیس برس آپ کا سن شریف تھا اور مدت خلافت آپ کی دس برس اور چھ مہینے تھی ٥ کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ کمال الدین ابن طلحہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ مدینہ میں پانچویں شعبان سنہ ۴ ہجری میں متولد ہوئے اور جناب سیدہ کو حضرت امام حسین السلام کا حمل

---

[۱] یعنی بروز جمعہ ۱۲ مترجم عفی عنہ [۲] یہاں ساتھ سے مراد معیت زمانی ہے ورنہ میثم و رشید وغیرہ کربلا میں شہید نہیں ہوئے تھے ۱۲ مترجم عفی عنہ۔

امام حسن کی ولادت سے پچاس دن کے بعد واقع ہوا اور مثل اسی روایت کے حافظ جنابذی نے بھی لکھا ہے اور کمال الدین طلحہ نے کہا ہے کہ آپکا انتقال دار دنیا سے دارالآخرت کی طرف ۶۱ھ ہجری میں واقع ہوا۔ پس عمر شریف آپ کی چھپن ۵۶ برس اور چند مہینے ہوئی اس میں سے چھ برس اور چند مہینے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے وقت میں اور بعد وفات جناب امیر علیہ السلام دس برس حضرت امام حسنؑ کے ساتھ اور بعد شہادت امام حسن کے اپنی شہادت تک دس برس زندگانی کی ٥ ابن خشاب نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مادر گرامی حضرت ابو عبد اللہ حسین ابن علی علیہ السلام کی جناب فاطمہ دختر جناب رسول خدا ہیں اور روز عاشورہ ۶۰ھ ہجری کو وہ جناب شہید ہوئے اور عمر شریف امام عالی مقام کی ستاون برس تھی سات برس اپنے جد بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ رہے مگر سات مہینے دس دن کم اور یہی مدت فاصلہ ہے آپ کی اور امام حسن علیہ السلام کی ولادت میں اور تیس برس اپنے پدر بزرگوار جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ رہے اور دس برس امام حسن علیہ السلام کے ساتھ رہے اور دس برس بعد وفات حضرت امام حسن علیہ السلام زندگی فرمائی پس اس حساب سے عمر شریف جناب سید الشہدا کی سات مہینے اور دس دن کم ستاون برس تھی اور یہی سات مہینے اور دس دن مدت حمل مدت فاصل ولادت حضرت امام حسین اور حضرت امام حسین علیہما السلام ہیں تھی اور روز عاشورہ جمعہ کے دن اکسٹھ برس بعد ہجرت نبوی شہید ہوئے بعض کہتے ہیں کہ بروز دوشنبہ شہید ہوئے اور امام حسنؑ کے بعد حضرت نے گیارہ برس زندگی کی اور حافظ عبد العزیز کہتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ۴ھ ہجری ماہ شعبان میں جبکی چند شبیں گزریں تھیں متولد ہوئے اور روز عاشورہ میدان کربلا میں ۶۱ھ اکسٹھ ہجری میں شہید ہوئے بروز شہادت عمر شریف بچپن برس چھ مہینے کی تھی ٥ میں کہتا ہوں کہ مشہور ترین روایات ولادت آنحضرت یہ ہے کہ وہ جناب تیسری تاریخ ماہ شعبان کو متولد ہوئے کیوں کہ شیخ طوسیؒ نے کتاب مصباح میں روایت کی ہے ایک فرمان حضرت صاحب

الامر علیہ السلام کا قاسم ابن علا ہمدانی کو جو وکیل تھے امام حسن عسکری علیہ السلام کے اس مضمون کا پہنچا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام روز پنجشنبہ تیسری تاریخ ماہ شعبان کو متولد ہوئے پس اس دن روزہ رکھ یہ دعا پڑھ اور اس دعا کو ذکر کیا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ ولادت باسعادت حضرت کی پانچ ماہ شعبان کو واقع ہوئی اور یہ روایت موافق ہے اس روایت کے جسکو شیخ طوسی نے کتاب مصباح میں حضرت صادقؑ سے روایت کیا ہے کہ ولادت باسعادت جناب سید الشہدا کی پانچویں ماہ شعبان کو چوتھے برس ہجرت میں واقع ہوئی شیخ طوسی نے کتاب تہذیب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت آخر ربیع اوائل سنہ ۳ ہجری میں متولد ہوئے کلینی نے کہا ہے کہ ولادت حضرت کی سنہ ۳ھ میں واقع ہوئی شہید علیہ الرحمۃ نے کتاب دروس میں لکھا ہے کہ وہ جناب مدینہ میں آخر ماہ ربیع الاول سنہ ۳ھ ہجری میں متولد ہوئے شیخ مفیدؒ نے پانچویں شعبان کو چوتھے برس ہجرت لکھا ہے شیخ ابن نما نے کتاب مثیر الاحزان میں لکھا ہے جناب سید الشہدا پانچویں شعبان چوتھے برس ہجرت میں متولد ہوئے بعض نے تیسری شعبان لکھی ہے۔ بعض نے پانچویں جمادی الاول سنہ ۳ تین ہجری لکھی ہے مدت حمل حضرت کی چھ مہینے تھی اور سوائے جناب سید الشہدا اور حضرت عیسےٰ علیہم السلام کے کوئی لڑکا چھ مہینے کا زندہ نہیں رہا بعض نے حضرت یحییٰ کو بھی لکھا ہے ٥ کافی میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص منافقین سے مر گیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام اس کے جنازے کے ہمراہ تشریف لے جاتے تھے اثنائے راہ میں حضرت کا ایک غلام ملا امام نے غلام کا نام لے کر ارشاد کیا تو کہاں جاتا ہے اس نے عرض کیا میں اس منافق کے جنازے سے بھاگتا ہوں تاکہ میں اس پر نماز نہ پڑھوں حضرت نے فرمایا تو میری داہنی جانب کھڑا ہو اور جو کچھ میں کہوں تو بھی کہہ جب اس میت کے وارث نے تکبیر کہی حضرت نے بھی تکبیر کہی اور یہ دعا پڑھی اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَاناً عَبْدَكَ اَلْفَ لَعْنَةٍ مُؤْتَلِفَةٍ غَيْرَ مُخْتَلِفَةٍ اَللّٰھُمَّ اخْزِ عَبْدَكَ فِيْ عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ وَاَصْلِهِ حَرَّ نَارِكَ وَاَذِقْهُ اَشَدَّ عَذَابِكَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَتَوَلّٰى اَعْدَاءَكَ وَيُعَادِيْ اَوْلِيَاءَكَ وَيُبْغِضُ اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ کتاب مذکور میں حضرت صادق علیہ السلام

سے روایت ہے ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام ایک مقام پر تشریف رکھتے تھے ایک جنازہ ادھر سے گزرا لوگوں نے جب جنازہ کو دیکھا اٹھ کھڑے ہوئے حضرت نے فرمایا ایک دن ایک یہودی کا جنازہ گزرا اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ اس جنازہ کی راہ پر تشریف رکھتے تھے پس حضرت نے مکروہ جانا اس بات کو کہ جنازۂ یہودی کا ان جناب کے سر مبارک سے گزرے اس واسطے اٹھ کھڑے ہوئے ٥ اسی کتاب میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام بقصد عمرہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اثنائے راہ میں حضرت مریض ہو گئے جب یہ خبر جناب امیر المومنین علیہ السلام کو پہنچی حضرت اپنے فرزند کے لینے کو تشریف لے گئے اور موضع سقیا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو مریض پایا پوچھا اے فرزند تمہیں کیا تکلیف ہے؟ امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا اے پدر بزرگوار درد سر عارض ہوا ہے جناب امیر علیہ السلام نے ایک اونٹ منگوا کر نحر کیا اور بال حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک سے دور کئے اور آپ کو مدینہ میں لے آئے جب آپ کا درد سر زائل ہوا تو آپ دوبارہ تشریف لے گئے اور عمرہ بجا لائے ٥ کتاب مذکور میں اسی جناب سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام وسمہ اور مہندی کا خضاب فرماتے تھے نیز مذکور ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے خضاب بئے وسمہ حضرت کی ریش مبارک میں تھا اور اس روایت کو اور سندوں سے بھی لکھا ہے

باب ۴

جو کچھ آپ کے اور معاویہ کے درمیان واقع ہوا

ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں اور طبرسی نے کتاب احتجاج میں موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے ایک دن لوگوں نے معاویہ سے کہا

اکثر آدمی امام حسین علیہ کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں اور ان کو سزاوار خلافت جانتے ہیں پس تو ان کو اجازت دے کہ بالائے منبر جا کر خطبہ پڑھیں چونکہ زبان ان کی بیان سے عاجز ہے لوگ جانیں گے کہ یہ خلافت کی قابلیت نہیں رکھتے معاویہ نے کہا میں ان کے بھائی امام حسن سے بھی یہی گمان رکھتا تھا آخر کار جب وہ منبر پہ گئے تو ہم کو رسوا کیا اور اپنے فضائل ومناقب خوب ظاہر کئے یہ بھی ایسا ہی کریں گے جب لوگوں نے مجبور کیا تو معاویہ نے حضرت کو اجازت دی حضرت منبر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ نہایت فصیح وبلیغ حمد وثنائے الٰہی اور درود حضرت رسالت پناہی پر مشتمل ادا فرمایا اس وقت ایک شخص نے کہا یہ کون شخص خطبہ پڑھتا ہے حضرت نے ارشاد کیا ہم ہیں گروہ خداوند عالم کے حق تعالےٰ نے ہمیں تمام خلق پر غالب کیا ہے اور ہم ہیں عترت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ کی بہ نسبت تمام خلائق کے ہم ان سے قرابت میں قریب تر ہیں اور ہم ہیں اہل بیت رسالت جو ہر گناہ وعیب سے پاک وپاکیزہ ہیں اور ہم ہیں ایک دن دو بزرگ چیزوں میں سے جن کے باپ ہیں حضرت رسول نے وصیت فرمائی ہے اور ہم وہ ہیں کہ خدا نے ہمیں اپنی کتاب کے ہم پلہ گردانا ہے اور وہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور باطل نے اسمیں مطلقاً راہ نہیں پائی ہے اور حق تعالےٰ نے تفسیر اس کتاب کی ہمیں سپرد کی ہے اور ہم تاویل آیات میں شک نہیں کرتے اور ہم اس کے حقائق پر مطلع ہیں پس ہماری اطاعت کرو کہ یہ واجب ہے تم پر اور حق تعالیٰ نے قرآن میں ہماری اطاعت کو رسول کی اطاعت سے ملایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ ...... وَالرَّسُوْلِ ؕ الخ (سورہ النساء آیت ۵۹) یعنی اطاعت کرو خدا ورسول و صاحبان امر کی پس اگر تم مع واقع ہو کسی چیز میں تو رد کرو اس کو خدا اور رسول کی طرف اس کے بعد حق سبحانہ وتعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ .... اِلَّا قَلِیْلًا ۝ الخ (سورہ النساء آیت ۸۳) یعنی اگر رد کریں اس کو رسول اور صاحبان امر کی طرف تم میں سے وہ لوگ جو استنباط کرتے ہیں۔

اس بات کو جان گئے اور اگر فضل خدا و رحمت اس کی تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو سوائے تھوڑے لوگوں کے سب کے سب شیطان کی پیروی کرتے اور میں تمہیں ڈراتا ہوں کہ آواز شیطان کی نہ سنو بہ تحقیق کہ وہ تمہارا دشمن ہے اور اس نے اپنی دشمنی کو تم پر ظاہر کیا ہے اور اگر تم متابعت کروگے تو اس کے ان دوستوں اور تابعداروں میں محسوب ہوگے جن سے اس نے کہا ہے کہ آج تمام دنیا میں کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا فریاد رس ہوں پس جب شیطان نے یہ دیکھا کہ ان دو جماعتوں نے آپس میں ملاقات کی وہ ملعون اپنے قول سے پھر گیا اور کہنے لگا میں تم سے کچھ کام نہیں رکھتا اور بیزار ہوں پس اس وقت تم کو اپنے تیر و نیزہ و شمشیر کا نشانہ کرے گا اور اس وقت ندامت کچھ فائدہ نہ بخشے گی اور قبول نہ کیا جائے گا ایمان اس شخص کا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو اور عمل خیر نہ کیا ہو۔ جب معاویہ نے یہ کلام حضرت کا سنا تو خائف ہوا ایسا نہ ہو کہ لوگ مجھ سے حضرت کی طرف پھر جائیں کہنے لگا اے ابو عبد اللہ جس قدر آپ نے کہا کافی ہے اب منبر سے نیچے تشریف لائیے ۵ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں اور طبرسی نے کتاب احتجاج میں محمد ابن سائب سے روایت کی ہے ایک دن مروان نے حضرت امام حسینؑ سے کہا اگر تم کو نسبت جناب فاطمہ کے فخر و بزرگی نہ ہوتی تو تم کس چیز سے ہم پر فخر کرتے حضرت نے بسرعت تمام اٹھ کر اس کا گلا دبایا اور عمامہ اس کی گردن پر لپیٹا یہاں تک کہ اس کو غش آگیا پھر حضرت نے اس کو چھوڑ دیا اور ایک جماعت قریش کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد کیا میں تمہیں قسم دیتا ہوں خدا کی کہ اگر میں سچ کہوں تو میرے قول کی تصدیق کرنا آیا تم جانتے ہو روئے زمین پر کسی شخص کو جو محبوب تر ہو رسول کے نزدیک مجھ سے اور میرے بھائی سے آیا جانتے ہو کسی شخص کو کہ فرزند دختر رسول ہو سوا میرے اور میرے بھائی کے اس جماعت نے کہا کہ ہم کسی کو فرزند دختر رسول اور محبوب رسول سوائے آپ کے اور آپ کے برادر بزرگوار کے نہیں جانتے حضرت نے فرمایا میں روئے زمین پر کسی شخص کو نہیں جانتا جو مروان اور اس کے باپ سے زیادہ شقی ہو کیونکہ یہ دونوں رسول اللہ کے نکالے ہوئے ہیں اور قسم بخدا کہ جابلسا سے جابلقا تک یعنی از مشرق

تا معرب مانند اس کے اور اس کے باپ کے دشمن خدا اور رسول و اہل بیت نہیں ہے اور یہ دونوں جھوٹا دعوائے اسلام کرتے ہیں اے مروان میرے صدق کی علامت یہ ہے کہ بحالت غضب میں تیری ردا کاندھے سے گر جائے گی راوی کہتا ہے قسم بخدا کہ مروان نہ اٹھا مجلس سے مگر یہ کہ غضب ناک تھا اور ردا اس کے کاندھے سے گر پڑی ٥ عیاشی نے اپنی تفسیر میں جناب صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن مروان ابن حکم مدینہ میں داخل ہوا اور تخت پر آ کر لیٹا امام حسین علیہ السلام کا ایک غلام وہاں پر موجود تھا اس سے مروان نے کہا ثُمَّ رُدُّوٓا ..... اَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ ط الخ (سورہ الانعام آیت ۶۲) یعنی پھیرے جائیں گے خدا کی طرف جو کہ مولا ان کا برحق ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے غلام سے پوچھا جب مروان داخل مدینہ ہوا تو اس نے کیا کہا غلام نے عرض کیا مولیٰ اس نے تخت پر لیٹ کر آیہ کو پڑھا تھا ثُمَّ رُدُّوٓا اِلٰی [آ] تا آخر آیہ حضرت نے فرمایا قسم ہے خدا کی کہ میری اور میرے اصحاب کی بازگشت بہشت کی طرف ہے اور بازگشت اس کی اور اس کے اصحاب کی جہنم کی طرف ہے ٥ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے عائشہ دختر عثمان کی خواستگاری کی مروان نے نہ مانا اور کہا میں اسے عبداللہ بن زبیر کے عقد میں دیتا ہوں بعد ازاں معاویہ نے مروان کو جو اس وقت عامل حجاز تھا لکھا کہ ام کلثوم دختر عبداللہ ابن جعفر کی یزید کے لئے خواستگاری کر جب مروان عبداللہ ابن جعفر کے پاس آیا اور یزید کے واسطے خواستگاری کی انہوں نے فرمایا کہ ہمارے بزرگ اور پیشوا۔ امام حسین علیہ السلام ہیں وہ اس لڑکی کے ماموں ہیں انہیں اختیار ہے وہ جب تشریف لائیں گے جیسا ارشاد کریں گے اس پر عمل کروں گا جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس امر کی اطلاع دی حضرت نے خدا سے طلب خیر کی اور فرمایا خداوند تو اس لڑکی کے لئے ایسے شخص کو آل محمد میں سے اختیار کر جو تیرا پسندیدہ ہو جب لوگ مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ میں جمع ہوئے مروان بازینت تمام آیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے

[آ] اللّٰہِ مَوْلٰہُمُ الْحَقِّ ..... اَلَا لَہُ الْحُکْمُ وَہُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ (سورہ الانعام آیت ۶۲)

پہلو میں بیٹھا عرض کرنے لگا کہ معاویہ نے مجھے بھیجا ہے اور لکھا ہے کہ یزید کے لئے دختر عبداللہ ابن جعفر کی خواستگاری کروں اور جس مہر پر اس کا باپ راضی ہو مقرر کروں اور جو قرض اس کے باپ کا ہو وہ ادا کروں تاکہ یہ نسبت دونوں قبیلوں میں صلح کا وسیلہ بنے اور تمہارے فخر کا سبب ہو اس کے بعد وہ ملعون کہنے لگا مجھے تعجب ہے کہ یزید تمہیں مہر کیوں دیتا ہے۔ کیونکہ یزید وہ کفو ہے کہ کوئی کفو اس کا ہم سر نہیں ہو سکتا اور ابر اس کے چہرہ سے طلب آب کرتا ہے یا ابا عبداللہ مناسب جواب اس کا ارشاد کیجئے جب اس کا کلام تمام ہوا حضرت نے فرمایا شکر کرتا ہوں اس خدا کا جس نے ہم کو اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے دین کے واسطے پسند کیا ہے۔ اور ہم کو تمام خلق سے برگزیدہ کیا اور تمام خلائق پر ہمیں خلیفہ کیا ہے پس حضرت نے بعد ادائے حمد صلواۃ کے فرمایا اے مروان میں نے تیری تمام باتیں سنیں جو کچھ مہر کے معاملہ میں تو نے کہا ہے تو میں قسم کھاتا ہوں اپنی جان کی کہ ہم اگر اس امر پر راضی ہوں زیادہ اس مہر سے جو سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے معین نہ کریں گے کیونکہ آنحضرت نے جو مقرر فرمایا ہے وہ چار سو اسی درہم ہیں اور جو بات قرض کے متعلق تو نے کہی جس قدر اس کا باپ قرضدار ہو وہ بھی ادا ہو گا پس یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ عورتیں ہمارے قرض کو ادا کریں اور یہ جو کہا تو نے کہ اس نسبت کی وجہ سے دونوں قبیلوں میں صلح ہو جائے گی تو ہم رضائے خدا کے لئے تمہارے دشمن ہیں تو تم سے ہرگز صلح نہیں ہو سکتی لہٰذا نسبی و نسبی تمام روابط تم سے منقطع رہیں گے اور یہ جو کہا تو نے مجھے تعجب ہے یزید کیوں مہر دیتا ہے پس یہ تو نے جھوٹ کہا اس واسطے کہ اس شخص نے بھی مہر دیا جو یزید اور باپ اس کے اور اس کے دادا سے بہتر تھا اور یہ جو کہا تو نے کہ یزید ایسا کفو ہے کہ کوئی شخص اس کا ہم پلہ نہیں ہے پس جو شخص کہ پہلے اس کا کفو تھا آج بھی وہی اس کا کفو ہے اس کے باپ کا یہ جبر و ستم بادشاہ بن جانا اس کی شرافت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جو تو نے کہا کہ ابر اس کے چہرہ کی برکت سے پانی طلب کرتا ہے تو یہ مخصوص ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور یہ جو کہا یہ امر ہمارے فخر کرنیکا

ہے تو جاہلوں کے نزدیک ایسا ہی ہے لیکن جو لوگ کہ عاقل اور دانا ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ امر موجب اس کے فخر کا ہے نہ ہمارے فخر کا بعد ازاں حضرت نے فرمایا کہ اے گروہ مردم تم گواہ رہو کہ میں نے ام کلثوم دختر عبداللہ ابن جعفر کو اس کے چچا زاد بھائی قاسم بن جعفر سے چار سو اسی درہم مہر پر تزویج کیا اور میں نے اس کو اپنا مزرعہ جو مدینہ میں ہے اور اپنی زمین جس کا نام عقیق ہے اور ہر سال آٹھ ہزار دینار اس کا حاصل ہے اس کو بخش دیا کیوں کہ یہ ان کے خرچ کے لئے کافی ہے۔ جب مروان نے امام عالی مقام کا یہ کلام سنا رنگ اس بے حیاء کا متغیر ہو گیا اور کہنے لگا اے بنی ہاشم تم نے مجھ سے مکر کیا اور تم عداوت سے ہاتھ نہیں اٹھاتے حضرت نے فرمایا ہم نے مکر نہیں کیا یہ عوض اس کا ہے کہ تو نے عائشہ دختر عثمان کو عقد امام حسن علیہ السلام میں نہ دیا مروان نے ایک شعر پڑھا جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم چاہتے تھے کہ تم سے خویشی اور قرابت کریں اور تازہ کریں ان قدیم روابط کو جو بسبب حوادث زمانہ کہنہ ہو گئے ہیں پس جب میں تمہارے پاس آیا تم بہ مکر پیش آئے اور نا سزا کہنے لگے اور پوشیدہ عداوت کو ظاہر کیا پس ذکوان غلام بنی ہاشم نے جواب دیا کہ خدا نے ان کو ہر عیب و گناہ سے دور کیا ہے اور بطہارت و پاکیزگی ان کو قرآن مجید میں یاد فرمایا ہے پس کوئی شخص انکا نظیر اور کفو نہیں ہے اور تو چاہتا ہے کہ برابر کرے جبار عنید کو ان نیکو کاروں سے جو اہل بہشت سے ہیں۔

ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ عمرو بن عاص نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے پوچھا کیا سبب ہے کہ ہماری اولاد بہ نسبت آپ کی اولاد کے زیادہ ہے حضرت نے ایک شعر پڑھا جس کا محصل یہ ہے کہ لغاث ایک جانور ہے (بدترین) جانوروں میں سے وہ بہت بچے دیتا ہے اور باز لیک شریف پرندہ ہے وہ قلیل الولد ہوتا ہے اس کے بعد عمرو بن عاص نے کہا یا حضرت اس کا کیا سبب ہے کہ موئے شارب ہمارے بہت جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کے سیاہ رہتے ہیں حضرت نے فرمایا تمہاری عورتیں گندہ دہن ہیں جب کوئی

شخص تم میں سے اپنی عورت کے پاس جاتا ہے تو عورت وقت مقاربت اپنا منہ مرد کے منہ پر رکھتی ہے اس سبب سے موئے شارب تمہارے جلدی سفید ہو جاتے ہیں اس کے بعد عمر و عاص نے پوچھا مولا اس کا کیا سبب ہے آپ لوگوں کی ڈاڑھیاں بہ نسبت ہماری ڈاڑھیوں کے زیادہ گھنی نکلتی ہیں حضرت نے فرمایا کہ ذالبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا۔ یعنی جو زمین پاکیزہ ہے حکم خدا سے سر سبزہ شاداب ہے مگر جو زمین ناقص و خبیث ہے گھاس نہیں اگتی اس میں مگر ایسی کہ نفع اس کا بہت کم ہو۔ معاویہ نے عمر و عاص سے کہا تجھ کو قسم ہے۔ میرے حق کی چپ رہ کیونکہ یہ فرزند علی ابن ابی طالب ہیں حضرت نے دو شعر پڑھے جن کا حاصل یہ ہے اگر عود کرے گا عقرب میں بھی عود کروں گا اور نعل اس کے لئے حاضر ہے اور بلاشبہ عقرب یہ جانتا ہے کہ اس کے لئے نہ دنیا ہے نہ آخرت ٥ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام معاویہ کے پاس تشریف لے گئے اس وقت ایک اعرابی معاویہ سے کچھ سوال کر رہا تھا۔ جب معاویہ نے حضرت کو دیکھا تو حضرت کی طرف متوجہ ہوا اعرابی نے حاضرین مجلس سے پوچھا یہ کون شخص ہیں لوگوں نے کہا یہ حسین ابن علی علیہما السلام ہیں اعرابی نے عرض کیا کہ اے فرزند دختر رسول خدا میں آپ سے ملتمس ہوں کہ میری سفارش معاویہ سے کر دیجئے حضرت نے اس کی سفارش کی معاویہ نے اعرابی کی حاجت کو روا کیا اعرابی نے کئی شعر انشا کئے جن کا حاصل یہ ہے آیا میں ایک گیاہ خشک کے پاس اس نے کچھ نہ دیا یہاں تک کہ ابھارا اس کو فرزند رسول نے اور وہ فرزند مصطفےٰ صاحب بخشش و کرم ہے اور مادر مطہرہ ان کی بتول ہیں بدرستیکہ بنی ہاشم کو تم پر وہ فضیلت ہے جو بہار کو پژمردہ پھولوں پر ہوتی ہے۔ معاویہ نے کہا اے اعرابی میں نے تجھے عطا کیا اور تو مدح حسینؑ کی کرتا ہے اعرابی نے کہا اے معاویہ تو نے انہی کے حق میں سے انہی کے فرمانے سے میری حاجت روا کی ٥ کتاب عقد میں قطب راوندی سے روایت ہے ایک دن معاویہ نے مروان ابن حکم کو بلا کر کہا کہ میں امام حسین علیہ السلام کے بارے میں تجھ سے مشورہ چاہتا ہوں مروان نے کہا میری مصلحت یہ ہے کہ تو انکو اپنے ساتھ شام لے جا اور

ان کو اہل عراق سے اور اہل عراق کو ان سے جدا کر معاویہ نے کہا قسم بخدا تو یہ چاہتا ہے کہ مجھ کو پھنسا کر راحت میں ہو جائے کیوں کہ ان کو اپنے پاس بلا کر اگر میں صبر کروں یعنی ان کے کہنے پر عمل کروں تو چاہیئے کہ صبر کروں میں ان چیزوں پر جن کو میں مکروہ جانتا ہوں اور اگر میں ان کے ساتھ بدی کروں تو قطع رحم ہو گا پس اس شخص کو رخصت کیا اور سعید ابن عاص کو بلا کر کہا اے عثمان حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارہ میں مشورہ دے سعید نے کہا خدا کی قسم! تو حسین سے صرف اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے بارے میں ڈرتا ہے آگاہ ہو کہ تو اس کے لئے ایسا حریف چھوڑے جا رہا ہے جو یزید کے مقابلہ میں کس طرح مقاومت اور مقابلہ سے عاجز نہیں ہے پس میری یہ صلاح ہے کہ حسینؑ کو نخلستان میں چھوڑ دے تاکہ مثل ایک درخت خرما کے زندگی بسر کریں جو پانی سے غذا حاصل کرتا ہے اور ہوا میں بلند ہوتا ہے اور آسمان تک نہ پہنچا مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ظاہراً مراد یہ ہے کہ درخت خرما ان شہروں میں پانی سے غذا پاتا ہے اور ہوا میں بلند ہوتا ہے اور ہر چند بلند ہو لیکن آسمان تک نہیں پہنچتا اسی طرح حسین ہر چند تمنا اور آرزو اور طلب رفعت کریں گے اپنی تمنا کو نہ پہنچیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر یشرب الماء و تصعد فی الھواء ولا یبلغ الی السماء کی حضرت کی طرف پھرتی ہو صفت نخل کی نہ ہو یعنے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے تاکہ پانی پئیں اور کھانا کھائیں اور ممکن نہیں کہ خلافت کو پہنچیں اور یزید پر غالب ہوں ○ فرات ابن ابراہیم نے ابو جاریہ اور اصبغ ابن نباتہ حنظلی سے روایت کی ہے کہ جب مروان حاکم مدینہ ہوا ایک دن اس نے خطبہ پڑھا اور جناب امیر علیہ کی نسبت العیاذ باللہ کلمات ناسزا کہے جب منبر سے اترا حضرت امام حسین علیہ السلام وہاں تشریف لائے لوگوں نے حضرت سے عرض کیا آج مروان نے حضرت امیر علیہ السلام کے شان میں کلمات ناسزا کہے حضرت نے فرمایا بھائی حسن علیہ السلام مسجد میں تشریف رکھتے تھے سب نے عرض کیا تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا انہوں نے کچھ نہ کہا عرض کیا انہوں نے کچھ نہ کہا پس امام حسینؑ غضب ناک ہو کر اٹھے اور مروان کے پاس آکر فرمایا کہ یا ابن الزرقاء ویا ابن آکلۃ القمل یعنی اے بیٹے کبود چشم عورت کے اور جوئیں کھانے والی کے تو ناسزا

کہتا ہے علی ابن ابی طالب کے حق میں۔ مروان نے کہا آپ بچے ہیں اور عقل نہیں رکھتے حضرت نے فرمایا لے شقی تو چاہتا ہے کہ خبر دوں اس چیز سے جو تیرے اور تیرے اصحاب کے حق میں اور علی ابن ابی طالب کے حق میں وارد ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا .... الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ الخ (سورہ مریم آیت ۹۶) یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اعمال شائستہ کرتے ہیں خدائے رحیم و کریم لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت والفت پیدا کرے گا یہ آیہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں اور ان کے شیعوں کے شان میں نازل ہوا ہے۔ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ ..... قَوْمًا لُّدًّا ۝ الخ (سورہ مریم آیت ۹۷) یعنی آسان کیا ہم نے اس کو تیری زبان پر تاکہ خوشخبری دے تو پرہیزگاروں کو پس رسول عربی نے اس آیہ سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو بشارت دی ۝ کشی نے روایت کی ہے کہ مروان ابن حکم نے جس وقت وہ مدینہ کا گورنر تھا معاویہ کو لکھا مجھ سے عمرو ابن عثمان نے ذکر کیا ہے کہ ایک جماعت اہل عراق سے اور بزرگانِ حجاز سے امام حسین علیہ السلام کے پاس آکر مشورہ کرتی ہے اور ان کو طمع خلافت دلاتی ہے۔ لہذا میں ڈرتا ہوں کوئی فتنہ برپا نہ ہو میں نے اس امر میں تفحص کیا مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ آج تک ارادہ خلافت کا اور نزاع کا نہیں رکھتے لیکن میں مطمئن نہیں ہوں کہ آئندہ کوئی فساد اور شورش ان کی طرف سے برپا نہ ہوگی پس ان کے بارے میں جو تیری رائے ہو مجھ کو لکھ کر بھیج تاکہ اس پر عمل کروں امام والسلام معاویہ نے جواب میں لکھا کہ تیرا نامہ مجھے پہنچا اور جو کچھ تو نے حضرت کے بارے لکھا میں سمجھا پس تو ہرگز ان سے متعرض نہ ہوا اور جب تک وہ تجھ سے تعرض نہ کریں تو بھی ان سے کچھ غرض نہ رکھ کیونکہ وہ جب تک ہمارے ساتھ وفا کرتے ہیں میں بھی نہیں چاہتا کہ ان سے متعرض ہوں اور ایک خط امام حسین علیہ السلام کو لکھا کہ آپ کی کئی باتیں مجھ تک پہنچی ہیں اگر سچ ہو تو آپ ان کو ترک کر دیجئے اس واسطے کہ جس شخص نے خدا سے عہد و پیمان کیا اس کو لازم ہے کہ اپنے عہد و پیمان پر وفا کرے اور جو کچھ مجھ تک پہنچا ہے اگر غلط ہے تو آپ کو چاہیئے کہ ان کا ہرگز ارادہ نہ کریں اور اپنے کو نصیحت کریں اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہیں اور جب آپ عہد شکنی کریں گے تو میں بھی عہد شکنی کروں گا اور اگر آپ مجھ سے قصد مکر کا کریں

معاویہ کا خط امام حسین کے نام

سے گے میں بھی مکر کروں گا پس چاہیئے کہ اس امت کے اجتماع کو برہم نہ کریں اور فتنہ برپا کرنے کا باعث نہ بنیں کیونکہ آپ نے لوگوں کا امتحان کیا ہے پس آپ اپنی جان پر اپنے دین پر اور اپنے جد بزرگوار کی امت پر رحم کریں اور بے عقلوں کے قریب میں نہ آئیں۔ جب معاویہ کا یہ خط حضرت کے پاس پہنچا تو آپ نے جواب میں لکھا اے معاویہ یہ جو تو نے اپنے نامہ میں لکھا ہے کہ کچھ باتیں میری تجھ تک پہنچی ہیں جن کو تو مجھ سے چھوڑوانا چاہتا ہے اور تیرے نزدیک وہ میرے لئے سزاوار نہیں ہیں تو یہ جان لے کہ اچھائیوں کی طرف صرف اللہ ہی ہدایت کرنے والا ہے۔ اور جو لوگ ایسا لکھتے ہیں وہ تملق اور چاپلوسی کرنے والے اور سخن چیں ہیں میں تجھ سے لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا اگرچہ میں اس پر ڈرتا ہوں اور گمان نہیں کرتا کہ خدا تیری مخالفت نہ کرنے پر راضی ہوگا کہ تجھ کو اور تیرے ساتھیوں کو جنہوں نے ظلم وستم کئے اور دین خدا سے نکل گئے ہیں ان بدعتوں پر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دوں اور مصالحت کر لوں کیا تو حجر بن عدی کندی اور ان کے نماز گزار وعابد ساتھیوں کا قاتل نہیں ہے جو ظلم کرنے سے تجھ کو روکتے تھے اور بدعتوں کے مخالف تھے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے تھے تو نے ان کو یہ ظلم وستم قتل کروا دیا اور آنکہ لیکہ تو نے بڑے پختہ عہد وپیمان کئے تھے کہ ان کو گزند نہ پہونچائے گا اور سوائے ہماری محبت کے، کوئی اور عداوت قدیمی تیرے انکے درمیان نہ تھی۔ کیا تو عمرو بن حمق صحابی رسول کا قاتل نہیں وہ عمرو جو ایسا بندہ صالح تھا جسکو کثرت عبادت نے نڈھال کر دیا تھا اسکا جسم گھل گیا تھا رنگ زرد ہو گیا تھا اسکو بھی تو نے ایسے عہد وپیمان دیئے کہ اگر وہ عہد وپیمان کسی اڑتے ہوئے طائر سے بھی تو کرتا تو وہ بھی تیرے دام میں آجاتا پھر تو نے ایسے عہد وپیمان کرنے کے بعد انہیں بھی قتل کر دیا اور تیری جرأت کی انتہا یہ ہے کہ تو نے زیاد پسر سمیّہ کو اپنا بھائی بنا ڈالا حالانکہ وہ غلام ثقیف کے فرش پر متولد ہوا تھا تو نے دعوی کیا کہ وہ میرے باپ کا بیٹا ہے حالانکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے۔ الولد للفراش وللعاھر الحجر یعنی فرزند صاحب فرش کا ہے اور زناکار کے واسطے سنگساری ہے پس تو نے دانستہ سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک کیا

نفس کی متابعت کی اور بے دلیل و برہان اس کو عراقین پر مسلط کیا تاکہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں قلم کرے اور ان کی آنکھوں کو پھوڑے درخت ہائے خرما پر انہیں سولی دے گویا تو اس امت سے نہیں ہے یا یہ لوگ تیری ملت سے نہیں ہیں، تو وہ ہے کہ فرزند سمیہ نے تجھے لکھا کہ وہ بنی خضرم دین علی ابن ابی طالب پر ہیں تو نے اس کے جواب میں لکھا جو شخص دین علیؑ پر ہو اس کو قتل کر پس اس شقی نے لبشدت و سختی ان لوگوں کو قتل کیا قسم خدا کی علی علیہ السلام وہ شخص ہیں کہ انہوں نے تیرے اور تیرے بھائی اور تیرے باپ کے منہ پر تلوار ماری اور تم ان کی تلوار کے خوف سے بظاہر اس دین میں آئے اور انہیں کی برکت سے تو اس تخت پر بیٹھا ہے اور اس حکومت اور امارت کو تو نے غصب کیا ہے اگر علیؑ کی تلوار نہ ہوتی تو منتہائے شرف تیرا اور تیرے باپ کا یہ ہوتا کہ متاع قلیل مکہ سے شام کو لے جاتا اور بجیکر منفعت قلیل اس سے پیدا کرتا تو مجھے لکھتا ہے کہ اپنے اوپر اور اپنے دین پر اور اپنے جد کی امت پر رحم کرو اور اس امت میں فتنہ برپا نہ کرو۔ میں کوئی فتنہ عظیم تر تیری خلافت سے نہیں جانتا اگر میں تجھ سے جہاد کروں تو اس میں تقرب بخدا چاہوں گا اور اگر میں جہاد نہ کروں تو حق سبحانہ و تعالیٰ سے طلب آمرزش کروں گا اور سوال کروں گا کہ مجھے توفیق دے کہ جو امر نیک ہو اسے میں اختیار کروں اس کے بعد تو نے مجھے لکھا تھا کہ اگر میں تجھ سے عہد شکنی کروں تو بھی مجھ سے عہد شکنی کرے گا اور اگر میں تجھ سے مکر کروں تو بھی مجھ سے مکر کرے گا جو کد اور مکر تجھ سے ہو سکے اسے اٹھا نہ رکھ انشاء اللہ مجھ کو ضرر نہ پہنچے گا بلکہ تجھ کو الٹا نقصان پہنچے گا تو ہمیشہ اپنی جہالت پر مصر رہا ہے اور اپنے عہد و پیمان شکنی پر حریص رہا ہے اور میں قسم کھاتا ہوں کہ ہرگز تو نے کسی شرط پر وفا نہیں کی اور یقیناً تو نے عہد شکنی کی اس جماعت سے اور ان کو صلح کرنے کے بعد قتل کر ڈالا اور تو نے ان کے ساتھ ایسا نہیں کیا مگر اس لئے کہ یہ لوگ ہمارے فضائل و مناقب بیان کرتے تھے اور ہمارے حق کو عظیم جانتے تھے پس تو نے ان کو یہ خوف قتل کیا کہ کہیں ان کو قتل کئے بغیر تو مر نہ جائے یا یہ لوگ نہ مر جائیں اور تو ان کے قتل سے رہ جائے بشارت ہو تجھ کو لے معاویہ کہ یہ تجھ سے اپنے

خون کا قصاص لیں گے اور یقین جان کہ یہ روز قیامت تجھ کو حساب کے لئے کھڑا رکھیں گے اور آگاہ ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے پاس ایک نامہ ہے کوئی گناہ چھوٹا بڑا اس سے باہر نہیں ہے اور خدا نہیں بھولا ان گناہوں کو جو تو نے کئے ہیں۔ کتنوں کو تو نے محض گمان پر قتل کر دیا کتنے اولیائے اللہ کو تہمت لگا کر جان سے مار ڈالا کتنے اس کے نیک بندوں کو ان کے گھروں سے نکال کر شہر بدر کر دیا اور یزید جیسے شراب خور کتوں سے کھیلنے والے نوجوان کے لئے تو نے کس طرح لوگوں سے جبراً بیعت لی ہے تیری یہ سب حرکات اللہ ہرگز فراموش نہیں کر سکتا۔ تو نے اپنے نفس کے ساتھ بدی کی اور اپنے دین کو برباد کیا اور اپنی رعیت سے بخیانت پیش آیا اور اپنی امارت کو ضائع کیا جو لوگ کہ بے عقل اور جاہل ہیں ان کی باتوں کو تو سنتا ہے جو لوگ پرہیزگار اور صالح ہیں ان کو بے عقل اور جاہل لوگوں کے کہنے سے خوف میں ڈالتا ہے" جب معاویہ نے یہ ——— پڑھا تو کہنے لگا میں نہ جانتا تھا کہ ان کے دل میں میری طرف سے اس قدر کینہ بھرا ہے یزید نے کہا تو ان کے خط کا جواب لکھ اور اس میں بہت سے کلمات ناسزا ان کو اور ان کے باپ کو درج کر اس وقت عبداللہ ابن عمرو بن عاص معاویہ کے پاس آیا معاویہ نے حضرت کا نامہ عبداللہ کے ہاتھ میں دیکر کہا کہ دیکھ حسینؑ نے مجھے کیا کیا لکھا ہے اس نے بھی مثل یزید کے مشورہ دیا پس یزید نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر دیکھا آپ نے بھی میری عقل کو معاویہ یہ سنکر ہنسا اور عبداللہ ابن عمرو سے کہنے لگا گر یزید نے بھی مجھ کو یہی مشورہ دیا تھا عبداللہ بن عمر نے کہا یزید ٹھیک کہتا ہے معاویہ نے کہا تم دونوں نے خطا کی میں ان کے اور ان کے باپ کے حق میں کوئی عیب نہیں جانتا اور اگر چند جھوٹی باتیں ان کو لکھ کر بھیجوں تو اس سے کیا حاصل جب کہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ غلط ہے میں نے چاہا تھا کہ کچھ کلمات تہدید آمیز لکھوں لیکن اس کو بھی میں مناسب نہیں جانتا ہ کتاب احتجاج میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کے جواب میں یہ لکھا تھا تیرا نامہ مجھے پہونچا یہ جو تو نے لکھا تھا کہ کچھ باتیں میری تجھ کو پہنچیں ہیں۔ اور میں ان سے بری ہوں اور

تو نے گمان کیا ہے کہ میں ان پر راغب ہوں حالانکہ مجھے سزاوار نہ تھا کہ میں ان امور کو اختیار کروں اس کے بعد باقی حدیث کو جیسا کہ سابق میں گزری معاویہ کے اس قول تک لکھا ہے کہ میں کیا لکھ سکتا ہوں ان کو اور ان کے باپ کے حق میں جن میں کوئی عیب نہیں پاتا مگر میں نے چاہا تھا کہ کچھ کلمات تہدید کے لکھوں اور جہالت بے عقلی سے انہیں نسبت دوں لیکن اس کو بھی میں نے مصلحت نہ جانا راوی کہتا ہے معاویہ نے اس کے بعد حضرت کو ایسا نہ لکھا جو آپ کے خلاف مزاج ہوتا اور جو کچھ ہدایا اور تحائف انہیں بھیجا کرتا تھا اسے موقوف نہ کیا۔ اور ہر سال دس لاکھ درہم ان کو ہدیا کے علاوہ بھیجا کرتا تھا[1]۔

باب ۵

ان آیات کے بیان میں جو بسبب تاویل حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر دلالت کرتی ہیں عیاشی نے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیہ کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ .... اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ الخ (سورہ النساء آیت ،،) یعنی آیا نہیں دیکھا تو ان لوگوں کی طرف کہ حکم دیا گیا انہیں باز رکھیں اپنے نفس کو جہاد سے لینے حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہمراہ اور برپا کریں نماز کو پس جب ان لوگوں کو حکم جہاد کا ہوا یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تو کہا انہوں نے خداوند کیوں حکم کیا تو نے ہم کو قتال کا اور کیوں مہلت نہ دی ایک قریبی وقت تک اور مراد قریبی وقت سے وقت خروج حضرت صاحب الامر علیہ السلام ہے پس نصرت اور ظفر ان حضرت کے ساتھ ہے حق تعالیٰ نے ان لوگوں کے جواب میں ارشاد فرمایا

---

[1] یہ سب امیر معاویہ کی سیاست تھی جو انہوں نے اپنے استادوں سے سیکھی تھی۔ اہل بیت کی بیخ کنی کرکے ان کے حقوق پر قبضہ جمانا اس کے بعد دنیا کو دکھلانے کے لئے مال و زر و تحفہ دیہات بھیجنا بازیچہ سلطنت کا کوئی نیا امر نہ تھا۔ اگر ڈھونڈا جائے تو معاویہ کے علاوہ بھی ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی ۱۲۔ مترجم

قُلْ مَتَاعُ ..... لِمَنِ اتَّقٰى فَتِيْلاً الخ (سورہ النساء آیت ۷۷) یعنی کہہ تو اے محمد کہ متاع دنیا کم ہے۔ اور نیکیاں آخرت کی بہتر ہیں اس شخص کے لئے جو پرہیزگار ہے تا آخر آیہ ٥ عیاشی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے ارشاد کیا قسم ہے خدا کی جو کچھ امام حسن علیہ السلام نے صلح معاویہ میں کیا وہ بہتر ہے اس امت کے لئے ان تمام اشیا سے جن پر کہ آفتاب تاباں ہوتا ہے اور قسم ہے خدا کی یہ آیہ اس جناب کی شان میں نازل ہوا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ .... اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۃ الخ (سورہ النساء آیت ۷۷) یعنی آیہ سے مراد اطاعت امام ہے پس لوگوں نے طلب قتال کیا جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مامور بہ جہاد ہوئے کہنے لگے پروردگارا تو نے ہمیں حکم قتال کیوں دیا اور تھوڑی دیر اور کیوں ہم کو مہلت نہ دی الیہ قول حق سبحانہٗ و تعالیٰ رَبَّنَا اَخِّرْنَا .... نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ط الخ (سورہ ابراہیم آیت ۴۴) یعنی خداوند مہلت دے ہمیں نزدیک وقت تک تاکہ اجابت کریں ہم تیری دعوت کو اور تیرے رسولوں کی متابعت کریں مراد اس جگہ تاخیر قتال سے ظہور حضرت صاحب الامر علیہ السلام ہے ٥ حسن ابن زیاد خطار نے جناب صادق علیہ السلام سے اس آیہ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ کہ یہ آیہ حضرت امام حسن کی شان میں نازل ہوا ہے حق تعالیٰ نے انہیں قتال سے منع فرمایا فلما کتب علیہم القتال حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی حق تعالیٰ نے آپ کو حکم قتال فرمایا اور جمیع اہل زمین کو حکم کیا کہ آپ کے ہمراہ قتال کریں۔ عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر تمامی اہل زمین حضرت امام حسین کے ہمراہ جہاد کرتے سب کے سب شہید ہوتے ٥ عیاشی نے معلی بن خنیس سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا مراد "النفس التی حرم اللہ" سے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت مراد ہیں ٥ عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے۔ وَمَنْ قُتِلَ ......كَانَ مَنْصُوْرًا ۃ الخ (سورہ اسرائیل آیت ۳۳) یعنی جو شخص بظلم و ستم مارا

اس کے وارث کو غلبہ دیا ہے قصاص لینے میں پس وہ اسراف نہ کریگا مراد اس سے امام حسینؑ ہیں انہ کان منصوراً یعنی بدرستیکہ وہ نصرت کیا گیا ہے حضرت نے ارشاد کیا کہ مراد اس سے حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں ٥ عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا........ كَانَ مَنْصُوْرًا ؁ الخ سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۳) حضرت نے ارشاد کیا کہ وہ حسین ابن علی ہیں جو مظلوم شہید ہوئے اور ہم ان کے وارث ہیں اور قائم ہماری اولاد سے جس وقت ظہور کرے گا تو وہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا عوض طلب کرے گا اور ان کے سب قاتلوں کو قتل کرے گا یہاں تک کہ لوگ کہیں گے اس جناب نے قتل کرنے میں اسراف کیا (لہذا اللہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اسراف نہیں ہے) اور حضرت نے فرمایا کہ مقتول حسینؑ ہے اور ولی ان کا آل محمد ہے صلوات اللہ علیہم اجمعین اور اسراف قتل میں یہ ہے کہ غیر قاتل کو قتل کرے حضرت امام حسینؑ نصرت کئے گئے ہیں اسواسطے کہ وہ جناب دنیا سے نہ جائیں گے یہاں تک کہ ایک شخص آل رسول سے ان کی نصرت کرے گا اور زمین کو اس وقت عدل وداد سے بھرے گا جب کہ وہ جور وستم سے پر ہو گئی ہو گی ٥ کتاب کنز الفوائد میں روایت ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے ارشاد کیا۔ سورہ فجر کو نماز واجب اور نوافل میں پڑھو اور رغبت کرو اس کے پڑھنے میں کیوں کہ یہ سورہ حضرت امام حسینؑ کا ہے خدا تم پر رحمت کرے ابواسامہ اس وقت مجلس میں حاضر تھا کہنے لگا یا حضرت یہ سورہ کیوں کر مخصوص ہوا امام حسینؑ کے واسطے حضرت نے فرمایا آیا نہیں سنا تو نے قول حق تعالیٰ یٰاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ؁ الخ مراد اس آیہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں کیوں کہ آپ صاحب نفس مطمئنہ راضیہ مرضیہ ہیں اور ان کے اصحاب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے وہ لوگ ہیں جو بروز قیامت خدا سے راضی ہوں گے اور خدا ان سے راضی ہوگا پس یہ سورہ مخصوص حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں اور ان کے شیعوں کی اور شیعیان آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی شان میں نازل ہوا ہے اور جو شخص والفجر کو پڑھا کرے وہ درجات بہشت میں حضرت کے

فضیلت سورہ فجر

ساتھ ہوگا بدرستیکہ خدا عزیز و حکیم ہے۔ فرات ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا...... رَبُّنَا اللّٰہُ ط الخ (سورہ حج آیت ۴۰) یعنی وہ لوگ کہ گھروں سے بغیر حق باہر نکالے گئے اور کچھ نہیں کہتے مگر یہ کہ پروردگار ہمارا خدا ہے حضرت نے فرمایا یہ آیہ حضرت امیرؑ اور جعفر علیہ السلام اور حمزہؓ کے حق میں نازل ہوا اور امام حسینؑ کے حق میں جاری ہوا۔ ٥ کتاب کافی میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے راوی کہتا ہے میں نے حضرت سے اس آیہ کے معنی پوچھے وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا... کَانَ مَنْصُوْرًا ٥ الخ (سورہ اسرائیل آیت ۳۳) حضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ حضرت امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی اگر جمیع اہل زمین آپ کے خون کے عوض قتل کئے جائیں تب بھی اسراف نہ ہوگا یعنی اگر سب اہل زمین اس امام عالی مقام کے خون میں شریک ہوں یا اس جناب کے قتل ہونے پر راضی ہوں تو سب کا قتل کرنا اسراف نہ ہوگا اور اسراف وہی ہے جو شخص اس جناب کے خون میں شریک نہ ہو یا اس امام کے قتل پر راضی نہ ہو اور قتل کیا جائے اور اُسی معنی سے اسراف کرنا منع ہے ٥ علی ابن ابراہیم نے حضرت صادق سے اس آیہ کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ اِرْجِعِیْۤ .... وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ الخ (سورہ فجر آیت ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰) کہ اس سے مراد حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں ٥ کتاب کافی میں حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیہ کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ فَنَظَرَ..... سَقِیْمٌ الخ (سورہ صافات آیت ۸۸، ۸۹) کہ حضرت ابراہیم نے حساب کیا اور دیکھا ان مصیبتوں کو جو حضرت امام حسینؑ پر نازل ہونے والی ہیں پس حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میں سقیم ہوں بوجہ ان مصائب کے جو امام حسینؑ پر نازل ہوں گے ٥ علی بن اسباط نے کتاب نوادر میں حسن ابن زیاد عطار سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیہ کے معنی پوچھے اَلَمْ تَرَ اِلَی .... اَجَلٍ قَرِیْبٍ ط الخ (سورہ النساء آیت ۷۷) حضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو قتال کرنے سے منع فرمایا راوی نے کہا میں نے حق سبحانہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔ فلما کتب علیهم القتال حضرت نے فرمایا یہ آیہ حضرت

امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے حق تعالیٰ نے اس جناب کو حکم قتال دیا اور سب اہل زمین کو حضرت کے ساتھ کا حکم جہاد دیا مولف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں جو اس باب سے مناسبت رکھتی ہیں وہ عنقریب باب علت تاخیر عذاب قاتلان امام میں بیان ہوں گی۔

باب ٦

مشتمل ہے ان بزرگوں پر جو خدا نے عوض شہادت حضرتؑ کو کرامت کی ہیں

شیخ طوسی نے کتاب امالی میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کا عوض جو ان کو کرامت فرمایا وہ یہ ہے کہ امامت کو حضرت کی ذریت میں قرار دیا اور شفا کو آپ کی مرقد منور کی خاک میں مقرر کیا اور آپ کی قبر کے پاس دعا کو مستجاب کیا اور حضرت کے زائر کے جو دن آمد و رفت زیارت میں صرف ہوں انکو عمر میں شمار نہیں کیا راوی نے عرض کیا یا مولا جب لوگ قبر مبارک کی برکت سے اس قدر ثواب اور فضیلتیں پاتے ہیں خود امام حسینؑ نے شہید ہونے سے کیا کچھ درجہ پایا ہوگا حضرت نے فرمایا کہ خدا نے ان کو اپنے پیغمبرؐ سے ملحق کیا تاکہ ان کے درجہ اور ان کی منزل میں ساکن ہوں پھر حضرت علیہ السلام نے اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... کتب سماعیلوں ط الخ (سورہ الطور آیت ٢١) تا آخر آیہ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انکی ذریت نے بایمان انکی پیروی کی ہم نے ملحق کیا ان کے ساتھ انکی ذریت کو ٥ ابن بابویہ نے اکمال الدین میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے حضرت سید المرسلین نے جناب فاطمہؑ کو خبر دی کہ میری امت اس فرزند کو میرے بعد شہید کرے گی۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا میں ایسا فرزند نہیں چاہتی حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے امامت کو قیامت تک اس کے فرزندوں

میں مقرر کیا ہے جب یہ بات جناب سیدہ نے سنی عرض کیا یارسول اللہ میں راضی ہوئی کتاب مذکورہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب جناب فاطمہؑ کو حضرت امام حسین کا حمل ہوا جناب رسالت مآب نے جناب سیدہ سے فرمایا اے فاطمہ حق سبحانہ وتعالیٰ تم کو ایک فرزند عطا کرتا ہے اس کا نام حسین ہے اور میری امت اسے شہید کرے گی جناب فاطمہ نے عرض کیا اے پدر بزرگوار میں ایسا فرزند نہیں چاہتی حضرت نے فرمایا کہ اے فاطمہ حق تعالیٰ نے اس فرزند کے بارے میں ایک امر کا مجھ سے وعدہ کیا ہے جناب سیدہ نے پوچھا کہ کس امر کا آپ سے وعدہ کیا ہے فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اس کی شہادت کے بعد امامت کو اس کی اولاد میں قرار دوں گا جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ میں راضی ہوئی مولف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں بعض روایتیں اس باب کی اور بابوں میں خصوصاً باب ولادت میں مذکورہ ہوئیں۔

باب

حق سبحانہ تعالیٰ کا اپنے پیغمبروں کو قتل امام حسینؑ کی خبر دینا

احتجاج طبرسی میں منقول ہے سعد بن عبد اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت صاحب الامر سے کٓھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر پوچھی فرمایا کہ یہ حروف اخبار غیب سے ہیں۔ حق تعالیٰ نے پہلے حضرت زکریا کو خبر دی ہے اور اس کے بعد حضرت رسول خداؐ کو آگاہ فرمایا ہے اور سبب اس کے نزول کا یہ ہے کہ حضرت زکریا نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ آل عبا کے نام مجھے تعلیم فرما تاکہ ہر شدت و بلا میں ان کے واسطہ سے پناہ مانگوں اس وقت حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور آل عبا کے اسمائے مقدسہ آنجناب کو تعلیم کئے جب کبھی حضرت زکریا جناب رسول خدا اور علی ابن ابی طالب اور جناب فاطمہ اور حضرت امام حسنؑ کا نام لیتے تھے تو غم واندوہ ان کا غم

دور ہو جاتا تھا اور خوشی حاصل ہوتی تھی اور جب حضرت امام حسینؑ کا نام لیتے تھے تو ایسی رقت ان پر طاری ہوتی تھی کہ ضبط نہ کر سکتے تھے۔ ایک دن حضرت زکریا نے دُعا کی کہ خداوندا کیا سبب ہے جب میں ان چار بزرگوں کا نام زبان پر لاتا ہوں تو میرا غم زائل ہو جاتا ہے اور میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور جب میں حضرت امام حسین کا اسم مبارک لیتا ہوں تو میرا غم جوش میں آتا ہے اور ایسی رقت مجھ پر طاری ہوتی ہے کہ میں ضبط نہیں کر سکتا پس حق تعالیٰ نے قصہ شہادت اور مظلومیت امام حسین علیہ السلام حضرت زکریا کو وحی فرمایا اور فرمایا کہیعص کاف سے مراد کربلا ہے اور ہا سے ہلاکت ع سے عترت طاہرہ اور یا سے یزید قاتل حسینؑ ہے اور عین سے عطش و تشنگی حضرت کی صحرائے کربلا میں مراد ہے اور صاد سے مراد اس امام مظلوم کا صبر ہے جب زکریا نے یہ قصہ پر درد سنا تین دن مسجد سے باہر نہ نکلے اور کسی کو اپنے پاس آنے نہ دیا اور گریہ وزاری میں مشغول رہے اور فریاد و بے قراری کرتے تھے۔ اور ایک مرثیہ حضرت کی مصیبت میں پڑھتے تھے جس کا حاصل یہ ہے خداوندا آیا تو ایسے شخص کے دل کو اس کے فرزند کے غم میں اندوہگیں کرے گا۔ جو بہترین خلائق ہے خداوندا آیا نازل کرے گا تو ایسی بلا کو ساعت قرب میں اپنے حبیب کے بار آلہا ایسی مصیبت میں پوشاک ماتمی علی و فاطمہ کو پہنائے گا۔ خداوندا آیا ایسے درد والم کو ان کی منزل رفعت وجلال میں جگہ دیگا اور اس کے بعد درگاہ جناب احدیث میں عرض کی خداوندا مجھے ایک فرزند عطا کر کہ اس پیری میں میری آنکھیں اس کے دیکھنے سے روشن ہوں اور جب ایسا فرزند تو مجھ کو عطا فرما تو اس کی محبت میں مجھے فریفتہ دگر دیدہ بنا دے اس کے بعد میرے دل کو اس کی مصیبت میں ایسا اندوہناک کر جیسا کہ تیرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا دل اندوہ ناک ہوگا۔ پس حق تعالیٰ نے انہیں حضرت یحیٰی کو عطا فرمایا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے مانند درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور حضرت یحیٰی چھ مہینے شکم مادر میں رہے اور مدت حمل حضرت امام حسینؑ کی بھی اسی قدر تھی ۵ صدوق علیہ الرحمتہ نے کتاب امالی میں کعب الاحبار سے روایت

کی ہے اس نے کہا میں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک شخص، فرزندِ محمد پیغمبر ؐ خدا سے قتل کیا جائے گا اس کے اصحاب کے گھوڑوں کا پسینہ ابھی خشک نہ ہونے پائے گا کہ وہ سب داخل بہشت ہوں گے اور حوران بہشت سے معانقہ کریں گے امام حسن علیہ السلام اس طرف سے گزرے لوگوں نے کہا کیا وہ شخص یہ ہے کعب الاحبار نے کہا یہ نہیں ہیں۔ جب امام حسین علیہ السلام اس طرف سے گزرے تو لوگوں نے پھر پوچھا وہ شخص یہ ہے کعب الاحبار نے کہا ہاں یہی ہیں ٥ کتاب مذکور میں روایت ہے کہ ایک شخص مسلمانوں کی رومیوں سے لڑنے کو گئی تھی جب فتح کر چکے تو ان رومیوں کے بت خانہ میں دیکھا یہ شعر لکھا

؎ ایرجوا معشراً قتلوا حسیناً شفاعة جدہ یوم الحساب

آیا امیدوار شفاعت رسول ہیں۔ بروز قیامت وہ لوگ جنہوں نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا لوگوں نے ان رومیوں سے پوچھا کتنی مدت سے یہ شعر تمہارے بت خانہ میں لکھا ہے۔ انہوں نے کہا تمہارے پیغمبر کی بعثت سے تین سو برس پہلے مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جعفر ابن نما نے کتاب مثیر الاحزان میں لکھا ہے کہ نطیری نے سلیمان اعمش سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن ایام حج میں خانہ کعبہ کا طواف کرتا تھا ناگاہ ایک شخص کی آواز میں نے سنی کہ وہ یہ کہتا تھا خداوندا مجھے بخشدے اور میں جانتا ہوں تو مجھ کو نہ بخشے گا" میں نے اس کی مایوسی کا سبب پوچھا اس نے کہا میں ان چالیس شخصوں سے ہوں جو سر مبارک جناب سید الشہدا کا لوگ نیزہ پر لئے ہوئے شام کی طرف یزید کے پاس گئے تھے جب کربلا سے کوچ کرکے پہلی منزل پر پہنچے تو ایک دیر نصران میں اترے جب ہم سب کھانا کھانے میں مشغول ہوئے ناگاہ ایک ہاتھ ظاہر ہوا جو ایک لوہے کا قلم پکڑے تھا اس نے خون سے دیوار دیر پر اس شعر کو لکھا ؎ اترجوا امة قتلت حسیناً شفاعة جدہ یوم الحساب۔ ملعون کہتا ہے کہ ہم سب اس منظر کو دیکھ کر بہت خائف ہوئے جب ہم نے چاہا کہ اس ہاتھ کو پکڑیں تو وہ غائب ہوگیا ٥ عمرو ابن زاہد نے کتاب یاقوت میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن صفا جو مصاحب تھا ابو حمزہ صوفی کا اس نے کہا میں ایک مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ فرنگیوں سے لڑنے گیا جب انکے بلاد کو

فتح کر چکے اور سب کو قید کیا ان میں ایک شخص جو عقلائے نصاریٰ سے مشہور تھا ہم نے اس کو بہت عزت و بزرگی سے رکھا اور اس کے ساتھ بہ نیکی پیش آئے اس نے کہا کہ مجھے خبر دی ہے میرے باپ نے اپنے اجداد سے کہ تین سو برس پہلے بعثت رسول عربی سے رومی اپنے شہر میں ایک کنواں کھود رہے تھے کھودتے کھودتے ایک پتھر تک پہنچے کہ اس پر بزبان اولاد شیث یہ بیت لکھی تھی ؎

اترجو عصبۃ قتلت حسیناً شفاعۃ جدہ یوم الحساب صدوق علیہ الرحمۃ نے امالی میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ام سلمہ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے ام سلمہ سے فرمایا کسی کو میرے پاس آنے نہ دینا ام سلمہ فرماتی ہیں اس وقت امام حسین علیہ السلام میرے یہاں تشریف لائے ان دنوں سن شریف جگر گوشہ رسول خدا کا بہت کم تھا میں ان کو حضرت کے پاس جانے سے منع نہ کر سکی یہاں تک کہ حضرت کی خدمت میں گئے ان کے جانے کے بعد میں بھی گئی دیکھا میں نے کہ امام حسینؑ جناب رسول خدا کے سینہ مبارک پر بیٹھے ہیں اور حضرت رو رہے ہیں اور ایک چیز حضرت کے ہاتھ میں ہے اس کو ایک ہاتھ سے دوسرے میں لیتے ہیں اسکے بعد حضرت نے ارشاد کیا اے ام سلمہ ابھی حضرت جبرئیل خبر لائے کہ میرا یہ فرزند قتل کیا جائے گا اور یہ مٹی اس زمین کی ہے جہاں یہ شہید ہوگا تم اس مٹی کو اپنے پاس رکھو جب یہ خون ہو جاوے تو جاننا کہ حبیب میرا حسین مظلوم شہید ہوا ام سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ جناب احدیت سے سوال کیجئے کہ اس بلا کو آپ کے فرزند دلبند سے دفع کرے حضرت نے فرمایا اے ام سلمہ میں خدا سے اس بات کا سوال کر چکا ہوں حق سبحانہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ ارشاد کیا تمہارے فرزند کو بسبب شہادت کے ایسا درجہ عالی ملیگا کہ کوئی شخص ہماری مخلوقات سے اس درجہ کو نہ پہنچے گا اور ایک گروہ اس کا شیعہ ہوگا جو عاصیان امت کی شفاعت کرے گا اور شفاعت ان کی مقبول ہوگی اور مہدی آل محمد اس کے فرزندوں میں سے ہوگا پس خوشا حال اس شخص کا جو میرے حسینؑ کے دوستوں سے ہو کیونکہ اس کے شیعہ بروز قیامت آمرزیدہ و رستگار ہیں کتاب عیون اخبار الرضا اور کتاب خصال میں حضرت

امام حسینؑ کے شیعہ دوزخیوں کی شفاعت کریں گے

امام رضا علیہ التحیۃ والثناء سے روایت ہے کہ جب حق تعالےٰ نے حضرت ابراہیم خلیل کو حکم دیا کہ اپنے فرزند اسمٰعیل کو قربان کریں حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کو بحکم رب جلیل قربان گاہ میں قربانی کے لئے لائے حق تعالیٰ نے انکے لئے فدیہ بھیجا اور حکم کیا کہ اسماعیل کے عوض گوسفند کو قربانی کر دیں پس حضرت ابراہیم نے آرزو کی کاش مجھے ذبح گوسفند کا حکم نہ ہوتا اور میں اپنے فرزند کو اپنے ہاتھ سے راہ خدا میں ذبح کرتا تاکہ میرا دل اس فرزند عزیز کے قتل کرنے سے اندوہگیں ہوتا اور بسبب اندوہ و مصیبت کے بلند ترین درجات مصائب کا مستحق ہوتا اس وقت حق سبحانہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ اے ابراہیم ہمارے جمیع مخلوقات سے تم کس کو زیادہ دوست رکھتے ہو حضرت ابراہیم نے عرض کیا خداوندا تو نے اپنی مخلوقات میں کوئی شخص ایسا نہیں خلق کیا کہ میں اسے تیرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے زیادہ دوست رکھتا ہوں پھر وحی کی کہ اے ابراہیم آیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا اپنی جان کو حضرت ابراہیم نے عرض کیا خداوندا میں محمدؐ کو اپنی جان سے زیادہ دوست رکھتا ہوں پھر حق تعالےٰ نے فرمایا آیا تم فرزند محمد مصطفےٰ کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا اپنے فرزند اسماعیل کو حضرت ابراہیم نے عرض کیا خداوندا میں فرزند محمد مصطفےٰ کو اپنے فرزند سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں پھر حق تعالیٰ نے وحی کی کہ اے ابراہیم آیا فرزند محمد کا دشمنوں کے ہاتھوں بہ ظلم وستم قتل ہونا تمہارے دل کو زیادہ دکھ میں لاتا ہے یا اپنے فرزند اسماعیل کا میری طاعت میں اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا عرض کیا خداوند فرزند محمد کا دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہونا میرے دل کو زیادہ اندوہگین کرتا ہے بہ نسبت اپنے فرزند کے ذبح کرنے کے اس کے بعد حق سبحانہ تعالےٰ نے فرمایا اے ابراہیم دنیا میں لوگ کچھ ایسے بھی ہوں گے۔ جو دعوےٰ کریں گے کہ ہم امت پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے ہیں[1] اور اس کے فرزند دلبند حسینؑ کو بہ ظلم وستم یوں قتل کریں گے جسطرح گوسفند کو ذبح کرتے

[1] اقوال اسی طرح کچھ لوگ مسلمانی کا دعوےٰ کریں گے ہر وقت رسولؐ کو پکاریں گے مگر فرزند رسول کے یوم شہادت زینت کریں گے لباس نو زیورات پہن کر اپنی دلی مسرت کا اظہار کریں گے اور اس کا غم منانے والے کو بدعتی کہیں گے۔ ۱۲ مترجم

فدیہ بذبح عظیم پر اعتراض اور اس کا جواب

اور وہ گروہ بسبب اس ظلم صریح کے مستوجب میرے غضب کے ہونگے حضرت ابراہیم اس خبر کے سنتے ہی بیتاب ہو گئے اور آپ کا دل غم سے مملو ہو گیا بے اختیار رونے لگے پس حق سبحانہ تعالیٰ نے انکو ندا کی اے ابراہیم ہم نے تیرے اس جزع و فزع و بے قراری کو جو تو اپنے فرزند اسماعیل کے ذبح کرنے پر کرتا اس کو فدیہ قرار دیا اس جزع و فزع و بے قراری کا جو تو نے فرزند پیغمبر آخر الزمان حسین ابن علی علیہما السلام کے شہید ہونے پر کی اور بسبب اس جزع و بے قراری کے ہم نے بلند ترین درجات اہل مصیبت کے تمہارے لئے واجب کئے اور یہی ہیں معنے قول حق تعالیٰ کے وَفَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ﴿الصافات/۷﴾ یعنی فدیہ دیا ہم نے اسماعیل کو بذبح عظیم مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس حدیث میں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب ذبح عظیم سے مراد قتل امام حسین علیہ السلام ہوا تو اس صورت میں فدیہ کا مرتبہ مفدی عنہ کے مرتبہ سے بزرگ و بلند تر نہ ہوگا ظاہر فدیہ عوض دیا ہے ایسی چیز کا جو شرف و مرتبہ میں کمتر ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ فدیہ کا رتبہ بلند تر اور بزرگ تر ہے اس کے مرتبہ سے جس کا فدیہ واقع ہوا ہے کیونکہ ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام کا مرتبہ پیغمبران اولو العزم اور غیر اولو العزم سے اشرف ہے بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ امام حسین علیہ السلام اولاد حضرت اسمٰعیل سے ہیں پس اگر حضرت اسمٰعیل ذبح ہو جاتے تو ہمارے پیغمبر آخر الزمان اور سب ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین اور وہ انبیاء مرسلین جو نسل حضرت اسماعیل سے ہیں پیدا نہ ہوتے پس جب کہ حق تعالیٰ نے ایک شخص کے ذبح ہونے کو فرزندان حضرت اسمٰعیل سے یعنی قتل حضرت امام حسین علیہ السلام کو عوض اور فدیہ ذبح اسماعیل کا مقرر کیا پس گویا ایک شخص کے ذبح ہونے کو کل کے عوض مقرر کیا یعنی ذبح حسین علیہ السلام عوض ہوا ذبح کل انبیاء مرسلین و ائمہ معصومین کا جو اولاد حضرت اسماعیل سے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مرتبہ کل کا اس حیثیت سے کہ وہ کل ہے مرتبہ جزء سے عظیم اور بزرگ تر ہے اور میں کہتا ہوں کہ عبارت انہ فدی اسماعیل بالحسین علیہ السلام حدیث میں وارد نہیں ہے بلکہ حدیث میں اس طرح وارد ہے انہ فدی جزع ابراهیم علیٰ اسماعیل بجزعہ علی الحسین

علیہ السلام اور ظاہر ہے کہ لفظ فدیہ اس تقدیر پر اپنے معنیٰ میں مستعمل نہیں ہے بلکہ اس سے مراد عوض کرنا ہے یعنی جس وقت حضرت ابراہیم اس ثواب کے فوت ہونے پر رنجیدہ ہوئے جوان کے فرزند اسماعیل کے ذبح پر جزع کرنے پر ملتا تو حق تعالیٰ نے اس کے عوض ایک ایسی چیز دی جس کا ثواب بزرگ و شریف تر زیادہ تر ہے یعنی جزع امام حسینؑ کا ثواب عطا کیا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا امر مقرر و مقدر تھا جو حضرت اسمٰعیل کے ذبح ہونے پر موقوف نہ تھا تاکہ شہادت امام حسین علیہ السلام فدیہ ہو قتل حضرت اسمٰعیلؑ کا اور بنا بر اس تقدیر کے جو ہم نے ذکر کیا آیہ مذکورہ دو احتمال رکھتی ہے ایک احتمال یہ ہے کہ مضاف مقدر ہو یعنی فدیناہ بذبوح عظیم الشان اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ بذبح میں با سببیہ ہو اور تقدیر آیہ کی اس طرح ہوا ی فدیناہ بسبب مذبوح عظیم اور ان دونوں تقدیروں پر تقدیر مضاف ضروری ہے یا فدیناہ میں مجازی الاسناد ہو اللہ العلیم ۵ کتاب علل الشرائع میں منقول ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے ارشاد کیا مراد اسماعیل سے جن کا ذکر حق سبحانہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ .... رَسُوْلًا نَّبِيًّا ؕ الخ (سورہ مریم آیت ۵۴)

اسماعیل ابن ابراہیم نہیں ہیں بلکہ ایک پیغمبر تھے پیغمبران خدا سے اور حق تعالےٰ نے ان کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا تھا پس اس قوم جفا کار نے ان کو پکڑ کر ان کے سر اور چہرہ کی کھال اتاری اس وقت ایک فرشتہ ان کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے حق سبحانہ تعالےٰ نے تمہارے پاس بھیجا ہے جو تمہیں منظور ہو مجھے حکم کرو کہ میں اس قوم سے انتقام لوں اس جلیل القدر پیغمبر نے فرمایا میرے سامنے ہے وہ ظلم و ستم جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کریں گے میں ان کی تاسی کرتا ہوں۔ کامل الزیارت میں بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایات منقول ہیں ۵ کتاب امالی میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے ایک دن حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ بیٹھے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے پاس تھے ناگاہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ آیا تم اس فرزند کو دوست رکھتے ہو حضرت رسالت مآب

نے فرمایا اے جبرئیل میں اس فرزند کو بہت دوست رکھتا ہوں جبرئیل نے کہا
اے محمد تیری امت اسکو بظلم و ستم شہید کرے گی پس جناب رسالت مآب
صلی اللہ علیہ و آلہ اس خبر وحشت اثر کو سن کر بہت اندوہناک ہوئے جبرئیل
نے حضرت سے کہا آیا چاہتے ہیں آپ کہ میں دکھلاؤں اس زمین کو جس پر یہ فرزند
شہید ہوگا فرمایا ہاں پس حضرت جبرئیل نے جو کچھ مابین زمین کربلا اور مسجد جناب
رسول خدا حائل تھا برابر زمین کر دیا اور زمین کربلا زمین مدینہ سے اس طرح ملا دی (یہ کہہ
کر آپ نے اپنی دونوں انگلیاں ملائیں) پھر جبرئیل امین نے اپنے دونوں پروں سے
تھوڑی خاک اس زمین کی اٹھا کر حضرت کو دی اس کے بعد پھر زمین کو پھیلا دیا کہ ایک
لحہ میں وہ اپنی جگہ پر لوٹ گئی حضرت نے فرمایا خوشا حال تیرا اے تربت اور خوشا
حال اس شخص کا جو تجھ پر قتل کیا جائے گا۔ ٥ کتاب کامل الزیارت میں بھی مثل
اس روایات کے منقول ہے۔ کتاب امالی میں بطریق مخالفین انس بن مالک
سے مروی ہے کہ ایک جلیل القدر فرشتہ حق سبحانہ تعالیٰ سے اجازت
لے کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی زیارت کو آیا وہ فرشتہ ابھی حضرت کی
خدمت میں بیٹھا تھا کہ حضرت امام حسین وہاں تشریف لائے جناب رسالتمآب
نے ان کو گود میں بٹھا لیا اور رخسار مبارک کے بوسے لئے فرشتے نے پوچھا یا حضرت
آیا آپ اس فرزند کو بہت دوست رکھتے ہیں حضرت نے فرمایا میں بہت دوست
رکھتا ہوں یہ فرزند عزیز میرا ہے فرشتہ نے عرض کیا کہ آپ کی امت اسے شہید
کرے گی حضرت نے فرمایا کیا اس فرزند کو شہید کرے گی عرض کیا ہاں اگر آپکو منظور ہو
تو وہ زمین دکھاؤں جس پر یہ شہید ہوں گے حضرت نے فرمایا ہاں فرشتہ نے خاک
سُرخ خوشبودار حضرت کو دکھلائی اور کہا جب یہ خاک خون تازہ ہو جائے تو یہ
علامت ہے کہ یہ فرزند شہید ہوا راوی کہتا ہے وہ فرشتہ میکائیل تھا ٥ خراج الجرائح
میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے
فرمایا جب حق تعالیٰ نے چاہا قوم نوح کو ہلاک کرے تو حضرت نوح پر وحی نازل
کہ درخت ساگوان کو کاٹ کر تختے بناؤ حضرت نوح نے بحکم خداوند جلیل اس
درخت کے تختے بنائے مگر حیران تھے کہ ان تختوں کو کیا کروں کہ حضرت جبرئیل

نازل ہوئے اور ہیئت کشتی کی انہیں دکھائی اور ایک صندوق اپنے ساتھ لائے جس میں ایک لاکھ انتیس ہزار کیلیں تھیں حضرت نوح نے وہ کیلیں اس کشتی میں لگائیں جب کیلیں باقی رہیں حضرت نوح نے ایک کیل کو اٹھایا دفعتہً ایک ایسا نور اس سے ساطع ہوا جیسے روشن ستارہ کی ضیا آسمان پر ظاہر ہوتی ہے حضرت نوح یہ دیکھ کر متحیر ہوئے وہ کیل بزبان فصیح گویا ہوئی اس نے کہا کہ حق تعالےٰ نے مجھ کو بہترین انبیا محمد بن عبداللہ کے نام پر خلق کیا پس حضرت جبرئیل نازل ہوئے حضرت نوح نے کہا اے جبرئیل ایسی کیل میں نے نہیں دیکھی جبرئیل نے کہا کہ اسکو محمد ابن عبداللہ کے نام پر خلق کیا پس۔ اس کو داہنی طرف کشتی کے لگاؤ اس کے بعد حضرت نوح نے دوسری کیل کو اٹھایا اس سے بھی ایک نور ساطع ہوا حضرت نوح نے فرمایا یہ کیا ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ کیل ان کے بھائی اور پسر عم اور بہترین اوصیا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نام پر خلق ہوئی ہے اس کو کشتی کے بائیں طرف لگاؤ جب حضرت نوح نے تیسری کیل کو اٹھایا ویسا ہی نور اس سے بھی ساطع ہوا جبرئیل نے کہا یہ جناب فاطمہ کے نام پر خلق ہوئی ہے اس کو بھی داہنی طرف لگاؤ۔ جب حضرت نوح نے چوتھی کیل کو اٹھایا اس سے بھی ایک نور ساطع ہوا حضرت جبرئیل نے کہا کہ یہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے نام پر خلق ہوئی ہے اس کو بائیں طرف کشتی کے لگاؤ اور اسی طرح جب پانچویں کیل حضرت نوح نے اٹھائی ایک نور اس سے بھی پیدا ہوا اور ایک رطوبت اس سے ظاہر ہوئی جبرئیل نے کہا یہ کیل باسم حسین مخلوق ہوئی ہے اس کو بھی بائیں طرف لگاؤ حضرت نوح نے پوچھا اے جبرئیل اس پانچویں کیل میں تری کیسی تھی جبرئیل نے کہا یہ خون کی تری ہے اس کے بعد جبرئیل نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ اور جو ظلم ان جناب پر ہونیوالے تھے حضرت نوح سے بیان کئے پس خدا لعنت کرے ظالمان و قاتلان حسین مظلوم پر ٥ شیخ الطائفہ نے امالی میں عائشہ سے روایت کی کہ ایک دن حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ حضرت امام حسینؑ کو اپنے زانوئے مبارک پر بٹھائے پیار کر رہے تھے اور رخسار مبارک پر بوسہ دیتے تھے۔ ناگہاں حضرت جبرئیل نے کہا تمہارے بعد امت اس کو شہید کرے گی جب جناب

رسالت مآب نے یہ خبر وحشت اثر جبرئیل سے سنا بے اختیار حضرت کی چشم مبارک
سے اشک جاری ہوئے جبرئیل نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں اس خاک کو آپ کو
دکھلاؤں جس پر یہ فرزند آپکا شہید ہوگا حضرت نے فرمایا ہاں دکھاؤ جبرئیل نے تھوڑی
خاک کربلا سے اٹھا کر حضرت کو دکھائی ٥ کتاب مذکورہ میں بطریق مخالفین انس
بن مالک سے روایت ہے جو فرشتہ باران رحمت پر مقرر ہے ایک دن اس نے
حق تعالےٰ سے زیارت رسول کے لئے رخصت طلب کی جب اذن لے کر نازل ہوا
حضرت نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حکم کیا کہ دروازے پر بیٹھو اور کسی کو میرے پاس نہ
آنے دو اس وقت امام حسین ؑ تشریف لائے ام سلمہ نے چاہا منع کریں لیکن امام حسین
علیہ السلام جلدی سے دوڑ کر دروازہ میں داخل ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ کے دوش مبارک پر سوار ہوئے فرشتہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس فرزند کو
دوست رکھتے ہیں حضرت نے ارشاد کیا ہاں فرشتہ نے کہا آپ کی امت اسے شہید
کرے گی اگر منظور ہو تو میں آپ کو اس جگہ کی خاک دکھاؤں جہاں اس کو شہید
کریں گے پس اس فرشتہ نے ہاتھ اپنا پھیلایا اور خاک سرخ حضرت کو لاکر دی۔
ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس خاک کو لے کر اپنے گوشۂ چادر میں باندھ کر رکھا وہ خاک
اس جگہ کی تھی جس مقام پر حضرت شہید ہوئے ٥ کامل الزیارت میں حضرت صادق
علیہ السلام سے منقول ہے جب حضرت جبرئیل خبر شہادت امام حسین علیہ السلام
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے جناب رسول خدا دست
مبارک جناب امیر المومنین علیہ السلام کا پکڑ کر خلوت میں لے گئے اور باہم بڑی
دیر تک اس بارے میں مشورہ کرتے رہے یہاں تک کہ دونوں بزرگواروں پر
رقت نے غلبہ کیا اور دونوں بہت روئے ہنوز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے
تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا پروردگار عالم تم کو بعد تحفۂ سلام کے ارشاد کرتا ہے
میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ اس مصیبت پر صبر کرو پس ان دونوں بزرگواروں
نے بموجب حکم خدائے قدیر صبر فرمایا ٥ کتاب مذکورہ میں دو سندوں سے اس
روایت کو لکھا ہے اور کتاب مذکورہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے جب وہ
زمانہ نزدیک ہوا جس میں جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو حضرت امام حسین ؑ علیہ السلام

کا حمل ہوا تو حضرت جبرئیل جناب رسالت مآب کے پاس آئے اور کہا جناب فاطمہ سے ایک فرزند متولد ہوگا جس کو آپ کی امت شہید کرے گی جب جناب سیدہ کو امام حسین علیہ السلام کا حمل ہوا تو آپ کو رنج ہوا اور جب وہ جناب پیدا ہوئے اس وقت بھی جناب سیدہ رنجیدہ ہوئیں حضرت نے فرمایا آیا دیکھا ہے دنیا میں کسی ماں کو تولد فرزند سے رنجیدہ ہو سوا جناب فاطمہ زہرا کے کہ وہ معصومہ تولد حضرت امام حسینؑ سے رنجیدہ تھیں کیوں کہ وہ جانتی تھیں ستمگاران امت اسے شہید کریں گے اس کے بعد حضرت صادقؑ نے فرمایا یہ آیہ ان کے حق میں نازل ہوئی

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ .... مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ؕ الخ

(سورۂ احقاف آیت ۱۵) یعنی وصیت کی ہم نے انسان کو نیکی کی والدین کے بارے میں حاملہ ہوئی اس کی ماں اور اس نے وضع حمل کیا رنج کے ساتھ اور مدت حمل اور دودھ چھوٹنے کی مدت تیس مہینے ہیں ٥ کتاب مذکورہ میں صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن جبرئیل امین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوئے اور کہا اے محمد خدائے عزوجل بعد تحفہ سلام آپ کو بشارت دیتا ہے ایک فرزند کی جو فاطمہ علیہ السلام سے متولد ہوگا اور امت آپ کی اسے شہید کرے گی حضرت نے فرمایا اے جبرئیل سلام ہو میری جانب سے پروردگار عالم پر میں ایسا فرزند نہیں[1] چاہتا جو فاطمہ زہرا سے متولد ہو اور میری امت اسے شہید کرے پس حضرت جبرئیل بالائے آسمان گئے اور پھر نازل ہوئے اور وہی پیغام دیا جو پہلی مرتبہ لائے تھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے پھر وہی جواب سابق دیا بار دیگر حضرت جبرئیل بالائے آسمان گئے اور نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ حق تعالیٰ بعد تحفہ سلام خوشخبری دیتا ہے کہ ہم نے اس فرزند کی ذریت میں امامت اور ولایت اور وصایت کو مقرر کیا حضرت نے فرمایا میں راضی ہوا جناب رسول خدا نے یہ خبر فاطمہ علیہا السلام سے کہلا بھیجی کہ حق تعالیٰ نے مجھے ایک فرزند کی بشارت دی ہے جو تمہارے بطن سے پیدا ہوگا اور میری امت اسے شہید کرے گی حضرت

[1] آنحضرت کا یہ جواب مظہر ہے کہ جبرئیل امین نے یہ الٰہی پیغام از روئے مشورہ طلبی پہنچایا تھا جس میں پیغمبر اکرم کا استمزاج مطلوب تھا ورنہ اگر حکم ہوتا تو اسکو پیغمبر ہرگز رد نہ فرماتے ۱۲ مترجم عفی عنہ

فاطمہ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں ایسا فرزند نہیں چاہتی پھر حضرت نے کہلا بھیجا حق سبحانہ تعالیٰ نے اس کے فرزندوں میں امامت اور ولایت اور وصایت مقرر کی ہے جناب سیدہ نے عرض کیا میں راضی ہوئی آپ امام حسین علیہ السلام کے حمل سے رنج کے عالم میں حاملہ ہوئیں اور وضع حمل کیا رنج کے ساتھ اور آپ کے حمل اور دودھ چھوٹنے کی مدت تیس مہینے تھی یہاں تک کہ قوت بدن حضرت کی اپنے حد کو پہنچی اور عقل کامل ہوئی اور سن شریف سے چالیس برس گزرے تو فرمایا اے پروردگار مجھے الہام کر کہ میں شکر کروں تیری ان نعمتوں کا جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں اور عمل صالح بجا لاؤں تاکہ تیری خوشنودی و رضامندی کا باعث ہو اور میری ذریت میں سے کچھ اصلاح کر اور حضرت نے فرمایا اگر امام حسینؑ اس کے بجائے فرماتے میری ذریت کی اصلاح کر تو سب فرزند حضرت کے امام ہوتے امام حسینؑ نے نہ جناب فاطمہ زہرا کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت بلکہ انکو خدمت پیغمبر میں لاتے تھے حضرت اپنا انگوٹھا دہن مبارک امام حسینؑ میں دیتے تھے آپ اس کو اسقدر چوستے تھے کہ سیر ہوجاتے تھے اور دو دن اور تین دن احتیاج غذا نہ ہوتی تھی پس گوشت اور خون حسینؑ کا رسول کے گوشت و خون سے روئیدہ ہوا اور کوئی لڑکا چھ مہینے کا زندہ نہ رہا مگر عیسیٰ ابن مریم اور حسین ابن علی ۰ کتاب کامل الزیارت میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے ایک دن جناب فاطمہ خدمت رسول میں آئیں دیکھا آپ کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہیں پوچھا اے پدر بزرگوار آپ کیوں روتے ہیں فرمایا اے فاطمہ جبرئیل نے خبر دی ہے کہ حسین کو میری امت شہید کرے گی سیدہ نے جب یہ خبر وحشت اثر سنی گریہ وزاری اور جزع و بے قراری کرنے لگیں فرمایا اے فاطمہ بے قرار نہ ہو کہ امت تا روز قیامت اس کے فرزندوں میں ہوگی جناب سیدہ یہ بات سنکر خوش ہوئیں اور غم و الم سے تسکین پائی ۰ کتاب مذکور میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ایک دن پیغمبر ہم سے دیکھنے کو تشریف لائے اس دن ام ایمن نے ہمارے لئے مکھن اور شیر و خرما کا ہدیہ بھیجا تھا وہ سب ہم نے حضرت کے سامنے رکھا حضرت نے قدرے تناول کیا پھر اٹھ کر ایک گوشہ میں تشریف لے گئے کئی رکعت نماز پڑھی جب اخیر سجدے

میں گئے بہت روئے لیکن کسی کو ہم میں سے آپ کے جلال کی وجہ سے جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے رونے کا سبب پوچھے تب حسین جا کر حضرت کی گود میں بیٹھ گئے اور عرض کیا اے پدر بزرگوار آپ ہمارے گھر میں تشریف لائے آپ کے آنے سے ہم اس قدر خوش ہوئے کہ کسی امر سے ایسی خوشی نہیں ہوئی مگر آپ کے رونے نے ہمیں رنجیدہ کیا اس کا کیا سبب ہے فرمایا اے فرزند دلبند ابھی جبرئیل میرے پاس آئے اور خبر دی کہ تمہاری قبریں بھی ایک دوسرے سے دور ہوں گی امام حسین نے عرض کیا اے پدر بزرگوار کیا ثواب ہے اس شخص کے لئے جو ہماری پراگندہ قبروں کی زیارت کرے فرمایا اے فرزند میری امت کے کچھ لوگ تمہاری زیارت کریں گے اور تمہاری زیارت کو مجھ سے برکتیں طلب کرنے کا وسیلہ قرار دیں گے مجھے لازم ہے بروز قیامت سختی و ہول سے انکو نجات دوں اور حق سبحانہ تعالیٰ ان کو بہشت میں جگہ دے گا امالی میں صدوق علیہ الرحمتہ نے بھی اسی طرح روایت کو لکھا ہے ○ کامل الزیارت میں جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے ایک دن جناب رسالت مآب صلی علیہ وآلہ ہمارے دیکھنے کو تشریف لائے ہم نے کچھ طعام حضرت کے سامنے حاضر کیا ام ایمن نے اس دن ہمارے لئے ایک کاسہ خرموں سے مملو اور تھوڑا دودھ مکھن ہدیہ بھیجا اس کو بھی ہم نے حضرت کے سامنے رکھ دیا حضرت نے قدرے تناول کیا جب فارغ ہوئے میں نے اٹھ کر حضرت کے ہاتھوں پر پانی ڈالا جو رطوبت حضرت کے ہاتھوں میں باقی رہی تھی اس سے اپنے منہ اور ریش مبارک پر مسح کیا پھر حضرت اٹھ کر ایک گوشہ میں جا کر مشغول سجدہ ہوئے اور رونے لگے اور رونے کو بہت طول دیا جب سر مبارک سجدے سے اٹھایا تو ہم اہل بیت میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ حضرت سے اس رونے کا سبب دریافت کرتا اس وقت امام حسین اٹھے آہستہ آہستہ جا کر حضرت کے رانوں پر کھڑے ہو گئے اور سر مبارک حضرت کا اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا اور اپنی ٹھوڈی کو حضرت کے سر مبارک پر رکھ کر کہا اَبَتِ مَا یُبْکِیْکَ اے پدر بزرگوار آپ کے رونے کا کیا سبب ہے فرمایا اے فرزند آج تم سب کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا کبھی ایسا خوش نہ ہوا تھا اسی وقت جبرئیل نے آکر مجھے خبر دی کہ تم سب شہید ہو گے۔

اور تمہاری قبروں کی جگہ بھی ایک دوسرے سے دور ہوگی یہ سن کر میں نے شکر خدا کیا اور تمہارے لئے خدا سے طلب خیر کی حسین نے عرض کیا اے پدر بزرگوار کون شخص ہماری قبروں کی زیارت کرے گا اور قبروں کی دوری کے باوجود کون ہوگا جوان کی نگرانی و خبر گیری کرے گا فرمایا ایک گروہ میری امت سے تمہاری قبروں کی زیارت کرے گا۔ وہ اس کے عوض مجھ سے نیکی و صلہ کا امیدوار ہوگا میں ان لوگوں کو عرصہ محشر میں ڈھونڈوں گا اور ہر ایک کا بازو پکڑ کر اس کو اس دن کی خوف و شدت سے نجات دوں گا ٥ کتاب مذکور میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے ایک دن حضرت جبرئیل جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے پاس آئے اسوقت جناب امام حسین علیہ السلام حضرت کے پاس کھیل رہے تھے۔ جبرئیل نے آنحضرت کو خبر دی آپ کی امت اس فرزند کو شہید کرے گی حضرت نے اس خبر کو سن کر بہت جزع اور بے قراری کی جبرئیل نے حضرت سے کہا آپ چاہتے ہیں کہ میں وہ زمین دکھاؤں جس پر یہ فرزند آپ کا شہید ہوگا فرمایا ہاں جبرئیل نے اس قطعہ زمین کو جو درمیان مجلس رسول اور مقتل حسین واقع تھا نیچا کر دیا دونوں زمینوں کو نزدیک کرکے تھوڑی خاک وہاں کی اٹھالی اور پھر زمین کو آنکھ جھپکنے کے عرصہ سے کم میں پھیلا دیا۔ آنحضرت اس وقت رونے لگے اور فرمانے لگے خوشا حال تیرا اے مٹی اور خوشا حال اس شخص کا جو تجھ پر شہید ہوگا۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صاحب سلیمان (آصف بن برخیا) نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ اسم اعظم پڑھا اور جو کچھ تخت سلیمان اور عرش بلقیس کے درمیان میں واقع تھا زمین کے اندر ہوگیا یہاں تک کے دونوں قطعے ایک دوسرے سے نزدیک ہوگئے اور تخت بلقیس کو اس طرح کھینچ لیا کہ جناب سلیمان نے کہا میرے خیال میں ایسا معلوم ہوا کہ تخت بلقیس میرے تخت کے نیچے سے نکل آیا اور طرفۃ العین سے کم مدت میں وہ زمین برابر ہوگئی ٥ کامل الزیارت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل نے خبر شہادت حسین علیہ السلام پیغمبر کو دی جبرئیل ابھی حاضر تھے کہ حسین علیہ السلام اپنے جد بزرگوار کی خدمت میں آئے جبرئیل نے کہا آپ کی

امت اسے شہید کرے گی فرمایا اے جبرئیل مجھ کو اس مقام کی خاک دکھلاؤ جہاں میرے فرزند کا خون گرایا جائے گا جبرئیل نے ایک مشت خاک اس زمین کی حضرت رسالت کو دی دیکھا تو وہ خاک سُرخ تھی۔ کتاب مذکور میں سماء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس حدیث کی طرح روایت کی ہے اور اس قدر زیادتی ہے کہ ہمیشہ وہ خاک ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی یہاں تک کہ انہوں نے وفات کی ان پر خدا رحم کرے ٥ کتاب مذکور میں سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایات ہے انہوں نے کہا کہ کوئی فرشتہ آسمان پر ایسا نہیں کہ پیغمبر خدا کی خدمت میں نہ آیا ہو اور حضرت کو مصیبت حسینؑ پر پرسانہ دیا ہو سب فرشتوں نے حضرت کو ان ثوابوں کی خبر دی جو حق تعالٰی نے شہادت کے بدلہ حسین کو عطا کئے ہیں اور ہر ایک فرشتہ حضرت کے لئے وہ خاک پاک لایا جس پر وہ مظلوم بجور وستم شہید ہوا اور جب کوئی فرشتہ آکر حضرت کو یہ خبر دیتا تھا فرماتے تھے خداوندا یاری نہ کر تو اس کی جو حسینؑ کی یاری نہ کرے خداوندا قتل کر تو اسے جو حسین کو قتل کرے اور ذبح کر اس کو جو اسے ذبح کرے اور مطلب بر نہ لا اس کا جو اس پر ظلم کرے راوی کہتا ہے کہ حضرت کی دعا قبول ہوئی یزید بعد شہادت حسین علیہ السلام دنیا سے منتفع نہ ہوا اور خدا نے اس کو دفعتاً ہلاک کیا شب کو نشہ کے عالم میں سویا صبح کو لوگوں نے اسے مردہ پایا تمام بدن نجس اس کا مونتار کی طرح سیاہ ہو گیا تھا اور کوئی شخص ان لوگوں میں سے نہ بچا جنہوں نے قتل حسینؑ میں اس لعین کی متابعت کی تھی وہ لوگ مرض جنون وجذام وبرص میں مبتلا ہو گئے اور مرض ان کی نسل میں میراث ہے کتاب مذکور میں جعفر ابن سلیمان سے بھی مثل اس کے منقول ہے ٥ کتاب مذکور میں ابن عباس سے منقول ہے۔ جو فرشتہ خبر شہادت حسین علیہ السلام پیغمبر کے پاس لایا وہ حضرت جبرئیل تھے وہ اپنے پروں کو پھیلائے بعد لائے بلند روتے تھے اور خاک مدفن حسین اپنے ساتھ لائے جس سے بوئے مشک ساطع تھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا آیا رستگار ہو گی وہ امت جو میرے فرزند کو شہید کرے گی اور فرمایا کہ میرے نواسہ کو شہید کرے گی حضرت جبرئیل نے کہا حق سبحانہ تعالیٰ ایسا اختلاف ان میں ڈالے گا کہ ان کے دل آپس میں موافق نہ ہوں گے اور اسی کتاب

میں عمرو ابن علبہ سے مثل اس کے روایت ہے ٥ کتاب مذکور میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ برید عجلی نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا وہ اسماعیلؑ کو جن کو حق تعالےٰ نے قرآن میں یاد کیا ہے وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ ......
رَسُوْلًا نَّبِیًّا ٥ الخ (سورۂ مریم آیت ۵۴) آیا وہ اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ السلام ہیں جیسا لوگ گمان کرتے ہیں یا کوئی دوسرے اسماعیل ہیں، فرمایا اسماعیل نے حضرت ابراہیم سے پہلے وفات کی۔ اس وقت حضرت ابراہیم صاحب شریعت اور حجت خدا خلق پر موجود تھے پس اسمٰعیل اس وقت کن لوگوں پر رسول تھے کہ حق تعالیٰ ان کو بلفظ رسول خطاب فرماتا میں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ آپ پر فدا ہوں پس مراد اسمٰعیلؑ سے کون ہے فرمایا کہ مراد اس آیہ میں اسمٰعیلؑ فرزند حزقیل ہیں حق تعالےٰ نے ان کو ایک قوم پر مبعوث کیا انہوں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی سر و چہرہ کی پوست اتاری حق سبحانہ تعالیٰ نے اس قوم پر غضب نازل کیا اور سطاطائیل فرشتہ عذاب کو بھیجا وہ فرشتہ اس پیغمبر عالی قدر کے پاس آیا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اگر تم چاہو تو تمہاری قوم کو بانواع عذاب معذب کروں اسمٰعیلؑ نے کہا مجھے ان کے عذاب کی احتیاج نہیں ہے۔ خدائے عزوجل نے وحی نازل کی جو حاجت رکھتے ہو پیش کرو عرض کیا خداوندا تو نے ہم سب پیغمبروں سے اپنی پروردگاری کا عہد و پیمان لیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے پیغمبری اور ان کے اوصیا کے لئے ولایت و امامت کا عہد لیا خداوندا تو نے تمام خلق کو ان ظلموں کی خبر دی ہے جو ستمگار اس امت جفاکار کے حسین ابن علی پر کریں گے تو نے حسین سے وعدہ کیا کہ ان کو دوبارہ دنیا میں لائے گا تاکہ وہ آپ اپنے دشمنوں اور قاتلوں سے انتقام لیں پس اے پروردگار میری حاجت یہ ہے کہ مجھے بھی دنیا میں دوبارہ پھر لانا تاکہ میں خود اپنی قوم سے انتقام لوں پس حق تعالےٰ مطلب ان کا بر لایا اور وعدۂ رجعت ان سے فرمایا ٥ کتاب مذکور میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے ایک دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ خانۂ جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا میں تشریف رکھتے تھے حسینؑ کو اپنی گود میں لئے تھے ناگاہ حضرت رونے لگے اور سجدے میں تشریف لے گئے جب سر مبارک اٹھایا اور ارشاد کیا اے فاطمہ دختر محمد بدرستیکہ میں نے خداوند

علی کو تمہارے گھر میں آئینۂ حق نمائے علم و یقین سے مشاہدہ کیا اور اس کے صفات کمالیہ کو میں نے بچشم یقین ملاحظہ کیا اللہ نے مجھ سے فرمایا اے محمد آیا تم دوست رکھتے ہو حسین کو میں نے عرض کیا ہاں خداوندا حسین میرا نور چشم اور میوۂ دل و گل بوستان ہے پس حق تعالیٰ نے اپنا دست قدرت حسین کے سر پر پھیر کر مجھ سے فرمایا اے محمد مبارک فرزند ہے حسین میں اس پر اپنی رحمت و برکت اور صلوات بھیجتا ہوں اور خوشنودی اپنی اس کے شامل حال کرتا ہوں لعنت و غضب اور عذاب میرا اس پر ہے جو اسے قتل کرے اور اس سے عداوت اور نزاع کرے حسین سید الشہدائے گزشتگان و آیندگان ہے دنیا و عقبیٰ میں اور پیشوا ہے جوانان اہل بہشت کا اس کا پدر بزرگوار اس سے بھی افضل اور نیکوتر ہے پس حسین کو میرا سلام پہنچا اور بشارت دے کہ وہ میرے دوستوں کا نشان راہ ہدایت و راہنما ہے اور میرا گواہ ہے خلق پر اور میرے علم کا خازن ہے اور میری حجت ہے ساکنان آسمان و زمین اور جن و انس پر ٥ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں ام الفضل دختر حرث سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ ایک دن میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کل شب کو میں نے ایک ہولناک خواب دیکھا ہے حضرت نے ارشاد کیا بیان کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بہت سخت ہولناک ہے میں عرض نہیں کر سکتی پھر فرمایا بیان کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے دیکھا ایک ٹکڑا آپ کے جسم مبارک سے جدا ہو کر میرے دامن میں گر پڑا ہے فرمایا اے ام الفضل تو نے بہت اچھا خواب دیکھا تعبیر یہ ہے کہ فاطمہ سے ایک فرزند متولد ہوگا اسکو تیری گود میں دیں گے جب امام حسین علیہ السلام متولد ہوئے جسطرح حضرت نے فرمایا تھا اسی طرح جناب سیدہ نے حسینؑ کو میری گود میں دیا ایک دن اس معصوم کو گود میں لیے ہوئے حضرت رسول کی خدمت میں گئی آپ کو آنحضرت کی گود میں رکھ دیا دیکھا میں نے کہ حضرت رو رہے ہیں جب میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیوں گریہ فرماتے ہیں فرمایا جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ امت اس فرزند کو شہید کرے گی اور خاک سرخ اس کے مدفن کی مجھ کو دی ہے ٥ کتاب مذکور میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا ایک دن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ میرے گھر

میں تشریف رکھتے تھے اور امام حسین علیہ السلام ان کی گود میں تھے ناگاہ حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر فدا ہوں حضرت کیوں روتے ہیں فرمایا جبرئیل نے میرے فرزند حسین کے ماتم میں مجھے پرسا دیا اور خبر دی کہ ایک جماعت میری امت سے اس کو شہید کرے گی اور حق تعالے اس جماعت کو میری شفاعت سے محروم رکھے گا ○ ام سلمہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ایک شب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ میرے پاس سے اٹھ کر باہر تشریف لے گئے پھر ایک عرصہ کے بعد تشریف لائے دیکھا میں نے بال حضرت کے پریشان وغبار آلود اور مٹھی بند کئے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا سبب ہے میں آپ کو اس حال سے دیکھتی ہوں ارشاد کیا مجھ کو اسوقت زمین عراق پر جس کا نام کربلا ہے لے جایا گیا تھا میں نے اس مقام کو دیکھا ہے جہاں پر میرے فرزند میرا حسین واہلبیت میرے شہید ہوں گے اور میں نے اس زمین سے خاک اٹھائی ہے اور اسوقت وہ میرے ہاتھ میں ہے اس کے بعد حضرت نے میری طرف ہاتھ پھیلا کر فرمایا اس کو لو اور حفاظت رکھو ام سلمہ فرماتی ہیں جب میں نے لیا تو دیکھا وہ خاک سرخی سے مشابہ ہے پھر ایک شیشہ میں رکھ کر منہ اس کا مضبوط باندھا اور میں حفاظت کیا کرتی تھی جب امام حسین علیہ السلام مکہ سے متوجہ عراق ہوئے تو میں شب وروز اس شیشہ کو لے کر سونگھتی تھی اور مصیبت پر اس مظلوم کی گریہ وزاری کرتی تھی۔ جب دسواں دن محرم کا جو روز شہادت امام مظلوم ہے آیا اول روز میں نے اس شیشہ کو جیسا تھا ویسا ہی پایا جب آخر روز دیکھا خون تازہ اس میں تھا یہ دیکھتے ہی میں نے نالہ وفریاد وگریہ زاری شروع کی اور دشمنوں سے جو ساکن مدینہ تھے اس ماجرے کو اظہار نہ کیا اس خوف سے کہ وہ شماتت میں تعجیل کریں گے اور وہ وقت میں نے یاد رکھا یہاں تک کہ خبر شہادت امام مظلوم مدینہ میں پہنچی تو وہ دن جس دن کہ میں نے خون تازہ شیشہ میں دیکھا تھا مطابق تھا اسدن سے کہ جس میں وہ جناب شہید ہوئے ○ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے، سعد ابن ابی وقاص نے کہا کہ قیس ابن ساعدۂ ایادی نے پیشتر از بعثت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ کہا ایک گروہ برون جمل ومغفین اپنی حد سے

تجاوز اور سرکشی کریگا پھر اپنے مقتولوں کا انتقام حسینؑ سے لے گا اور ان کے قتل پر اجماع کریگا ○ فرات ابن ابراہیم نے حذیفہ سے روایت کی ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا جب مجھ کو شب معراج آسمان پر لے گئے حضرت جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑ کر داخل بہشت کیا میں اس وقت بہت خوش وخرم تھا ناگاہ ایک درخت دیکھا کہ از سرتا پا نور ہے اور اس کے جڑ میں دو فرشتے اسے حلہ ہائے بہشت وزیور سے آراستہ کر رہے ہیں اور اسی طرح تا قیامت آراستہ کریں گے اس کے بعد چند قدم آگے بڑھا ایک مقام پر سیب دیکھے ایک سیب اتنا بڑا دیکھا کہ کبھی ایسا نہ دیکھا تھا ان میں سے ایک سیب کاٹا تو ایک حور برآمد ہوئی جس کی پلکیں دراز تھیں پوچھا تو کس کے لئے خلق ہوئی ہے اس نے رو کر کہا میں آپ کے فرزند شہید مظلوم حسین کے لئے خلق ہوئی ہوں اس کے بعد میں چند قدم آگے بڑھا تو رطب تازہ دیکھے جو مسکہ سے نرم تر شہد سے شیریں تر تھے ایک خرما اس میں سے اٹھا کر میں نے کھایا وہ خرما میرے شکم میں نطفہ ہوا جب میں آسمان سے اترا خدیجہ کے ساتھ ہم بستر ہوا ان کو فاطمہ کا حمل رہا پس فاطمہ حورانیہ ہے جب میں بوئے بہشت کا مشتاق ہوتا ہوں اپنی بیٹی فاطمہ کو سونگھتا ہوں۔ مولف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں اکثر ایسی حدیثیں باب ولادت جناب فاطمہ علیہا السلام میں بیان ہوئیں۔

○ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ ایک دن حضرت جبرئیل پیغمبر کی خدمت میں آئے اور کہا آپ کی امت آپ کے بعد حسینؑ کو شہید کرے گی یا رسول اللہ آپ چاہتے ہیں کہ تربت حسین آپ کو دکھاؤں ام سلمہ کہتی ہیں حضرت جبرئیل نے کئی سنگریزے لاکر دیئے جناب رسالتمآب نے ان سنگریزوں کو ایک شیشہ میں رکھ چھوڑا جب شب قتل امام حسین علیہ السلام ہوئی اسوقت کسی ہاتف غیبی کی آواز میرے کان میں آئی کوئی کہتا تھا۔

ایھا القاتلون جھلا حسینا ابشروا بالعذاب والتنکیل
قد لعنتم علی لسان داؤد وموسیٰ وصاحب الانجیل

اے قاتلان حسینؑ تم کو بشارت ہو سخت عذاب کی بہ تحقیق کہ داؤد موسیٰ وعیسیٰ کی زبانی تم لعنت کئے گئے ہو ام سلمہ فرماتی ہیں یہ سن کر میں رونے لگی اس

شیشہ کو میں نے کھولا دیکھا اس میں خون بھرا ہے۔

مولفات علمائے شیعہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک دن جناب سید المرسلین صلوات اللہ علیہ و آلہ اجمعین میرے گھر تشریف لائے ان کے بعد امام حسن اور امام حسین علیہما السلام آکر حضرت کے پہلو میں بیٹھے حضرت نے امام حسن کو داہنے زانو پر اور امام حسین علیہ السلام کو بائیں زانو پر بٹھا لیا از راہ شفقت کبھی حسن کے منہ کے بوسے لیتے تھے کبھی حسین کا گلوئے مبارک چومتے تھے اس وقت حضرت جبرئیل نازل ہوئے۔ اور کہا یا رسول اللہ آیا آپ دوست رکھتے ہیں حسن و حسین کو فرمایا اے جبرئیل کیونکر دوست نہ رکھوں ان کو یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں جبرئیل نے کہا یا نبی اللہ خدا نے ان کے بارے میں ایک حکم کیا ہے کہ آپ صبر کریں فرمایا وہ کیا حکم ہے جبرئیل نے کہا کہ امام حسن کو زہر سے شہید کریں گے اور سر حسین مظلوم بظلم و ستم جدا کریں گے ہر پیغمبر کی دعا درگاہ خدا میں مستجاب ہے اگر چاہیں دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ اس مصیبت کو ان سے دور کرے اگر چاہیں ان کی مصیبت کو گنہ گاران امت کی شفاعت کے لئے بروز قیامت ذخیرہ کیجئے اور فرمایا اے جبرئیل میں اپنے پروردگار کے حکم پر راضی ہوں جو کچھ اس نے میرے لئے مناسب جانا ہے میں نے قبول کیا مجھے یہی منظور ہے ان کی مصیبت کو وسیلہ شفاعت کروں۔ اپنی امت گنہ گار کے لئے حق تعالیٰ جو چاہے میرے فرزندوں کے حق میں کرے۔

رسول اللہ کا حبیب بن مظاہر کی پیشانی چومنا:-

ایک روز جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ مع اصحاب تشریف لئے جاتے تھے دیکھا کچھ لڑکے سر راہ کھیل رہے ہیں حضرت ان میں سے ایک لڑکے کے پاس بیٹھ گئے اس کی پیشانی کے بوسے لئے اور بہت لطف و مہربانی فرمائی پھر اس کو اپنی گود میں بٹھا کر بہت پیار کیا اصحاب نے لطف و مہربانی کا سبب پوچھا۔ ارشاد کیا ایک دن میں نے اس لڑکے کو دیکھا میرے حسین کے ساتھ کھیلتا تھا اور اس کے پاؤں کی خاک اٹھا کر اپنے منہ اور آنکھوں پر ملتا تھا اس لئے میں اس کو دوست رکھتا ہوں کہ یہ میرے فرزند حسین کو دوست رکھتا ہے حضرت جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے یہ لڑکا میرے فرزند حسین کا معرکہ کربلا

میں مددگار رہو گا۔

ذکر حسین اور انبیاء ماسبق حضرت آدم علیہ السلام :-

منقول ہے جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے چاروں طرف حضرت حوّاؑ کو ڈھونڈتے پھرتے تھے یہاں تک کہ صحرائے کربلا میں پہنچے جب داخل صحرائے کربلا ہوئے اندوہ وغم نے ان پر ہجوم کیا بے سبب دل سینہ میں گھبرانے لگا جب مقتل جناب سیّد الشہدا پر پہنچے پائے مبارک میں پتھر کی ٹھوکر لگی اور پیر سے خون جاری ہوا۔ حضرت آدم نے یہ حال دیکھکر اپنا منہ آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا بار الہا آیا مجھ سے کوئی گناہ اور صادر ہوا کہ تو نے اس کے عوض مجھے عتاب کیا میں تمام روئے زمین پر پھرا یہ اندوہ والم جو مجھے یہاں پہنچا کسی زمین پر نہیں پہنچا حق سبحانہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو وحی کی اے آدم کوئی گناہ تم سے سرزد نہیں ہوا لیکن اس زمین پر میرا برگزیدہ بندہ اور تیرا فرزند حسین شہید ہوگا میں نے چاہا تم بھی اس کے اندوہ میں شریک ہو۔ اور تمہارا خون بھی اس زمین پر گرے۔ جس طرح اس کا خون گرایا جائے گا۔ حضرت آدم نے عرض کیا اے پروردگار آیا حسین تیرا پیغمبر ہے ارشاد ہوا پیغمبر نہیں ہے بلکہ ہمارے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ کا نواسا اور ہمارا برگزیدہ ہے حضرت آدم نے کہا اے پروردگار اس کا قاتل کون ہے حق تعالیٰ نے وحی کی اے آدم اس کا قاتل یزید ہے اس پر ساکنان زمین و آسمان لعنت کرتے ہیں۔ اس کے بعد آدم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا میں (اس مصیبت میں) کیا کر سکتا ہوں حضرت جبرئیل نے کہا اے آدم لعنت کرو۔ یزید پر پس حضرت نے چار مرتبہ اس شقی پر لعنت کی اور وہاں سے روانہ ہوئے چند قدم اس جگہ سے کوہ عرفات کی طرف گئے تھے وہاں حواؑ کو پایا۔

حضرت نوح علیہ السلام :-

منقول ہے جب حضرت نوح کشتی پر سوار ہوئے تو وہ کشتی زمین کے گرد پھرتی ہوئی زمین کربلا پر پہنچی یہاں ایک موج ایسی آئی کہ قریب تھا کہ کشتی غرق ہو جائے یہ دیکھکر حضرت نوح کو خوف عظیم و رنج و بیم طاری ہوا عرض کیا خداوندا میں روئے زمین پر پھرا کسی جگہ یہ رنج والم نہیں ہوا جو اس زمین پر پہنچا اس وقت جبرئیل نازل ہوئے کہا اے نوح یہ وہ زمین ہے جہاں خاتم الانبیا

کالنواۓ بہترین اوصیا علی مرتضٰی کا فرزند شہید ہوگا۔ حضرت نوح نے پوچھا اس کا قاتل کون ہوگا جبرئیل نے کہا اس لعین کا نام یزید ہے اس پر تمام اہل زمین و آسمان بھی لعنت کرتے ہیں حضرت نوح نے مکرر اس شقی پر لعنت کی اور کشتی نے غرق سے نجات پائی اور کوہ جودی پر ٹھہری۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام :- منقول ہے ایک دن حضرت ابراہیم گھوڑے پر سوار صحرائے کربلا سے گزر رہے تھے دفعتہً گھوڑا منہ کے بل گرا اور حضرت گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپ کا سر مبارک ایک پتھر پر لگا خون جاری ہوا حضرت ابراہیم نے استغفار شروع کیا پروردگارا مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا جس کی سزا ملی۔ اسوقت جبرئیل نازل ہوئے کہا، اے ابراہیم کوئی گناہ تم سے صادر نہیں ہوا۔ لیکن یہ وہ زمین ہے جس پر نور چشم محمد مصطفٰے فرزند علی مرتضٰے بہ جور و ستم شہید ہوگا۔ خدا نے چاہا تم بھی اس کی مصیبت میں شریک ہو تمہارا خون بھی اس زمین پر گرے جس پر اس کا خون گرایا جائے گا پوچھا اس کا قاتل کون ہے جبرئیل نے کہا اس کا نام یزید ہے سب اہل زمین و آسمان اس شقی پر لعنت کرتے ہیں اور قلم نے بغیر اذن خدا لوح پر لعن کے ساتھ اس کا نام لکھا خدا نے وحی کی اے قلم تو مستحق تعریف ہے کہ تو نے لعن یزید کو لوح پر لکھا حضرت ابراہیم نے یہ سنکر ہاتھ بجانب آسمان بلند کئے اور یزید پر بہت لعن کی حق تعالٰے نے اپنی قدرت سے حضرت ابراہیم کے گھوڑے کو گویائی عطا کی جب حضرت ابراہیم یزید پر لعن کرتے تھے گھوڑا بزبان فصیح آمین کہتا تھا۔ ابراہیم نے گھوڑے سے پوچھا تو کیوں آمین کہتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی سواری پر فخر کرتا تھا جب میں سر کے بل گرا آپ میری پیٹھ سے گرے مجھے عظیم خجالت ہوئی اور یہ سانحہ اس شقی کی نحوست سے تھا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام :- منقول ہے گوسفندان حضرت اسمٰعیل ہمیشہ نہر فرات کے کنارے چرا کرتے تھے ایک دن گلہ بان نے حضرت کو خبر دی کہ کئی دن ہوئے یہ گوسفند نہر فرات سے پانی نہیں پیتے ہر چند ان کو کنارے لے جاتا ہوں حضرت اسمٰعیل نے ان حیوانات سے پوچھا انھوں نے بزبان فصیح عرض کیا یا نبی اللہ ہمیں خبر پہنچی ہے آپ کا فرزند حسین نواسہ پیغمبر آخر الزماں اس زمین پر پیاسا شہید ہوگا۔ اس مظلوم کی تشنگی پر ہمارا دل محزون اور اندوہناک ہوا اس لئے ہم نے چاہا کہ

تشنگی میں اس جناب کی موافقت کریں حضرت اسمٰعیل نے پوچھا اس کا قاتل کون شخص ہوگا کہا یزید سب اہل آسمان و زمین اور تمام مخلوقات خدا اس پر لعنت کرتے ہیں حضرت اسمٰعیل نے یہ سُنکر فرمایا خداوندا تو قاتل حسینؑ پر لعنت کر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام :۔ منقول ہے ایک دن حضرت موسیٰ صحرائے کربلا میں وارد ہوئے اور ان کے وصی یوشع بن نون بھی ہمراہ تھے جب صحرا میں پہنچے بند نعلین حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ٹوٹ گیا اور پاؤں کانٹوں سے زخمی ہو گئے حضرت موسیٰ نے کہا خداوندا یہ کیا ماجرا ہے کون سا گناہ مجھ سے صادر ہوا۔ حق تعالیٰ نے وحی کی اے موسیٰ اس زمین پر میرے برگزیدہ حسین کا خون گرایا جائے گا۔ میں نے چاہا تمھارا خون بھی اس زمین پر گرے حضرت موسیٰ نے عرض کیا خداوندا حسین کون ہے حق تعالیٰ نے وحی کی وہ نواسہ ہے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کا اور فرزند ہے علی مرتضیٰ کا عرض کیا خداوندا قاتل اس کا کون ہے ارشاد ہوا اس کا قاتل وہ ملعون ہے کہ ماہیان دریا و وحشیان صحرا و مرغان ہوا اس پر لعنت کرتے ہیں پس حضرت موسیٰ نے اپنے ہاتھ درگاہ قاضی الحاجات میں بلند کئے اور یزید پر لعنت کی یوشع بن نون نے آمین کہا اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام :۔ منقول ہے ایک دن حضرت سلیمان بن داؤد اپنے فرش پر بیٹھے تھے اور ہوا اس فرش کو اڑائے لئے جا رہی تھی ناگاہ بساط سلیمانی صحرائے کربلا کے اوپر پہنچی جب وہ فرش مقابل صحرائے کربلا ہوا تین مرتبہ ہوا نے فرش کو ایسی حرکت دی کہ حضرت سلیمان کو گرنے کا خوف ہوا۔ اس کے بعد ہوا ٹھہر گئی اور فرش زمین پر اترا سلیمان نے ہوا پر عتاب کیا کیوں ٹھہر گئی کیا سبب تھا تونے اس قدر اضطراب کیا ہوا نے عرض کی اس کا سبب یہ تھا کہ اس زمین پر حسین شہید ہوگا سلیمان نے پوچھا حسین کون ہے۔ ہوا نے کہا حسین نور چشم احمد مختار فرزند حیدر کرار ہے سلیمان نے کہا اس کا قاتل کون ہے ہوا نے کہا اس کا نام یزید ہے سب اہل آسمان و زمین اس شقی پر لعنت کرتے ہیں سلیمان نے اپنے ہاتھ دُعا کے لئے اٹھائے اور قاتلان حسین علیہ السلام پر بہت لعنت کی تمام انس و جن و جانوروں نے آمین کہی اس لعنت کی برکت سے ہوا پھر چلنے

لگی اور فرش کو زمین سے اُڑا لے گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام :- منقول ہے حضرت عیسیٰ اپنے انصار کے ساتھ سیاحت کرتے ہوئے صحرائے کربلا میں پہنچے جب صحرا سے روانہ ہونے کا قصد کیا ایک شیر سر راہ آکر کھڑا ہوا حضرت عیسیٰ نے فرمایا اے شیر تو کیوں ہماری راہ روکتا ہے اور مانع ہوتا ہے شیر بحکم خداوند قدیر گویا ہوا اور بزبان فصیح کہنے لگا اے عیسیٰ میں تم کو اس صحرا سے جانے نہ دوں گا جب تک قاتل امام حسینؑ پر لعنت نہ کرو گے حضرت عیسیٰ نے پوچھا حسین کون ہے؟ شیر نے کہا وہ نبی امیؐ کا نواسہ اور فرزند ہے علی مرتضیٰ کا حضرت عیسیٰ نے پوچھا اس کا قاتل کون ہے، شیر نے کہا یزید پلید جس پر تمام جانوران وحشی اور درندگان صحرا لعن کرتے ہیں علی الخصوص بروز عاشورہ حضرت عیسیٰ نے دست دعا بلند کر کے یزید پر لعنت کی حواریوں نے آمین کہا اس وقت شیر راہ سے ہٹ گیا اور عیسیٰ مع انصار تشریف لے گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام :- صاحب درّ ثمین نے تفسیر آیہ فتلقی آدم من ربہ کلمات میں روایت کی ہے حضرت آدم علیہ السلام نے اسمائے مبارک جناب رسول اور آئمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کو ستون عرش پر لکھا دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے وہ اسماء آدم کو تعلیم کئے اور کہا کہ اے آدم تم یوں کہو یا حمید بحق محمد یا عالی بحق علی یا فاطر بحق فاطمہ، یا محسن بحق الحسن والحسین جب حضرت آدم نے نام حسین لیا بے اختیار آنسو آنکھوں سے جاری ہوئے اور حالت متغیر ہو گئی کہا یا اخی جبرئیل کیا سبب ہے جب پانچویں بزرگ کا نام لیتا ہوں تو شیشۂ دل میرا سینہ میں چور ہو جاتا ہے بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں جبرئیل نے کہا یہ فرزند تمہارا ایسی مصیبت میں مبتلا ہو گا جو سب مصیبتوں سے عظیم ہے اور سب مصیبتیں اس کے آگے پست ہیں حضرت آدم نے پوچھا وہ کونسی مصیبت ہے جبرئیل نے کہا وہ مظلوم تن تنہا غربت میں شہید ہو گا کوئی یار و مددگار نہ ہو گا اے آدم کاش دیکھتے تم کہ وہ مظلوم فریاد واعطشاہ واقلت ناصراہ کر رہا ہے اور شدت عطش اس میں اور آسمان میں مانند دھوئیں کے حائل ہو گئی ہے پس کوئی شخص اس کو جواب نہ دے گا مگر تلوار سے اور سیراب نہ کرے گا۔ مگر شربت شہادت سے

اور مانند گوسفند قربانی پس گردن سے اس کو ذبح کریں گے اور اسباب اس کا لوٹ لیں گے بر سرِ مقدس اس کا مع سر ہائے انصار شہر بشہر پھرائیں گے مخدرات عصمت و طہارت شتران برہنہ پر ان کے ہمراہ ہوں گی اور یہی خداوند عالم کے علم میں گزر رہا ہے اس کے بعد حضرت آدم اور جبرئیل مانند زن پسر مردہ کے زار و زار روئے۔

حسنین کے لئے لباس جنت کا آنا:

بعض ثقات سے روایت ہے ایک دن بروز عید امام حسن و امام حسین علیہما السلام اپنے جد عالی مقام کے گھر میں آئے عرض کیا یا جداہ آج روز عید ہے اطفال عرب لباس ہائے رنگارنگ اور جامہ ہائے نو سے آراستہ ہیں ہمارے کپڑے پرانے ہیں کوئی نیا لباس ہمارے پاس نہیں ہے اس لئے آپ کی خدمت میں آئے ہیں کہ اپنا حال عرض کریں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ حسنینؑ کی یہ حسرت آمیز باتیں سن کر رونے لگے۔ اس وقت حضرت کے پاس ان شہزادوں کے لائق لباس نہ تھا اور یہ بھی منظور نہ تھا کہ حسنین علیہما السلام کی خاطر شکنی کریں اس وقت حضرت نے دست دعا درگاہ قاضی الحاجات میں بلند کئے اور کہا خداوندا انکی دل شکنی نہ کر اس دعا کے کرتے ہی فوراً حضرت جبرئیل دو حلے سفید حلہ ہائے بہشت سے اپنے ہمراہ لے کر نازل ہوئے حضرت ان حلوں کو دیکھکر نہایت خوش ہوئے حسنین سے فرمایا اپنے کپڑے لو کہ خیاط قدرت نے موافق تمہارے قد و قامت کے سیئے ہیں جب شہزادوں نے اپنی پوشاک سفید دیکھی عرض کیا یا جداہ اطفال عرب کا لباس رنگین ہے اور یہ سفید پہنیں حضرت متفکر ہوئے تھوڑی دیر اپنا سر جھکائے رکھا حضرت جبرئیل نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ فکر نہ فرمائیں اپنے دل کو خوش رکھیں اور آنکھیں آپ کی ٹھنڈی رہیں صباغ قدرت ان کے کپڑوں کو ہر رنگ مرغوب رنگین کرے گا اور ان کے دل مسرور کریگا۔ یا محمدؐ ایک طشت اور آفتابہ آپ طلب کریں جب حاضر کیا حضرت جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ ان کپڑوں کو طشت میں رکھئے اور میں پانی ڈالوں آپ اپنے دست مبارک سے ملئے پس جو رنگ شہزادوں کو پسند و مرغوب ہوگا اسی رنگ سے یہ کپڑے رنگین ہو جائیں گے حضرت نے پہلے خلعت حسن کو طشت میں رکھا اور جبرئیل نے پانی ڈالا حضرت نے حسنؑ سے پوچھا اے نور چشم کون سا رنگ تم کو مرغوب ہے عرض کیا مجھے رنگ سبز مرغوب ہے حضرت نے اس جامہ کو اپنے دست حق پرست

سے ملا قدرت خدا سے برنگ سبز مانند زبرجد کے رنگین ہو گیا حضرت نے وہ خلعت حسنؑ کو پہنا دیا اس کے بعد حسینؑ کا حلہ طشت میں رکھا حضرت جبرئیل نے پانی ڈالا حسینؑ سے پوچھا تمھیں کونسا رنگ مرغوب ہے اس وقت عمر شریف اس معصوم کی پانچ سال کی تھی حسینؑ نے عرض کیا یا جدّاہ مجھ کو سرخ رنگ بہت مرغوب ہے جب حضرت نے اس جامہ کو اپنے ہاتھ سے ملا تو وہ مثل یاقوت کے سرخ ہو گیا اور امام حسین نے اپنے زیب بدن کیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ یہ حال دیکھکر بہت خوش ہوئے اور دونوں فرزند نگاہ رسالت شاداں و فرحاں اپنی مادر گرامی کے پاس گئے تب حضرت جبرئیل نے یہ حال مشاہدہ کیا زار زار رونے لگے حضرت نے فرمایا اے اخی جبرئیل تم ایسے خوشی کے دن روتے ہو تمھیں خدا کی قسم مجھے اس راز سے آگاہ کرو جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کے فرزندوں نے جو رنگہائے مختلف کو اختیار کیا اس کا یہ سبب ہے کہ امام حسنؑ کو زہر ستم سے شہید کریں گے اور ان کے جسم مبارک کا رنگ سبز ہو جائے گا اور امام حسینؑ کو شمشیر سے قتل کریں گے اور جسم شریف اُن کا خون سے سرخ ہو جائے گا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ یہ کلام جانسوز سُن کر روئے اور محزون ہوئے۔

ابن نما نے کہا ہے کہ اصحاب حدیث نے روایت کی ہے جب امام حسین علیہ السلام ایک سال کے ہوئے اس وقت بارہ فرشتے بصورت ہائے مختلف پیغمبر پر نازل ہوئے ایک فرشتہ ان میں سے بصورت انسان تھا ان سب نے حضرت کو پرسا دیکر کہا آپ کے حسین پر وہی ظلم ہو گا جو قابیل نے ہابیل پر کیا تھا اور حق تعالیٰ نے اجر بھی مثل اجر ہابیل کے عطا کرے گا ان کے قاتل کا گناہ مثل گناہ قابیل ہو گا کوئی فرشتہ باقی نہ رہا مگر یہ کہ اس نے حضرت پر نازل ہو کر پرسا نہ دیا ہو جب کوئی فرشتہ حضرت کو پرسا دیتا تھا فرماتے تھے خداوندا یاری نہ کر اس کی جو حسینؑ کی مدد نہ کرے۔ اور قتل کر اس کے قاتل کو اور اس کی آرزو سے اس کو محروم رکھ۔

اشعث ابن عثمان نے اپنے باپ سے اس نے انس ابن ابوشیحم سے روایت کی ہے اس نے کہا میں نے سُنا کہ رسول خدا نے فرمایا میرا یہ فرزند حسین زمین عراق پر شہید ہو گا جو شخص تم میں سے اس کی خدمت میں پہنچے چاہیئے کہ اس کی نصرت کرے

انس ابن ابو شیخم معرکہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ حاضر تھے اور حضرت کی نصرت و یاری میں بدرجۂ رفیعۂ شہادت فائز ہوئے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے انھوں نے کہا ایک دن امام حسین علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں آئے اس وقت حسین بہت کمسن تھے حضرت نے فرمایا اے عائشہ تجھے ایک عجیب بات سناؤں اس وقت میرے پاس ایسا فرشتہ نازل ہوا جو کبھی میرے پاس نہ آیا تھا اس نے کہا تمھاری امت اس فرزند کو شہید کرے گی پھر ایک خاک سرخ مجھ کو دی چنانچہ حضرت ام سلمہ نے وہ خاک لے کر شیشہ میں رکھ چھوڑی جب حسین شہید ہوئے اس شیشہ کو نکال کر دیکھا وہ خاک خون ہو گئی تھی۔ اور زینب بنت جحش سے بھی مثل اس روایت کے منقول ہے۔

عبداللہ بن یحییٰ سے مروی ہے جب جناب امیر علیہ السلام متوجہ جنگ صفین ہوئے میں اس سفر میں حضرت کے ساتھ تھا جب آپ نینوا کے سامنے پہنچے تو آپ نے بآواز بلند فرمایا صبر کر اے ابو عبداللہ پھر فرمایا ایک دن میں جناب رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا میں نے حضرت کے آنسو آنکھوں سے جاری ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیوں روتے ہیں۔ کسی شخص نے آپ کو غصہ دلایا ہے حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ حسین کو دریائے فرات کے کنارے شہید کریں گے تم چاہتے ہو کہ اس کے مدفن کی خاک تم کو سنگھاؤں جبرئیل نے یہ کہکر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک مشت خاک مجھ کو دی یہ دیکھکر میں ضبط گریہ نہ کر سکا اس زمین کا نام کربلا ہے جب دو برس امام حسین کے سن شریف سے گزرے جناب رسالت مآب صلی اللہ و آلہ کسی سفر کو گئے اثنائے راہ میں حضرت نے کھڑے ہو کر فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اور حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے جب لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا اس وقت جبرئیل امین نے آکر خبر دی کہ فرات کے کنارہ ایک زمین ہے جسے کربلا کہتے ہیں وہاں پر میرے حسین کو شہید کریں گے میں دیکھتا ہوں اس کے مقتل اور مدفن کو اور دیکھتا ہوں کہ اسیروں کو شتران برہنہ پر سوار کیا ہے اور دیکھتا ہوں اس کے سر کو بطریق ہدیہ یزید

کے واسطے لئے جاتے ہیں پس قسم ہے خدا کی جو کوئی نظر کرے گا میرے فرزند کے سر پر اور خوش ہوگا حق تعالیٰ اس کے دل اور زبان میں مخالفت ڈالے گا اور حالت کفر و نفاق میں اسے مارے گا اور دردناک عذاب کے ساتھ اسے معذب کرے گا پس حضرت اس سفر سے غمگین اور محزون پھرے اور منبر پر تشریف لے گئے اور ہمراہ اپنے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو بھی منبر پر لے گئے۔ اس کے بعد ایک خطبہ مشتمل حمد و ثنائے الٰہی پر ادا کیا اور بہت وعظ و نصائح فرمائے جب فارغ ہوئے دست راست اپنا امام حسنؑ کے سر پر اور دست چپ امام حسینؑ کے سر پر رکھ کر فرمایا خداوندا میں محمد تیرا بندہ اور پیغمبر ہوں اور یہ دونوں میرے فرزند عترت طاہرہ اور برگزیدان امت اور نیکان ذریت سے ہیں اور یہ ان دو چیزوں سے ہیں جنھیں اپنے بعد اپنی امت میں چھوڑے جاتا ہوں اور جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے فرزند حسن کو زہر ستم سے قتل کریں گے اور اس حسین کو تیغ جفا سے شہید کریں گے اور یہ اپنے خون میں لوٹے گا خداوندا اس کی شہادت کو اس کے لئے مبارک اور اسے شہداء کے سرداروں سے قرار دے خداوندا برکت نہ دے اس کے قاتل کو اور برکت نہ دے اس شخص کو جو اس کی مدد نہ کرے اور درک اسفل جہنم میں اسے واصل کر سب اہل مسجد باواز بلند رونے لگے حضرت نے فرمایا آج تم روتے ہو کل اس کی نصرت اور یاری نہ کرو گے خداوندا تو حسین کا دوست اور یار ہو

قرآن و اہلبیت کے ساتھ امت کا سلوک: اس کے بعد فرمایا یا ایہا الناس میری وفات کا وقت قریب آ پہنچا ہے اور میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب خدا دوسرے میری اولاد جو میرے باغ کا میوہ ہے اور درخت نبوت سے روئیدہ ہوئی ہے اور یہ دو چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی جبتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں اور میں تم سے اپنی عترت اور اہل بیت کے حق میں کچھ نہیں چاہتا مگر اس چیز کو جس کا حق تعالےٰ نے مجھے اس آیہ میں حکم فرمایا ہے قُل لَّا ...... فِي الْقُرْبَىٰ ط الخ (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)۔ اے محمد ان لوگوں سے کہدو کہ میں تبلیغ رسالت پر تم سے کچھ اجرت نہیں چاہتا مگر دوستی اہل بیت، پس ایسا نہ ہو کہ جب حوض کوثر پر میرے پاس آؤ تم نے میری عترت سے دشمنی کی ہو اور ان پر ستم کیا ہو آگاہ ہو جاؤ کہ فردائے قیامت میرے پاس حوض کوثر پر تین علم اس امت سے وارد ہوں گے

پہلا علم ایسا سیاہ اور تیرہ ہوگا کہ فرشتے اسے دیکھ کر جرح و فرح کریں گے جب یہ اہل رایت میرے پاس آئیں گے میں ان سے پوچھوں گا تم کون ہو اس وقت میرا نام ان کے دلوں سے محو ہو جائے گا اور کہیں گے ہم اہل توحید ہیں قوم عرب سے میں اُن سے کہوں گا میں محمدؐ پیغمبر ہوں عرب و عجم کا وہ کہیں گے ہم تمہاری اُمّت سے ہیں اس وقت میں ان سے کہوں گا میرے بعد تم نے کتاب خدا اور میری اہلبیت سے کیا سلوک کیا جواب دیں گے یا رسول اللہ کتاب خدا کو ہم نے ضایع کیا اور اس کی تاویل سے انحراف کیا اور آپ کی عترت کے متعلق ہم نے یہ کوشش جاری رکھی کہ ان کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیں یہ بات سُن کر میں ان کی طرف سے منہ پھیر لوں گا وہ اشقیا پیاسے حوض کوثر سے با چہرہ ہائے سیاہ پھر جائیں گے بعد ازاں دوسرا علم میرے سامنے لائیں گے اور یہ علم رایت اوّل سے زیادہ تر سیاہ اور تیرہ ہوگا۔ میں ان سے پوچھوں گا دو بزرگ چیزیں تمھارے درمیان چھوڑ آیا تھا تم نے ان کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے کتاب خدا کی ہم نے مخالفت کی اور مطلق اس پر عمل نہ کیا اور آپ کی عترت کو ہم نے قتل کیا اور ان کی یاری نہ کی اور ان کو ذلیل اور پراگندہ کیا میں ان سے کہوں گا، دور ہو میرے سامنے سے پس وہ بدبخت با چہرہ ہائے سیاہ پیاسے پھر جائیں گے پھر تیسرا علم آئے گا جس سے نورانی کرنیں پھوٹ رہی ہوں گی اہل رایت کے تمام چہرے نورانی ہوں گے ان سے پوچھوں گا تم کون ہو کہیں گے یا رسول اللہ ہم خدائے عزّوجل کو ہمیشہ بریگانگی یاد کرتے رہے اور منہیات سے پرہیز کرتے رہے اور ہم اُمّت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے ہیں اور ہم ہیں بقیہ اہل حق ہم نے ہمیشہ کتاب پر عمل کیا اور حلال خدا کو ہم نے حلال جانا اور جسے خدا نے حرام کیا تھا اس کو حرام جانا اور ذریّت محمدؐ کے ہر امر میں ہم ہمیشہ دوست اور ناصر و مددگار رہے اور ان کے دشمنوں سے ان کے سامنے قتال کیا میں ان سے کہوں گا کہ بشارت ہو تم کو میں تمھارا پیغمبر محمد مصطفےٰ ہوں اور فی الحقیقت دار دنیا میں تم نے یہی کیا جو کہتے ہو اس وقت میں انھیں حوض کوثر سے پانی دوں گا اور وہ سیراب و خوشحال پھریں گے اور داخل بہشت ہوں گے اور ہمیشہ بہشت میں رہیں گے اور نعمت ہائے بہشت سے متنعّم ہوں گے۔

باب (۸)

خبر دینا حضرت سید المرسلین اور جناب امیر المومنین کا شہادت حضرت امام حسینؑ کے متعلق

شیخ صدوقؒ نے کتاب امالی میں جناب سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا اسما بنت عمیس نے مجھ سے کہا وقت ولادت حسین علیہما السلام میں تمھاری دادی جناب فاطمہ دختر رسول خدا صلواۃ اللہ علیہ کی دائی تھی جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے حضرت رسالت مآب صلعم تشریف لائے اور فرمایا اسما میرے فرزند کو لے آؤ میں امام حسنؑ کو ایک زرد کپڑے میں لپیٹ کر لے گئی حضرت نے ارشاد کیا "کیا تمھیں منع نہ کیا تھا کہ بچے کو زرد کپڑے میں لپیٹا اس کے بعد حضرت نے زرد کپڑے کو علیحدہ کیا اور ایک سفید کپڑا منگا کر اس میں امام حسنؑ کو لپیٹا اور ان کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور جناب امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا تم نے میرے اس فرزند کا کیا نام رکھا جناب امیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نام رکھنے میں آپ پر سبقت نہیں کر سکتا حضرت نے فرمایا میں بھی اس معاملہ میں اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کر سکتا اس اثنا میں حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ بعد تحفہ سلام فرماتا ہے یا محمد قرابت و خویشی میں علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ تمھارے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے پس تم اپنے فرزند کا نام پسر ہارون کے نام پر رکھو حضرت نے پوچھا پسر ہارون کا کیا نام تھا جبرئیل نے کہا ان کا نام شبّر تھا حضرت نے کہا شبّر کے کیا معنی ہیں جبرئیل نے عرض کیا یا رسول شبّر بمعنی حسن کے ہے پس حضرت نے آپ کا نام حسن رکھا۔

اسما کہتی ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت بھی میں ہی قابلہ تھی جب خبر ولادت امام مظلوم کی جناب رسالتمآب کو پہنچی جناب فاطمہ کے گھر تشریف لائے مجھ سے ارشاد کیا اے اسما میرے فرزند کو لے

آئیں بیں اس معصوم کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضرت کے پاس لے گئی حضرت نے جس طرح امام حسن کے کان میں اذان اور اقامت کہی تھی اسی طرح امام حسین علیہ السلام کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اس کے بعد حضرت نے رو کر فرمایا اے فرزند تجھے مصیبت عظیم در پیش ہے خداوندا تو لعنت کر اس کے قاتل پر پھر فرمایا اے اسما اس خبر کو فاطمہ سے نہ کہنا اور جب ساتواں دن ہوا حضرت پھر تشریف لائے اور فرمایا میرے فرزند کو لے آؤ جب میں لے گئی حضرت نے جو کچھ امام حسن کے ساتھ کیا ویسا ہی امام حسین کے ساتھ عمل میں لائے اور ایک گوسفند سیاہ و سفید لے کر اس معصوم کا عقیقہ کیا جس طرح امام حسن کے لئے کیا تھا ایک ران گوسفند کی حضرت نے قابلہ کو دی سر کے بال منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی اور زعفران سر پر ملی اور فرمایا خون سر کو ملنا فعل اہل جاہلیت ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اپنی گود میں لے کر فرمایا اے ابا عبداللہ بہت دشوار ہے مجھ پر تیرا قتل ہونا یہ فرما کر بہت روئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیسی خبر ہے کہ پہلے دن بھی آپ نے فرمائی اور آج بھی ارشاد کرتے ہیں اور خوشی کے بدلہ روتے ہیں حضرت نے فرمایا اے اسما میں اپنے فرزند دلبند کے لئے روتا ہوں کیونکہ ایک جماعت کفار ستمگار ان بنی امیہ سے اسے شہید کرے گی خدا بروز قیامت میری شفاعت سے ان کو محروم رکھے اس کو وہ شخص قتل کرے گا جو میرے دین میں رخنہ ڈالے گا اور خدائے خداوند عظیم کی منکر ہوگا اس کے بعد فرمایا خداوندا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس فرزند کے حق میں کہ بارالہا دوست رکھ تو اس کو اور اس کے دوستوں کو اور لعنت کر اس کے دشمنوں پر جس لعنت سے آسمان و زمین مملو ہوں۔

شیخ ابن بابویہ نے کتاب امالی میں ابن عباس سے روایت کی ہے جب جناب امیرالمومنین علیہ السلام جنگ صفین پر گئے اور زمین نینوی پر پہنچے جو کنارے دریائے فرات کے واقع ہے تو حضرت نے باواز بلند پکارا اے پسر عباس آیا تم اس مقام کو پہچانتے ہو میں نے عرض کیا یا امیرالمومنین نہیں جانتا حضرت نے فرمایا اے ابن عباس اگر تم اس زمین کو جانو جسطرح میں

جانتا ہوں تو تم نہ ہٹو گے یہاں سے مگر جب تک میری طرح گریہ نہ کرو اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام رونے لگے یہاں تک کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور قطرے آنسوؤں کے محاسن شریف سے ٹپک ٹپک کر سینہ مبارک پر رواں ہوئے ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت کو روتا دیکھ کر ہم بھی رونے لگے اس کے بعد حضرت امیرالمومنین نے فرمایا اُوہ اُوہ مالی ولآل ابی سفیان مالی ولآل حزب الشیطان واولیاء الکفر صبراً یا اباعبد اللہ فقد لقی ابوک مثل الذی تلقی منہم ۔ آہ آہ! آل ابوسفیان و آل حرب سے مجھے کیا مطلب ہے جو لشکر شیطان اور سرگروہ کفر و عدوان ہیں اس کے بعد فرمایا صبر کر اے ابوعبداللہ کیوں کہ تیرے باپ کو بھی ان اشقیا کے ہاتھوں وہی صدمات گزرے ہیں جو تجھ کو پہونچا ہیں پھر حضرت نے پانی طلب کیا اور وضو کر کے مشغول نماز ہوئے اور بہت نمازیں پڑھیں جناب نماز سے فارغ ہوئے پھر حضرت اسی قسم کی باتیں فرماتے تھے اور روتے جاتے تھے یہاں تک کہ روتے روتے حضرت کو نیند آگئی جب بیدار ہوئے فرمایا اے ابن عباس کہاں ہو میں نے عرض کیا یا مولا میں حاضر ہوں حضرت نے فرمایا تم چاہو تو خبر دوں جو میں نے اس وقت خواب دیکھا میں نے عرض کی یا مولا ہمیشہ آنکھیں آپ کی ٹھنڈی رہیں جو خواب آپ نے دیکھا ہے بہتر ہے حضرت نے فرمایا میں نے ابھی دیکھا گویا کئی شخص آسمان سے اس صحرا میں نازل ہوئے جن کے ہاتھ میں سفید علم اور گلے میں چمکتی تلواریں حمائل ہیں پھر انھوں نے اس زمین کے گرد ایک خط کھینچا پھر دیکھا میں نے کہ جو درخت اس صحرا میں ہیں ان کی تمام شاخیں زمین پر جھک گئیں اور یک بیک خون تازہ اس صحرا میں موجیں مارنے لگا اور میں نے اپنے پارہ جگر حسین کو دیکھا کہ اس دریائے خون میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا اور کچھ نورانی فرشتے آسمان سے نازل ہوئے ہیں اور وہ حسین سے باآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ صبر کرو اے آل رسول تم ہاتھ سے بدترین خلق کے قتل ہوگے اے ابوعبداللہ اب بہشت تمھاری مشتاق ہے اس کے بعد وہ فرشتے میرے پاس آئے اور مجھے پرسا دیکر کہنے لگے اے ابوالحسن شاد ہو

تم کو حق تعالیٰ نے قیامت میں تمہاری آنکھوں کو شہادت حسین علیہ السلام کی وجہ سے روشن کرے گا یہ دیکھکر میں بیدار ہوا۔ اے ابن عباس! میں قسم کھاتا ہوں اس خدائے عزّوجل کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے مخبر صادق ابوالقاسم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ نے خبر دی ہے کہ یا علیؑ تم اس زمین پر سے اس وقت گزرو گے جب اہل ظلم وستم سے محاربہ کرو گے یہ زمین کربلا ہے اس زمین میں میرا حسین مدفون ہوگا اور اس کے ہمراہ سترہ شخص میرے فرزند اور فرزندان فاطمہ سے اس زمین میں دفن ہوں گے اور یہ زمین ساتوں آسمانوں میں مشہور ہے اور اہل آسمان اس کو کربلا کہتے ہیں جس طرح حرم کعبہ اور حرم مدینہ اور بیت المقدس کا نام لیتے ہیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا اے ابن عباس تم اس جنگل میں ہرن کی مینگنیاں تلاش کرو بخدا میں نے ہرگز دروغ نہیں کہا اور نہ رسولِ خدا سے دروغ سنا آنحضرت نے مجھے خبر دی ہے کہ اس صحرا میں ہرن کی مینگنیاں دیکھوں گا جن کا رنگ مثل زعفران کے زرد ہوگا عباس کہتے ہیں میں نے بموجب حضرت کے حکم کے تلاش کیا اور مینگنیاں ایک جا اسی ہیئت سے مجتمع پائیں جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا اس وقت میں نے بآواز بلند پکار کر کہا یا امیرالمومنین میں نے ان مینگنیوں کو پالیا جس طرح آپ نے فرمایا تھا حضرت نے ارشاد کیا صدق اللہ ورسولہ سچ کہا خدا اور اس کے رسول نے پھر حضرت بسرعت تمام آئے ان مینگنیوں کو اٹھا کر سونگھا اور فرمایا یہ وہی مینگنیاں ہیں جس کی خبر رسولؐ خدا نے دی ہے پھر فرمایا اے ابن عباس تم نہیں جانتے یہ وہ مینگنیاں ہیں جنھیں عیسیٰ بن مریم نے سونگھا ہے حضرت عیسیٰ مع اپنے اصحاب کے جب اس صحرا میں وارد ہوئے دیکھا کہ یہاں ایک گلہ آہوؤں کا جمع ہے اور وہ ہرن رو رہے ہیں یہ حال دیکھکر حضرت عیسےٰ زمین پر بیٹھ گئے اور ان کے اصحاب گرد بیٹھے اس وقت حضرت عیسےٰ رونے لگے اصحاب بھی یہ دیکھکر رونے لگے اگرچہ نہ جانتے تھے کہ حضرت کیوں روتے ہیں۔ حواریین نے عرض کیا یا روح اللہ آپ کیوں روتے ہیں فرمایا تم اس سرزمین کو جانتے ہو حواریین نے عرض کیا ہم نہیں جانتے حضرت نے ارشاد کیا یہ وہ سرزمین ہے کہ فرزند پیغمبر آخرالزماں جس کا نام نامی احمدؐ ہے اور فرزند

طاہرۂ بتول جو میری والدہ ماجدہ مریم کی شبیہ ہے اس زمین پر شہید ہو گا اور اسی زمین پاک میں دفن ہو گا اور خاک اس زمین پاک کی مشک و عنبر سے فزوں تر ہے کیوں کہ یہ خاک مدفن ہے اس فرزند شہید مظلوم کی اور طینت انبیا اور اولاد انبیاء کی ایسی ہی ہوتی ہے اور یہ آہو مجھ سے کلام کرتے ہیں اور خبر دیتے ہیں کہ بوجہ اشتیاق تربت امام مظلوم ہم اس زمین کی گھانس چرتے ہیں اور جب تک اس زمین پر ہیں بہ برکت امام مظلوم درندوں کے شر سے محفوظ ہیں اس کے بعد حضرت عیسیٰ نے ان میگنیوں کو اٹھا کر سونگھا اور فرمایا ان کی خوشبو اس گھانس کی ہے جو اس پاک زمین میں اگتی ہے خداوندا ان میگنیوں کو اسی ہیئت پر باقی رکھ تاکہ پدر بزرگوار اس برگزیدہ خدا کا ان کو سونگھے۔ اور اس کی تسلی کا باعث ہو اس کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے پسر عباس یہ میگنیاں حضرت عیسےٰ کی دعا کی وجہ سے آج تک باقی رہیں اور بسبب طول مدت کے ان کا رنگ زرد ہو گیا ہے اور یہ زمین جائے کرب وبلا ہے اس کے بعد حضرت نے باآواز بلند فرمایا اے پروردگار عیسیٰ بن مریم برکت نہ دے قاتلان حسین اور ان اشقیا کو جو قاتلان حسین کی نصرت کریں اور لوگوں کو جو اس مظلوم کی یاری نہ کریں یہ کہہ کر جناب امیر علیہ السلام بہت روئے اور آپ کو روتا دیکھکر ہم بھی رونے لگے یہاں تک کہ حضرت روتے روتے بیہوش ہو کر گر پڑے جب غش سے افاقہ ہوا تھوڑی میگنیاں حضرت نے اٹھا کر اپنی ردائے مبارک کے گوشہ میں باندھ لیں اور مجھ کو بھی ارشاد کیا میں نے بھی تھوڑی میگنیاں اپنے گوشۂ ردا میں باندھ لیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا اے ابن عباس جب تم دیکھو کہ خون تازہ اس میں رواں ہے یقین کرنا کہ فرزند مظلوم میرا اس زمین پر شہید ہوا۔ ابن عباس کہتے ہیں میں اپنی نماز ہائے واجبی سے زیادہ ان میگنیوں کی محافظت میں اہتمام کرتا تھا اور ہمیشہ اپنی آستین میں باندھے رکھتا تھا ایک دن میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا جب میں جاگا تو میں نے دیکھا کہ میری آستین لہو سے بھری ہے اور خون ان میگنیوں سے جاری ہے یہ حال دیکھ کر میں اٹھ بیٹھا اور نالہ و فریاد کرنے لگا اور میں نے اپنے دل میں کہا بخدا کہ امام حسین فرزند رسول شہید ہوئے اور ہر گز علیؑ ابن ابیطالب

نے جھوٹ نہیں فرمایا ہے اور کبھی جناب امیر علیہ السلام نے مجھے ایسی خبر نہیں دی کہ واقع نہ ہوئی ہو کیوں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ان کو بہت سی ایسی خبریں دیتے تھے جس سے دوسروں کو مطلع نہ فرماتے تھے جب میں گھر سے باہر نکلا دیکھا کہ ایک غبار نے سارے مدینہ کو گھیر لیا ہے ایک دوسرے کو نظر نہیں آتا اور گویا سورج کو گہن لگ گیا ہے اور دیوار ہائے مدینہ سرخ ہیں گویا ان پر خون چھڑ کا ہے یہ دیکھ کر میں گریاں و نالاں اپنے گھر آیا اور اپنے دل میں کہا بخدا امام حسین شہید ہوئے ناگاہ گوشہ خانہ سے ایک آواز سنی اور گوینده نظر نہ آیا وہ کہتا تھا "اے آل رسول صبر کرو کہ فرزند بتول خستہ تن قتل ہوا۔ اور روح الامین نے نالہ و فریاد اس شہید مظلوم کے ماتم میں نزول کیا پھر اس شخص کے رونے کی آواز میرے کان میں آئی اس سے بڑی رقت نے مجھ پر غلبہ کیا اس وقت کو یاد رکھا وہ دسویں محرم کی تھی جب خبر شہادت امام حسین مدینہ میں پہنچی معلوم ہوا حضرت اسی روز شہید ہوئے اور وہ لوگ جو ہمراہ حضرت تھے بیان کرتے تھے ہم نے بھی قتل گاہ میں یہی آواز سنی تھی جو تم نے سنی اور گوینده اس کا نظر نہ آتا تھا گمان ہے کہ حضرت خضرؑ تھے۔ اکمال الدین میں بھی مثل اس روایت کے مروی ہے۔

صدوقؒ نے امالی میں ہرثمہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا جب ہم نے جناب امیرؑ کے ساتھ جنگ صفین سے مراجعت کی تو حضرت نے کربلا میں نزول اجلال فرمایا اور نماز صبح حضرت نے وہیں پڑھی۔ اس کے بعد حضرت نے ایک مشت خاک اس زمین پاک سے اٹھا کر سونگھی اور فرمایا خوشا حال تیرا اے خاک کہ تجھ سے ایک گروہ محشور ہوگا جو بے حساب داخل بہشت ہوگا پس ہرثمہ گھر میں اپنی زوجہ کے پاس آیا وہ مومنہ شیعیان علیؑ ابن ابی طالب سے تھی ہرثمہ نے وہ خبر اپنی زوجہ سے نقل کی اس زن نیک اعتقاد نے کہا جناب امیر المومنین علیہ السلام جھوٹ نہیں فرماتے اور جو کچھ حضرت فرماتے ہیں بلاشبہ واقع ہوگا۔ ہرثمہ کہتا ہے جب امام حسین علیہ السلام کربلا میں آئے میں لشکر ابن زیاد میں تھا میں نے جب اس زمین اور ان درختوں کو دیکھا تو مجھے

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی یاد آئی اسی وقت میں ناقہ پر سوار ہو کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور بعد سلام جو کچھ میں نے ان کے پدر عالی مقدار سے سُنا تھا عرض کیا حضرت نے یہ سُن کر مجھ سے فرمایا اے ہرثمہ تو ہماری نصرت دیاری کرے گا یا مجھ سے لڑے گا میں نے عرض کیا یا مولا نہ میں آپ کی نصرت کروں گا نہ لڑوں گا اور رفاقت آپ کی اس سبب سے نہیں اختیار کرتا کہ کئی لڑکے میں اپنے چھوڑ آیا ہوں اور ابن زیاد سے ڈرتا ہوں مبادا یہ خبر سُن کر میرے گھر کو غارت کرے حضرت نے فرمایا اے ہرثمہ اگر رفاقت میری نہیں اختیار کرتا تو یہاں سے چلا جا تاکہ میرا قتل ہونا نہ دیکھے اور آواز میری فریاد و استغاثہ کی تیرے کان تک نہ پہنچے کیونکہ قسم ہے مجھے اس خداوند یگانہ کی جس کے قبضہ میں حسین کی جان ہے جو شخص آواز میری فریاد و استغاثہ کی سُنے اور میری یاری نہ کرے حق تعالے اس کو سرنگوں جہنم میں ڈالے گا مصنف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ شاید حضرت کی مراد یہ ہو کہ ہماری آواز سُن کر ترک نصرت کرنے میں عذاب شدید تر ہو گا واللہ حضرت کی نصرت ہر حال میں واجب ہے۔

کتاب مذکور میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے ایک دن جناب امیرالمومنین علیہ السلام منبر کوفہ پر خطبہ پڑھتے تھے اثنائے خطبہ میں فرماتے تھے سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَوَاللّٰہِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ بِشَیْءٍ مَضٰی وَلَا عَنْ شَیْءٍ یَکُوْنُ اِلَّا اَنْبَأْتُکُمْ بِہٖ یعنی اے گروہ مردم جو چاہو مجھ سے سوال کرو پیش ازاں کہ مجھے نہ پاؤ کیونکہ قسم ہے خدا کی جو کچھ سوال کرو گے گزشتہ و آیندہ سے میں اس کی خبر دوں گا جب حضرت نے یہ بات ارشاد کی تو ایک شخص کہنے لگا یا علیؑ یہ بتلائیے کہ میرے سر اور ریش میں کتنے بال ہیں حضرت نے فرمایا کہ میرے حبیب رسول خدا نے مجھے خبر دی تھی کہ تو مجھ سے یہ سوال کرے گا اور تیرے ہر موئے سر و ریش میں ایک ایک شیطان ہے اور تیرے گھر میں ایک لڑکا ہے وہ لعین میرے فرزند کو شہید کرے گا۔ اس وقت بہت کمسن تھا اور چند روز ہوئے تھے کہ پاؤں چلنے لگا تھا۔ ابن قولویہ نے کتاب کامل الزیارت میں بھی

یہی روایت کی ہے۔

ابن بابویہ نے کتاب امالی میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہے کہ میری طرح سے زندگی کرے اور میری طرح سے مرے اور جنت عدن میں میری منزل میں داخل ہو تو اور تمسک کرے اس شاخ درخت سے جسے میرے پروردگار نے اپنے دست قدرت سے بویا ہے اور بحکم لفظ کن اسے پیدا کیا ہے پس اس کو چاہیئے کہ علی ابن ابی طالب کی دوستی اختیار کرے اور اس کے اوصیا کو اس کے بعد امام جانے یہ میری عترت ہیں اور میرے گوشت و خون سے پیدا ہوئے ہیں حق تعالیٰ نے میرے علم و فضل کو انھیں عطا فرمایا ہے اور میں خدا سے شکایت کرتا ہوں ان لوگوں کی جو میری اُمّت میں ہونے کے باوجود ان سے دشمنی رکھتے ہیں اور ان کی فضیلت سے انکار کرتے ہیں اور ان سے بدی کرکے میری عطا اور بخشش کو قطع کرتے ہیں قسم ہے خدا کی جو لوگ میرے فرزند حسین کو میرے بعد شہید کریں گے حق تعالیٰ ان کو میری شفاعت سے محروم رکھے گا۔

ارشاد و احتجاج میں مذکور ہے کہ آثار و اخبار میں وارد ہوا ہے ایک روز جناب امیرالمومنین علیہ السلام خطبہ پڑھ رہے تھے اثنائے خطبہ میں حضرت نے فرمایا سلونی قبل ان تفقدونی یعنی اے گروہ مردم جو چاہو مجھ سے سوال کرو بیشتر از اں کہ تم مجھے نہ پاؤ پس بخدا اگر مجھ سے سوال کرو ان لوگوں کے احوال سے جو سو آدمیوں کو گمراہ کریں یا سو کو ہدایت کریں گے تو میں تمھیں ان کے متعلق اور ان کے سرداروں اور ان کے داعی کے قیامت تک کے حالات بتا سکتا ہوں جب حضرت نے یہ فرمایا ایک شخص نے عرض کیا اے امیرالمومنین علیہ السلام مجھے بتائیے کہ میرے سر اور ریش میں کتنے بال ہیں فرمایا میرے حبیب رسول خدا نے خبر دی تھی تو مجھ سے یہ سوال کرے گا اور یہ بھی خبر دی کہ تیرے ہر موئے سر کے نیچے ایک فرشتہ ہے جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور ہر موئے ریش کے نیچے ایک شیطان ہے جو تجھے گمراہ کرتا ہے اور تیرے گھر میں ایک لڑکا ہے کہ جو فرزند دختر رسولؐ کو شہید کرے گا۔ اور اگر میں تیرے بالوں کی تعداد تجھے بتاؤں تو ہرگز میرے کہنے کو باور نہ کرے گا لیکن

اس خبر سے جو میں نے بیان کی اس سے حقیقت گفتار میری ظاہر ہو گی اس وقت اس کا بیٹا بہت کمسن تھا چنانچہ جیسا کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا اس نے امام حسین کو شہید کیا۔

حمیری نے کتاب قرب الاسناد میں حضرت صادق علیہ السلام اوران کے پدربزرگوار حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین اپنے دو صحابیوں کے ہمراہ صحرائے کربلا میں پہونچے جب داخل صحرا ہوئے حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے فرمایا یہ جگہ ان کے اونٹوں کے بٹھانے کی ہے اور یہ مقام ان کے بوجھ اتارنے کا ہے اور اس جگہ ان کا خون گرایا جائے گا خوشا حال تیرا اے خاک کہ خون دوستان خدا کا تجھ پر گرایا جائے گا

بصائر الدرجات میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا جو شخص چاہے کہ میری طرح زندگانی کرے اور میری طرح مرے اور جنت عدن میں داخل ہو جس کا میرے پروردگار نے وعدہ کیا ہے اور میرے رہنے کو وہ مقام مقرر کیا ہے اس جگہ ایک شاخ شاخ ہائے بہشت سے ہے جس کو حق تعالے نے اپنے دست قدرت سے بویا ہے چاہیئے کہ وہ شخص ولایت علیؑ ابن ابیطالب رکھے اور اماموں کو اس کے فرزندوں سے دوست رکھے بیشک یہ عترت میری میرے بعد امام ہیں اور میرے گوشت وخون سے پیدا ہوئے ہیں حق تعالے نے میرا علم و فضل ان کو عطا کیا ہے وائے ہو ان پر جو میری امت سے ان کی فضیلت کے منکر ہیں اور بدی کرنے سے میری بخشش وعطا کو قطع کرتے ہیں قسم خدا کی میرے فرزند حسینؑ کو شہید کریں گے خدا میری شفاعت سے انھیں محروم رکھے میں خدا سے شاکی ہوں ان کا جو میری امت میں ہو کر ان کے فضل کے منکر ہیں اور اپنی بدی سے میری بخشش اور عطا کو قطع کرتے ہیں قسم بہ خدا یہ میرے فرزند حسینؑ کو شہید کریں گے خدا انھیں میری شفاعت سے محروم رکھے۔

کتاب مذکور میں سوید بن غفلہ سے روایت ہے اس نے کہا ایک دن میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص آیا کہنے لگا یا امیر المومنین میں وادی قریٰ سے آپ کے پاس خبر دینے آیا ہوں کہ خالد بن عرفطہ نے وفات کی حضرت نے ارشاد کیا وہ نہیں مرا اس شخص نے دوبارہ پھر کہا وہ مر گیا حضرت نے فرمایا وہ نہیں مرا

قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ ابھی نہیں مرے گا بار سوم وہ شخص کہنے لگا سبحان اللہ میں آپ کو اس کی وفات کی خبر دیتا ہوں آپ فرماتے ہیں وہ نہیں مرا حضرت نے فرمایا قسم ہے مجھے خدائے یگانہ کی وہ نہ مرے گا۔ جب تک کہ پیشوا نہ ہو لشکر ضلالت کا اور علم اس شقی کا حبیب ابن مجاز کے ہاتھ میں ہو گا جب یہ خبر حبیب ابن مجاز نے سُنی حضرت کی خدمت میں آیا کہنے لگا یا مولا میں آپ کا خیرخواہ ہوں اور آپ میرے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں قسم ہے خدا کی میں اپنے حال کو ایسا نہیں پاتا کہ مرتکب ایسے امر زبوں کا ہوں حضرت نے ارشاد کیا اگر تو حبیب ابن مجاز ہے تو یقیناً تو علم دار لشکر اہل ستم ہو گا پس حبیب حضرت کے پاس سے چلا گیا اس وقت حضرت نے پھر فرمایا اگر تو حبیب جماز ہے تو اس علم کو اٹھائے گا۔ ابو حمزہ جو راوی حدیث ہے کہتا ہے قسم بخدا حبیب جب تک نہ مرا الآیہ کہ ابن سعد نے اسے علمدار لشکر کیا اور سردار لشکر خالد بن عرفطہ کو کر کے امام حسینؑ سے لڑنے کو بھیجا۔ کتاب ارشاد میں سوید ابن غفلہ سے مثل اس کے روایت ہے اور آخر حدیث میں یہ زیادتی ہے کہ حبیب علم کو کوفہ میں لے گیا اور باب الفیل سے مسجد میں داخل ہوا۔

ابن قولویہ نے کامل الزیارت میں جناب صادق سے روایت کی ہے ایک دن امام حسین علیہ السلام آغوش رسول میں بیٹھے اور حضرت ان سے کھیل رہے تھے۔ اور اس معصوم کو ہنسلاتے تھے عائشہ نے یہ حال دیکھ کر عرض کیا رسول اللہ آپ کس قدر اس طفل کو دوست رکھتے ہیں فرمایا اے عائشہ کیونکر اس کو دوست نہ رکھوں تیرا یہ کلام مجھے پسند نہ آیا کیونکہ یہ میرا نور چشم میوۂ دل ہے میری اُمت اسے قتل کرے گی پس جو شخص بعد شہادت اس مظلوم کی زیارت کرے حق تعالےٰ ثواب ایک حج کا میرے حجوں سے اس کے نامۂ عمل میں لکھے گا۔ عائشہ نے متعجب ہو کر کہا یا رسول اللہ زوار حسین کو اس قدر ثواب عطا ہو گا فرمایا بلکہ دو حج کا ثواب پھر عائشہ نے متعجب ہو کر پوچھا فرمایا بلکہ ثواب چار حج کا میرے حجوں سے اسی طرح ہر مرتبہ حضرت عائشہ تعجب کرتی رہیں اور حضرت ثواب زائر کو زیادہ فرماتے رہے یہاں تک کہ فرمایا حق تعالےٰ ثواب نوے حج کا میرے حجوں سے عطا کرے گا جو مع عمرہ بجا لایا ہوں۔ کتاب امالی میں مثل اسی کے روایت ہے۔

زوارِ حسین اس اُمت کے صدیق ہیں :- کتاب کامل الزیارت میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جب طفلی میں امام حسین علیہ السلام پیغمبر کے پاس آتے تھے حضرت جناب امیرؑ سے فرماتے تھے تم اس کو لئے رہو اس وقت حضرت گلوئے حسین کے بوسے لے کر روتے جاتے تھے یہ دیکھ کر امام حسینؑ پوچھتے تھے یا ابتاہ آپ کیوں روتے ہیں فرماتے تھے کیوں نہ روؤں اے حسینؑ میں اس جگہ کے بوسے لیتا ہوں جہاں تلوار تیرے دشمن کی چلے گی عرض کیا اے پدر بزرگوار کیا میں قتل کیا جاؤں گا فرمایا بخدا تو اور تیرا بھائی اور تیرا باپ سب شہید ہوں گے حضرت امام حسین نے پوچھا اے پدر بزرگوار قبریں ہم سب کی جدا جدا ہوں گی فرمایا ہاں امام حسینؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب قبریں ہم سب کی جدا جدا ہوں گی تو آپ کی اُمت سے ہماری زیارت کون کرے گا۔ فرمایا تم سب کی وہ لوگ زیارت کریں گے جو صدیق ہیں میری اُمت کے۔

کتاب مذکور میں عبداللہ جدلی سے روایت ہے اس نے کہا ایک دن میں حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں گیا حضرت کے پہلو میں امام حسین بیٹھے تھے حضرت نے اپنا ہاتھ حسینؑ کے شانہ پر رکھ کر فرمایا یہ فرزند قتل ہوگا اور کوئی شخص اس کی نصرت نہ کرے گا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا یا امیرالمومنین وہ ایام بُرے ایام ہوں گے زندگانی اس دن کی بد زندگانی ہوگی حضرت نے فرمایا اے عبداللہ یہ امر ضرور واقع ہونے والا ہے۔

کتاب مذکور میں ہانی ابن ہانی سے روایت ہے ایک دن جناب امیرالمومنین نے فرمایا حسین قتل ہوگا میں اس زمین کو پہچانتا ہوں جس پر یہ قتل ہوگا اور وہ نزدیک ہے نہر فرات سے ابن الخطاب سے بھی مثل اسی کے روایت ہے۔

کتاب مذکور میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے جناب امیرالمومنین نے امام حسینؑ سے فرمایا اے ابو عبداللہ ایک مدت سے لوگ تمہارے لئے غمزدہ ہیں۔ عرض کیا اے پدر بزرگوار فدا ہوں میں آپ پر مجھے کیا ہونے والا ہے جو میرے لئے سب غمزدہ ہیں جناب امیر نے فرمایا جو میں جانتا ہوں لوگ نہیں جانتے؟ عنقریب تمام مطلع ہوں گے اور اے فرزند تو بھی مطلع ہو جائے گا پیش از آں کہ اس مصیبت میں مبتلا ہو گا قسم بخدا کہ بنی اُمیہ تیرا خون بہائیں گے مگر تجھ کو دین سے نہ پھیر سکیں نہ یاد خدا تیرے

دل سے بھلا سکیں گے امام حسینؑ نے عرض کیا اے پدر بزرگوار مجھ کو یہی کافی ہے میں اقرار کرتا ہوں اس چیز کا جو حق تعالےٰ نے میرے لئے مقرر کی ہے اور تصدیق کرتا ہوں ارشاد رسول کی اور آپ کی تکذیب نہیں کرتا۔

ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمۃ میں منقول ہے۔ برائر بن عازب کہتے ہیں ایک دن جناب امیر نے مجھ سے فرمایا اے براء کہتے ہیں قسم بخدا سچ کہا تھا علی ابن ابیطالبؑ نے امام حسینؑ قتل ہوئے اور میں نے ان کی نصرت نہ کی اور بعد شہادت آنحضرت اظہار حسرت و ندامت کرتا تھا مگر ندامت سے کیا ہوتا ہے۔

کتاب کشف الغمہ اور کتاب ارشاد میں عبداللہ ابن شریک عامری سے منقول ہے کہ جب عمر سعد مسجد میں آتا تھا اصحاب جناب امیرؑ کہتے تھے یہ ملعون قاتل حسینؑ ہوگا اس بات کو شہادت حسینؑ سے بہت قبل کہتے تھے۔ ان ہی دو کتابوں میں سالم ابن ابو حفصہ سے مروی ہے ایک دن عمر سعد نے امام حسینؑ سے عرض کیا کہ احمقوں کی ایک جماعت یہ خیال کرتی ہے کہ میں آپ کو قتل کروں گا فرمایا وہ بے عقل نہیں ہیں بلکہ وہ عالم و دانا ہیں لیکن میں اس بات سے شاد ہوں تو میرے بعد گندم عراق نہ کھائے گا مگر چند روز۔

ہندہ کا المناک خواب :- ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہندہ مادر معاویہ نے عائشہؓ سے کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے چاہتی ہوں پیغمبرؐ سے عرض کروں تم حضرت سے اجازت لو عائشہؓ نے پیام ہندہ عرض کیا حضرت نے اجازت دی وہ حضرت کے پاس حاضر ہوئی عرض کیا یا حضرت میں نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب نے میرے سر پر طلوع کیا اس آفتاب سے ایک چھوٹا آفتاب پیدا ہوا اور ایک سیاہ چاند میرے بطن سے نکلا اس سے ایک سیاہ ستارہ پیدا ہوا ستارہ سیاہ نے آفتاب خورد پر حملہ کر دیا اور اس کو نگل گیا پس ستارہ ہائے آسمان سیاہ و تاریک ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بہت ستارے آسمان پر ظاہر ہوگئے اور ستارہ سیاہ زمین پر نمودار ہوئے اور وہ تمام روئے زمین پر منتشر ہو گئے انھوں نے آفاق کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اس خواب کو سنتے ہی حضرت کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوئے اور دو مرتبہ مادر معاویہ

کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا دُور ہو اے دشمن خدا تو نے میرے غم کو تازہ کر دیا میرے دوستوں کی بنائی ہے کر آئی ہے ہندہ وہاں سے دفع ہوئی حضرت نے فرمایا خداوند لعنت کرے اس ملعونہ پر سب نے حضرت سے اس کی تعبیر پوچھی ارشاد کیا وہ آفتاب جو پہلے طالع ہوا خورشید بُرج امامت علی ابن ابی طالبؑ ہے اور آفتاب خورد حسینؑ ابن علیؑ ہے اور ماہ سیاہ جو اس ملعونہ کے بطن سے نکلا معاویہ ہے وہ ستارہ سیاہ جو ماہ سیاہ سے نکلا اور ماہ خورد کو نگل گیا یزید پسر معاویہ ہے جو حسینؑ سے لڑے گا اور اسے شہید کرے گا جس دن وہ شہید ہو گا اس دن آفتاب سیاہ ہو جائے گا اور ستارہ ہائے آسمان تیرہ و تار ہو جائیں گے ظلمت کفر و ضلالت تمام جہان کو گھیر لے گی ستارہ ہائے تاریک جو زمین پر نمودار ہوئے اور تمام روئے زمین پر منتشر ہو گئے وہ بنی اُمیّہ ہیں سب زمین کو گھیر لیں گے۔

فرات بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے ایک دن جناب سیدہؑ حسینؑ کو گود میں لئے تھیں جناب رسولؐ خدا نے اس معصوم کو سیدہ کی گود سے لے کر فرمایا اے فرزند خدا لعنت کرے تیرے قاتل پر اور لعنت کرے اس ملعون پر جو بعد شہادت تیری لاش کو برہنہ و عریاں کرے اور خدا ہلاک کرے ان ملعونوں کو جو اعانت کریں تیرے قتل پر خدا حکم کرے درمیان ہمارے اور ان کے جو تیرے قاتلوں کی نصرت کریں جناب فاطمہ نے جب یہ خبر وحشت اثر سنی کہنے لگیں اے پدر بزرگوار میرے فرزند کے حق میں آپ یہ کیا فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا مجھ کو وہ مصائب و مظالم یاد آئے جو میرے اور تمہارے بعد اس فرزند پر گزریں گے یہ فرزند اس روز ایسے اصحاب کے ساتھ ہو گا جو مانند ستارہ ہائے آسمان درخشاں ہوں گے اور بکمال اشتیاق میدان کارزار میں جا کر قتل ہوں گے گویا میری آنکھوں کے سامنے اس کا لشکرگاہ اور خیمہ گاہ ہے اور قبریں ان سب کی میرے سامنے ہیں جناب فاطمہ نے عرض کیا اے پدر بزرگوار یہ امر کس جگہ واقع ہو گا فرمایا نام اس زمین کا کربلا ہے وہ جگہ اہل بیت رسول کے لئے کرب و بلا اور محنت و عنا کی جگہ ہو گی اور ان پر بدترین مردم میری اُمت کے خروج کریں گے اگر ان سے ایک شخص کے لئے جمیع اہل آسمان و زمین شفاعت کریں کسی کی شفاعت درگاہ الٰہی میں قبول نہ ہو گی اور ابدالآباد

عذاب شدید جہنم میں معذب رہیں گے جناب فاطمہ نے عرض کیا اے پدر بزرگوار میرا فرزند قتل ہوگا فرمایا اے دختر گرامی اس طرح قتل ہوگا کہ کوئی شخص زمانہ سابق میں اس طرح قتل نہیں ہوا اس کی مصیبت پر ساتوں آسمان زمین اور ملائک اور جانوران صحرا اور ماہیان دریا اور پہاڑ روویں گے اور خدا سے اجازت طلب کریں گے کہ اس کے قاتلوں سے انتقام لیں مگر اجازت نہ پائیں گے اور اگر اجازت ملے تو کوئی نفس نہیں رہ باقی رہے

زائران حسین کے مراتب:- ایک جماعت میرے دوستوں سے اس کی زیارت کو آئے گی قسم بخدا وحق اہلبیت روئے زمین پر کوئی دانا تر ان سے نہ ہوگا اور سوا ان کے کوئی متوجہ زیارت نہ ہوگا یہ لوگ چراغ راہ ہدایت ہیں فردائے قیامت شفاعت پانے والے ہیں جب حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے ان کو صورت خوب اور سیمائے مرغوب سے پہچان لوں گا کہ یہ زائر حسین ہیں اس دن لوگ ہر ملت و مذہب کے اپنے پیشواؤں کو ڈھونڈیں گے اور یہ لوگ سوا میرے اور کسی کو طلب نہ کریں گے ان کے سبب سے زمین قائم ہے اور ان کی برکت سے باران رحمت آسمان سے نزول کرتا ہے جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا اے بیٹی بہترین اہل بہشت وہ شہید ہیں جنھوں نے دنیا میں اپنی جان و مال کو راہ خدا میں دے ڈالا اور بہشت و ثواب کو جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے حق سبحانہ و تعالیٰ سے اس کے عوض مول لیا ہے راہ خدا میں مارا جانا بہتر ہے بستر بیماری پر مرنے سے جس کے لئے شہادت مقرر ہوئی ہے وہ ضرور اپنی قتل گاہ پر جائے گا اور جو شخص اس سعادت سے محروم رہے اس کے لئے موت یقینی ہے اے فاطمہؑ کیا نہیں چاہتی ہو فردائے قیامت جو حکم اس خلق کے حق میں تم کرو اس کی اطاعت کی جائے آیا راضی نہیں ہو تم کہ تمھارا بیٹا حاملان عرش سے ہو آیا راضی نہیں ہو کہ تمھارا باپ شفیع روز جزا ہو آیا راضی نہیں ہو کہ تمھارا شوہر ساقی حوض کوثر اس دن ہو جس دن تمام خلقت پیاس سے جاں بلب ہوگی اپنے دوستوں کو حوض کوثر سے سیراب کرے گا اور دشمنوں کو پیاسا رکھے گا آیا راضی نہیں ہو کہ تمھارا شوہر قسیم دوزخ ہو جہنم کو جو حکم کرے گا وہ اس کی اطاعت کرے گا جس شخص کو چاہے جہنم سے نکال لے جس کو چاہے جہنم میں رہنے دے آیا راضی نہیں ہو اس مرتبہ پر کہ ملائکہ آسمان کے چاروں طرف کھڑے تمھارے حکم کے منتظر ہوں جو حکم کرو اس کو بجا لائیں اور تمھارے شوہر کو عرش خدا

کے سامنے اپنے دشمنوں سے خصومت کرتا دیکھیں کیا گمان ہے تم کو خدا کیا سلوک کرے گا تمہارے شوہر اور فرزند کے قاتل سے جب کہ ان کی حجت تمام خلق پر تمام ہو چکی ہوگی اور آتش جہنم کو حکم کیا جائے گا کہ تمہارے شوہر کی اطاعت کرے آیا تم راضی نہیں کہ ملائکہ مقربین تمہارے فرزند پر گریہ وزاری کریں اور نہایت غم زدہ اور متاسف ہوں آیا راضی نہیں جو شخص اس کی زیارت کو جاوے وہ امان خدا میں ہو اس کے زائر کا ثواب ایسا ہے جیسا خانہ کعبہ کو گیا اور حج عمرہ بجالایا جب تک اس کا زائر راہ میں ہو ایک لمحہ رحمت خدا سے خالی نہ رہے اور امان خدا اس کے شامل ہو اگر مرجائے تو خدا اس کو شہیدوں کا اجر دے گا اگر زندہ رہے تو حافظان اعمال ہمیشہ اس کے حق میں دعائے خیر کریں گے اور ہمیشہ حفظ و امان خدا میں رہے گا یہاں تک کہ دنیا سے مفارقت کرے جناب فاطمہؑ نے عرض کیا اے پدر بزرگوار میں راضی ہوئی اور حکم خدا کو تسلیم کیا اور خدا پر توکل کیا جب جناب رسالت مآبؐ نے یہ کلام جناب سیدہ کا سنا اپنا دست مبارک ان کے قلب پر پھیرا اور آنسوان کے پونچھ کر فرمایا میں اور تم اور تمہارا شوہر اور دونوں فرزند تمہارے ایسے مکان میں ہوں گے کہ آنکھیں تمہاری اس کے مشاہدہ سے روشن اور دل تمہارا شاد ہوگا۔

امام حسینؑ کا جنگ صفین میں پانی لانا: ۔بعض کتب معتبرہ میں عبداللہ بن قیس سے روایت ہے اس نے کہا جب میں جناب امیرالمومنین کے ساتھ جنگ صفین کو گیا ابوالاعور سلمی نے آکر آب فرات کو گھیر لیا اور مانع ہوا اصحاب جناب امیرؑ پانی تک نہ جاسکتے تھے پس اصحاب نے شدت تشنگی کی شکایت کی حضرت نے سواروں کو حکم دیا کہ ابوالاعور سلمی کو مع اس کی فوج کے فرات کے کنارہ سے ہٹا دو جب حضرت کے اصحاب بموجب ارشاد گئے اشقیا کو فرات سے دفع نہ کرسکے اور شکست کھا کر پھر آئے یہ حال دیکھکر حضرت کبیدہ خاطر ہوئے اس وقت امام حسینؑ نے عرض کیا اے پدر بزرگوار اجازت دیجئے جب اجازت لی اپنے ساتھ چند سوار لے کر منافقوں سے لڑنے کو روانہ ہوئے اور ضرب شمشیر آب دار سے ان اشرار کو کنارۂ فرات سے بھگا دیا اور بہت سے منافقوں کو جہنم واصل کیا ابوایوب ملعون نے شکست کھائی اور امام حسینؑ نے اپنا خیمہ فرات کے کنارہ برپا

کر کے اپنے سواروں کو مقرر کیا خود بنفس نفیس جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خبر فتح حضرت کو دی سنتے ہی حضرت زار زار رونے لگے اصحاب نے عرض کیا یا امیر المومنینؑ یہ وقت خوشی ہے کہ پہلی فتح برکت حسین علیہ السلام سے ہوئی آپ کے رونے کا کیا سبب ہے فرمایا اس وقت یاد آیا مجھے وہ دن کہ اسی حسینؑ کو صحرائے کربلا میں آب فرات سے منع کریں گے اور تشنہ لب شہید کریں گے بعد شہادت اسپ وفادار اس کا دوڑتا ہوا خیمہ اہلبیت کی طرف جائے گا اور اس امت جفاکار کی یاد کرے گا جنھوں نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو شہید کیا۔

ابن نما علیہ الرحمتہ نے مثیر الاحزان میں ابن عباس سے روایت کی ہے جب مرض الموت جناب رسالت مآبؐ کا شدید ہوا آنحضرتؐ نے حسینؑ کو اپنی چھاتی سے لگایا اور پسینہ حضرت کی پیشانی مبارک کا امام حسینؑ کے منہ پر ٹپکتا تھا اور روح پر فتوح حضرت کی اعلیٰ علیین کا قصد رکھتی تھی اور بار بار فرماتے تھے ہائے میں نے یزید ملعون کا کیا بگاڑا ہے خداوند العنت کر یزید ملعون پر یہ فرما کر دیر تک حضرت پر غش کا عالم طاری رہا جب غش سے افاقہ ہوا پھر امام حسینؑ کے بوسے لیتے تھے اور آنسو حضرت کی آنکھوں سے جاری تھے اور فرماتے تھے اے فرزند میرے اور تیرے قاتل کے درمیان خدا کے سامنے ایک مقام ہوگا۔

(۹)
باب

مصیبت خاص آل عبا سب مصیبتوں سے اور بزرگ تر ہے

شیخ صدوق نے کتاب علل الشرائع میں عبداللہ ابن فضل سے روایت کی ہے اس نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ کس سبب سے عاشورا کا روز گریہ و مصیبت اور اندوہ و ماتم کا روز ہے کیا روز وفات حضرت رسول و جناب سیدہ اور روز شہادت امام حسن علیہ السلام جزع و مصیبت میں روز عاشورا کے برابر نہیں ہے صادق آل محمدؐ

نے فرمایا اے عبداللہ روز شہادت حضرت امام حسینؑ مصیبت میں سب دِنوں سے بزرگ تر اور عظیم تر ہے کیوں کہ آلِ عبا و اصحاب کساء جو سب سے افضل اور اولیٰ تھے پانچ تن ہیں اور لوگ ان پانچوں بزرگوں کو یک جا مشاہدہ کرتے تھے پس جب حضرت رسالتؐ نے دُنیا سے رحلت کی تو جناب امیرالمومنینؑ و جناب فاطمہؑ و حسنینؑ موجود تھے لوگ اپنے دلوں کو ان بزرگوں کی زیارت سے تسلّی دیتے تھے جب جناب فاطمہؑ نے دُنیا سے مفارقت کی لوگ اپنے دلوں کو حضرت امیرالمومنینؑ اور حسنینؑ کی زیارت سے تسلّی دیتے تھے حضرت امیر شہید ہوئے تو زیارت حسنینؑ سے سب کو تسلّی ہوتی رہی جب امام حسنؑ بھی شہید ہوئے پس لوگ زیارت حسینؑ سے تسلّی پاتے تھے اور اپنی آنکھوں کو ان کے نور لقا سے روشن کرتے تھے جب حضرت امام حسینؑ بھی شہید ہوگئے کوئی معصوم پنج تن سے باقی نہ رہا کہ جس کی زیارت سے لوگ اپنے قلب کو تسلّی دیں اس لئے شہادت امام حسین سب بزرگوں کی رحلت کے برابر ہے اور آپ کی حیات بھی سب کی حیات کے مثل ہے اور آپ کا روز شہادت سب مصیبتوں سے عظیم تر ہے۔ راوی نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ علی ابن الحسینؑ کی زیارت کیا پنج تن کی زیارت جیسی نہ تھی۔ حضرت صادق نے یہ سُن کر ارشاد کیا علی ابن الحسین حجت خدا اور امام زمان اور عابدوں کے پیشوا تھے۔ مگر انھوں نے زیارت رسولؐ نہ کی تھی اور نہ کوئی حدیث زبان رسولؐ سے سُنی تھی بلکہ علوم امامت و اسرار خلافت اپنے پدر بزرگوار اور جد عالی مقدار پیغمبرؐ خدا سے بہ میراث پہنچے تھے لوگوں نے حضرت امیر اور جناب فاطمہ اور حسنین کو بارہا ہمراہ پیغمبر کے دیکھا تھا اکثر مجلسوں میں ان پانچ بزرگوں سے باہم ملاقات کی تھی ان کے فضائل اور مناقب زبان رسول سے سُنے تھے۔ جب ایک بزرگ کو ان میں سے دیکھتے تھے تو انھیں عہد رسولؐ یاد آجاتا تھا اور فضائل ان کے جو پیغمبر خدا سے سُنے تھے یاد کرتے تھے جب امام حسینؑ نے دُنیا سے رحلت کی تو اب کوئی ایسا باقی نہ تھا جس کے دیکھنے سے مجالس و محافل رسول و فضائل و مناقب کو یاد کرتے پس بروز شہادت حسینؑ پنج تن کا خاتمہ ہوگیا اس لئے مصیبت حضرت سیدالشہدا جملہ مصائب سے عظیم تر ہے۔

روز عاشورا عید منانے کی وجہ :۔ راوی حدیث نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ اس کا کیا باعث ہے کہ مخالفین عاشورا کو روز برکت جانتے ہیں حضرت یہ کلام سن کر رونے لگے فرمایا جب میرے جد بزرگوار حسینؑ مظلوم شہید ہوئے لوگوں نے شام میں یزید کو خوش کرنے کے لئے حدیثیں وضع کیں از انجملہ یہ حدیث فضیلت و برکت روز عاشورا بھی وضع کی تاکہ لوگ رونے پیٹنے سے باز رہیں اور خوشی و مبارکباد اور آذوقہ مہیا کرنے میں مشغول رہیں پس خدا حکم کرے ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان اس کے بعد حضرت نے فرمایا اے پسر عم ضرر ان احادیث کا اسلام و اہل اسلام پر کمتر ہے ضرر سے ان لوگوں کی جو ادعا ہماری دوستی اور محبت کا کرتے ہیں اور ہماری امامت کے قائل ہیں باوجود ایسے اعتقاد و محبت کے مدعی ہیں کہ حسینؑ شہید نہیں ہوئے بلکہ جس طرح حضرت عیسٰی بن مریم کو لوگوں نے جانا کہ قتل ہوئے اور فی الحقیقت وہ قتل نہیں ہوئے اسی طرح امام حسینؑ کو سمجھتے ہیں پس بنابراس اعتقاد کے چاہیئے کہ بنی امیہ پر بالکل عذاب نہ ہو۔ اے پسر عم جو شخص ادعا کرے کہ حضرت قتل نہیں ہوئے اس نے جھوٹا جانا رسول خدا کو اور نسبت دروغ آئمہ ہدیٰ پر باندھی ان اخبار صادقہ کے بارے میں جو امام حسینؑ کی شہادت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور جس شخص نے رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ کی تکذیب کی وہ کافر ہے بخداوند عظیم خون اس کا مباح ہے اس شخص کے لئے جو ایسی بات سنے۔
راوی نے عرض کیا یا بن رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں اس جماعت کے حق میں جو آپ کی شیعہ ہو کر ایسا اعتقاد رکھے۔ فرمایا وہ ہمارے شیعہ نہیں ہم ان سے بیزار ہیں

غلات و مفوضہ پر لعنت :۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا یا بن رسول اللہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ .... خَاسِئِيْنَ ۵ الخ (سورہ البقرہ آیت ۶۵)
فرمایا بہ تحقیق کہ وہ لوگ مسخ ہوئے اور تین دن تک زندہ رہے اس کے بعد مر گئے اور نسل ان کی باقی نہ رہی یہ بوزینہ جو اس زمانہ میں موجود ہے اس بوزینہ ممسوخ کی نسل سے نہیں ہے مگر اس سے مشابہ ہے اور اسی طرح خنزیر اور جملہ ممسوخات ان میں سے اب کوئی موجود نہیں ہے اور یہ موجود ان کے مشابہ ہیں اور گوشت ان کا حرام ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا خدا لعنت

کرے فرقہ غالی پر جو ہمارے حق میں غلو کرتے ہیں اور حد سے تجاوز کرتے ہیں اور لعنت خدا مفوضہ پر جو کہتے ہیں حق تعالٰے نے خلق عالم کو ہم پر چھوڑا ہے اس لئے انھوں نے معصیّت خدا کو صغیرا ور سبک جانا پس کافر ہوئے اور خدا کے لئے شریک قرار دیا اور گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا ہے تاکہ واجبات خدا کو نہ کریں اور حقوق خدا و خلق خدا ادا نہ کریں۔

کتاب خصال میں عمرو بن بشر ہمدانی سے روایت ہے اس نے ابو اسحاق سے پوچھا کس وقت سے لوگ ذلیل ہوئے کہا جس وقت سے امام شہید ہوئے اور معاویہ نے زیاد کو اپنے باپ سے ملحق کیا۔ اور حجر ابن عدی کو قتل کیا۔

کتاب احتجاج میں اسحاق ابن یعقوب سے روایت ہے کہ ایک فرمان حضرت صاحب الامر کا محمد ابن عباس کے پاس آیا جس میں لکھا تھا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ شہید نہیں ہوئے یہ قول کفر ہے۔ ابن بابویہ کتاب عیون اخبار رضا میں ابو الصلت ہروی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ایک گروہ کوفے میں دعوٰے کرتا ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ قتل نہیں ہوئے اور حق تعالٰی نے حنظلہ ابن شامی کو حضرت کی صورت بنادیا اور ان کو آسمان پر بلا لیا جس طرح ابن مریم کو آسمان پر بلا لیا اور وہ لوگ اس آیہ کو حجت میں پیش کرتے ہیں۔ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ .... سَبِيْلًا الخ

دالنساء آیت ۱۴۱ یعنی حق تعالٰے نے کافروں کو مومنین پر کوئی تسلّط نہیں دیا حضرت نے فرمایا جھوٹ کہتے ہیں لعنت خدا اور غضب ہو ان پر یہ لوگ کافر ہوئے بہ سبب تکذیب کرنے پیغمبر خدا کے کیونکہ آنحضرتؐ نے قتل حسینؑ کی خبر دی ہے قسم بخدا حسینؑ قتل ہوئے اور قتل ہوا وہ شخص جو بہتر تھا حسینؑ سے یعنی علی ابن ابی طالبؑ اور امام حسن علیہما السلام اور کوئی ہم اہلبیت سے ایسا نہیں جو قتل نہ ہوا اور بہ مکر و حیلہ مجھ کو بھی زہر دے کر شہید کریں گے مجھ کو یہ خبر رسولؐ خدا سے پہنچی ہے اور رسولؐ کو حضرت جبرئیل نے رب جلیل کی جانب سے خبر دی ہے اور مراد حق سبحانہ وتعالٰے کی اس آیہ میں یہ ہے کہ مومنوں پر کفار کی حجت نہیں ہے (یعنی وہ مناظرہ میں غالب نہیں آسکتے) نہ کہ یہ معنی جو تم نے بیان کئے۔ اس لئے کہ حق تعالٰے نے

قرآن مجید میں خبر دی ہے کافروں نے اکثر پیغمبروں کو ناحق قتل کیا لیکن باوجود قتل کرنے کے پیغمبروں کی حجت ان پر غالب تھی اور حقیقت ظاہر تھی۔

باب (۱۰)

اس امر کے بیان میں کہ حق تعالیٰ نے ظالمان و قاتلان آئمہ معصومین کو قتل سے کس واسطے باز نہ رکھا

کتاب اکمال الدین و احتجاج طبرسی و علل الشرائع میں محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی سے روایت ہے اس نے کہا میں ایک دن شیخ ابوالقاسم حسین ابن روح قدس اللہ روحہ جو کہ نائب خاص جناب صاحب الامر عجل اللہ فرجہ ہیں کے ساتھ مع ایک جماعت کے بیٹھا تھا اور علی ابن عیسیٰ قصری بھی ان میں تھا ناگاہ ایک شخص اس جماعت سے اٹھ کر کہنے لگا ایک مسئلہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

شیخ ابوالقاسم نے کہا: "جو جی چاہے پوچھ" اس نے کہا "آیا حسینؑ بن علیؑ ولی خدا ہیں؟ شیخ نے کہا "بیشک وہ ولی خدا ہیں"!

اس نے کہا آیا قاتل ان جناب کا دشمن خدا تھا یا نہیں؟ "شیخ نے کہا! "بیشک دشمن خدا تھا" اس نے پوچھا آیا جائز ہے کہ حق تعالیٰ اپنے دشمن کو اپنے دوست پر مسلط کرے شیخ نے کہا جو کچھ کہتا ہوں اس کو سمجھ اور آگاہ ہو۔ لوگ حق تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اور سب آدمی کلام خدا کو نہ سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں اس لئے حضرت احدیت نے ان کے لئے رسول ان کی جنس اور صنف سے بھیجا ہے جو مثل ان کے ہے کیوں کہ اگر رسول ان صورت کا نہ ہوتا اور غیر جنس سے ہوتا تو یہ اس سے نفرت کرتے اور اس کے کہنے کو قبول نہ کرتے اور جس وقت ان کے جنس سے تھے اور کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے تو کہنے لگے تم بھی مثل ہمارے ہو پس ہم تمہارے کہنے کو قبول نہ کریں گے جب تک کوئی چیز ایسی نہ لاؤ کہ ہم اس کے کرنے سے عاجز ہوں۔ اور ہم اس پر قادر نہ ہوں اس وقت ہم جانیں گے کہ حق تعالیٰ نے اپنی رسالت اور خلافت کے لئے تم کو مخصوص کیا ہے اس وقت

حق تعالٰے نے رسولوں کے لئے ایسے معجزات مقرر فرمائے کہ تمام مخلوقات جن کے بجالانے سے عاجز تھی بعض پیغمبر ڈرانے اور تخویف کے بعد اپنی امت کے لیے طوفان لائے اور قوم کے باغیوں و سرکشوں کو غرق کیا بعض نے اپنے پیغمبر کو آگ میں ڈال دیا اور حق تعالٰے نے آگ کو ان کے لئے سرد کر دیا اور آگ سے صحیح و سالم نکالا۔ کسی نبی نے سنگ سخت سے ایسا ناقہ برآمد کیا کہ دودھ اس کی چھاتیوں سے جاری تھا اور کسی کے لئے دریا شگافتہ ہوا اور سنگ خشک سے چشمہ ہائے شیریں جاری ہوئے اور عصائے خشک اژدہا ہو گیا اور جو کچھ ساحروں نے ظاہر کیا تھا اس کو نگل گیا کسی نے ان میں سے اندھے اور مبروص کو شفا بخشی اور مردہ کو بحکم خدا زندہ کیا اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے اور کھاتے تھے خدا نے اس سے آگاہ کیا کسی کے لئے چاند دو ٹکڑے ہوا اور جانوروں نے مثل شتر اور گرگ وغیرہ کے ان سے باتیں کی جب رسول ایسے معجزے لائے اور ان کی امت بجالانے سے عاجز ہوئی حق تعالٰے نے اپنے لطف و مہربانی اور حکمت کاملہ سے پیغمبروں کو باوجود ان سب معجزات کے کبھی غالب کبھی مغلوب کسی وقت مقہور کیا۔ اگر پیغمبر باوجود ان معجزات اور خوارق عادات کے ہر حال میں غالب اور قاہر ہوتے اور مصیبت میں مبتلا نہ کئے جاتے تو لوگ ان کو خدا جاننے لگتے پھر یہ کہ مصیبت کے وقت ان کے صبر کی قوت بھی آشکارا نہ ہوتی اس لئے حق تعالٰے نے ان امور میں پیغمبروں کے احوال کو مثل اوروں کے رکھا تاکہ محنت و بلا میں صبر کریں اور عافیت و شکون میں شکر کریں اور ہر حال میں تواضع اور فروتنی کریں تکبر و تجبر نہ کریں تاکہ لوگ جانیں کہ ان کے لئے ایک خدا ہے جو سب کا خالق و مالک ہے تاکہ اس کی عبادت و اطاعت کریں اور حجت خدا کی تمام ہو اس شخص پر جو حدود خدا سے ان کے بارے میں نکل جائے اور دعوئے ان کی خدائی کا کرے یا عداوت و مخالفت اور نافرمانی ان کی کرے اور جو پیغام خدا کی طرف سے لاتے ہیں۔ اس کا انکار کرے۔ تاآنکہ جو ہلاک ہو بعد اتمام حجت کے ہلاک ہو اور جو نجات پائے، بدلیل و برہان نجات پائے۔

محمد ابن ابراہیم ابن اسحاق کہتا ہے کہ میں دوسرے دن شیخ ابوالقاسم

حسین ابن روح کی خدمت میں گیا اور اپنے دل میں کہتا تھا ہو سکتا ہے کہ کل شیخ ابوالقاسم نے یہ خبر اپنی طرف سے کہی ہو۔ اور حضرت صاحب الامر سے نہ سنا ہو جب میں شیخ کی خدمت میں پہنچا انھوں نے از خود کہنا شروع کیا۔ اے محمد بن ابراہیم میرے لئے یہ آسان ہے کہ میں آسمان سے گر پڑوں اور کوئی پرندہ مجھ کو جھپٹ لے یا ہوا کا ہولناک جھکڑ مجھ کو اٹھا لے بہ نسبت اس کے کہ کوئی حرف دین خدا میں اپنی عقل سے کہوں بلکہ جو کچھ میں نے کہا وہ سب حضرت صاحب الامر سے سُنا ہے اپنی طرف سے نہیں کہا ہے۔

قرب الاسناد میں ابن بکیر سے روایت ہے اس نے کہا میں نے حضرت صادق ؑ سے اس آیت کے معنی پوچھے۔ وَمَآ اَصَابَکُمْ .... عَنْ کَثِیْرٍ الخ (سورہ شوریٰ آیت ۳۰) :۔ یعنی جو مصیبت تم کو پہنچی بسبب تمھارے اعمال کے ہے جس کو تمھارے ہاتھوں نے کسب کیا ہے حضرت نے فرمایا ہے ولعفوعن کثیراور بہت گناہ ہونے سے خدا معاف فرماتا ہے۔ میں نے عرض کیا جو مصیبتیں کہ امیرالمومنین اور ان کے اہل بیت کو پہنچی ہیں وہ بھی ان کے اعمال کی وجہ سے تھیں حضرت نے فرمایا جناب رسالتمآب بغیر گناہ کے ہر روز ستر مرتبہ استغفار پڑھتے تھے پس خداوند عالم اپنے دوستوں کو مصیبت اور بلا میں مبتلا کرتا ہے بغیر اس کے کوئی گناہ ان سے صادر ہو۔ اور اس مصیبت کے بدلہ میں ثواب ہائے لامتناہی ان کو عطا فرماتا ہے۔

کتاب خصال میں حضرت امام محمد باقر سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت ایوب سات برس کامل بلا میں مبتلا رہے اور کوئی گناہ ان سے صادر نہ ہوا تھا۔ کوئی پیغمبر گناہ صغیرہ وکبیرہ کا مرتکب نہیں ہوتا کیونکہ سب اہل عصمت اور طہارت ہیں اور فرمایا کہ حضرت ایوب اگرچہ بہت بلاؤں میں مبتلا ہوئے لیکن جسم اقدس کبھی بدبودار نہیں ہوا اور صورت قبیح نہیں ہوئی۔ اور ریم وخوں کی کثافت بدن سے نہیں نکلی اور جو کوئی ان کو دیکھتا تھا متنفر نہ ہوتا تھا اور نہ ہی متوحش ہوتا تھا اور ان کے بدن میں کیڑے نہیں پڑے اور حق تعالیٰ ایسا ہی کرتا ہے اپنے انبیا اور اولیا سے جب انھیں بلائیں

مبتلا کرتا ہے اور حضرت ایوب سے بوجہ ضعف اور فقر ظاہری کے لوگ اجتناب کرتے تھے کیونکہ جو منزلت و بزرگی حق تعالےٰ نے ان کے لئے مہیا کی تھی۔ اس سے واقف نہ تھے اور جناب رسالتمآب نے فرمایا عظیم تر از روئے بلا و مصیبت کے انبیا ہیں ان کے بعد اوصیا، ان کے بعد امام اور مقربان الٰہی درجہ بدرجہ، اور حکمت خدا ان کے مبتلا کرنے میں یہ ہے کہ نظر مردم میں کسی قدر اہانت اور سبکی ہو تاکہ لوگ جس وقت خدا کی عظیم نعمتوں کو ان کے شامل حال دیکھیں تو ان پر خدائی کا دھوکہ نہ کرنے لگیں اور اس طرح استدلال کریں کہ خدا کی جانب سے عطائے ثواب دو قسم پر ہے بہ استحقاق و باختصاص تاکہ بسبب ضعف ظاہری اسے حقیر نہ جانیں اور بوجہ فقر ظاہری حقیر نہ سمجھیں اور بسبب مرض کے مریض نہ جانیں اور سمجھیں کہ خدا بیمار کرتا ہے جسے چاہتا ہے شفا دیتا ہے جس وقت چاہتا ہے جس طرح اور جس سبب سے چاہتا ہے اور ان باتوں کو جس کے لئے چاہتا ہے سبب عزت بناتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے سبب شقاوت بناتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے سعادت قرار دیتا ہے اور حق تعالےٰ سب امور میں عادل اور حکیم ہے اپنے افعال میں اور حکم میں جو کچھ اپنے بندوں کے حق میں صلاح جانتا ہے کرتا ہے۔

معانی الاخبار میں ابن رباب سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَمَا اَصَابَکُم مِّن .... عَن کَثِیۡرٍ الخ (سورہ شوریٰ آیت ۳۰) یعنی جو مصیبتیں کہ پہنچتی ہیں بسبب تمہارے اعمال کے پہنچتی ہیں اور حق تعالیٰ عفو کرتا ہے بہت گناہ۔ آپ کیا ارشاد کرتے ہیں ان مصیبتوں کے بارے میں جو حضرت امیر اور ان کے اہل بیت علیہم السلام پر گزریں کیا ان اصحاب کا مصائب میں مبتلا ہونا بسبب ان کے اعمال کے تھا حالانکہ یہ اہل بیت عصمت اور طہارت ہیں اور مرتکب کسی گناہ کے نہیں ہوئے حضرت صادقؑ نے ارشاد کیا اے ابن رباب حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ ہر شبانہ روز سو مرتبہ درگاہ الٰہی میں توبہ اور استغفار کرتے تھے بغیر اس کے کہ کوئی

گناہ حضرت سے صادر ہوا ہو۔ بات یہ ہے کہ خدا نے اپنے دوستوں کو مصیبت سے مخصوص کیا ہے تاکہ اس کے عوض میں ثواب ہائے عظیم عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند کرے بغیر اس کے کہ ان سے کوئی گناہ صادر ہوا ہو مصنف علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ حاصل اس کا یہ ہے کہ استغفار جسطرح اس کے اکثر بندوں میں عفو گناہ کے لئے ہے انبیاء کے لئے رفع درجات کے لئے ہے اسی طرح مصائب دوستان خدا برائے مزید اجر و ثواب ہے اور لوگوں کے مصائب ان کے اعمال کی وجہ سے ہیں۔

صفار نے کتاب بصائر الدرجات میں ضریس سے روایت کی ہے اس نے کہا کچھ لوگ امام محمد باقرؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے حضرت نے فرمایا مجھے تعجب ہے ان سے جنھوں نے ہماری دوستی اختیار کی اور ہمیں امام جانتے ہیں اور ہماری اطاعت کو مانند اطاعت خدا واجب جانتے ہیں۔ اور بسبب ضعف عقل کے اپنی حجت کو توڑتے ہیں اور اپنے نفسوں سے دشمنی کرتے ہیں اور ہمارے مرتبہ کو پست کرتے ہیں اور ہم پر عیب لگاتے ہیں ان لوگوں کے سامنے جن کو خداوند عالم نے ہماری پوری معرفت کا نور عطا کیا ہے اور ہمارے آگے سر تسلیم جھکائے ہوئے ہیں آیا گمان رکھتے ہو کہ خدا اپنے دوستوں کی اطاعت خلق پر واجب قرار نہ دے آسمان و زمین کی خبروں کو ان سے پوشیدہ کرے اور جو کچھ ان پر گزرنے والا ہو اس سے ان کو باخبر نہ کرے حمران نے عرض کیا یا مولا علی ابن ابیطالب و حسنین نے کیونکر خروج کیا؟ اور دین حق پر قیام فرمایا۔ اور اہل ظلم وطغیان ان پر غالب و فتح یاب ہوئے فرمایا اے حمران علم الٰہی میں یہی گذرا تھا اور یہی مقرر ہو چکا تھا اور جناب امیر و حسنین نے بموجب خبر رسول اور حسنینؑ نے بموجب خبر رسول و حضرت امیر خروج کیا اور جو ہم میں سے راضی برضائے حق ہوا اور خاموش رہا بعلم و دانائی خاموش رہا۔ اے حمران بروقت نزول بلا و غلبہ اہل عدوان اگر یہ بزرگوار زوال ملک و سلطنت اور ظالموں کی ہلاکت کی دعا کرتے تو حق تعالیٰ مستجاب کرتا اور بلا کو ان سے دفع کرتا اور ستمگاروں کی سلطنت فوراً اس طرح تتر بتر ہو جاتی جس طرح لڑی کے دانے بکھر جاتے ہیں لیکن یہ حضرات مقام تسلیم و رضا میں تھے حق تعالیٰ جو کچھ ان کے لئے صلاح جانتا تھا کرتا تھا اور یہ بھی بجز رضائے خدا کچھ نہ چاہتے تھے اے حمران جو مصیبتیں ان کو پہنچیں بسبب

کسی گناہ کے نہیں پہنچی جس کے یہ مرتکب ہوئے ہیں اور بسبب کسی عقوبت و معصیت کے نہیں پہنچیں کہ اس میں مخالفت خدا کی ہو مگر وہ مصیبتیں اس لئے تھیں کہ خدا نے چاہا ان کو درجات عالیہ جنت عطا کرے پس اے حمران اپنے دل میں گمان بد نہ کر۔

باب (۱۱)

مصیبت حضرت امام حسین علیہ السلام اور مصیبت جملہ آئمہ معصومین پر گریہ کرنے کے ثواب میں (ماتم داری بروز عاشورہ)

کتاب امالی میں ابن بابویہ نے حضرت امام رضا سے روایت کی ہے فرمایا۔ من تذکر مصابنا فبکی وابکی لما ارتکب منا کان معنا فی درجتنا یوم القیمۃ یعنی جو شخص یاد کرے ہماری مصیبت کو اور روئے ان مصیبتوں پر جو ہم پر گزریں وہ شخص ہمارے ساتھ ہوگا۔ ہمارے درجہ میں بروز قیامت اور فرمایا من ذکر بمصابنا فبکی او ابکی لم تبک عینہ یوم تبکی العیون و من جلس مجلسا یحیی فیہ امرنا لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب یعنی جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کر کے روئے اور رلائے تو اس کی آنکھیں اس دن نہ روئیں گی جس دن سب آنکھیں گریاں ہوں گی اور جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے کہ وہاں ہمارا ذکر ہوتا ہو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب دل مردہ ہوں گے۔

عیون اخبار الرضا میں حضرت امام رضاؑ سے منقول ہے فرمایا جو شخص یاد کرے ہماری مصیبت کو اور روئے یا رلائے نہ روئیں گی آنکھیں اس کی تا آخر حدیث مذکور۔ تفسیر علی ابن ابراہیم میں حضرت صادق سے روایت ہے فرمایا جو شخص ہم کو یاد کرے یا مصائب ہمارے اس کے آگے مذکور ہوں اور اس کی آنکھوں سے بقدر پر پشہ آنسو نکلے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو عفو کرتا ہے اگرچہ برابر کف دریا ہوں۔

شیخ مفید نے کتاب مجالس میں اور شیخ ابوجعفر طوسی نے کتاب امالی میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے جو شخص محزون و مغموم ہو بہ سبب ان جور وستم کے جو ہم پر گزرے ہیں سانس لینا اس کا ثواب تسبیح رکھتا ہے ہمارے لئے اس کا غمگین

ہونا عبادت ہے اور ہمارے راز کے چھپانے میں ثواب جہاد فی سبیل اللہ ہے اور ارشاد کیا سزاوار ہے کہ اس حدیث کو آب زر سے لکھیں۔

ابن قولویہ نے کتاب کامل الزیارت میں ابن خارجہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں ایک دن امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر تھا میں نے امام حسین علیہ السلام کو یاد کیا پس حضرت رونے لگے اور میں بھی رونے لگا اس کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ امام حسینؑ نے فرمایا ہے اَنَا قَتِیْلُ الْعَبْرَۃِ لَا یَذْکُرُنِیْ مُؤْمِنٌ اِلَّا بَکٰی میں وہ کشتۂ گریہ و زاری ہوں کہ نہ یاد کرے گا مجھ کو کوئی مومن مگر یہ کہ اس کی آنکھ سے آنسو نکلے گا۔

کتاب مذکور میں حضرت صادق سے روایت ہے آپ نے ارشاد فرمایا حضرت امام حسین نے فرمایا میں کشتۂ گریہ و زاری ہوں حالت کرب و الم میں قتل ہوں گا۔ اور لازم ہے خدائے عزوجل پر کہ جو مصیبت زدہ کرب و الم میں مبتلا میری زیارت کو آئے خوش و خرم اپنے اہل و عیال کے پاس واپس جائے۔

شیخ ابوجعفر طوسی نے کتاب امالی میں محمد بن ابی عمارہ کوفی سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق نے فرمایا جس شخص کی آنکھ سے ایک قطرہ آنسو کا نکلے گا ہماری مصیبت میں اس خون کے لئے جو ناحق بہایا گیا اس حق کے لئے جو غصب کیا گیا یا ہماری یا ہمارے شیعوں کی ہتک حرمت پر حق تعالیٰ اس کو ہمیشہ بہشت میں ساکن کرے گا اور کتاب مجالس میں بھی مثل اسی کے روایت ہے۔

کتاب مجالس اور کتاب امالی میں حضرت امام حسین سے منقول ہے کہ جس بندۂ مومن کی آنکھ سے ایک قطرہ آنسو کا ہماری مصیبت میں نکلے یا آنکھیں اس کی آنسوؤں سے بھر آئیں حق تعالیٰ اس کو ہمیشہ بہشت میں ساکن کرے گا۔

احمد بن یحییٰ اودی نے کہا ایک شب میں نے امام حسینؑ کو خواب میں دیکھا عرض کیا میں نے یا ابن رسول اللہ مخول ابن ابراہیم نے ربیع سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے جس بندہ مومن کی آنکھ سے قطرہ آنسو کا نکلے گا یا آنکھیں اس کی پر اشک ہوں تو حق تعالیٰ اس کو ہمیشہ بہشت میں ساکن کرے گا حضرتؑ نے فرمایا ایسا ہی ہے میں نے عرض کیا سندیں میری اور آپ کے درمیان سے ساقط ہوگئیں شیخ نے کتاب امالی میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ کُلُّ الْجَزَعِ وَالْبُکَاءِ

مکروہ الا البکاء علی الحسین۔ یعنی ہر اندوہ و مصیبت میں رونا اور بیقراری کرنا ممنوع ہے مگر نوحہ و زاری کرنا مصیبت پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی۔
ابن قولویہ نے کامل الزیارت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ ایک دن جناب امیرالمومنینؑ نے امام حسینؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا اے سبب گریہ ہر مومن کے امام حسینؑ نے عرض کیا، اے پدر بزرگوار میں ایسا مظلوم ہوں فرمایا ہاں اے فرزند۔
کتاب مذکور میں ابوعمارہ شاعر سے روایت ہے جس دن حضرت امام حسینؑ کی مصیبت حضرت صادقؑ کے سامنے مذکور ہوتی تھی اس دن کوئی شخص حضرت کو شام تک ہنستے نہ دیکھتا تھا اور تمام دن حضرت محزون و گریاں رہتے اور فرماتے تھے کہ حسین ہر مومن کے لئے سبب گریہ ہیں۔
شیخ نے کتاب امالی میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ اپنے پروردگار کے پاس ہیں اور دیکھتے ہیں اپنے لشکرگاہ اور ان شہداء کو جو قبر حسینؑ کے پاس مدفون ہیں اور دیکھتے ہیں اپنے زائروں کو اور جتنا تم اپنے فرزندوں کو جانتے اور پہچانتے ہو اس سے زیادہ پہچانتے ہیں ان کو اور ان کے ماں باپ کو نام بنام اور ان کے درجات و منازل کو اور آپ دیکھتے ہیں اس شخص کو جو ان کی مصیبت پر روتا ہے اس کے لئے طلب بخشش کرتے ہیں اور اپنے پدران عالی مقدار سے التماس کرتے ہیں کہ اس کے لئے استغفار کریں اور فرماتے ہیں کہ اگر میرا زائر ان مراتب کو جانتے جو حق تعالے نے اس کے لئے مہیا کئے ہیں تو اس کا سرور جزع اور اندوہ سے زیادہ ہوگا اور جب زائر حضرت کی زیارت سے مشرف ہو کر پھرتا ہے تو کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔
علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے تھے جس مومن کی آنکھوں سے مصیبت امام حسین میں آنسو رخسار پر جاری ہو حق تعالے اسے غرفہائے بہشت میں جگہ دے گا ہمیشہ وہاں ساکن رہے گا اور جس مومن کے آنسو رخسار پر جاری ہوں بسبب ہمارے ان آزاروں کے جو دشمنوں کے ہاتھ سے ہمیں پہنچے ہیں حق تعالٰی اسے بہشت میں جگہ دے گا اور جس کو ہماری محبت میں کوئی آزار پہنچا ہو اور

آنسو اس کے رخسار پر جاری ہوں حق تعالیٰ اس کے رنجوں کو دور کرے گا۔ اور فردائے قیامت اس کو اپنے غضب و آتش جہنم سے محفوظ رکھے گا کامل الزیارت اور کتاب ثواب الاعمال میں ابن محبوب سے مثل اسی کے روایت ہے مؤلف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ سید ابن طاؤس نے یہ حدیث بسند مرسل کچھ تفاوت سے روایت کی ہے۔

کتاب قرب الاسناد میں منقول ہے حضرت صادق نے فضیل سے فرمایا آیا تم باہم بیٹھ کر ہماری احادیث کو ذکر کرتے ہو فضیل نے عرض کیا ہاں یا مولا فدا ہوں میں آپ پر فرمایا ہم ایسی مجلسوں کو دوست رکھتے ہیں زندہ رکھو ہمارے ذکر کو خدا رحم کرے اس شخص پر جو ہمارے ذکر کو برپا رکھے یا مصیبتیں ہماری اس کے روبرو مذکور ہوں اور اس کی آنکھوں سے بقدر پر مگس آنسو نکلے حق تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخشے گا اگرچہ وہ کف دریا سے زیادہ ہوں۔

ابن بابویہ نے کتاب امالی میں ابو عمارہ شاعر سے روایت کی ہے اس نے کہا ایک دن میں حضرت صادق کی خدمت میں گیا حضرت نے ارشاد کیا اے ابو عمارہ کچھ اشعار امام حسینؑ کے مرثیہ میں پڑھ جب میں نے مرثیہ شروع کیا تو حضرت رونے لگے میں مرثیہ پڑھتا تھا اور حضرت روتے رہے یہاں تک کہ آواز گریہ حضرت کے حرم سرا سے بلند ہوئی جب میں مرثیہ سے فارغ ہوا تو حضرت نے فرمایا جو شخص ایک شعر امام حسینؑ کے مرثیہ میں پڑھے اور پچاس آدمیوں کو رلائے بہشت اس پر واجب ہوتا ہے اور جو شخص تیس آدمیوں کو رلائے بہشت اس پر واجب ہوتی ہے اور جو دس آدمیوں کو رلائے یا ایک آدمی کو رلائے بہشت اس پر واجب ہوتی ہے اور جو شخص آپ مرثیہ پڑھ کر روئے بہشت اس پر واجب ہوتی ہے اور جس شخص کو رونا نہ آئے اور قصد رونے کا کرے بہشت اس پر واجب ہوتی ہے۔ کتاب ثواب الاعمال میں اشعری سے اور کامل الزیارت میں ابن عثمان سے مثل اس کے مروی ہے۔

مرثیہ خواں کا مرتبہ: شیخ کشی نے زید شحام سے روایت کی ہے کہ میں ایک جماعت اہل کوفہ کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا اس اثنا میں جعفر ابن عفان

حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے ان کو باعزاز و اکرام اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا اے جعفر! ہم نے سُنا ہے مرثیہ حسین میں تو شعر خوب کہتا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں یابن رسول اللہ آپ پر فدا ہوں یہ سنکر فرمایا کوئی شعر امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں پڑھ۔ جعفر کہتا ہے جب میں نے مرثیہ پڑھا تو حضرت اس قدر روئے کہ قطرہ ہائے اشک ریش مبارک پر جاری ہوئے اور جو لوگ حاضر تھے سب رونے لگے اور فرمایا اے جعفر! قسم ہے خدا کی اس جگہ ملائک مقربین حاضر ہوئے اور جو اشعار کہ تو نے حضرت کے مرثیہ میں پڑھے سب نے سُنے اور ہم سے زیادہ روئے حق تعالےٰ نے تیرے لئے اس وقت سے بہشت واجب کیا اور تیرے گناہوں کو عفو کیا پھر حضرت نے ارشاد کیا تو چاہتا ہے کہ اس ثواب سے زیادہ تر بیان کروں۔ میں نے عرض کیا ہاں! یا مولا! فرمایا جو شخص مرثیہ حسین میں ایک شعر کہے اور روئے اور رُلائے۔ البتہ حق تعالےٰ اس کے لئے بہشت واجب کرتا ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

ابن بابویہ نے کتاب امالی میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ماہ محرم وہ مہینہ تھا کہ اہل جاہلیت اس مہینے میں قتال اور جدال حرام جانتے تھے پس اُمت جفاکار نے ہماری خونریزی کو اس مہینہ میں حلال جانا اور ہماری ہتک حرمت کی اور ہماری عورتوں اور فرزندوں کو اسیر کیا اور ہمارے خیموں میں آگ لگائی اور مال و متاع ہمارا لوٹ لیا اور حرمت رسولؐ کی مراعات ہمارے حق میں نہ کی حضرت کی مصیبت نے ہماری آنکھوں کو مجروح اور آنسوؤں کو جاری کر دیا ہے لوگوں نے زمین کربلا پر ہمارے عزیزوں کو ذلیل کیا اور قیامت کرب و بلا میں مبتلا کیا پس چاہیئے کہ رونے والے حسینؑ مظلوم کی گریہ و بکا کریں کیونکہ رونا اس جناب پر گناہان کبیرہ کو محو کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو کوئی شخص میرے پدر بزرگوار کو خنداں نہ دیکھتا تھا اور اندوہ و مصیبت ان کا زیادہ ہوتا تھا۔ اور جب روز عاشورا ہوتا تھا اس دن زیادہ تر مصیبت واندوہ حضرت پر طاری ہوتی تھی اور فرماتے تھے آج کا دن وہ دن ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔

کتاب مذکور میں اسی جناب سے روایت ہے جو شخص روز عاشورہ کام کاج

بند کردے حق تعالےٰ اس کے درجات دینی و دنیوی برلائے گا اور جو کوئی روز عاشورہ اپنا وقت اندوہ و ماتم میں بسر کرے فردائے قیامت خدائے عزوجل اس کو سرور و شادی عطا کرے گا اور ہمارے درجہ میں داخل ہونے سے آنکھیں اس کی روشن ہوں گی اور جو شخص عاشورہ کو روز برکت جانے اور اپنے گھر میں برکت کے لئے آذوقہ جمع کرے اس کے ذخیرہ میں برکت نہ ہوگی اور حق تعالےٰ یزید اور ابن زیاد بدنہاد اور عمر سعد نحس کے ساتھ اسفل السافلین جہنم میں ڈالے گا۔

کتاب مذکورہ میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ اَنَا قَتِیْلُ الْعَبْرَةِ لَا یَذْکُرُنِیْ مُؤْمِنٌ اِلَّا اسْتَعْبَرَ میں کشتۂ گریہ زاری ہوں کوئی مومن مجھے یاد نہیں کرتا مگر آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں۔ ابن بابویہ نے کتاب کامل الزیارت میں حکم ابن مسکین اور ابو بصیر سے مثل اسی کے روایت کی ہے۔

کتاب مذکور میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جو مومن امام حسینؑ کی مصیبت پر اتنا روئے کہ آنسو اس کے رخسار پر جاری ہوں تو حق تعالےٰ اس کو غرفہائے بہشت میں ابدالآباد تک ساکن کرے گا۔

کتاب مذکور میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے جو شخص ذکر ہمارا سنکر روئے اور آنسو اس کی آنکھ سے نکلے حق تعالےٰ اس پر دوزخ حرام کرے گا۔

صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب عیون اخبار الرضا اور کتاب امالی میں ریان ابن شبیب سے روایت کی ہے انھوں نے کہا میں پہلی محرم کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ فرمایا اے پسر شبیب کیا تو روزہ سے ہے۔ میں نے عرض کیا یا مولا نہیں فرمایا اے ریان یہ وہ دن ہے کہ حضرت زکریا نے حق تعالےٰ سے فرزند طلب کیا۔ دعا ان کی مستجاب ہوئی جس وقت حضرت زکریا محراب عبادت میں کھڑے تھے فرشتوں نے ندا کی اے زکریا خدا تم کو خوشخبری دیتا ہے ولادت یحییٰ کی پس جو کوئی اس دن روزہ رکھے اور دعا مانگے حق تعالےٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا اے ابن شبیب محرم وہ مہینہ ہے کہ اہل جاہلیت بہ سبب اس مہینے کی حرمت کے قتال حرام جانتے تھے اور ظلم و ستم روا نہ رکھتے تھے پس امت جفاکار نے حرمت نہ جانی

اور پاس حرمت اپنے نبی کا نہ کیا اور اپنے پیغمبر کی اولاد کو قتل کیا اور ان کی عورتوں کو اسیر کیا اور مال و اسباب ان کا لوٹ لیا۔ پس حق تعالیٰ ہرگز گناہوں کو ان کے نہ بخشے گا اے پسر شبیب اگر تو کسی پر رونا چاہے تو حسین مظلوم پر گریہ کر کیونکہ وہ مانند گوسفند قربانی ذبح کیے گئے اور اٹھارہ جوان ان کے اہلبیت سے شہید ہوئے جو روئے زمین پر اپنی شبیہ اور نظیر نہ رکھتے تھے اس مظلوم کی شہادت پر ساتوں آسمان و زمین روئے اور چار ہزار فرشتے آسمان سے ان کی نصرت و یاوری کے لیے نازل ہوئے جب زمین پر پہنچے تو حضرت امام حسینؑ درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تھے اس دن سے وہ فرشتے ہمیشہ باموئے پریشان اور گرد آلود حضرت کی قبر منور کے پاس اسی حال میں رہیں گے جب تک کہ قائم آل محمد ظاہر ہوں جب امام ظہور کریں گے تو وہ فرشتے حضرت کے انصار سے ہوں گے اور وقت جہاد ان کا یہ نعرہ ہوگا کہ یا لثارات الحسینؑ یعنی اے طلب کرنے والو خون ناحق حسین علیہ السلام کے، اے پسر شبیب مجھ کو خبر دی ہے میرے پدر بزرگوار نے اپنے پدر بزرگوار اور جد عالی مقدار صلوات اللہ علیہم اجمعین سے کہ جب جد بزرگوار میرے امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان نے خاک اور خون سرخ برسایا اے ابن شبیب اگر تو حضرت پر اتنا روئے کہ تیرے آنسو آنکھوں سے رخسار پر جاری ہوں تو حق تعالیٰ تیرے سب گناہ بخشے گا، صغیرہ ہوں یا کبیرہ، تھوڑے ہوں یا بہت، اے پسر شبیب اگر تو چاہے کہ خدا سے ملاقات کرے اور کوئی گناہ تجھ پر نہ ہو پس زیارت کر تو قبر حسینؑ مظلوم کی اے پسر شبیب اگر تو چاہے کہ غرفہائے بہشت میں جناب سید المرسلین اور آئمہ طاہرین صلوات اللہ اجمعین کے ساتھ ہو پس لعنت کر قاتلان حسینؑ پر اے پسر شبیب اگر تو چاہے کہ شہدائے کربلا کے برابر تجھے ثواب ملے پس جب تو مصیبت حضرت کی یاد کرے تو کہہ یا لیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما۔ یعنی میں آرزو کرتا ہوں کہ ان شہداء کے ساتھ ہوتا اور مارا جاتا اور فوز عظیم پاتا، اے پسر شبیب اگر تو چاہے کہ درجات عالیہ بہشت میں ہمارے ساتھ ہو تو ہمارے غم میں غمگین اور خوشی میں خوشی تجھے لازم ہے ہماری محبت و دوستی پر مضبوط اور ثابت قدم رہ، اگر کوئی شخص پتھر کو دوست رکھے، خدا اس کو فردائے قیامت اسی پتھر کے ساتھ محشور کرے گا۔

ابن قولویہ نے کتاب کامل الزیارت میں عبداللہ ابن غالب سے روایت کی ہے

ہے کہ ایک دن میں حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور چند شعر امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں پڑھے اثنائے مرثیہ میں نے سنا کہ ——— ایک عورت نے حرم حضرت سے صدا بگریہ بلند کی اور فرمایا، یا ابتاہ یعنی اے پدر بزرگوار۔

کتاب مذکور میں ابو ہارون نابینا سے روایت ہے اس نے کہا کہ ایک دن میں حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا اے ابو ہارون کوئی شعر مرثیہ حسین میں پڑھو جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو حضرت نے ارشاد کیا اس طرح نہ پڑھو بلکہ جس طرح اپنی مجلس میں اور حضرت کی قبر شریف پر پڑھتا ہے اسی طرح پڑھو۔ پس میں نے یہ شعر پڑھا ؎

اُمْرُرْ عَلٰی جَدَثِ الْحُسَیْنِ فَقُلْ لِاَعْظُمِہِ الزَّکِیَّہ

یعنی گزر کر قبر حسین علیہ السلام پر اور عرض کر ان کے جسد پاک و پاکیزہ سے۔

پس حضرت یہ شعر سن کر بہت روئے میں چپ ہو رہا دوبارہ حضرت نے مجھ سے ارشاد کیا کہ اے ابو ہارون! کچھ اور پڑھو، میں نے بموجب ارشاد پھر پڑھنا شروع کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ مصیبت حسینؑ کو اور زیادہ بیان کر، تب میں نے اس بیت کو پڑھا۔ ؎

یَا مَرْیَمُ قُوْمِیْ وَانْدُبِیْ مَوْلَاکِ وَعَلَی الْحُسَیْنِ فَاسْعَدِیْ بِبُکَاکِ

یعنی اے مریم مادر عیسیٰ اپنی قبر سے اٹھئے اور اپنے سیّد و مولا پر نوحہ اور ندبہ کیجیے۔ اور ماتم حسین مظلوم میں گریہ و زاری کیجئے۔ راوی کہتا ہے یہ بیت سنکر حضرت بہت روئے اور مخدرات سراپردۂ عصمت و طہارت نے پس پردہ سے صدائے گریہ و زاری بلند کی جب رونے سے فارغ ہوئے حضرت نے فرمایا۔ اے ابو ہارون! جو شخص ایک شعر میرے جدّ مظلوم حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں پڑھے اور دس آدمیوں کو رلائے بہشت اس کے لئے واجب ہوتا ہے بعد ازاں حضرت ایک ایک آدمی کم کرتے جاتے تھے اور ثواب گریہ بدستور فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ فرمایا جو شخص ایک آدمی کو رلائے بہشت اس کے لئے واجب ہے پھر فرمایا جو شخص امام حسینؑ کو یاد کر کے روئے بہشت اس پر واجب ہوتا ہے اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ چھپانا ہر مصیبت کا اور صبر کرنا ہر مصیبت پر موجب ثواب ہے سوائے ہماری مصیبت پر رونے کے

کتاب خصال میں منقول ہے جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا حق تعالیٰ اہل زمین کی طرف متوجہ ہوا پس اس نے ہم اہل بیت کو برگزیدہ کیا اور ہمارے واسطے

برگزیدہ کیا ہمارے شیعوں کو جو ہماری نصرت و یاری کرتے اور ہماری خوشی سے خوش ہوتے ہیں اور ہمارے حزن سے اندوہناک ہوتے ہیں اور اپنی جان و مال کو ہماری راہ میں فدا کرتے ہیں یہ لوگ ہم سے ہیں اور بازگشت ان کی ہماری طرف ہے۔

حضرت عقیل کا مرتبہ:۔ ابن بابویہ نے کتاب امالی میں ابن عباس سے روایت کی ہے ایک دن جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔" یا رسول اللہ آپ عقیل کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ قسم بخدا میں عقیل کو دو جہتوں سے چاہتا ہوں، ایک بذاتہ مجھے اس سے محبت ہے، دوسرے اس جہت سے کہ ابوطالب اسے دوست رکھتے تھے اس کا فرزند تمہارے فرزند کی محبت میں شہید ہوگا پس مومنوں کی آنکھیں اس کے ماتم میں گریاں ہوں گی اور ملائکہ مقربین اس پر درود بھیجیں گے یہ فرما کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے یہاں تک کہ آنسو حضرتؐ کے سینۂ مبارک پر جاری ہوئے فرمایا کہ میں خدا سے شکایت کرتا ہوں ان مصیبتوں کی جو میری عترت کو بعد میرے پہنچیں گی۔

ابن بابویہ نے کتاب کامل الزیارت میں مسمع سے روایت کی ہے حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔ اے مسمع! تو باشندۂ عراق ہے، آیا تو زیارت قبر مطہر حسینؑ سے کبھی مشرف ہوتا ہے؟ عرض کیا یا مولا! میں باشندۂ عراق نہیں ہوں بلکہ میں باشندہ بصرہ ہوں اور میرے قریب ایک گروہ ہے جو تابع خلیفہ ہے اور قبائل نواصب سے بہت سے لوگ میرے دشمن ہیں ان کے علاوہ اور لوگوں سے کبھی محفوظ نہیں ہوں کہ کہیں وہ میرا حال خلیفہ سے ظاہر نہ کر دیں اور عظیم ضرر اس سے مجھے پہنچے۔

حضرت نے فرمایا۔ آیا کبھی تو یاد کرتا ہے کہ اشقیائے بنی امیہ نے کیا سلوک کیا؟ میں نے عرض کیا یا مولا! قسم ہے خدا کی میں جزع اور بے تابی اور گریہ وزاری کرتا ہوں یہاں تک کہ اہل وعیال میرے اثر اندوہ و ملال مجھ میں پاتے ہیں اور بسبب کثرت اندوہ کے کھانا مجھے ناگوار ہوتا ہے حضرت نے یہ سنکر فرمایا۔ اے مسمع! خدا رحم کرے تیرے رونے پر بے شک تو شمار کیا جاتا ہے ان لوگوں میں جو ہمارے واسطے جزع کرتے ہیں اور ہماری خوشی سے خوش ہوتے ہیں جب ہم کو خائف پاتے ہیں خائف رہتے ہیں جب ہمیں باامان پاتے ہیں باامان ہوتے ہیں۔ اے مسمع! الغرض

دیکھے گا کہ وقت مرگ ہمارے جد تیرے پاس تشریف لائیں گے اور ملک الموت سے آسانی قبض روح کے لئے تیری سفارش کریں گے اور تجھے ایسی خوشخبری دیں گے جس کے سُننے سے تیری آنکھیں روشن ہوں گی اور ملک الموت تجھ پر تیری ماں سے زیادہ مہربان ہوگا یہ فرما کر حضرت رونے لگے حضرت کو روتا دیکھکر میں بھی رونے لگا جب حضرت کو افاقہ ہوا تو فرمایا۔ حمد ہے اُس خدا کی جس نے فضیلت دی ہم کو جمیع مخلوقات پر اور مخصوص برحمت کیا ہم اہل بیت کو۔ اے مسمع! جس دن سے امیرالمومنین علیہ السلام شہید ہوگئے ہیں آسمان وزمین اب تک از راہ ترحم ہمارے حال پر روتے ہیں اور جس قدر فرشتے ہمارے حال پر روتے ہیں اس قدر کوئی نہیں روتا اور جس دن سے ہم اہلبیت شہید ہوئے، رونا فرشتوں کا موقوف نہیں ہوا اور جو شخص روئے از راہ ترحم ہمارے حال پر، یا ہماری مصیبت کی وجہ سے بیشک حق تعالےٰ اپنی رحمت کو اس کے شامل حال کرے گا قبل اس کے کہ آنسو اس کی آنکھ سے نکلیں اور اس کے مُنہ پر جاری ہوں اور اگر ایک قطرہ اس کے آنسو کا جہنم میں ڈالیں تو اس کی گرمی بالکلیہ موقوف ہوجائیگی اور جس شخص کا دل ہمارے لئے پر درد ہو وہ وقت مرگ ہماری زیارت سے ایسا شاد ہوگا کہ وہ سرور شادی اس کے دل سے زائل نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہو اور جب ہمارے دوست کوثر پر وارد ہوں گے تو کوثر ان کے آنے سے بہت شاد ہوگا اور مسرور ہوگا اور اپنی لذتوں سے اس قدر ان کو متلذذ کرے گا کہ ہرگز ان کا دل نہ چاہے گا کہ اس جگہ سے کہیں اور جائیں۔ اے مسمع! جو شخص ایک مرتبہ حوض کوثر سے پانی پے گا پھر دوبارہ اسے احتیاج نہ ہوگی۔ اور کبھی پیاسا نہ ہوگا اور کسی قسم کی مشقت اور تعب نہ اٹھائے گا اور وہ پانی مانند کافور سرد ہے۔ بوئے مشک اس سے ساطع ہے اور مزا زنجبیل کا ہے شہد سے شیریں تر، مسکہ سے نرم تر اشک چشم سے صاف تر عنبر سے خوشبو تر ہے، آب کوثر چشمہ تسنیم سے نکل کر حوض کوثر میں گرتا ہے آب کوثر نہرہائے بہشت سے گزرتا ہے، بجائے سنگریزہ کے موتی اور یاقوت پر رواں ہوتا ہے۔ اور حوض کوثر کے کنارے اتنے پیالے ہیں جتنے آسمان پر ستارے خوشبو ان کی ہزار برس کی راہ سے دماغ میں پہنچتی ہے، وہ پیالے چاندی اور سونے کے اور انواع و اقسام جواہر کے ہیں جب کوئی شخص ارادہ کرے گا کہ اس میں پانی

پیئے تو وہ پیالے ایسی خوشبو میں پینے والے کے مشام میں پہنچائیں گے کہ پینے والا کہے گا کہ میں راضی ہوں مجھ کو اسی جگہ چھوڑ دو اور مجھ کو کوئی نعمت نہیں چاہیئے۔ مجھ کو یہاں سے کہیں اور جانا منظور نہیں ہے اے مسمع! تو ان لوگوں سے ہوگا جو اس حوض سے سیراب ہوں گے اور جو آنکھ ہماری مصیبت میں روتی ہے اس کو کوثر کے دیکھنے سے سرور و خوشی حاصل ہو گی ہمارے سب دوست اس سے سیراب ہوں گے ہر شخص کو بقدر ہماری محبت کے حوض کوثر سے پانی ملے گا۔ امیر المومنین علیہ السلام کنارہ کوثر پر کھڑے ہوں گے اور ایک عصا چوب عوسج کا حضرت کے ہاتھ میں ہو گا، اور ہمارے دشمنوں کو کنارۂ حوض سے دفع کریں گے، پس ایک دشمن ہمارا کہے گا:۔ یا حضرت میں دنیا میں وحدانیت خدا اور رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کرتا تھا آپ پانی مجھے کیوں نہیں دیتے حضرت فرمائیں گے، اے ملعون! تو اپنے امام کے پاس جا، تاکہ تیری شفاعت کرے، وہ کہے گا یا حضرت جس کو میں امام جانتا تھا آج وہ مجھ سے بیزار ہے۔ حضرت فرمائیں گے جسے تو دوست رکھتا تھا اس کے پاس جا اور سوال کر وہ تیری شفاعت کرے کیونکہ تو اس کو تمام خلق سے بہتر جانتا تھا اور جو شخص بہترین خلق خدا ہو سزاوار ہے کہ شفاعت اس کی رد نہ ہو لیکن کہیگا یا حضرت میں تشنگی سے ہلاک ہوا۔ حضرت فرمائیں گے خدا تیری پیاس کو اور زیادہ کرے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا یا مولا! ایسے شخص کی وہاں کیونکر رسائی ہوگی جب کہ دوسرے لوگ وہاں پہنچ بھی نہ سکیں گے؟ فرمایا اس واسطے کہ وہ شخص گناہوں سے پرہیز کرتا تھا اور جب ہمارا ذکر اس کی صحبت میں ہوتا تھا تو ہمیں ناسزا نہ کہتا تھا بوجہ ان برائیوں کے جو اور لوگوں نے ہمارے حق میں کی ہیں وہ نہ کرتا تھا اور یہ سب امور اس لئے نہ کرتا تھا کہ ہم کو دوست رکھتا تھا یا اعتقاد ہماری امامت کا رکھتا تھا بلکہ اپنی عبادت باطلہ میں ایسا مشغول ہوتا تھا کہ نہ چاہتا تھا کوئی اور ذکر ہو اس کے دل میں نفاق تھا اور اس کی طینت میں ہماری عداوت تھی اور ناصبیوں کی متابعت کرتا تھا اور ہمارے دشمنوں کو دوست رکھتا تھا اور ان کو سب سے مقدم اور افضل جانتا تھا۔

کتاب مذکور میں ابو ہارون مکفوف سے روایت ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے ایک حدیث طویل میں فرمایا ہے جس شخص کے سامنے ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام

ہو اور اس کی آنکھ سے بقدر پر مگس آنسو نکلے تو اب اس کا خدا پر ہے اور سوائے بہشت حق تعالےٰ اس کے لئے کسی ثواب پر راضی نہ ہوگا۔

کتاب مذکور میں ربیع بن منذر سے اور اس کے باپ سے روایت ہے کہتا ہے سُنا میں نے حضرت علی ابن الحسین علیہما السّلام سے وہ جناب فرماتے تھے جس شخص کی آنکھ سے ہماری مصیبت میں ایک قطرہ آنسو کا نکلے حق تعالیٰ اس کو ہمیشہ غرفہ ہائے بہشت میں ساکن کرے گا۔

کتاب مذکور میں عبد اللہ ابن بکر سے روایت ہے کہا۔ ایک دن میں نے حضرت صادق علیہ السّلام سے پوچھا یا ابن رسول اللہ اگر قبر امام حسینؑ کھولی جائے، آیا کوئی چیز قبر مطہر میں ملے گی فرمایا۔ اے پسر بکر کس قدر مشکل سوال تو نے کیا بدرستیکہ حسینؑ ابن علیؑ اپنے پدر بزرگوار اور مادر غمگسار اور برادر نیکو کردار کے ساتھ منزل رسولؐ خدا میں ہیں اور اس جناب کے ساتھ نعمتہائے خدا سے متنعم ہوتے ہیں اور مسرور رہتے ہیں۔ کبھی داہنی طرف عرش الہٰی کے لیٹ کر فرماتے ہیں جو وعدے مجھ سے کئے ہیں ان کو وفا کر اور اپنے زائروں کو دیکھتے ہیں اور ان کے نام ان کے باپ کے نام اور مسکن و مقام کو اور جو کچھ ان کے گھروں میں ہے اور جتنا ہم اپنے فرزندوں کو پہچانتے ہیں اس سے زیادہ وہ ان کو پہچانتے ہیں اور نظر کرتے ہیں اپنے رونے والوں کی طرف اور ان کے لئے آمرزش طلب کرتے ہیں اور اپنے پدران عالی مقدار سے سوال کرتے ہیں کہ ان سب کے لئے استغفار کریں اور فرماتے ہیں اے رونے والے میرے، اگر تو جانے ان ثوابوں کو جو تیرے لئے حق تعالیٰ نے مہیا کئے ہیں تو شادی و سرور تیرا اندوہ والم سے زیادہ ہوگا۔ اور حق تعالےٰ سے سوال کرتے ہیں کہ جو گناہ و خطا میرے رونے والے سے صادر ہو اس کو بخشدے۔ اور کتاب مذکور میں اصم سے بھی مثل اس کے روایت ہے۔

مؤلف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں بعض کتب ثقات معاصرین میں منقول ہے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو خبر شہادت سے آگاہ کیا اور جو رنج و مصائب حضرت پر گزریں گے ان سے آپ مطلع ہوئیں تو جناب فاطمہؑ یہ واقعہ جانسوز سُنکر بہت روئیں اور عرض کیا اے پدر بزرگوار یہ واقعہ کس زمانہ میں ہوگا؟ فرمایا اے فاطمہؑ یہ حادثہ ایسے وقت واقع ہوگا کہ زمانہ مجھ سے اور تم سے اور علیؑ سے خالی ہوگا یہ سُنکر حضرت سیدہ اور زیادہ روئیں۔ عرض کیا اے پدر بزرگوار میرے فرزند پر کون روئے گا اور کون اس کی عزا کو برپا کرے گا؟

علت گریہ کن کے متعلق پیش گوئی: فرمایا اے فاطمہؑ عورتیں میری اُمت کی میرے اہل بیت کی عورتوں پر روئیں گی اور مرد میری اُمت کے مردانِ اہلبیت پر روئیں گے اور ایک گروہ بعد ایک گروہ کے میرے شیعوں سے ہر سال تیرے فرزند کے ماتم کو تازہ کرے گا۔ اے فاطمہ! جب قیامت کا دن ہوگا تو تم زنانِ شیعہ کی شفاعت کرو گی اور میں ان کے مردوں کی شفاعت کروں گا جو شخص دُنیا میں مصیبت حسینؑ پر رویا ہے، اس کا ہاتھ پکڑ کر داخلِ بہشت کروں گا۔ اے فاطمہؑ روز قیامت سب آنکھیں روئیں گی مگر وہ آنکھ جو دُنیا میں مصیبت حسینؑ پر روئی ہے نعمت ہائے بہشت کو دیکھ کر خنداں و شاداں ہوگی مؤلف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ بعض حدیثیں اس باب کی آئندہ باب میں آئیں گی جو مشتمل ہے گریۂ زمین و آسمان پر۔!

کتب علمائے شیعہ میں سیّد علی حسینی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے مولا اور پیشوا علی بن موسیٰ الرضا علیہ السّلام کے مشہد مقدس میں مجاور تھا اور ایک جماعت مومنین میرے ساتھ تھی جب روز عاشورہ ہوا ایک شخص نے میرے اصحاب سے احوالِ شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام پڑھنا شروع کیا جب اس روایت پر پہنچا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کی آنکھوں سے حضرت کی مصیبت میں بقدر پر پشہ کے آنسو نکلے حق تعالےٰ اس کے گناہوں کو بخشے گا اگرچہ مانند کف دریا ہوں۔ مجلس میں ایک مرد جاہل بھی حاضر تھا اور اپنی عقل ناقص پر نہایت اعتماد رکھتا تھا کہنے لگا یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ رونا امام حسینؑ پر اس قدر ثواب رکھتا ہو جب اس نے ایسا کلمہ کہا تو ہم سب سے بہت بحث اور تکرار ہوئی لیکن وہ شخص اپنی جہالت سے نہ پھرا اور اُٹھ کر اپنے گھر چلا گیا جب دوسرا دن ہوا تو ہمارے پاس آیا اور عذر خواہی کرنے لگا۔ اور جو باتیں شب کو کہی تھیں اس سے نادم اور پشیمان ہوا اس نے بیان کیا جب میں یہاں سے اپنے گھر گیا تو فرش خواب پر جا کر سو رہا خواب میں دیکھا گویا قیامت برپا ہے اور ساری خلقت ایک صحرا میں جمع ہے زمین اس صحرا کی ہموار ہے مطلق اس میں نشیب و فراز نہیں ترازوئے اعمال نصب ہے اور پل صراط جہنم پر قائم ہے حساب کتاب شروع ہو گیا ہے دیوان ہائے اعمال کو کھولا گیا ہے۔ قصر ہائے بہشت کو آراستہ کیا گیا ہے آتش جہنم کو روشن کیا ہے، آگ بھڑک رہی ہے اس وقت پیاس مجھ پر غالب ہوئی میں پانی ڈھونڈنے لگا کہیں نہ پایا اسی حالت

تشنگی میں داہنے بائیں دیکھتا تھا، شاید کہیں پانی نظر پڑے گا ناگاہ دہنی جانب ایک حوض بہت طویل وعریض دیکھا میں نے اپنے دل میں کہا یہی حوض کوثر ہے اس کا پانی بہت سرد وشیریں ہے حوض کے پاس میں نے دو مرد اور ایک خاتون کو کھڑے دیکھا کہ ان کے نور جمال نے عرصۂ محشر کو روشن کر دیا ہے، وہ جامہ ہائے سیاہ پہنے ہیں اور زار زار روتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ محمد مصطفٰےؐ اور علی مرتضٰےؑ اور وہ معظمہ فاطمہ زہراؑ ہیں۔ میں نے پوچھا یہ بزرگوار لباس سیاہ کیوں پہنے ہیں اور کیوں محزون دگریاں ہیں؟ اس نے کہا۔ اے شخص تجھے معلوم نہیں کہ آج روز عاشورہ ہے اس لئے یہ بزرگوار محزون ہیں یہ بات سنکر میں جناب فاطمہؑ کی خدمت میں گیا عرض کیا اے دختر رسولِ خدا میں پیاسا ہوں۔ انھوں نے بہ چشم غضب مجھ کو دیکھا اور فرمایا تو میرے نور دیدہ حسینؑ مظلوم کی مصیبت پر رونے کی فضیلت کا منکر ہے خدا لعنت کرے اس کے قاتل پر اور ان پر جنھوں نے اس پر ظلم کیا اور پانی سے اسے محروم رکھا پس میں اس خواب کی دہشت سے چونک پڑا اور اپنے کہنے سے نادم اور پشیمان ہوا اور درگاہ خدا میں میں نے بہت استغفار کی، اب تمھارے پاس آیا ہوں اور تم سے عذر کرتا ہوں میری تقصیر کو عفو کرو۔ اور یہ خواب دیکھ کر میں نے اپنے رفیقوں سے جا کر بیان کیا اور درگاہ خدا میں توبہ کی۔

باب (۱۲)

فضائل و مناقب اصحاب و فادار امام حسین علیہ السلام اور انکی شجاعت و جوانمردی

علل الشرائع میں حضرت صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا حضرت کیا سبب تھا کہ اصحاب حضرت امام حسین علیہ السّلام جہاد پر اقدام کرتے تھے اور بے باکانہ خود کو دریائے جنگ میں گرا دیتے تھے حالانکہ جانتے تھے قتل ہونگے فرمایا۔ ان کے سامنے سے تمام حجابات ہٹا دیئے گئے تھے اور اپنے منازل و مدارج کو بہشت میں دیکھ چکے تھے اس لئے جلدی کرتے تھے کہ مارے جائیں اور منزل بہشت میں پہنچیں اور حوروں سے بغلگیر ہوں۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن الحسین علیہما السّلام فرماتے تھے جب میرے پدر بزرگوار حسینؑ ابن علی علیہما السّلام پر شدت بڑھی اور کفار نے ہر طرف سے آپ کے اصحاب پر نرغہ کیا تو حضرت کے اصحاب نے حضرت کے حال کو برخلاف اپنے دیکھا، کیونکہ ان کے دل خائف اور رنگ متغیر ہو گئے تھے اور اعضائے بدن کانپنے لگے تھے اور امام حسین علیہ السّلام اپنے مخصوصان اہلبیت کے ساتھ کھڑے تھے اور رنگ ان سب بزرگواروں کے روشن اور آثار شگفتگی ظاہر تھے اور دل ان کے مطلق خائف نہ تھے اور اعضا اور جوارح ان کے مطمئن تھے پس بعض اصحاب نے کہا کہ دیکھو یہ شیر بیشہ شجاعت مطلق مرنے کی پروا نہیں رکھتا اور آرزومند شہادت ہے حضرت نے جب یہ کلام اپنے اصحاب باوفا کا سنا فرمایا صبر کرو اے فرزندانِ کرام! کہ مرگ تمہارے لئے مثل ایک پل کے ہے جس سے گزر کر تم شدت و تکلیف سے نعمتہائے بہشت کی طرف منتقل ہو جاؤ گے۔ کون شخص تم میں سے نہ چاہے گا کہ قید خانہ سے قصر عالی کی طرف منتقل ہو جائے اور نہیں ہے مرگ تمہارے دشمنوں کے لئے مگر مانند اس شخص کے جو قبہ و قصر سے زندان عذاب میں جائے کیونکہ میرے پدر بزرگوار نے خبر دی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ وَالْمَوْتُ جِسْرُ ھٰؤُلَاءِ اِلٰی جِنَانِھِمْ وَجِسْرُ ھٰؤُلَاءِ اِلٰی جَحِیْمِھِمْ۔ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور بہشت ہے کافر کے لئے اور مرگ مومن کے لئے پل ہے بہشت کی طرف اور کافر کے لئے اس کی موت پل ہے اس کی جہنم کی طرف اور میں نے ہرگز دروغ نہیں کہا اور اپنے پدران بزرگوار سے جھوٹ نہیں سنا۔

قطب راوندی نے کتاب خرائج میں ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی ابن الحسین امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ تھا حضرت نے اس رات جس کی صبح کو شہید ہوئے اپنے اصحاب سے فرمایا اب رات ہو گئی اور راہ بھاگنے کی تم پر کھل گئی اس کو غنیمت جانو اور بمنزلہ سپر کے قرار دو اس لئے کہ یہ جفاکار مجھ کو طلب کرتے ہیں اور کسی سے سروکار نہیں رکھتے اگر مجھ کو قتل کریں گے تو تمہارا تعاقب نہ کریں گے۔ اور میں نے اپنی بیعت کو تمہاری گردنوں سے اٹھا لیا۔ اصحاب نے عرض کیا قسم ہے خدا کی یہ ہرگز نہ ہو گا آپ نے فرمایا کل تم سب شہید ہو گے اور ایک بھی تم میں سے نہ بچے گا۔ اصحاب نے عرض کیا ہم حمد کرتے ہیں اس خدا کی جس نے ہم کو اس کرامت سے مشرف کیا کہ آپ کے ساتھ شریک ہوں پس انہوں نے عزم بالجزم شہادت کا کیا اور

حضرت نے ان کے حق میں دعا کی اور اصحاب سے فرمایا اپنے سر سوئے آسمان بلند کرو اور دیکھو جب اصحاب نے بالائے سر نظر کی تو اپنے درجات اور منازل کو بہشت میں دیکھا حضرت نے ہر ایک کی منزل کو بتا دیا یہاں تک کہ سب نے اپنی منزلوں کو پہچانا اور اپنے حور و قصور اور نعمتوں کو دیکھا اسی سبب سے اس صحرا میں نیزہ اور شمشیر کے سامنے بڑھے چلے جاتے تھے اور ان کو اپنے چہرہ و سینہ پر روکتے تھے تاکہ جلد از جلد اپنی منزل بہشت میں پہنچیں اور نعمت ہائے ابدی سے متنعم ہوں۔

صدوق علیہ الرحمتہ نے کتاب امالی میں ابوحمزہ ثمالی سے روایت کی ہے ایک دن حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے عبید اللہ پسر عباس بن علیؑ ابن ابی طالب کی طرف بہ نگاہ حسرت دیکھا چشم مبارک سے اشک جاری ہوئے فرمایا کہ کوئی دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر روز احد سے سخت تر نہ تھا اس لئے کہ اس دن آپ کے عم نامدار حمزہ بن عبدالمطلب جو کہ شیر خدا اور رسولؐ تھے شہید ہوئے، بعد احد زیادہ سخت روز جنگ موتہ تھا جس میں حضرت کے چچا زاد بھائی جعفر ابن ابی طالب شہید ہوئے اس کے بعد زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں لیکن کوئی دن سختی میں روز شہادت امام حسین علیہ السّلام کو نہیں پہنچتا اس لئے کہ تیس ہزار نامردوں نے جن میں سے ہر ایک دعوے کرتا تھا ہم امت رسولؐ سے ہیں اس امام مظلوم کو گھیر لیا اور ہر شخص حضرت کے خون کو سبب تقرب درگاہ الٰہی جانتا تھا اور وہ جناب ان اشقیاء کو اسی حالت بیکسی میں وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور کہتے تھے خدا کو نہ بھولو مگر اشقیاء نے ہرگز حضرت کے وعظ و نصیحت کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ اس امام مظلوم کو بظلم و ستم شہید کیا اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ رحمت حق عباسؑ ابن علیؑ پر کہ انھوں نے جانفشانی اور مردانگی کی اور اپنی جان کو اپنے بھائی کی جان پر فدا کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھ ان کے ظالموں نے کاٹ ڈالے پس حق تعالیٰ نے ان ہاتھوں کے عوض دو پر انھیں عنایت فرمائے، ان پروں سے ملائکہ کے ہمراہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں جس طرح جعفر بن ابی طالب کو خدا نے دو پر عطا فرمائے تھے اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اِنَّ لِلْعَبَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْزِلَۃً یَغْبِطُہُ بِھَا جَمِیْعُ الشُّھَدَاءِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ عباس ابن علی کے لئے درگاہ خدا میں وہ درجہ ہے جسکی تمام شہداء بروز قیامت آرزو کریں گے۔

ابن قولویہ نے کتاب کامل الزیارت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کوئی شہید ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ آرزو کرتا ہے کاش میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوتا اور ان کے ہمراہ بہشت میں جاتا

باب (۱۳)

قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کے کفر میں اور شدت عذاب میں اُن اشقیا کے اور ثواب لعنت میں!

کتاب امالی میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا اے پسر شبیب اگر تو چاہے کہ غرفہ ہائے عالیہ بہشت میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ہدیٰ کے ساتھ ساکن ہو تو لعنت کر قاتلان حسینؑ پر۔ پسر شبیب اگر چاہے کہ ثواب تیرا شہدائے کربلا کے برابر ہو پس جب حسینؑ کو یاد کرو تو کہہ یالیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما یعنی میں آرزو مند ہوں کہ ان بزرگوں کے ساتھ قتل ہوتا اور رستگاری عظیم پاتا تا آخر حدیث۔

شراب و شطرنج اور یزید:۔ امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا جو شخص شراب اور شطرنج کو دیکھ کر حضرت امام حسینؑ کو یاد کرے اور یزید پلید اور ابن زیاد بد نہاد پر لعنت کرے حق تعالےٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اگرچہ گناہ اس کے شمار میں ستاروں کے برابر ہوں۔

ابن بابویہ نے کتاب عیون اخبار الرضاؑ میں اسی جناب سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسینؑ کا قاتل صندوقِ آتش میں ہے نصف عذاب اہل دُنیا کا اس کے لئے تنہا مقرر ہے اور ہاتھ پاؤں اس ملعون کے زنجیر ہائے آتشیں سے باندھ کر سرنگوں قعر جہنم میں لٹکایا ہے اس کی بدبو سے تمام اہل جہنم درگاہ خدا میں فریاد کرتے ہیں اور وہ ملعون مع اپنے مددگاروں کے جنھوں نے معاونت حضرت کے قتل پر کی ہے ابدالآباد دوزخ میں رہے گا جسقدر کھال ان کے بدن کی جلتی جلے گی حق تعالیٰ پوست تازہ اُن کے بدن پر خلق کرے گا تاکہ شدت عذاب ان کو معلوم ہو۔ ایک لمحہ

عذاب موقوف نہ ہوگا اور حمیم جہنم ان کے حلق میں ڈالیں گے، پس وائے ان ملعونوں پر عذاب جہنم سے صحیفۃ الرضا میں مثل اس روایت کے منقول ہے۔

کتاب عیون اخبار الرضا میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا خداوندا! میرا بھائی ہارون مر گیا ہے، اسکو بخشدے حق تعالیٰ نے موسیٰؑ پر وحی نازل کی اے موسیٰ اگر تو جمیع گزشتگان اور آیندگان کی سفارش کرے میں تیری شفاعت کو قبول کروں گا سوائے قاتل حسینؑ کے، یقیناً میں اس کے قاتل سے انتقام لوں گا۔ صحیفۃ الرضا میں مثل اس کے روایت ہے۔

اولاد حسین کا دشمن کافر ہے:۔ عیون اخبار الرضا میں حضرت سے اور ان کے آبائے کرام سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے بدترین لوگ حسین کو شہید کریں گے اور جو کوئی اس کے فرزندوں سے بیزار ہو وہ میری نبوت کا منکر و کافر ہے۔

کتاب خصال میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھ شخصوں پر حق تعالیٰ اور ہر نبی مستجاب الدعوات نے لعنت کی ہے پہلے وہ شخص جو کتاب خدا میں زیادتی کرے دوسرے جو قدرت خدا کی تکذیب کرے۔ تیسرے جو میری سنت کو ترک کرے۔ چوتھے جو حلال جانے میری عترت کے حق میں اس چیز کو جسے خدا نے حرام کیا ہے۔ پانچویں وہ شخص جو تسلط و جبروت اپنا ظاہر کرے۔ یا ذلیل کرے اس شخص کو جسے خدا نے عزیز و مکرم کیا ہے۔ اور عزیز کرے اس کو جسے خدا نے ذلیل کیا ہے۔ چھٹے وہ شخص جو غنیمت مسلمانوں کی لے اور اپنے لئے حلال جانے۔

شیخؒ نے کتاب امالی میں حسن بن ابو فاختہ سے روایت کی ہے میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا جب میں حسین بن علی علیہما السلام کو یاد کروں اس وقت کیا کہوں؟ فرمایا تین بار کہہ صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ تا آخر حدیث۔

ثواب الاعمال میں مذکور ہے، ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں قاتل حسینؑ کا ذکر کیا بعض اصحاب نے عرض کیا ہم چاہتے تھے کہ حق تعالیٰ دنیا میں اس سے انتقام لیتا، فرمایا کیا عذاب خدا کو تو اس کے حق میں ہلکا جانتا ہے۔ اے شخص! جو عذاب اور عقوبتیں حق تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کی ہیں وہ شدید تر ہیں عذاب دنیا سے۔

کتاب مذکور میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے فرمایا جہنم میں ایک مقام ہے کہ سوا قاتل حسینؑ اور قاتل یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے کوئی اس کا مستحق نہیں ہے۔

کتاب مذکور میں کعب الاحبار سے روایت ہے کہ پہلے جس نے قاتل حسین ابن علیؑ پر لعنت کی حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے اور انھوں نے حکم کیا اپنے فرزندوں کو اور ان سے عہد وپیمان لیا کہ ہمیشہ اس ملعون پر لعنت کریں اور بعد حضرت ابراہیمؑ کے حضرت موسیٰؑ نے اس پر لعنت کی اور اپنی امت کو حکم کیا کہ لعنت کریں، بعدان کے حضرت داؤد نے لعنت کی۔ اور بنی اسرائیل کو حکم کیا اس شقی پر لعنت کریں۔ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر لعنت کی اور وہ جناب بنی اسرائیل سے بہ تکرار فرماتے تھے کہ لعنت کرو قاتلان حسین پر اگر ان کے زمانے کو پاؤ تو ان کے سامنے جہاد کرو جو شخص ان کے مقابلہ میں شہید ہوگا ایسا ہے کہ پیغمبروں کے ساتھ شہید ہوا اور ثابت قدم رہا۔ وہ قطعہ زمین جس میں ان کا مدفن ہوگا گویا میرے سامنے ہے اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے کربلا کی زیارت نہ کی ہو اور اس مقام پر نہ ٹھہرا ہو۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے زمین کربلا سے خطاب کرکے کہا تو بقعۂ کثیر الخیر ہے یعنی نیکی تیری بہت ہے اور ماہ تابانِ امامت تجھ میں مدفون ہوگا۔

کتاب مذکور میں عمران بن ہبیرہ سے روایت ہے اس نے کہا میں نے دیکھا گود میں حضرت رسول خدا کے حسنین علیہما السلام بیٹھے تھے حضرتؐ کبھی امام حسنؑ کے اور کبھی امام حسین کے بوسے لیتے تھے اور حضرت امام حسینؑ سے مخاطب ہوکر فرماتے تھے کہ ویل وعذاب اس شخص کے لئے جو تجھے شہید کرے۔

کتاب مذکور میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہے کہ میری طرح زندگانی کرے اور میری طرح مرے اور بہشت عدن میں داخل ہو جس میں درخت ایسے ہیں جس کو حق تعالٰے نے اپنے دست قدرت سے لویا ہے چاہیئے کہ علیؑ کو اور اس کے اوصیا کو دوست رکھے ان کے فضائل کو تسلیم کرے، کیونکہ یہ ایسے رہنما ہیں کہ حق تعالٰے ان سے راضی ہے اور فہم وعلم میرا حق تعالٰے نے ان کو عطا کیا ہے اور یہ میری عترت ہیں اور میری طینت وخون سے خلق ہوئے ہیں اور میں خدا سے شکایت کرتا ہوں ان کے دشمنوں کی جو میری امت سے ہیں۔ اور ان کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں اور بر سبب اپنی بدی کے میری بخشش اور عطا کو قطع کرتے ہیں قسم خدا کی جو لوگ میرے فرزند کو شہید کریں گے خدا میری شفاعت سے ان کو محروم رکھے گا۔

کتاب مذکور میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا۔ قاتل یحییٰ ابن ذکریا اور قاتل امام حسین علیہ السلام کا ولد الزنا تھا اور آسمان کسی شخص پر نہیں رویا مگر ان دو بزرگوں پر کتاب مذکور میں دو سندوں سے مثل اس کے مذکور ہے۔

کتاب مذکور میں داؤد رقی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں ایک دن حضرت صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا حضرت نے پانی مانگا جب پانی پیا میں نے دیکھا کہ آنسو حضرت کی آنکھوں میں بھر آئے پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے داؤد! خدا لعنت کرتا ہے قاتل حسین علیہ السّلام پر۔ اے داؤد جو بندۂ مومن پانی پی کر امام حسین علیہ السّلام کو یاد کرے اور ان کے قاتل پر لعنت کرے حق تعالیٰ سو ہزار حسنہ اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے اور سو ہزار گناہ عفو فرماتا ہے اور سو ہزار درجے بہشت میں اس کے لئے بلند کرتا ہے اور ثواب سو ہزار بندوں کا جو راہ خدا میں آزاد کئے ہوں عطا کرتا ہے اس کو قیامت میں با دل خنک اور فرحناک محشور کرے گا۔ کتاب مذکور میں سعد ابن سعد سے مثل اس کے روایت ہے۔

تفسیر حضرت امام حسن عسکری میں لکھا ہے کہ جب آیہ وَاِذْا .... تَشْهَدُوْنَ الخ (بقرہ آیت ۸۴) تا آخر آیہ یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی جنھوں نے پیمانِ خدا کو توڑا رسولانِ خدا کی تکذیب کی دوستانِ خدا کو قتل کیا اس وقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ آیا تم چاہتے ہو خبر دوں ان لوگوں کے حال سے جو مثل ان یہود کے ہیں میری امت سے، اصحاب نے عرض کیا ارشاد ہو، فرمایا: ایک گروہ میری امت سے دعویٰ کرے گا کہ وہ میرے دین پر ہے لیکن وہ میری شریعت اور سنت کو ذلیل کرے گا اور میرے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کو اس طرح شہید کرے گا جس طرح گزشتگانِ یہود نے زکریا اور یحییٰ علیہما السّلام کو شہید کیا اور حق تعالیٰ ان پر لعنت کرتا ہے جس طرح کہ یہود پر لعنت کی ہے بیش از قیامت ایک امام ہدایت کنندہ و ہدایت یافتہ کو ذریت حسینؑ سے بھیجے گا جو اپنے دوستوں کی ضربت شمشیر سے ان اشقیاء کو واصل جہنم کرے گا۔ آگاہ ہو کہ حق تعالیٰ نے لعنت کی ہے قاتلانِ حسین علیہ السّلام پر اور جو ان اشقیا کے معاون و مددگار رہیں، اور لعنت کی ہے ان پر جو بلا ضرورت تقیہ ان پر لعنت کرنے میں خاموشی اختیار کریں۔ آگاہ ہو کہ حق تعالیٰ صلوات بھیجتا ہے ان پر جو حسینؑ پر از روئے شفقت و رحمت روتے ہیں۔ اور ان لوگوں پر جو اس کے دشمنوں پر لعنت کرتے ہیں اور جن کے دل اس کے اعداء کی دشمنی اور کینہ سے بھرے ہیں آگاہ ہو جو لوگ قتل حسینؑ پر راضی ہیں وہ شریک ہیں اس کے قتل میں

بہ تحقیق کہ قاتل حسینؑ اور جو تابع و دوستدار و پیروان کے ہیں سب دین خدا سے خارج ہیں خدا حکم کرتا ہے فرشتوں کو کہ آنسو حسینؑ کے رونے والوں کے خازن بہشت کے پاس لے جائیں تاکہ وہ ان آنسوؤں کو آب حیوان میں ملا دے جس سے اس کی شیرینی و لذت زیادہ ہو اور آنسو ان اشقیاء کے جو قتل حسینؑ سے خوش ہوئے جہنم میں ڈالیں اور حمیم اور صدید اور غساق و غسلین جہنم میں ملا دیں تاکہ شدت و گرمی اور عذاب اس کا ہزار درجہ بیشتر سے زیادہ ہو اور اس میں دشمنانِ آل محمدؐ داخل کئے جائیں۔

کلینی نے کافی میں داؤد ابن فرقد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں، میں ایک دن حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور کبوتر راعبی آپ کے گھر میں بول رہا تھا حضرت نے ارشاد کیا، ابو داؤد! تو جانتا ہے یہ کبوتر کیا کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا مولیٰ! فدا ہوں میں آپ پر میں نہیں جانتا۔ حضرت نے فرمایا یہ کبوتر لعنت اور نفرین کرتا ہے قاتلان حسینؑ پر۔ پس اس کو اپنے گھروں میں پالو۔

مؤلف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں بعض تالیفات معاصرین میں ہے۔ جب ابن زیاد نے ستر ہزار سواروں کو جمع کیا اور ان کو امام حسینؑ سے لڑنے پر راغب کیا کہنے لگا ایہا الناس! جو شخص تم میں سے قتل حسینؑ کو اختیار کرے حکومت جس شہر کی چاہے لے کسی شقی نے جواب نہ دیا۔ اس کے بعد عمر سعد کو بلا کر کہا میں چاہتا ہوں تو امام حسینؑ سے لڑنے کو جا اس نے کہا مجھ کو اس امر سے معاف کر اس ولد الزنا نے کہا بس جو سند حکومت رے کی تجھے میں نے دی ہے پھیر دے۔ عمر نے کہا آج کی شب مجھے مہلت دے تاکہ میں مشورہ کروں۔ ابن زیاد نے مہلت دی، وہ ملعون اپنے گھر آیا اور اپنی قوم اور بھائیوں سے جن پر وثوق اور اعتماد رکھتا تھا مشورہ کرنے لگا لیکن کسی نے اس کو مشورہ نہ دیا ان لوگوں میں ایک شخص کامل نام اہل خیر ہی سے تھا وہ اس کے باپ سعد وقاص کا دوست بھی تھا جب اس نے عمر سعد کو مضطرب پایا تو کہنے لگا: اے عمر تیرا کیا حال ہے کہ میں تجھے مضطرب دیکھتا ہوں کونسی عزیمت تجھے درپیش ہے۔ کامل اپنے نام کی طرح دین وعقل میں کامل تھا عمر سعد نے کہا جو لشکر امام حسینؑ سے لڑنے کو جمع ہوا ہے اس کی امارت میں نے اختیار کی ہے اور قتل کرنا امام حسینؑ کا میرے نزدیک مثل ایک لقمۂ طعام اور ایک گھونٹ پانی پی لینے کے سہل ہے اور جب ان کو قتل کر لوں گا تو ملک رے میں جا کر بہ فراغت تمام عیش کروں گا۔ کامل نے کہا: اے عمر سعد! اُف ہو تجھ پر اور تیرے دین پر تو حسینؑ فرزند رسولؐ کے قتل

کا ارادہ رکھتا ہے کیا تو حق سے جاہل ہے اور راہ راست کو تو نے گم کیا ہے کیا تو نہیں جانتا کس سے لڑنے کو جاتا ہے اور کس شخص سے مقابلہ کرے گا۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ قسم ہے خدا کی اگر اُمت محمد کے ایک شخص کے قتل کے بدلہ مجھے تمام دُنیا و مافیہا ملے تو ہرگز قتل نہ کروں۔ تجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ حسین فرزند رسول کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے اور جب تجھ کو فردائے قیامت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لے جائیں گے اس وقت کیا جواب دیگا۔ درآنحالیکہ تو نے قتل کیا ہوگا ایک ایسی ہستی کو جو ان کا فرزند انکی روشنی چشم، ان کا میوۂ دل ہے اور فرزند ہے، سیدہ نساء عالمین و سید الاوصیاء علی مرتضیٰ کا اے پسر سعد حسین بہترین جوانان بہشت ہے تمام خلق میں اور ہمارے زمانہ میں بمنزلہ رسول خدا ہے اور اطاعت ان کی ہم پر مانند ان بزرگوں کے واجب ہے وہ جناب بہشت و دوزخ کے مختار ہیں۔ اے عمر تیرے لئے جو مناسب اور پسندیدہ ہو اُسے اختیار کر۔ خدا کو گواہ کرتا ہوں اگر تو حسین سے لڑے گا یا ان کو شہید کرے گا یا ان کے لڑنے پر اور قتل کرنے پر اعانت کرے گا ان کے بعد تو بھی دُنیا میں نہ رہے گا مگر چند روز۔ عمر نے کہا اے کامل تو مجھے مرنے سے ڈراتا ہے۔ میں اس مہم سے فارغ ہوں گا تو ستر ہزار سواروں کا امیر اور مُلک رَے کا حاکم ہوں گا۔ کامل نے کہا: اے عمر! میں تجھ کو صحیح خبر سناتا ہوں۔ اگر تجھ کو اس کے قبول کی توفیق ہوئی تو امید ہے کہ یہ تیری نجات کا سبب ہوگا۔

عمر سعد کے متعلق ایک راہب کی پیشنگوئی:۔ آگاہ ہو! میں ایک سفر میں تیرے باپ کے ساتھ تھا اور ملک شام کی طرف جا رہا تھا اثنائے راہ میں میرا گھوڑا تھک گیا اور میں قافلہ سے پیچھے رہ گیا تشنگی نے مجھ پر غلبہ کیا اس وقت ایک راہب کا دیر مجھے دکھائی دیا جب میں قریب آیا گھوڑے سے اُتر کر دروازہ دیر پر گیا تاکہ پانی پیوں، راہب نے بالائے دیر سے مجھے دیکھ کر کہا، کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا پیاسا ہوں تھوڑا پانی پلا۔ اس نے کہا: تو اس پیغمبر کی اُمت سے ہے جو مالِ دُنیا کے لئے ایک دوسرے کو قتل کرتی ہے اور لذاتِ دُنیا کی طمع کرتی ہے میں نے کہا: اے راہب میں اُمت مرحومہ محمدیہ سے ہوں۔ اس نے کہا تو تم بروز قیامت بدترین اُمت سے ہو کیونکہ تم اولاد پیغمبر کے دشمن ہوگے ان کی عورتوں کو اسیر کرو گے ان کے اموال و اسباب کو غارت کرو گے میں نے کہا: اے راہب کیا ہم ایسے کام کریں گے؟ اس نے کہا ہاں! تم ایسا امر قبیح کرو گے۔ اس وقت آسمان و زمین تمام پہاڑ اور دریا اور سب صحرا اور چرند و پرند خروش میں آئیں گے۔ اور ان کے قاتلوں پر لعنت کریں گے۔ اور قاتل ان کا دُنیا

میں نہ رہے گا مگر چند روز۔ اس کے بعد ایک شخص ظاہر ہوگا اور ان کے خون کا عوض طلب کرے گا اور ہر متنفس کو جو ان کے خون میں شریک ہوگا قتل کرے گا حق تعالے اس ملعون کی روح کو بہ تعجیل تمام جہنم میں پہنچائے گا۔ مجھے گمان ہے تجھ کو اس فرزند طیب و مبارک کے قاتل سے کچھ قرابت ہے۔ قسم بخدا اگر میں اس کے زمانہ تک زندہ رہوں تو اپنی جان اس پر فدا کروں گا۔ میں نے کہا اے راہب میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں فرزند رسولؐ کے قاتلوں سے ہوں۔ راہب نے کہا: اگر تو قاتل اس فرزند ارجمند کا نہیں ہے تو کوئی اور تیرے اقربا سے ہوگا۔ اس کے قاتل پر نصف عذاب اہل جہنم ہوگا۔ اور فرعون و ہامان کے عذاب سے بدتر ہوگا یہ کہکر اس راہب نے دروازہ دیر کا بند کر لیا اور عبادت میں مشغول ہوگیا اور مجھے پانی نہ دیا۔ جب میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تیرے باپ سعد وقاص کے لشکر میں پہنچا تو اس نے کہا: اے کامل تجھے اس قدر دیر کیوں لگی؟ میں نے سارا حال اور جو راہب نے مجھ سے کہا تھا نقل کیا۔ سعد نے کہا اے کامل تو نے سچ کہا میں بھی ایک دن تجھ سے پہلے اس کے پاس گیا تھا اس نے مجھے یہ خبر بھی دی ہے کہ میں یا میرا بیٹا فرزند رسولؐ کا قاتل ہوگا میں ڈرتا ہوں کہ میرا بیٹا عمر فرزند رسولؐ کا قاتل ہو اتنا بیان کر چکنے کے بعد کامل نے کہا اے عمر اسی سبب سے میں تیرے معاملہ میں بہت خائف رہا کرتا تھا، پس پناہ طلب کر تو حضرت پر خروج کرنے سے اور مستوجب نصف عذاب اہل جہنم کا نہ ہو لیکن اس بدبخت پر شقاوت غالب ہوئی اور کامل کی نصیحت نے مطلق اثر نہ کیا بلکہ جب یہ باتیں ابن زیاد نے سنیں تو کامل کو بلا کر اس کی زبان کاٹ ڈالی جس سے وہ مرد نیک بخت ایک دن یا اس سے کم زندہ رہے۔ اور روح پرفتوح ان کی آشیانہ قدس کو پرواز کر گئی۔

منقول ہے ایک شخص بنی اسرائیل سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لایا تھا اس نے ایک دفعہ دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام بہ تعجیل تمام چلے جاتے ہیں رنگ حضرت کا زرد ہے جسم مبارک ضعیف ہوگیا ہے بدن کانپ رہا ہے آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے ہیں۔ جب حق تعالیٰ ان کو مناجات کے لئے طلب فرماتا تھا تو بہ سبب خوف خدا کے آپ کا حال ایسا ہو جاتا تھا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو پہنچا تا عرض کیا یا نبی اللہ! میں نے ایک گناہ عظیم کیا ہے، امیدوار ہوں آپ حق تعالے سے دعا کریں کہ میرے گناہ کو بخش دے۔ حضرت نے قبول کیا اور تشریف لے گئے جب درگاہ قاضی الحاجات میں مناجات کی تو عرض کیا اے پروردگار عالم! تجھ سے سوال کرتا ہوں حالانکہ سوال سے پہلے تو جانتا ہے حق تعالےٰ نے

فرمایا: اے موسیٰ جو سوال کرو میں عطا کروں گا جس مطلب کو کہو بر لاؤں گا۔ موسیٰ نے عرض کیا: اے پروردگار فلاں بنی اسرائیل نے ایک گناہ کیا ہے جس سے وہ آمرزش چاہتا ہے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ جو شخص تجھ سے آمرزش طلب کرے میں بخش دیتا ہوں۔ سوا قاتل حسینؑ کے۔ موسیٰؑ نے عرض کیا: اے پروردگار حسینؑ کون ہے؟ فرمایا وہ شخص ہے جس کا ذکر ہم نے تجھ سے کوہ طور پر کیا ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کیا: اے پروردگار! اسے کون قتل کرے گا۔ فرمایا: ایک گروہ اشقیا اس کے نانا کی اُمت سے زمین کربلا پر اسے شہید کرے گا۔ اور اس کی شہادت کے بعد اس کا گھوڑا بے قرار ہو کر چیخیں مارے گا اور اپنی زبان میں کہے گا فریاد ایسی اُمت جفا کار سے جو اپنے پیغمبرؐ کے نواسہ کو شہید کرے اس کی نعش مبارک بے غسل و کفن خاک پر چھوڑ دیں گے، مال و اسباب اس کا غارت کریں گے، اس کے عیال و اطفال کو قید کر کے شہر بہ شہر پھرائیں گے اس کے انصار کو شہید کریں گے ان کے سروں کو مع اس کے سر منور کے نیزہ پر چڑھائیں گے اے موسیٰ صَغِيْرُهُمْ يَمُوْتُ مِنَ الْعَطَشِ وَكَبِيْرُهُمْ جِلْدُهٗ مُنْكَمِشٌ ان کے بچے پیاس سے مر جائیں گے اور ان کے بڑوں کی کھال سوز آتش سے سکڑ جائے گی وہ فریاد کریں گے کوئی شخص ان کی نصرت نہ کرے گا وہ ایک ایک کو نصرت کے لئے بلائیں گے مگر کوئی ان کی حمایت نہ کرے گا اور پناہ نہ دیگا حضرت موسیٰؑ امام حسینؑ علیہ السّلام کا یہ احوال سُن کر رونے لگے عرض کیا اے پروردگار! اس کے قاتل کا کیا عذاب ہے؟ فرمایا اے موسیٰ اس کا ایسا عذاب ہے کہ اہل جہنم اس سے فریاد کریں گے، اس کے قاتل میری رحمت سے اور اس کے جد کی شفاعت سے محروم ہیں اے موسیٰؑ اگر اس کے جد کی حرمت کا پاس نہ ہوتا تو میں دُنیا میں اپنا عذاب اس کے قاتلوں پر نازل کرتا یہاں تک کہ وہ سب ملعون زمین میں سما جاتے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا خداوندا میں بیزار ہوں ان کے قاتلوں سے اور جو ان کے ظلم و ستم سے راضی ہو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ جو میرے بندوں سے اس مظلوم کا تابع ہو گا میں اپنی رحمت اس پر واجب کروں گا اے موسیٰؑ آگاہ ہو جو کوئی اس شہید مظلوم کی مصیبت پر روئے یا رولائے یا بقصد رونے کا رکھے اس پر آتش جہنم حرام کروں گا۔

کتاب کامل الزیارت میں ابو سعید سے روایت ہے اس نے کہا میں نے سُنا ہے جب امام حسین علیہ السّلام بعزم سفر عراق مکہ معظمہ سے نکلے تو عبداللہ بن زبیر

حضرت کی خدمت میں آیا اور دیر تک تخلیہ میں حضرت سے باتیں کرتا رہا اور بظاہر حضرت کو سفر سے منع کرتا تھا۔ حضرت نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عبداللہ بن زبیر مجھے اس سفر سے منع کرتا ہے، کہتا ہے مثل ایک کبوتر کے کبوتران حرم سے رہو اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے حرمت حرم کعبہ ضائع ہو اور جس قدر حرم کعبہ سے میں دور ہو کر مارا جاؤں میرے نزدیک اچھا ہے اور اگر کنارہ فرات پر مارا جاؤں بہتر ہے اس سے کہ میں خانۂ کعبہ کے پاس قتل ہوں۔

کتاب مذکور میں حضرت صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے عرض کیا، یابن رسول اللہ! اگر آپ مکہ معظمہ تشریف لے جاتے ہیں تو حرم کعبہ میں رہیے حضرت نے فرمایا اے عبداللہ! میں نہیں چاہتا کہ حرمت کعبہ میری وجہ سے ضائع ہو، اور اگر میں ریت کے ٹیلے پر قتل ہوں تو میرے نزدیک بہتر ہے اس سے کہ حرم کعبہ میں مارا جاؤں۔

کتاب مذکور میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام روز ترویہ سے ایک دن قبل ساتویں تاریخ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے جانب عراق روانہ ہوئے عبداللہ بن زبیر حضرت کی مشایعت کو آیا عرض کرنے لگا یا اباعبداللہ! حج کے دن بہت قریب پہنچ گئے ہیں، آپ حج چھوڑ کر عراق جاتے ہیں! فرمایا اے ابن زبیر اگر میں دریائے فرات کے کنارے مدفون ہوں تو بہتر ہے اس سے کہ نزدیک کعبہ دفن ہوں۔

کتاب مذکور میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب سید الشہداء نے بروز عاشورہ اپنے اصحاب سے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ علم حق سبحانہ تعالیٰ میں مقدر ہوا ہے کہ ایک ایک تم میں سے شہید ہو پس چاہیئے کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کرو اور جو بلا نازل ہو اس پر صبر کرو۔

کتاب مذکور میں جلبی سے روایت ہے اس نے کہا میں نے حضرت صادق علیہ السّلام سے سُنا کہ جناب سید الشہداء نے صبح عاشورہ اپنے اصحاب باوفا کے ساتھ نماز صبح ادا کی اس کے بعد اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: حق سبحانہ تعالیٰ نے آج کے دن تم سب کا قتل ہونا مقدر فرمایا ہے پس چاہیئے کہ قضائے الٰہی پر صابر رہو۔

کتاب کامل الزیارت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب سید الشہداءؑ نے مکہ معظمہ سے محمد حنیفہ کو لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ نامہ ہے حسین ابن علی کی طرف سے محمد بن علی اور تمام بنی ہاشم کی طرف۔ اما بعد جو شخص مجھ سے آکر ملے گا وہ شہید ہوگا اور جو شخص مجھ سے ملحق نہ ہوگا فتح و فیروزی نہ پائے گا۔ والسّلام۔

میسر بن عبدالعزیز نے پانچویں امام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے کربلا سے اس مضمون کا نامہ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ اور تمام بنی ہاشم کو رقام فرمایا: اما بعد پس آگاہ ہو کہ میں نے دل شہادت پر باندھا ہے اور زندگانی دنیا کو ترک کیا اور دُنیا کو ایسا قرار دیا کہ گویا، کہ وہ کبھی تھی ہی نہیں۔ میں آخرت کو باقی اور دائم جانتا ہوں اور میں نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا والسّلام۔

کتاب مذکور میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام منزل بطن عقبہ سے آگے بڑھے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں اس سفر میں قتل ہوں گا۔ اصحاب نے عرض کیا: یا بن رسول اللہ! آپ نے کہاں سے جانا۔ فرمایا: میں نے دیکھا کہ کئی کتوں نے مجھ پر حملہ کیا وہ مجھے پھاڑ رہے ہیں ان میں ایک کتا ابلق ہے جو سب سے زیادہ مجھ پر حملہ کرتا ہے۔

کتاب مذکور میں حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب سیدالشہدا خامس آل عبا نے فرمایا: قسم اس خدائے یگانہ کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ بادشاہی بنی اُمیہ کو گوارا نہ ہو گی جب تک کہ مجھے قتل نہ کریں اور ضرور قتل کریں گے اور جب مجھے شہید کر چکیں گے تو پھر یہ اُمّت بدکردار نماز با جماعت کی توفیق نہ پائے گی اور عطایا اور غنیمتیں بظلم و جور تقسیم ہوں گی پہلے جس شخص کو یہ اُمّتِ جفا کار زجر و قہر سے علانیہ قتل کرے گی میں اور میرے اہل بیت ہوں گے اور قسم خدا کی جس وقت قیامت آئے گی تو روئے زمین پر ایک سید بھی نہ ہو گا جو خوشحال ہو۔

کتاب مذکور میں بسند دیگر جناب صادق علیہ السّلام سے مثل اس کے روایت ہے۔

زنان بنی عبدالمطلب کی حالت: کتاب مذکور میں باسانید حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام نے ارادہ کیا کہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوں، تو زنان بنی عبدالمطلب نے بے قرار ہو کر صدائے نوحہ و زاری بلند کی جب امام مظلوم نے آواز گریہ سُنی اور بیتابی اور ان کی بے قراری مشاہدہ کی تو ان کے پاس آکر فرمایا: میں تم کو خُدا کی قسم دیتا ہوں کہ صبر کرو۔ اور اس بیقراری اور بے تابی سے باز آؤ۔ اُنھوں نے عرض کیا، اے سید بزرگوار اور اے میوۂ دل احمدِ مختار ہم کیونکر رونے پیٹنے سے باز رہیں حالانکہ آپ بہ حسرت و ناکامی ہم سے جُدا ہوتے ہیں اور ہم کو بیکس چھوڑے جاتے ہیں معلوم نہیں یہ منافقین آپ سے کیا سلوک کریں، پس ہم نوحہ

سوگواری کس دن کے لئے اٹھا رکھیں۔ بخدا یہ دن ہمارے لئے مثل روز وفات پیغمبرؐ خدا و علیؑ مرتضیٰ و فاطمہؑ زہرا ہے۔ اے سکون دلہائے بیقرار، اے بزرگوں کی یادگار! خدائے عزوجل ہماری جانیں آپ پر نثار کرے۔ اس کے بعد حضرت کی ایک پھوپھی نے آکر بصدائے بلند گریہ فرمایا اور کہا: اے نور دیدہ گواہی دیتی ہوں کہ اس وقت میں نے جنوں کا نوحہ سُنا جیسے کوئی کہہ رہا ہے:۔ ؎

وَاِنَّ قَتِیْلَ الطَّفِّ مِنْ اٰلِ ھَاشِمٍ　　اَذَلَّ رِقَاباً مِّنْ قُرَیْشٍ فَذَلَّتِ

حَبِیْبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَمْ یَکُ فَاحِشًا　　اَبَانَتْ مُصِیْبَتُکَ الْاُنُوْفَ وَجَلَّتِ

یعنی فرات کے کنارے شہید ہونے والے نے جو اولادِ ہاشم سے تھا، قریش کی گردنیں ہمیشہ کے لئے جھکادیں۔ رسولؐ اللہ کا حبیب کوئی گنہگار نہ تھا تیری مصیبت نے تو قوم عرب کو ذلیل کردیا کیونکہ نہایت عظیم ہے یہ مصیبت۔

کتاب خرائج الجرائح میں منجملہ معجزات جناب سیّد الشہدا منقول ہے کہ جب حضرت نے عزم سفر عراق کیا اس وقت ان کی جدہ ام سلمہ تشریف لائیں کہا: اے نور دیدہ عراق نہ جاؤ کیونکہ میں نے تمہارے جد بزرگوار کو کئی دفعہ فرماتے سُنا کہ میرا فرزند حسینؑ زمین عراق پر تیغ اہل نفاق سے شہید ہوگا، اور حضرت نے خاکِ کربلا مجھے دی ہے جو میرے پاس شیشہ میں موجود ہے حضرت نے جواب دیا: اے مادر گرامی! ایسا ہی واقع ہونے والا ہے، اگر میں عراق نہ بھی جاؤں تب بھی نہ بچوں گا۔ لوگ ضرور مجھے قتل کریں گے اس کے بعد جناب ام سلمہ سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں اپنا اور اپنے دوستوں کا مقتل دکھاؤں پھر حضرت نے اپنا ہاتھ ام سلمہ کے منہ پر پھیرا برکت دست مبارک سے حق تعالیٰ نے اس درجہ روشنی چشم کو زیادہ کردیا کہ محل شہادت حضرت مع اصحاب مشاہدہ فرمایا پھر ایک مشت خاک زمین کربلا سے اُٹھا کر اُمّ سلمہ کو دی اور کہا اس کو دوسرے شیشے میں رکھ چھوڑیئے جب یہ شیشے خون سے مملو ہوجائیں تو جانیئے کہ میں شہید ہوا۔ اُمّ سلمہ فرماتی ہیں، جب عاشورا ہوا میں نے بعد نماز ظہر دیکھا کہ خون تازہ دونوں شیشوں سے اُبلتا ہے۔

سیب کی روایت:۔ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں جناب ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن جبرئیل جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بصورت دحیہ کلبی آکر بیٹھے، ناگاہ امام حسنؑ اور امام حسین علیہما السّلام وہاں تشریف لائے چونکہ حضرت جبرئیل دحیہ کلبی کی شکل اختیار کئے ہوئے تھے، اس لئے دونوں شہزادے

ان کے پاس آکر میوے ڈھونڈنے لگے جب حضرت جبرئیل ان کے مطلب کو سمجھے اپنا ہاتھ سوئے آسمان بلند کیا، اور ایک سیب اور ایک بہی اور ایک انار لے کر حسنین علیہما السّلام کو دیا، جب ان شہزادوں نے دیکھا تو نہایت خوش ہوئے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لے گئے حضرت نے ان میووں کو لے کر سونگھا اور فرمایا اپنی ماں کے پاس لے جاؤ اور اگر پہلے اپنے باپ کے پاس لے جاؤ تو بہتر ہے پس حسنینؑ بموجب ارشاد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میووں کو اپنے پدر و مادر کی خدمت میں لے گئے مگر کسی نے ان میووں سے تناول نہ کیا یہاں تک کہ جناب رسالت مآبؐ تشریف لائے اس وقت سب اہلبیتؑ نے تناول کیا اور جس قدر اہلبیتؑ تناول کرتے تھے کچھ ان میں سے کم نہ ہوتا تھا سب میوے اپنے حال پر رہے یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا سے رحلت فرمائی۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا: بعد وفات رسولؐ خدا وہ میوے اہلبیت کے پاس تھے اور کچھ تغیر اور نقصان ان میں نہ ہوا یہاں تک کہ جناب فاطمہؑ شہید ہوئیں پس انار غائب ہو گیا جب جناب امیرؑ شہید ہوئے بہی بھی غائب ہو گئی فقط سیب باقی رہ گیا یہاں تک کہ وہ سیب حضرت امام حسنؑ کے پاس رہا جب حضرت بھی زہر دغا سے شہید ہوئے سیب کو کچھ آسیب نہ پہنچا۔ امام حسین علیہ السّلام فرماتے ہیں: کربلا میں وہ سیب میرے پاس تھا اور جب پیاس مجھ پر بہت غلبہ کرتی تھی تو میں اس سیب کو سونگھتا تھا اس لئے کہ اس کی بو سے شدّت تشنگی میں کچھ کمی ہوتی تھی حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کلام اپنے پدر بزرگوار سے ایک ساعت قبل شہادت سُنا۔ جب وہ جناب شہید ہوئے ہرچند اس سیب کو تلاش کیا نہ پایا مگر اس کی خوشبو مقتل سے آتی تھی اور جب مرقد مطہر امام مظلوم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں، اس سیب کی خوشبو سونگھتا ہوں اور جو شخص ہمارے شیعوں سے وقت سحر زیارت مرقد مطہر سے مشرف ہو، بوئے سیب اس کے مشام میں آئے گی۔

حبیب اور میثم تمار کی گفتگو :- رجال کشی میں فضیل بن زبیر سے روایت ہے اس نے کہا، ایک دن میثم تمار کوفہ میں گھوڑے پر سوار چلے جا رہے تھے حبیب بن مظاہر مجلس بنی اسد سے اُٹھ کر میثم تمار کے استقبال کو گئے اور دیر تک آپس میں باتیں کیا کئے۔ حبیب نے کہا گویا میں دیکھتا ہوں ایک مرد پیر کو جس کے سر کے آگے بال نہیں ہیں اور وسیع البطن

ہے دار رزق کے پاس خربوزے بیچتا ہے اس کو اپنے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہلبیت و ذریت کی محبت میں سولی دیں گے اور اس کا پیٹ شق کریں گے۔ میثم تمار نے کہا: میں بھی پہچانتا ہوں اُس مرد سُرخ رنگ کو جو دو کاکل رکھتا ہے اور نصرت سبط رسول اللہ کے لئے نکلا ہے اور شہید ہوا ہے اور اس کا سر کوچہ ہائے کوفہ میں پھرایا جا رہا ہے۔ پھر دونوں بزرگوار جدا ہو کر اپنے اپنے مقام پر گئے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے کسی کو ان دونوں سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ ابھی متفرق نہ ہوئے تھے کہ رشید ہجری ان دو بزرگواروں کی تلاش میں آئے اور اہل مجلس سے ان کا حال پوچھا انھوں نے کہا کہ یہ دونوں ابھی یہاں سے گئے ہیں اور آپس میں ایسی باتیں کرتے تھے۔ رشید ہجری نے کہا خدا رحمت کرے میثم تمار پر جو کچھ انھوں نے کہا سچ کہا لیکن وہ اس قدر بھول گئے کہ جو شخص اس مرد سُرخ رنگ کا سر لائے گا سو درہم اس کے انعام میں زیادہ دیئے جائیں گے۔ یہ کہکر رشید ہجری چلے گئے۔ اہل مجلس نے کہا: خُدا کی قسم یہ شخص ان دونوں سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔ کہتے ہیں کہ چند روز کے بعد ہم نے دیکھا کہ میثم تمار کو دروازہ عمرو بن حریث کے سامنے دار پر کھینچا گیا ہے اور چند روز کے بعد ایک ملعون حبیب بن مظاہر کا سر لایا۔ اور جو کچھ ان بزرگوں نے فرمایا تھا سب ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ حبیب ان ستر شخصوں سے تھے جنھوں نے فرزند رسولؐ کی نصرت کی اور وہ مصیبتیں جو سختی میں مانند کوہ آہن تھیں اپنے اوپر گوارا کیں۔ راہِ خدا میں زخمہائے نیزہ و شمشیر اپنے سر و سینہ پر لئے۔ باوجودیکہ اشقیا از راہ مکر و عذر امان دیتے رہے اور مال و زر دینے کا وعدہ کرتے رہے لیکن حبیب نے آخر وقت تک ان کی پیشکش یہ کہکر حقارت سے ٹھکرا دی کہ اگر امام حسین علیہ السّلام شہید ہوں اور ہم زندہ رہیں اور ایک رمق جان ہمارے بدن میں باقی رہ جائے تو بروز قیامت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے کوئی عُذر نہ ہو سکے گا اور کسی طرح حضرت کی نصرت و یاری سے ہاتھ نہ اُٹھایا یہاں تک کہ حضرت کے سامنے شہید ہوئے۔

حبیبؓ و بریرؓ کا مزاح:۔ جس وقت حبیب ابن مظاہر اسدی نے بُریر بن حصین ہمدانی سے مزاح کیا بُریر نے کہا اے حبیب! یہ وقتِ مزاح نہیں ہے۔ حبیبؓ نے کہا: اس وقت سے بہتر کون سا وقت ہوگا کیونکہ ہمارے اور حوران جنّت کے درمیان بس اتنا فاصلہ رہ گیا ہے، یہ لوگ اپنی تلواریں لے کر ہم پر

ٹوٹ پڑیں۔

کتاب کافی میں حکم بن عتیبہ سے مروی ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام منزل ثعلبیہ پر پہنچے، ایک شخص نے آکر سلام کیا۔ حضرت نے پوچھا تو کس شہر کا باشندہ ہے۔ عرض کیا کوفہ کا۔ حضرت نے فرمایا اگر تو مدینہ میں ہمارے پاس آتا تو ہم آثار جبرئیل سے تجھے مطلع کرتے کہ کس راستہ سے وہ ہمارے گھر میں داخل ہوتے تھے اور کیونکر وحی الٰہی ہمارے جد بزرگوار کے پاس پہنچاتے تھے۔ اے مرد کوفی! آیا ہو سکتا ہے کہ چشمۂ آب حیواں علم و عرفاں تو ہمارے گھر میں ہو اور علوم الٰہی کو اور لوگ جانیں اور ہم نہ جانیں۔

واقعات شہادتِ امام حسینؑ

واقعۂ کربلا بہ طریق شیخ مفید علیہ الرحمہ

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ارشاد میں کلبی اور مدائنی سے اور دیگر اصحاب سیر سے روایت کی ہے۔ جب حضرت امام حسنؑ نے اس دار فانی سے بہشت جاودانی کی طرف رحلت فرمائی تو باشندگانِ عراق جوش و حرکت میں آئے اور ایک نامہ خدمتِ امام حسین علیہ السّلام میں اس مضمون کا لکھا کہ ہم معاویہ کو خلافت سے معزول کرکے آپ کی بیعت کرتے ہیں حضرت نے اس وقت اس امر میں مصلحت نہ جانی اور انکو اس امر سے منع کیا، فرمایا: میرے اور معاویہ کے درمیان ایسے عہد و پیمان ہیں۔ کہ تا انقضائے مدّت انکا توڑنا جائز نہیں۔ جب معاویہ نیمہ رجب سنہ۶۰ ہجری میں فوت ہوا، یزید پلید نے ایک نامہ ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو جو معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا۔ لکھا کہ تو امام حسینؑ سے میرے لئے بیعت لے۔ اور اس امر میں ہرگز مہلت اور تاخیر نہ کر۔ ولید نے اسی شب ایک آدمی حضرت امام حسینؑ کے بلانے کو بھیجا۔

حضرت کو بہ علمِ امامت معلوم ہو گیا کہ کس لئے بلایا ہے۔ پس حضرت نے اپنے اصحاب انصار کو جمع کر کے فرمایا۔ اپنے ہتھیار زیبِ بدن کر لو، اور ارشاد کیا: ولید نے مجھے اس وقت بلایا ہے۔ اور میں جانتا ہوں وہ مجھے ایسے امر پر مجبور کرے گا کہ میں اسکو قبول نہ کرونگا۔ اور میں اس سے امین نہیں ہوں۔ تم سب میرے ساتھ چلو۔ اور جب میں اسکے گھر میں داخل ہوں تم سب دروازے پر مسلح کھڑے رہنا، اگر میری آواز بلند ہو، تم بے تامل اندر چلے آنا، تاکہ اس کی شر سے مجھے محفوظ رکھو۔ جب حضرت، مجلسِ ولید میں تشریف لے گئے، دیکھا ولید مروان کے ساتھ تنہا بیٹھا ہے۔ حضرت امام حسینؑ اس کے پاس جا کر بیٹھے۔ ولید نے اسوقت خبرِ مرگِ معاویہ، حضرت کو سنائی۔ حضرت نے فرمایا: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

پھر ولید نے نامۂ یزید پڑھا۔ حضرت نے سن کر فرمایا۔ اے ولید! میں جانتا ہوں، تو راضی نہ ہو گا۔ اس بات پر کہ میں پوشیدہ یزید سے بیعت کروں، بلکہ تو چاہے گا کہ علانیہ لوگوں کے سامنے مجھ سے بیعت لے، تاکہ لوگ آگاہ ہوں، ولید نے کہا: البتہ حکمِ یزید یہی ہے۔ حضرت نے فرمایا: آج کی شب مہلت دے تاکہ میں اپنے اہلِ بیت سے اس امر میں مشورہ کروں اور تو بھی اس امر میں فکر کر۔ ولید نے کہا: کیا مضائقہ ہے، آپ تشریف لے جایئے، کل جس وقت لوگ جمع ہوں، اس وقت تشریف لایئے۔ مروان نے کہا: اے ولید! واللہ اگر اس وقت حضرت چلے گئے اور تو نے بیعت نہ لی، تو پھر تیرا مقدور اور دسترس نہ ہو گا کہ بیعت لے سکے، مگر جب تک کہ طرفین سے خوب کشت و خون نہ ہو۔ پس مناسب یہی ہے کہ حضرت کو اس وقت یہاں سے جانے نہ دے۔ جب تک کہ بیعت نہ کریں اور اگر بیعت سے انکار کریں تو ان کو قتل کر۔ حضرت یہ کلام سن کر غصہ میں آئے۔ اور فرمایا: یابن الزرقاء! اے فرزندِ زنِ زناکار! تو مجھ کو قتل کریگا! بخدا تو جھوٹا اور گنہگار ہے، کوئی تم دونوں سے مقدور نہیں رکھتا کہ مجھے قتل کر سکے، اس کے بعد حضرت وہاں سے تشریف لائے، اور اپنے اصحاب وانصار کے ساتھ دولت سرا کو مراجعت فرمائی۔ سید ابنِ طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ یزید نے ایک نامہ ولید کو لکھا مضمونِ نامہ یہ تھا کہ اہلِ مدینہ سے خصوصاً حسین ابن علی علیہما السلام سے میرے لئے بیعت لے۔ اگر وہ بیعت سے انکار کریں، تو ان کا سر میرے پاس بھیجدے۔ جب یہ نامہ ولید کو پہنچا، اس نے مروان کو بلا کر اس امر میں مشورہ کیا، مروان نے کہا: کہ حضرت امام حسینؑ بیعتِ یزید قبول نہ کریں گے اور اگر میں تیری جگہ حاکم ہوتا تو ان کو قتل کرتا۔ ولید نے کہا: کاش! میں شکمِ مادر سے متولد نہ ہوتا۔ پھر ولید نے حضرت کو بلایا،

حضرت عباسؑ شخص اپنے اہلِ بیت و انصار سے ہمراہ لیکر ولید کے پاس تشریف لے گئے۔ اسکے بعد سید ابنِ طاؤسؒ نے کلام کو اس مقام تک پہنچایا کہ حضرت امام حسینؑ مروان کے کلام نا فرجام سے برہم ہوئے اور غصہ میں آکر فرمایا: وائے تجھ پر اے فرزند زانیہ کبود چشم! تو مجھے قتل کر سکتا ہے؟ بخدا تو کاذب و آثم ہے۔ پھر حضرت نے ولید کی طرف دیکھ کر فرمایا: اَیُّهَا الْاَمِیْرُ! اِنَّا اَهْلُ بَیْتِ النُّبُوَّةِ وَ مَعْدِنُ الرِّسَالَةِ وَ مُخْتَلَفُ الْمَلَائِکَةِ بِنَا فَتَحَ اللّٰهُ وَبِنَا خَتَمَ وَ یَزِیْدُ رَجُلٌ فَاسِقٌ شَارِبُ الْخَمْرِ قَاتِلُ النَّفْسِ الْمُحَرَّمَةِ مُعْلِنٌ بِالْفِسْقِ وَمِثْلِی لَا یُبَایِعُ مِثْلَهٗ وَلٰکِنْ نُصْبِحُ وَتُصْبِحُوْنَ وَنَنْظُرُ اَیُّنَا اَحَقُّ بِالْبَیْعَةِ وَالْخِلَافَةِ۔

اے امیر! ہم اہلِ بیت نبوت اور معدنِ رسالت ہیں، فرشتے ہمارے گھر میں نازل ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ہم سے دُنیا کا آغاز کیا۔ اور ہم ہی پر اسکا خاتمہ کرے گا۔ اور یزید فاسق و شراب خور ہے۔ خونِ ناحق بہاتا ہے۔ علانیہ فسق و فجور کا مرتکب ہوتا ہے۔ پس مجھ سا شخص ایسے فاسق کی ہرگز بعیت نہیں کر سکتا۔ اے ولید! تو بھی صبح ہونے کا انتظار کر، اور میں بھی انتظار کروں، کل صبح کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ بعیت و خلافت کا کون زیادہ حقدار ہے۔ یہ فرما کر حضرت باہر تشریف لائے۔

ابنِ شہر آشوب نے لکھا ہے: یزید نے ولید کو لکھا، کہ امام حسینؑ اور عبداللہ ابنِ عمر اور عبداللہ ابنِ زبیر اور عبدالرحمٰن ابن ابوبکر سے میرے لئے بعیت لینی چاہیئے۔ ان کو مہلت نہ دے۔ اور ان کا کوئی عذر قبول نہ کر۔ جو کوئی ان میں سے بعیت سے انکار کرے اُسے قتل کرکے اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔ جب یہ خط ولید کو پہنچا، اس نے مروان ابن حکم سے مشورہ کیا۔ مروان نے کہا، میری صلاح یہ ہے کہ ابھی وفاتِ معاویہ کی انہیں اطلاع نہیں ہے۔ لہٰذا ان کو جلد بلا کر بعیت لے لے۔ ولید نے ان کو طلب کیا۔ اسوقت سب روضۂ منورِ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جمع تھے۔ جب پیغام ولید کا سُنا، تو عبداللہ ابن عمر اور عبدالرحمٰن ابن ابوبکر نے کہا: ہم اپنے گھروں کو جاتے ہیں۔ اور دروازے بند کرکے بیٹھ رہتے ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا: میں ہرگز یزید سے بعیت نہ کرونگا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: مجھے ضرور اس کے پاس جانا چاہیئے۔ اس کے بعد ابنِ شہر آشوب نے قریب بروایت سابقہ ذکر کیا ہے۔ شیخ مفید رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام، ولید کے پاس سے باہر تشریف لائے، مروان نے ولید سے کہا: تو نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا۔ قسم خدا کی اب کبھی تجھ کو حسینؑ پر دسترس نہ ہوگا۔ ولید نے کہا: فرائے

مجھ پر ایسی رائے تو نے میرے لئے پسند کی کہ دین و دُنیا میں میری ہلاکت کا باعث ہو۔ قسم بخدا! اگر تمام دُنیا اور مالِ دُنیا میرے ہاتھ آوے تو راضی نہ ہوں گا کہ خونِ حسینؑ میں شریک ہوں۔ سبحان اللہ، اے مروان! تو راضی ہے کہ میں حسینؑ کو اس بات پر قتل کروں کہ وہ یزید کی بیعت کریں۔ قسم خدا کی، جو کوئی ان کے خون میں شریک ہوگا، کوئی حسنہ اس کیلئے بروز قیامت، خدا کے پاس نہ ہوگا۔ سب حسنات اس کے اعمال سے محو ہو جائیں گے۔ مروان نے کہا: اگر اس واسطے تو نے اس امر کو نہ کیا تو خوب کیا، مگر دل میں اس بات پر راضی نہ تھا۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے کہا ہے: جب صبح ہوئی حضرت امام حسین علیہ السلام دولت سرا سے نکلے، تاکہ کوئی خبر معلوم ہو۔ ولید نے کیا قرار دیا۔ اثنائے راہ میں مروان نے حضرتؑ کو دیکھا، عرض کرنے لگا: یا حضرتؑ! میرا کہنا مانیے اور میری نصیحت قبول فرمایئے۔ حضرتؑ نے فرمایا، بیان کر، تاکہ میں سنوں کیا نصیحت ہے۔ عرض کیا: یزید کی بیعت کیجئے آپ کے دین اور دُنیا کے لئے بہتر ہے۔ حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ط ایسے اسلام پر سلام ہے کہ یزید سے فاسق کی بیعت کی جائے۔ میں نے اپنے بزرگوار سے سنا ہے، کہ خلافت اولادِ ابوسفیان پر حرام ہے۔ اس کے بعد بہت سی باتیں حضرت امام حسینؑ اور مروان میں ہوئیں۔ آخر میں وہ غصہ ہو کر چلا گیا۔ جب دوسرا دن ہوا، تو حضرت تیسری شعبان ۶۰ھ ہجرتِ نبوی سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے اور بقیہ ایام شعبان اور تمام رمضان اور اور شوال اور ذالقعدہ مکہ معظمہ میں رہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ اس شب کو حضرتؑ اپنی دولت سرا میں رہے۔ وہ شب شنبہ ستائیسویں رجب ۶۰ھ ہجری تھی۔ ولید نے ابن زبیر سے بھی بیعتِ یزید کے لئے تاکید کی۔ اسی شب ابنِ زبیر مدینہ سے نکل کر مکہ معظمہ کو روانہ ہوا۔ صبح ہوئی تو ولید کو خبر پہونچی، اس نے بنی امیہ میں سے ایک شخص کو اسّی سوار دے کر ابن زبیر کے تعاقب میں بھیجا۔ عبداللہ ابنِ زبیر چونکہ غیر مشہور راہ سے گیا تھا۔ ہر چند اسکی تلاش میں سرگرداں ہوئے نہ پایا، اور پھر آئے۔ جب آخر روز شنبہ ہوا۔ ولید نے ایک شخص کو حضرتؑ کی خدمت میں بھیجا اور امر بیعت میں تاکید کی۔ فرمایا: صبر کر آج کی شب اس امر میں فکر کروں۔ ولید نے ایک شب مہلت دی۔ حضرتؑ اسی شب کو، شب یکشنبہ اٹھائیسویں رجب کی تھی، مدینہ منورہ سے متوجہ مکہ معظمہ ہوئے اور اپنے فرزند اور بھائی بھتیجوں کو اور اپنے خواہران محترم اور اہلِ بیت اطہار کو ساتھ لے ہوئے گئے۔ مگر محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ مدینہ میں

رہ گئے۔ اور جب محمد بن حنفیہ نے سُنا کہ حضرتؑ مدینہ سے سفر کیا چاہتے ہیں، اور معلوم نہ تھا کہ حضرتؑ کہاں جاتے ہیں، یہ سن کر حضرتؑ کی خدمت میں آئے، عرض کیا اے بھائی: آپ میرے نزدیک تمام خلق سے زیادہ عزیز ہیں، اور آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں مجھے لازم ہے، جو امر آپ کے حق میں مناسب ہو عرض کروں، میرے نزدیک آپکے لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیعتِ یزید سے کنارہ کیجیے، شہروں کو چھوڑ جنگل میں رہنا اختیار کیجئے، سفیروں کو بھیج کر لوگوں کو اپنی طرف دعوت کیجیے۔ اگر لوگ جمع ہو جائیں، اور بیعت اختیار کریں، تو حمد اور شکرِ الٰہی بجا لائیے۔ اس وقت جو کچھ منظورِ خاطر ہو عمل میں لائیے۔ اگر لوگ آپ کی اطاعت نہ کریں اور دوسرے کے پاس جمع ہوں، تو کوئی نقصان آپ کے عقل و دین میں نہ ہوگا، اور مروّت و فضیلت آپ کی کم نہ ہوگی، میں ڈرتا ہوں، آپ کسی شہر میں وارد ہوں اور باشندے وہاں کے مختلف ہوں۔ ایک گروہ آپ کی اطاعت کرے دوسرا مخالفت اور نوبت بجنگ و جدال پہنچے۔ وجود ذی جود حضرتؑ مع اہلِ بیت اطہار معرضِ تلف میں آئے۔ حضرتؑ نے یہ سن کر فرمایا: تمہیں تجویز کرو کہ میں کہاں رہوں۔ محمد بن حنفیہ نے عرض کیا: اگر ہو سکے تو مکّہ مکرّمہ میں توقف کیجیے گا۔ اگر اہلِ مکّہ آپ سے بے وفائی کریں تو صحرا و کوہستان چلے جائیے، اور ایک شہر سے دوسرے شہر کو جائیے۔ اس قدر انتظار کیجئے کہ لوگوں کی حالت معلوم ہو۔ ایسی صورت میں آپ کی رائے صائب اور تدبیر کامل ہوگی۔ حضرت نے فرمایا: اے بھائی! تم نے جو حقِ نصیحت اور خیر خواہی تھا، ادا کیا۔ امّید رکھتا ہوں کہ تمہاری رائے درست و استوار ہوگی۔

محمد بن ابو طالب موسوی نے کہا ہے۔ جب نامۂ یزید پلید در باب قتل حضرت امام حسین علیہ السّلام بنام ولید پہنچا، اس نے بہت محزون ہو کر کہا: خدا نہ کرے کہ میں حضرت امام حسینؑ کے خون میں شریک ہوں۔ میں ہرگز انھیں قتل نہ کروں گا اگرچہ یزید تمام دُنیا مجھکو دے ڈالے۔ حضرت امام حسینؑ اس شب دولت سرا سے روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر گئے اور عرض کیا، السّلام علیک یا رسول اللہ! اَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ فَاطِمَۃَ فَرْخُکَ وَابْنُ فَرْخَتِکَ وَسِبْطُکَ الَّذِیْ خَلَّفْتَنِیْ فِیْ اُمَّتِکَ فَاشْھَدْ عَلَیْھِمْ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَنَّھُمْ قَدْ ضَیَّعُوْنِیْ وَخَذَلُوْنِیْ۔ یعنی میں ہوں حسین (نواسہ آپ کا)، آپ مجھ کو، اپنی اُمّت کو امانتاً سپرد کر گئے تھے، اور خلیفہ و جانشین اپنا بنا گئے تھے، آپ گواہ رہیں کہ انھوں نے میری نصرت و یاری نہ کی اور مجھے تنہا چھوڑ دیا، اور میری حرمت کی

مطلق رعایت نہ کی۔ یہ شکایت آپ سے ہے جب تک مَیں آپ سے ملاقات کروں۔ یہ فرماکر حضرتؑ مشغولِ نماز ہوئے اور صبح تک اپنے جدِّ بزرگوار کے مرقدِ منوّر پر عبادت میں مصروف رہے اور پیہم رکوع و سجود میں مشغول تھے۔ اِس شب ولید نے ایک شخص کو حضرتؑ کی دولت سرا پر بھیجا، تاکہ دیکھے کہ حضرتؑ مدینۂ منوّرہ سے کوچ کر گئے یا نہیں۔ چونکہ حضرتؑ اپنے جدِّ بزرگوار کی قبرِ مطہّر پر گئے ہوئے تھے۔ حضرتؑ کو گھر میں نہ پایا، اُس نے ولید کو خبر دی کہ حضرتؑ گھر پر تشریف نہیں رکھتے۔ ولید نے سن کر کہا، مَیں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ حضرتؑ شہر سے کوچ کر گئے اور مَیں آنکے خون میں آلودہ نہ ہوا۔ جب صبح ہوئی، حضرتؑ دولت سرا میں تشریف لائے۔ جب دوسری شب ہوئی تو پھر حضرتؑ روضۂ رسولؐ میں وداع کو گئے، اور متّصل ضریحِ اقدس کھڑے ہو کر کئی رکعت نماز پڑھی، جب فارغ ہوئے، فرمایا، خداوندا! یہ قبر تیرے پیغمبرؐ کی ہے، اور مَیں تیرے پیغمبرؐ کا نواسہ ہوں، مجھے جو امر درپیش ہوا ہے تو اُسے خوب جانتا ہے۔ خداوندا! مَیں نیک باتوں کو دوست رکھتا ہوں۔ بُری باتوں کو دشمن رکھتا ہوں۔ سوال کرتا ہوں تجھ سے اے صاحبِ جلال و اِکرام، بحرمتِ قبر و صاحبِ قبرؐ، کہ میرے لئے وہ چیز اختیار کر۔ جس میں تیری اور تیرے رسولؐ کی خوشی ہو۔ یہ فرماکر حضرتؑ تا صبح تضرّع وزاری اور مناجات درگاہِ باری تعالیٰ میں مشغول رہے۔ جب طلوعِ صبح کا وقت نزدیک ہوا۔ حضرتؑ نے اپنا سرِ مبارک اپنے جدِّ بزرگوار کی ضریحِ مقدس پر رکھا۔ اس وقت امامؑ مظلوم کو نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کہ جنابِ رسالت مآبؐ تشریف لائے ہیں۔ اور بے شمار ملائکہ احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ پیغمبرِ خدا نے حسینؑ کو اپنے سینے سے لگایا۔ اور پیشانیٔ پُرنور کے بوسے لئے اور فرمایا:۔ اے حبیب میرے! اے حسینؑ شہید! قریب ہے کہ صحرائے کربلا میں تیرا سر بدن سے جدا کریں گے اور تو اپنے خون میں اس گروہ کے نرغہ میں لوٹ رہا ہوگا۔ جو یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ میری اُمّت سے ہیں، تو اُس وقت پیاسا ہوگا، وہ اشقیاء تجھ کو پانی نہ دیں گے۔ باوجود اس ظلم کے مجھ سے اُمیدِ شفاعت رکھیں گے۔ حق تعالیٰ ان کو بروزِ قیامت میری شفاعت سے محروم رکھے۔ اے حبیب میرے حسینؑ! باپ تمہارے علیؑ مرتضیٰ اور ماں تمہاری فاطمہ زہراؑ اور بھائی تمہارے حسنؑ مجتبیٰ میرے پاس آئے اور تمہاری ملاقات کے مشتاق ہیں اے فرزندِ دلبند! تیرے لئے بہشت میں منازل، اور مراتب ہیں جن کو بغیر حصولِ شہادت نہیں پاسکتا۔ حضرت امام حسینؑ نے حالتِ خواب از روئے تضرّع وزاری بہ نگاہِ حسرت اپنے جدِّ امجد کی طرف دیکھ کر استدعا کی: یَا جَدَّاہُ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِی الرُّجُوْعِ اِلَی الدُّنْیَا فَخُذْنِیْ اِلَیْکَ وَاَدْخِلْنِیْ مَعَکَ فِیْ قَبْرِکَ۔ اے

امامؑ کا قبرِ رسولؐ سے وداع ہونا

نانا! مجھے دُنیا میں جانے کی حاجت نہیں ہے مجھے اپنے ساتھ قبر میں لے لیجئے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام جگرخراش سُن کر فرمایا: اَے فرزند! بغیر دنیا کے چارہ نہیں ہے۔ مرتبۂ شہادت پر فائز ہو کر سعادت اَبدی حاصل کرو، اور تم مع اپنے باپ، ماں اور چچا جعفر طیّار و حضرت حمزہ کے ایک جگہ بروزِ قیامت محشور ہو گے اور ساتھ ہی بہشت میں داخل ہو گے۔ پس حضرت یہ خواب دیکھ کر پریشان حال و مرعوب بیدار ہوئے، اور دولت سرا میں آئے۔ جو کچھ حضرت نے خواب میں دیکھا تھا اہلِ بیتِ اطہار اور فرزندانِ عبدالمطلب سے بیان کیا۔ اس دن کوئی گھر مشرق اور مغرب میں ایسا نہ تھا: کہ حزن اور اندوہ ان کا اندوہِ اہلِ بیتِ رسُول سے، اور گریہ ان کا گریۂ اہلِ بیت سے زیادہ ہو، راوی کہتا ہے کہ حضرت سیّد الشہداء نے تہیّۂ سفرِ مکہ معظمہ کیا۔ اور رات کو حضرت اپنی مادرِ گرامی جناب فاطمہؑ اور بھائی حسنِ مجتبیٰ کے مرقدِ مطہر پر تشریف لے گئے۔ رات بھر ان مزاروں سے وِداع ہوتے رہے، صبح کے وقت گھر تشریف لائے، اور قصدِ سفر کیا۔ اس وقت محمد بن حنفیہ، حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ اَے برادرِ بزرگوار! آپ میرے لئے عزیز ترین خلائق ہیں اور میں سب سے زیادہ آپ کو دوست رکھتا ہوں، مجھے لازم ہے کہ جس کام میں حضرت کی بہتری ہو عرض کروں اور کیونکر عرض نہ کروں، حالانکہ آپ میرے برادرِ بزرگوار ہیں، اور بمنزلہ جان و دل اور آنکھوں کے آپ کو عزیز رکھتا ہوں، اور آپ بزرگ ترین اہلِ بیتِ رسالت ہیں، اور امام و پیشوا ہیں۔ اطاعت آپ کی مجھ پر واجب ہے اور حق تعالیٰ نے آپ کو مجھ پر شرف اور فضیلت عطا کی ہے، اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ کو بہترین جوانانِ بہشت کیا ہے۔ محمد ابن ابی طالب نے اس حدیث کے بقیّہ کو مثلِ حدیث سابق ذکر کیا ہے، اس مقام تک، کہ محمد ابنِ حنفیہ نے حضرت سے عرض کیا کہ مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے جائیے۔ اگر وہاں آپ کو اطمینان حاصل ہو تو وہاں توقّف فرمائیے۔ اگر اہلِ مکہ آپ سے بدسلوکی کریں تو بلادِ یمن میں تشریف لے جائیے وہاں کے باشندے آپکے جدِ بزرگوار کے انصار اور آپ کے پدرِ عالی مقدار کے شیعہ ہیں۔ ان کے دِل رحیم ہیں۔ مہربان ترین مردم ہیں، شہر ان کے وسیع ہیں۔ اگر وہاں اطمینان ہو اور کوئی معترض حال نہ ہو تو اقامت فرمائیے، اور اگر وہاں بھی آپ کو مہلت نہ دیں تو جانبِ صحرا و کوہستان چلے جائیے، اور ایک شہر سے دوسری کو جائیے منتظرِ فرصت رہیئے، یہاں تک کہ حق تعالیٰ ہمارے اور فاسقوں کے درمیان حکم فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا: واللہ اَے برادر! اگر میں کہیں جائے پناہ نہ پاؤنگا تو بھی ھرگز بیعتِ یزید نہ کروں گا۔ محمد بن حنفیہ نے یہ سُن کر کلام کو قطع کیا اور رونے لگے۔ حضرت بھی

ایک ساعت ان کے ساتھ رویا کئے۔ پھر فرمایا: اے برادر! خدا تم کو جزائے خیر دے تم نے مجھ کو نصیحت کی اور جو حقِ خیر خواہی تھا ادا کیا۔ اب میں نے مکۂ معظمہ کا عزم کیا ہے، اور مہیائے سفر ہوا ہوں، اور اپنے بھائی بھتیجوں اور اپنے شیعوں کو جن کا کام میرا کام ہے، اور ان کی رائے میری رائے ہے، اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں، اگر تمہیں منظور ہو تو مدینہ میں مثل جاسوس رہو، اور جو کچھ روداد یہاں کی ہو مجھے لکھا کرو۔ اس کے بعد حضرتؑ نے دوات و کاغذ طلب کیا، اور وصیت نامہ اس مضمون کا لکھا: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ یہ وصیت نامہ ہے حسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب کا، میرے بھائی محمد کی طرف (جو معروف بہ ابنِ حنفیہؒ ہیں) بدرستیکہ حسینؑ گواہی دیتا ہے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور بندۂ خدا ہیں۔ بحق و راستی ہدایت خلق کے لئے مبعوث ہوئے، اور گواہی دیتا ہوں کہ بہشت و دوزخ حق ہے اور بے شک قیامت آنے والی ہے، حق تعالےٰ بروز قیامت سب کو قبروں سے محشور کرے گا بتحقیق کہ میں از راہِ طغیان و فساد سفر نہیں کرتا، بلکہ اس لئے عازم سفر ہوا ہوں۔ کہ اصلاح امتِ جدِّ بزرگوار کروں، امر کروں نیک بات کا منع کروں افعالِ بد سے اور عمل کروں اپنے جدِّ بزرگوار سیّد انبیاء اور اپنے پدر عالی مقدار سیّدِ اوصیاء کی سیرت پر جو شخص میرا حکم قبول کریگا حق تعالیٰ اُسے جزائے خیر عطا کریگا جو انحراف کرے گا میں صبر کرونگا، جبتک کہ خدا درمیان میرے اور اس گروہ کے بحق و راستی حکم کرے گا اور خدا احکم الحاکمین ہے۔ اے برادر! یہ میری وصیت ہے اور خدا کے علاوہ کوئی توفیق دینے والا نہیں اور اسی پر توکل اور اسی کی جانب بازگشت ہے۔" اس کے بعد حضرتؑ نے وصیت نامہ لپیٹا اور مُہر فرما کر محمد بن حنفیہؒ کو دیا اور وداع کیا اور وقتِ شب حضرتؑ نے کوچ فرمایا۔

محمد ابنِ ابو طالب نے کہا ہے کتاب وسائل میں محمد بن یعقوب کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حمزہ ابن حمران نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا، یا مولا امام حسین علیہ السلام جس وقت متوجہ سفرِ عراق ہوئے تو محمد بن حنفیہؒ کیوں ساتھ نہ گئے؟ فرمایا: تجھ سے ایک ایسی بات کہتا ہوں کہ پھر اس طرح کا تو سوال نہ کرے گا، اے حمزہ! وقتِ سفر حضرت نے کاغذ طلب فرما کر یہ لکھا:۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ یہ نامہ ہے حسینؑ ابن علیؑ ابنِ ابی طالب کا، اولادِ ہاشم کے نام۔ امّا بعد بدرستیکہ جو کوئی مجھ سے آکر ملحق ہوگا، شہید ہوگا، اور جو مجھ سے تخلّف کرے گا، فتح و فیروزی نہ پائے گا۔" والسّلام۔

محمد بن ابی طالب نے کہا کہ شیخ مفیدؒ نے اپنی سند سے حضرت جعفر صادق علیہ السّلام

محمد بن حنفیہ کے مدینہ میں رہنے کی وجہ

امام حسین کی وصیت

[illegible] حسین کو

سے روایت کی ہے جب جناب سید الشہداءؑ نے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا' افواج ملائکہ سامانِ حرب سے آراستہ اور مسلح بشمشیر و نیزہ ناقہ ہائے بہشت پر سوار آسمان سے نازل ہوئے' اور خدمتِ امام میں حاضر ہوکر سلام کیا اور کہا اے حسینؑ آپ اپنے جدِّ بزرگوار و پدرِ نامدار و برادرِ عالیمقدار کے بعد حجتِ خدا ہیں' حق تعالیٰ نے اکثر جہادوں میں ہمیں آپ کے جدِّ بزرگوار کی نصرت و امداد کے لئے بھیجا' اب خدائے عزّوجلّ نے ہمیں آپ کی نصرت و امداد کیلئے بھیجا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا' میرا وعدہ گاہ اور مشہد و مدفنِ زمین کربلا ہے۔ جب وہاں پہنچوں' تم میرے پاس آنا' ملائکہ نے عرض کیا: اے حجتِ خدا! جو ہمیں حکم ہو بجالائیں' اگر حضرتؑ کو کسی دشمن کا خوف ہو آپ کے ہمراہ رہیں' ضرر کو آپؑ سے دفع کریں' حضرتؑ نے فرمایا: جب تک میں اپنے محلِ شہادت پر نہ پہنچوں' یہ لوگ مجھ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے' اس کے بعد فوجِ جن سے بے شمار مسلمان' حضرتؑ کے پاس آئے' اور عرض کیا: اے سید و سردار ہم آپ کے شیعہ و دوستدار ہیں جو کچھ اپنے دشمنوں کی بابت ارشاد کیجئے' اسے بجالائیں۔ اگر ارشاد ہو ہم آپ کے دشمنوں کو اسی وقت ہلاک کریں بغیر اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے حرکت فرمائیں یا کسی طرح کا رنج و تعب آپ برداشت فرمائیں: حضرتؑ نے انھیں دعائے خیر دی اور فرمایا: کیا تم نے قرآنِ مجید میں تلاوت نہیں کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے جدِّ بزرگوار پر اس آیہ کو نازل فرمایا: اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ یعنی جس جگہ تم ہوگے موت تم کو ڈھونڈھ لے گی، ہر چند محکم قلعوں میں تم پوشیدہ رہو' پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ یعنی اے محمدؐ کہو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی روپوش ہوگئے تب بھی وہ لوگ جن کے لئے قتل ہونا مقدر ہوا ہے' اپنی قتل گاہ تک پہونچیں گے۔ اگر میں اپنے گھر میں توقف کروں اور جہاد کو نہ جاؤں تو اس خلقِ گمراہ کا کس چیز سے امتحان لیا جائے گا' اور کون شخص میری قبر میں زمینِ کربلا پر مدفون ہوگا' جس زمین کو خدا نے ابتدائے آفرینش سے برگزیدہ کیا ہے اور جائے پناہ میرے شیعوں کے لئے بنایا ہے اور مقامِ امن دنیا و آخرت ان کے لئے قرار دیا ہے۔ البتہ تم میرے پاس دسویں محرم کو آنا' کیونکہ آخر روزِ عاشورہ میں شہید ہوں گا میرے بعد کوئی شخص میرے اہلبیتؑ اور اقرباء اور بھائیوں اور عزیزوں سے باقی نہ رہے گا' اور میرا سر یزید کے واسطے لے جائیں گے۔ قومِ جن نے عرض کیا: اے حبیبِ خدا! قسم ہے خدا کی

(سورۂ النساء آیت ۷۸)

۳۳ (سورۂ آل عمران آیت ۱۵۴)

ان کے دفع کرنے میں میری قدرت تم سے زیادہ ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ حجت خدا خلق پر تمام کروں اور قضائے الٰہی پر راضی رہوں۔

ام سلمہ اور امام حسین

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں بعض کتب میں میں نے دیکھا ہے جب جناب سید الشہداء مدینہ سے روانہ ہوئے، ام سلمہ (زوجۂ رسول خدا) حضرت کے پاس تشریف لائیں، کہا: اے فرزند گرامی! مجھے اپنے سفر سے غمگین نہ کرو، کیونکہ میں نے تمہارے جدّ بزرگوار سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ فرزند دلبند میرا حسین مظلوم زمین کربلا پر شہید ہوگا۔ حضرت نے فرمایا: اے مادر گرامی! قسم خدا کی میں ضرور شہید ہوں گا، اور مجھے بے جائے ہوئے کوئی چارہ نہیں، اور جانتا ہوں کس دن شہید ہوں گا، کون شخص مجھے قتل کرے گا۔ اور کس زمین میں مدفون ہوں گا، اور جانتا ہوں، کتنے لوگ میرے اہل بیت واقربا و شیعوں میں سے میری رفاقت میں شہید ہوں گے۔ اے مادر گرامی! اگر آپ مشتاق ہوں تو میں آپ کو وہ زمین دکھادوں، جس پر میں قتل ہوں گا، اور دفن ہونگا۔ پس حضرت امام حسین نے اپنے دست مبارک سے کربلا کی طرف اشارہ کیا، اور بہ اعجاز تمام زمینیں نیچی ہوگئیں اور سرزمین کربلا بلند ہوئی، یہاں تک کہ حضرت نے اپنا لشکر گاہ اور محل شہادت وموضع دفن اپنا اور اپنے اصحاب کا دکھایا، ام سلمہ یہ حال دیکھ کر فریاد و فغاں کرنے لگیں، اور حضرت کو خدا کے سپرد کیا۔ حضرت نے فرمایا، اے مادر محترم! اسی طرح مقدر ہوا ہے، کہ میں بجور و ستم شہید ہوں، اور فرزند و اقربا بھی میرے شہید ہوں، اہل بیت اور زنان و اطفال صغیر کو اسیر و مقید کر کے شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار اس حال بیکسی کے ساتھ پھرائیں کہ وہ ہرچند نالہ و فریاد کریں، مگر کوئی ان کی فریاد کو نہ پہنچے۔ بروایت دیگر ام سلمہ نے کہا: اے فرزند گرامی! تمہارے جدّ امجد نے تمہارے مدفن کی مٹی مجھے دی ہے۔ اور میں نے اسے ایک شیشہ میں رکھ چھوڑا ہے۔ حضرت نے فرمایا: قسم ہے خدا کی، میں قتل ہوں گا۔ اگر میں عراق کی طرف نہ بھی جاؤں، تو بھی نانا کی امت والے مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اور شہید کریں گے۔ اس کے بعد حضرت نے ہاتھ بڑھا کر ایک مشت خاک زمین کربلا سے اٹھا کر ام سلمہ کو دی اور فرمایا: اے مادر محترم! اس خاک کو بھی ایک شیشہ میں رکھ چھوڑیئے۔ جس دن یہ دونوں خون ہو جائیں، یقین کیجئے گا۔ کہ میں اس صحرا میں شہید ہوا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے، جب امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ سے

مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس آیۂ کی جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے حال میں ہے، تلاوت فرماتے تھے: فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ .... ءَ السَّبِيلِ ۝ الخ (سورہ القصص آیت ۲۱-۲۲) حضرت امام حسینؑ، راہ متعارف سے روانہ ہوئے، اہلِ بیت نے عرض کیا، یا حضرتؑ! مناسب یہ ہے کہ راہ غیر متعارف سے تشریف لے چلئے جس طرح عبداللہ ابنِ زبیر گیا، تاکہ اگر کوئی شخص آپ کی تلاش میں آوے تو نہ پا سکے، فرمایا: کہ میں راہِ راست سے نہیں پھر سکتا۔ حق تعالیٰ جو چاہے میرے بارے میں حکم فرمائے۔ جب حضرتؑ روزِ جمعہ تیسری تاریخ شعبان کو داخلِ مکہ معظمہ ہوئے۔ اِس آیت کی تلاوت فرماتے تھے: وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ یعنی جب حضرت موسیٰ متوجہ شہر مدین ہوئے۔ تو کہا: اُمیدوار ہوں کہ پروردگار میرا مجھ کو راہ راست کی ہدایت فرمائے اور منزلِ مقصود تک پہنچائے۔ جب اہلِ مکہ نے اور اُن لوگوں نے جو اطراف و جوانب سے عمرہ کو آئے تھے۔ حضرتؑ کے تشریف فرما ہونے کی خبر سنی، ہر صبح و شام امامؑ عالی مقام کے پاس آتے تھے۔ عبداللہ ابنِ زبیر اس وقت مکہ میں موجود تھا، اور اکثر ملاقات کو حاضر ہوتا تھا، یہاں تک کہ کبھی دو دو دن متواتر حاضر ہوتا تھا، اور کبھی دو دن میں ایک مرتبہ اور حضرتؑ کے تشریف لانے سے بظاہر اظہارِ سرور و شادمانی کرتا۔ لیکن باطن میں حضرتؑ کے آنے سے راضی نہ تھا، اِس لئے کہ جانتا تھا جب تک حضرتؑ مکہ میں تشریف فرما ہیں۔ کوئی شخص اہلِ حجاز سے میری بیعت نہ کرے گا۔ کیونکہ حسینؑ جلیل القدر ہیں۔ اور لوگوں کے دل ان کی طرف راغب ہیں جب اہلِ کوفہ کو خبر پہونچی کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا، اور امام حسینؑ بیعتِ یزید سے انکار کر کے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں، ابن زبیر بھی بیعت یزید سے تخلف کر کے مکہ معظمہ میں آیا ہے۔ تو شیعیانِ کوفہ سلیمان ابنِ صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے، وفات معاویہ اور بیعت یزید کا ذکر ہوا، سلیمان نے کہا: کہ امام حسین علیہ السّلام، مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہیں، ہم سب ان کے اور ان کے پدرِ بزرگوار کے شیعہ و ہوا خواہ ہیں۔ اگر مناسب جانو، اور رائے مستقیم ہو تو سب ان کی نصرت کریں، اور ان کے دشمنوں سے جہاد کریں، اور جان و مال سے ان کی مدد کریں اور اس مضمون کا ایک عریضہ حضرتؑ کو لکھ کر طلب کرو۔ اگر اپنی نامردی سے ڈرو، اور اُن کی اعانت میں سستی کرو، تو انھیں فریب نہ دو، اور مہلکہ میں نہ ڈالو سب نے

کہا: جب حضرت تشریف لائیں گے، ہم سب حاضر ہوں گے، بہ کمال اخلاص و اطاعت بیعت کریں گے۔ نصرت و یاری اور دفعِ شرِّ اعدا میں جانفشانیاں کریں گے۔ پس ایک عریضہ اِس مضمون کا اُہلِ کوفہ نے حضرت کو لکھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o یہ نامہ ہے حضرت امام حسین ابنِ علی صلواۃ اللہ علیہما کی خدمت میں سُلیمان ابن صرد اور مسیّب ابنِ نجبہ اور رفاعہ ابنِ شدّاد بجلی اور حبیب ابنِ مظاہر اور مومنین و دیگر مُسلمین کی طرف سے ہمارا سلام آپ پر، حمد اس خدا کی، جس نے آپ کے ایسے دشمنِ جبّار اور معاند کو ہلاک کیا۔ جو بغیر رضائے اُمّت حاکم ہوا تھا، اور بہ ظلم و ستم فرمانروائے خلائق تھا۔ اموالِ مردم بناحق اپنے تصرّف میں لایا۔ بندگانِ پارسا کو قتل کیا، بدوں کو نیکوں پر مسلّط کیا۔ اموالِ خلائق کو بناحق مالداروں اور جابروں پر تقسیم کیا، آپ مُطّلع ہوں کہ ہم سوا آپ کے کوئی امام و پیشوا نہیں رکھتے، اُمّیدوار ہیں کہ آپ ہماری طرف توجّہ فرما کر تشریف لائیے۔ ہم سب آپ کے مطیع فرمانبردار ہیں۔ شاید حق تعالیٰ آپ کی برکت سے حق کو ہمارے ہاتھ پر ظاہر فرمائے۔ نُعمان ابن بشیر (حاکمِ کوفہ) بہ نہایت ذِلّت و خواری قصرالامارہ میں ہے۔ اس کی جمعہ و جماعت میں ہم نہیں جاتے، اور نہ بروزِ عید اس کے پاس جاتے ہیں۔ جس وقت حضرت کی خبرِ روانگی ہم کو پہونچے گی، اِنشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کو شہرِ کوفہ سے نکال دیں گے تاکہ اُہلِ شام سے جا کر ملحق ہو، اِس خط کو عبداللہ ابنِ مسمع ہمدانی اور عبداللہ ابنِ وال کے ہاتھ امام علیہ السّلام کی خدمت میں بھیجا اور دونوں کو بہت تاکید کی کہ اس نامہ کو بہت جلد پہونچانا۔ چنانچہ انھوں نے دسویں تاریخ ماہِ مبارک رمضان کو مکّہ معظّمہ میں پہونچ کر یہ نامہ حضرت کو پہونچایا۔ عبداللہ بن مسمع و ابنِ وال کی روانگی کے بعد قیس ابنِ مسہر صیداوی اور عبداللہ بن شدّاد ارحبی اور عمارہ ابن عبداللہ سلولی کو رؤسائے کوفہ نے ڈیڑھ سو نامے دے کر حضرت کے پاس روانہ کیا اور ہر نامہ کو ایک یا دو و چار شخصوں نے شریک ہو کر لکھا تھا۔ سیّد ابنِ طاؤس رحمۃ اللہ نے لکھا ہے۔ اگرچہ اس قدر نامے اُہلِ کوفہ کے حضرت کو پہنچے لیکن تامّل فرماتے تھے، اور جواب نہ لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دِن میں چھ سو خطوط پہنچے اس کے بعد مسلسل خطوط آتے رہے، یہاں تک کہ چند روز میں بارہ ہزار نامے اُہلِ کوفہ کے حضرت کے پاس جمع ہوئے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا: پھر اُہلِ کوفہ نے دو روز کے بعد ہانی ابن ہانی سبیعی اور

اُہلِ کوفہ کا خط

سعید ابن عبداللہ حنفی کو حضرتؑ کی خدمت میں اس مضمون کا خط دے کر بھیجا۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۞ یہ عریضہ ہے خدمت میں حسینؑ ابنِ علی علیہما السّلام کی۔ بعد حمد و صلوٰۃ! آپ جلد تشریف لائیے، ہم سب لوگ آپ کے منتظر ہیں، آپ کے سوا کسی جانب میلان نہیں رکھتے۔ پس بتعجیل تمام تشریف لائیے، والسّلام! ۔ اس کے بعد شیث ابنِ ربعی اور حجاز ابنِ حجر اور یزید ابن حارث اور عروہ بن قیس اور عمران ابنِ حجاج زبیدی اور محمد ابن عمر التمیمی نے بھی اس مضمون کے خط لکھے: اَمّا بَعد! بہ تحقیق کہ صحرا اور بیابان نہایت سبز و خرّم ہیں، اور درخت میوؤں سے بارور، گیاہ تر روئیدہ ہے، درختوں میں برگ ہائے تازہ نکلے ہیں۔ اگر آپ یہاں تشریف لائیں۔ تو لشکرِ عظیم اور فوج کثیر آپ کی نصرت و امداد کے لئے مہیّا و حاضر ہے۔ شب و روز آپ کی تشریف آوری کا انتظار ہے، سلامِ خدا اور رحمت و برکت آپ پر اور آپ کے پدرِ بزرگوار پر۔ جب بہ کثرت قاصد حضرتؑ کے پاس جمع ہوگئے[1]۔ آپ ان کے مضامین سے آگاہ ہوئے۔ تو ایک نامہ لکھ کر ابنِ ہانی اور سعید ابنِ عبداللہ کے ہاتھ، جو سب کے بعد کوفے سے آئے تھے، جانبِ کوفہ روانہ کیا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۞ ۔ یہ نامہ ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کی طرف سے شیعیانِ کوفہ کے نام، اَمّا بعد! تمہارے بے شمار خط پہنچے، اور ہانی و سعید سب نامہ بروں کے آخر میں تمہارے نامے لائے مضمون سے مطلع ہوا۔ تم نے لکھا ہے کہ ہم امام اور پیشوا نہیں رکھتے۔ جلد ہمارے پاس آئیے، شاید حق تعالیٰ ہم کو آپ کی برکت سے حق و ہدایت پر مجتمع کرے، بہ موجب تمہاری طلب کے اپنے بھائی معتمد و پسرِ عم مسلم ابنِ عقیل کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھ بھیجیں کہ رائے تم سب کی متفق ہے، میں بھی انشاءاللہ تعالیٰ بہت جلد تمہارے پاس آتا ہوں، قسم ہے اپنی جان کی کہ امام نہیں مگر وہ شخص جو عامل ہو بہ کتابِ خدا حکم

امام حسینؑ کا جواب اور حضرت مسلم کی روانگی

[1] عام طور سے یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو کوفہ بلا کر شہید کرنے والے شیعہ تھے، اور کوفے کے ساتھ گویا شیعہ کا مفہوم اس طرح وابستہ کر دیا گیا ہے کہ کوفی و شیعہ مترادف لفظیں سمجھی جانے لگیں، حالانکہ کوفہ حضرت عمر (ابنِ خطاب) کے حکم پر سعد ابنِ ابی وقاص نے بنایا، اپنے لشکر کے سرخیلوں کو اس میں بسایا، لہٰذا کوفہ کی اکثریت شیعہ علی کیسے ہو سکتی ہے، حضرت امام حسین علیہ السّلام کو بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) خطوط لکھنے والے کوفی ضرور تھے، مگر ان میں سوائے معدودے چند (مثلاً حبیب ابنِ مظاہر، مسلم بن عوسجہ، مسیّب بن نجبہ) کے اور شیعہ نہ تھے۔ جیسا کہ میں نے ایک رسالہ "سفیرِ حسینی" میں مفصلاً لکھا ہے۔ (ج ۔ ز ۔ ۱۲) ۔

دے اور رعایا سے عدل کرے، شریعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باہر قدم نہ رکھے، "والسلام"۔ پس حضرتؑ نے مسلم بن عقیل کو قیس ابن مسہر صیداوی اور عمارة ابن عبد اللہ سلولی اور عبد الرحمن ابن عبد اللہ ازدی کے ساتھ بیعت اہلِ کوفہ کے لئے روانہ کیا اور فرمایا: تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنانا، اعدائے دین سے امرِ بیعت کو مخفی رکھنا۔ ہر ایک سے بہ حسن تدبیر و مدارات بیعت لینا۔ اگر اہلِ کوفہ میری بیعت پر اتفاق کریں تو جلد مجھے لکھ بھیجنا۔ حضرت مسلمؑ حضرت امام حسینؑ کو وداع کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ مسجدِ مدینہ میں نماز پڑھی، روضۂ رسول اللہ کی زیارت کر کے دولت سرا تشریف لائے۔ اپنے خویش واقرباء اور دوستانِ باوفا کو وداع کیا، اور دو شخص راہبر قبیلۂ قیس سے باجارہ ہمراہ لے کر جانب کوفہ روانہ ہوگئے قدرے راہ طے ہوئی تھی، وہ دونوں راہ بھول گئے، اور جس قدر پانی ساتھ تھا سب صرف ہوگیا، اور پیاس نے غلبہ کیا، یہاں تک کہ راہ چلنے سے بھی عاجز ہوگئے۔ اس وقت راہبروں کو نشانِ راہ ملا، انھوں نے حضرت مسلمؑ کو آگاہ کیا، اور خود شدّتِ تشنگی سے ہلاک ہوگئے۔" حضرت مسلمؑ نے بعد مشقّت بسیار موضع مضیق میں پہونچکر پانی پایا۔ وہاں سے ایک عریضہ حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں لکھا اور اپنا سب حال اور ان دو شخصوں کے مرنے کی خبر تحریر کی۔ اور لکھا کہ میں ابتدائے سفر میں اس واقعہ کو فالِ نیک نہیں جانتا۔ اگر حضرتؑ مناسب جانیں تو مجھے اس سفر سے مناسب رکھیں۔ میرے عوض اور کسی کو بھیجیں۔ حضرتؑ نے جواب میں لکھا: مجھے ڈر ہے کہ تم نے کہیں بزدلی اور خوفِ جان کی وجہ سے اس سفر سے منھ نہ موڑا ہو۔ میں نے جس طرف جانے کو تم سے کہا ہے، بے تامّل چلے جاؤ۔ جب یہ نامہ حضرت مسلمؑ کو پہونچا، کہا: میں خوفِ جان نہیں رکھتا، یہ فرماکر روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک ہرن کو تیر مارا، اور وہ آہو زمین پر گر کے ہلاک ہوا۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ میں اپنے دشمن کو قتل کروں گا، اگرچہ بظاہر حضرت مسلمؑ نے تشفّیٔ خاطر کے لئے یہ کلمہ فرمایا۔ لیکن اپنے انجام کو سمجھ گئے تھے۔ جب حضرت مسلمؑ کوفے میں پہونچے تو مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر میں، جس کو اب خانۂ مسلم ابن مسیّب کہتے ہیں، نزولِ اجلال فرمایا۔ اہلِ کوفہ نے خبر حضرت مسلمؑ سن کر بہت ہی اظہارِ سرور کیا، جوق درجوق آپ کی خدمت میں آتے تھے جب بہت لوگ جمع ہوئے، حضرت مسلمؑ نے حضرت امام حسینؑ کا خط سب کے روبرو پڑھا، سب اسے سن کر رونے لگے۔ اور بیعت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ

اٹھارہ ہزار[۱۸۰۰۰] اہلِ کوفہ نے حضرتِ مسلم کے ہاتھ پر بعیت کی۔ اس وقت حضرتِ مسلم نے ایک عریضہ حضرت امام حسینؑ کو لکھا کہ تاوقتِ تحریر اٹھارہ ہزار[۱۸۰۰۰] کوفی آپ کی بعیت کر چکے ہیں۔ اگر آپ اِس طرف روانہ ہوں، تو مناسب ہے، جب شیعیانِ کوفہ حضرتِ مسلم کی خدمت میں بکثرت آنے لگے تو نعمان ابنِ بشیر جو معاویہ کی طرف سے حاکم کوفہ تھا حقیقت حال سے مطلع ہوا۔ مسجدِ کوفہ میں آکر منبر پر گیا، اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہنے لگا: اے بندگانِ خدا! خدا سے ڈرو، اور دیدہ و دانستہ فساد نہ کرو، اور قتلِ مردم و خونریزی اہلِ اسلام اور غارتِ اموال کا باعث نہ ہو، جو شخص مجھ سے برسرِ جنگ نہیں ہے، میں بھی اس سے جنگ نہیں کرتا۔ جبتک تم آرام میں ہو، تم کو شورش میں نہیں لاتا۔ تہمت و گمان کی بناء پر میں کسی کو عقوبت نہیں کرتا، اگر تم خروج کروگے، میرا سامنا کروگے، اور بعیت توڑ کر اپنے امام کی مخالفت کروگے تو قسم ہے خدا کی، تلوار میان سے نکالوں گا اور جب تک قبضۂ شمشیر میرے ہاتھ میں ہے جنگ و جدل سے باز نہ رہوں گا۔ چاہے تم سے کوئی بھی میری نصرت و یاری نہ کرے۔ امید رکھتا ہوں، کہ حق شناس زیادہ ہوں گے بہ نسبت مفسدوں کے۔ یہ سن کر عبداللہ ابنِ مسلم ابنِ ربیعہ حضرمی جو بنی امیہ کا حلیف تھا، اُٹھ کر کہنے لگا: اے نعمان ابنِ بشیر! یہ بات جو تو نے کہی، اس سے دفع شر نہیں ہوتا، یہ تو کمزوروں اور لاچاروں جیسا کلام ہے۔ نعمان نے کہا: اگر میں ضعیف ہو کر اطاعتِ خدا میں رہوں، میرے نزدیک بہتر ہے۔ اِس بات سے کہ غالب ہوں اور معصیتِ خدا کروں۔ یہ کہہ کر نعمان منبر سے اُتر آیا۔ اور عبداللہ ابنِ مسلم نے یزید کو یہ نامہ لکھا، کہ مسلم ابنِ عقیل لوگوں سے امام حسینؑ کے لئے بعیت لے رہے ہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ کوفہ تیرے تصرف میں رہے تو کسی اور شخص کو حاکم کرکے بھیج، جو مثل تیرے دشمنوں سے مقابلہ کرے، کیونکہ نعمان مردِ ضعیف ہے اور تابِ مقاومت نہیں رکھتا، دیدہ و دانستہ سستی کرتا ہے، عمر ابنِ سعد اور دیگر اشقیا نے بھی اِس مضمون کے نامے لکھے۔ جب یزید مطلع ہوا، تو سرجون غلامِ معاویہ سے مشورہ کیا، اور اس سے پوچھا، کہ حسین ابنِ علی نے مسلم ابنِ عقیل کو کوفہ بھیجا ہے جو اہلِ کوفہ سے بعیت لے رہے ہیں۔ لوگ نعمان ابن بشیر کو بُرا جانتے ہیں کہ اس امر میں غفلت کرتا ہے پس کس شخص کو حاکم کوفہ کروں۔ یزید ان دنوں عبیداللہ ابنِ زیاد، پر غضبناک تھا۔ سرجون غلام نے کہا: میرے نزدیک مناسب یہی ہے کہ ابنِ زیاد کو حاکم کوفہ کر، کیونکہ وہاں کی آتشِ فتنہ و فساد سوائے اس کے کوئی نہ بجھا سکے گا۔ چونکہ یزید ابنِ معاویہ

عبید اللہ ابن زیاد سے رنجیدہ تھا، اِس رائے کو سرجون غلام کی پسند نہ کیا، سرجون نے کہا:
اَے یزید! معاویہ کی رائے کیسی جانتا ہے؟ اگر وہ زندہ ہوتے، ان کی رائے کو پسند کرتا،
یزید نے کہا کہ مَیں ان کی رائے مستحکم جانتا ہوں۔ سرجون نے معاویہ کا نوشتہ نکال کر دکھلایا۔ اس
میں لکھا تھا کہ اَے یزید! جب تو خلیفہ بنتا تو عبیدہ ابن زیاد کو کوفہ و بصرہ کا گورنر بنانا۔ جب
یزید نے اپنے باپ کا نوشتہ دیکھا، تو سرجون سے کہا: اِس کو ابنِ زیاد کے پاس بھیجدے اور
آپ بھی ایک نامہ لکھا: مجھے میرے دوستوں نے لکھا ہے کہ مُسلم ابنِ عقیل کوفے میں وارد ہیں،
اور حسین بن علی کی نصرت کے لئے لشکر جمع کرتے ہیں، جب یہ نامہ تیرے پاس پہنچے، فوراً
کوفہ کو روانہ ہو۔ اور جس حیلہ سے ممکن ہو مُسلم کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجدے، یا قتل کردے۔
یا کوفہ سے ان کو نکال دے۔ مسلم ابن عمر کو نامہ دے کر ابن زیاد کے پاس بھیجا۔ جب یہ خط بصرہ
میں ابنِ زیاد کے پاس پہنچا، دوسرے دِن وہ شقی روانۂ کوفہ ہوا اور اپنے بھائی عثمان کو بصرہ میں چھوڑ گیا۔
ابنِ نماؒ نے حصین ابنِ عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے، کہ اہلِ کوفہ نے امام حسینؑ کو لکھا
کہ ہم ایک لاکھ آدمی آپ کی نصرت اور یاری کے لئے مہیا ہیں۔

داؤد ابن اَبی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ چالیس ہزار کوفیوں نے امام حسینؑ کی
اِس بات پر بیعت کی کہ وہ اس شخص سے لڑیں گے جو حضرتؑ سے لڑے گا، اور اُس سے صلح
کریں گے جس سے حضرتؑ صلح کریں۔ اس وقت کوفیوں کو حضرتؑ نے جواب لکھا اور اُن کے
اِلتماس کو قبول فرمایا، اور لکھا کہ مَیں انشاء اللہ عنقریب پہنچتا ہوں۔ اور مسلم بن عقیل کو روانہ فرمایا۔

سیدابن طاؤسؒ نے روایت کی ہے، جب حضرت امام حسینؑ نے عرائض اہلِ کوفہ کا
جواب لکھا تو رؤساء و شرفائے بصرہ مانند یزید ابنِ مسعود نہشلی اور منذر ابنِ جارود عبدی کو خطوط
لکھے، ان خطوط کو اپنے غلام ابوزرین سلیمان کے ہاتھ بصرے میں بھیجا، اور اپنی بیعت و اطاعت حق کی
دعوت کی جب ابن مسعود کو حضرتؑ کا نامہ پہونچا، قبائل بنی تمیم اور بنی حنظلہ اور بنی سعد کو جمع کر کے
کہا: اَے بنی تمیم! میرا حسب و نسب کیسا ہے؟ اور تم میری عقل و تدبیر کو کیسا جانتے ہو؟ سب نے
ان کی بزرگی حسب و نسب و اصابت رائے کی تعریف کی اور کہا: آپ ہم لوگوں کی پُشت پناہ
ہیں، اور آپ پر ہم کو پورا اعتماد ہے۔ یزید ابنِ مسعود نے کہا: مَیں نے تم کو ایک کام کے واسطے جمع
کیا ہے، کہ تم سے مشورہ کروں اور نصرت و اِمداد چاہوں۔ سب نے کہا: کہ بیان کریں تاکہ صلاح
نیک بتلائیں اور جو حکم دیں بجا لائیں۔ ابن مسعود نے کہا: کہ معاویہ کے مرنے سے ارکانِ ظلم ٹوٹ گئے، ان

اہلِ بصرہ کے نام امامؑ کا خط

منہدم ہو گئے، یزید پلید نے جو شراب خور اور بدکار ہے، علم خلافت برپا کیا ہے، علم و حلم سے بے بہرہ، حق ناشناس ہے کسی طرح قابلِ ریاست نہیں قسم کھاتا ہوں خدائے عزّ وجلّ کی کہ اس سے لڑنا افضل ہے جہادِ مشرکین سے، اور حسینؑ ابنِ علیؑ فرزندِ رسولِ جلیل، صاحبِ نسلِ خلیل اور شرفِ جمیل اور صاحب رائے استوار ہیں، اور دریائے علم ان کا بے پایاں فضائل و کمالات ان کے بے انتہا ہیں، اس منصب کے سزاوار تر ہیں۔ وہ معدنِ نبوّت و رسالت، منبع دانش و حکمت ہیں، شفقت و رحمت، کرم و مروّت میں تمام عالم سے ممتاز ہیں پس وہ جناب بزرگی و ریاست اور خلافت و امامت میں اُولیٰ و اُحق ہیں۔ اب تم پر حجّتِ خدا تمام ہوئی اور پند و نصیحت ان کی تم تک پہنچی، لازم ہے کہ تم نورِ حق کو چھوڑ کر ظلمتِ باطل کی طرف نہ جاؤ، اور دریائے بطلان و گمراہی میں نہ پڑو۔ صخر بن قیس نے جنگِ جمل میں نصرتِ جنابِ امیر علیہ السّلام سے تم کو باز رکھا تھا پس تلافی مافات کرو، اور نصرتِ فرزندِ رسولؐ کو چلو۔ اور جو شخص ان کی بیعت و نصرت سے باز رہے گا، ذلّت و قلّتِ قوم و قبیلہ میں اور عذابِ دُنیا و عقبیٰ میں گرفتار ہو گا۔ اور میں ان کے ساتھ آمادہ جہاد ہوا ہوں، یہ دیکھو لباسِ جنگ بھی میں نے پہن لیا ہے۔ آگاہ ہو، جو کوئی جہاد میں نہ مارا جائے، وہ بھی ایک نہ ایک دن مرے گا۔ جو شخص جہاد سے رُو پوشی کرے موت سے نہ بچے گا۔ اور نجات نہ پائے گا۔ یہ تقریر سن کر سب سے پہلے بنی حنظلہ نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ قوم بنی تمیم نے بھی امام کی نُصرت کا اقرار کیا۔ بنی سعد نے کہا: صخر بن قیس نے ہم کو جہاد سے ممانعت کی تھی۔ ہم کو مہلت دی جائے، تاکہ اس امر میں فکر کریں، جو ہماری رائے میں قرار پائے گا، آگاہ کریں گے۔ اسکے بعد یزید بن مسعود نے ایک عریضہ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں لکھا جس میں اپنی اطاعت و فرمانبرداری و جاں سپاری کا وعدہ کیا اور لکھا کہ میں نے قبائلِ بنی تمیم اور بنی سعد اور بنی حنظلہ کو آپ کی اطاعت پر آمادہ کیا ہے، ہم سب منتظر ہیں، کمرِ اطاعت مضبوط باندھی ہے جس وقت آپ تشریف لائیں گے، اپنی جانوں کو آپ کے قدموں پر نثار کریں گے اور ہم آپ کی متابعت اپنے اوپر واجب جانتے ہیں۔ جب یزید بن مسعود کا یہ خط حضرتؑ کو پہنچا، حضرتؑ نے اس کے حق میں دُعا کی۔ فرمایا: خدا تجھ کو بروزِ قیامت ہَول و دہشت سے اَمین رکھے۔ اور تشنگی محشر سے نجات دے۔ جس دن یزید ابن مسعود نے چاہا کہ مع لشکر بصرہ سے حضرت کی نُصرت کو روانہ ہوں، اسی روز خبر شہادتِ امامِ مظلوم اس نے سُنی جس کو سُن کر

گریہ و ماتم انھوں نے برپا کیا، لیکن مُنذِر ابنِ جارود کو جب حضرت امام حسینؑ کا خط ملا تو انھوں نے یہ خیال کیا کہ کہیں یہ خط ابنِ زیاد نے حیلۃً ان کو نہ بھیجا ہو۔ اس لیے وہ خط انھوں نے ابنِ زیاد کو دے دیا۔ بحریہ دخترِ مُنذِر بن جارود کی ابنِ زیاد کے نکاح میں تھی، جب ابنِ زیاد کو اس خط کا حال معلوم ہوا تو اُس نے حضرتؑ کے قاصد (سُلیمان) کو گرفتار کرکے دار پر کھینچا۔ اور منبر پر بیٹھ کر اہلِ بصرہ کو ڈرایا۔ دوسرے دن کوفہ روانہ ہوا اور اپنے بھائی عثمان ابن زیاد کو اپنا نائب مقرر کرکے اہلِ بصرہ پر چھوڑ گیا۔

ابنِ نماؒ نے روایت کی ہے، کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شرفاءِ بصرہ مانند احنف ابنِ قیس اور قیس ابنِ ہثیم اور مُنذِر ابنِ جارود اور یزید ابنِ مسعود نہشلی کو نامہ لکھا، اور ذراع سدوس اور بروایت دیگر ابوزر بن سلیمان کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس خط کا مضمون تھا کہ میں تم کو خدا اور رسولِ خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ سُنّتِ پیغمبرؐ متروک ہو گئی ہے، اگر میری دعوت کو قبول کرو، اور میرے حکم کی اطاعت کرو تو تمہیں راہِ راست پر ہدایت کرونگا، احنف بن قیس نے جواب میں لکھا: اَمَّا بَعْد۔ پس آپ صبر کیجئے، بدرستیکہ خدا کا وعدہ حق ہے، اور آپ کو وہ لوگ سُبک و خوار نہیں کر سکتے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ اسکے بعد ابنِ نماؒ نے مُنذِر ابنِ جارود اور یزید ابنِ مسعود کا اسی طرح ذکر کیا۔ جس طرح کہ سید ابنِ طاؤسؒ نے ذکر فرمایا، یہاں تک کہ جس شب کو ابنِ زیاد ملعون داخلِ کوفہ ہوا۔ چونکہ کوفیانِ بے وفا حضرت امام حسینؑ کی تشریف آوری کے منتظر تھے، سب نے گمان کیا کہ حضرتؑ آئے ہیں، اور وہ ملعون (ابنِ زیاد) نجفِ اشرف کی طرف سے کوفے میں داخل ہوا۔ اس وقت ایک عورت نے کہا: اَللّٰہُ اَکبر! قسم بخدائے کعبہ کہ یہ فرزندِ رسولِ خدا ہیں، اور لوگ ہر طرف سے بآوازِ بلند کہنے لگے۔ ہم لوگ چالیس ہزار سے زیادہ آپ کے ساتھ ہیں، اور تمام کوفیوں نے اسکے گرد ہجوم کیا، یہاں تک کہ اس کے گھوڑے کی دُم پکڑے دوڑے چلے آتے تھے۔ چونکہ وہ ملعون روئے نجس اپنا چھپائے تھا کوئی شخص اس کو نہ پہچانتا تھا۔ جب اس سیاہ رو نے اپنا مُنھ کھولا اور کہا: میں عبید اللہ ابنِ زیاد ہوں، تو لوگ بھاگے اور ایک دوسرے پر گر کر بعض کچل گئے۔ پھر وہ ملعون دارالامارۃِ کوفہ میں داخل ہوا۔ ایک سیاہ عمامہ اپنے سر پر باندھے تھا، جب صبح ہوئی، منبر پر بیٹھ کر ایک خطبہ پڑھا۔ اور اہلِ کوفہ کو بہت کلماتِ ناسزا کہے۔ ان کے رئیسوں کو ملامت کی اور اطاعت و فرماں برداریِ یزید پر وعدۂ احسان کیا۔ اسکی

مخالفت سے ڈرایا اور وعدۂ تعزیر کیا۔ اس کے بعد کہا: اے اہلِ کوفہ! یزید نے مجھ کو تمہارا اور تمہارے ملک کا حاکم کیا ہے، مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے غنائم کو تقسیم کروں مظلوم کی داد ظالم سے، ضعیف کا حق قوی سے لوں اور مطیعانِ یزید پر احسان کروں اور اس کے مخالفوں پر شدّت و سختی کروں۔ میری یہ باتیں مردِ ہاشمی کو پہنچاؤ تاکہ وہ میرے غضب سے ڈرے اور حذر کرے، یہ کہہ کر وہ روسیاہ منبر سے اُترا۔ اور مراد اس ملعون کی، مردِ ہاشمی سے مسلم بن عقیلؓ تھے۔

شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے، جب ابنِ زیاد کوفہ میں داخل ہوا، تو مسلم بن عمر باہلی اور شریک ابنِ اعور حارثی اور غلام و خدمت گار اس کے ہمراہ تھے۔ عمامہ سیاہ اپنے سر پر رکھے ہوئے، منّھ کو چھپائے تھا۔ اہلِ کوفہ خبرِ روانگیٔ امام حسین علیہ السّلام سُن چکے تھے۔ حضرت کے آنے کے منتظر تھے۔ جب اہلِ کوفہ نے اس ملعون کو دیکھا۔ تو گمان کیا کہ حضرت امام حسینؑ ہیں۔ پس جس گروہ پر اس ملعون کا گزر ہوا۔ سب نے بہ کمال اَدب سلام کیا۔ اور کہتے تھے: اے فرزندِ رسولؐ! آپ نے اپنے قدم مبارک سے ہم کو سرفراز کیا اور اظہارِ فرح و شادمانی کرتے تھے چونکہ وہ لعین اپنا روئے نامُبارک و نجس چھپائے ہوئے تھا۔ اس لئے کوئی شخص اس کو نہ پہچانتا تھا، اور وہ اہلِ کوفہ کی باتیں سُن سُن کر غیظ میں آتا تھا۔ تا آنکہ مسلم ابن عمر نے باوازِ بلند کہا: خدا تم کو غارت کرے، دور ہو یہاں سے یہ عبیداللہ ابنِ زیاد ہے۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا، تو سب پراگندہ ہو گئے۔ شب کو وہ مردُود دارالامارۃ کے پاس پہونچا، نعمان بن بشیر نے دروازہ قصر کا بند کر لیا۔ بالائے قصر سے سامنے آیا، نعمان کو بھی یہ گمان ہوا۔ کہ امام حسینؑ تشریف لے آئے ہیں۔ نعمان نے کہا کہ اے فرزندِ رسولؐ! میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں، آپ چلے جائیے اور مجھ سے معترض نہ ہوجیئے! جو کچھ یزید نے مجھے سپرد کیا ہے، تا مقدور میں نہ دوں گا۔ اور نہ آپ سے جنگ کرونگا۔ ابنِ زیاد، نعمان ابن بشیر کا کلام سنتا تھا اور جواب نہ دیتا تھا۔ اس کے بعد ابن زیاد قصر کے قریب گیا اور نعمان نے کنگرہائے قصر سے سر جھکایا۔ ابنِ زیاد نے کہا: اے نعمان! دروازہ کھول، خدا دَرِ رحمت تجھ پر نہ کھولے کیونکہ رات بہت گزر چکی ہے۔ پس ایک شخص نے یہ سُن کر اہلِ کوفہ سے کہا: لوگو! قسم بخدائے یگانہ، یہ ابن مرجانہ ہے۔ پس نعمان نے دروازہ کھول دیا۔ ابنِ زیاد داخلِ قصر ہوا۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ اس کے لوگ وہاں سے متفرق اور پراگندہ ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو منادی نے ندا کی۔

اُہلِ کوفہ جمع ہوں۔ جب لوگ جمع ہوئے وہ ملعون نکلا اور منبر پر بیٹھ کر ایک خطبہ پڑھا۔ اور بعد خطبہ کہا۔ کہ یزید نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم کیا اور تمہارے ملک کو میرے سپرد کیا تاکہ مظلوموں کی داد دوں، اور جو لوگ قوت سے ہیں، ان کا حق پہنچاؤں۔ جو لوگ تم میں سے خلیفہ کے مطیع و فرمانبردار ہوں ان پر مثل پدرِ مہربان کے احسان کروں۔ اس کے مخالفوں کی بزور شمشیر تادیب کروں۔ اَیُّہا النّاس! اس کی مخالفت و عقوبت سے حذر کرو۔ یہ کہہ کر منبر سے اترا اور رؤسائے قبائل کو بلا کر بہت تاکید کی کہ جو شخص تمہارے زعم میں، تمہارے محلّہ اور قبیلہ سے یزید کا، مخالف ہو۔ لازم ہے کہ اس کا نام بتا دو۔ اگر کوئی ایسا شخص تمہارے محلّہ و قبیلہ میں بعد کو نکلا جو یزید کا مخالف ہو۔ اور تم نے مجھے اس کے حال سے مطلع نہ کیا تو تمہارا خون اور مال حلال ہو جائے گا۔ اور اپنے دروازے کے سامنے دار پر کھینچوں گا۔ جب داخلۂ ابنِ زیاد اور رؤسائے قبائل کو ڈرانے کی خبر حضرت مسلم بن عقیل تک پہنچی، تو حفظِ ماتقدم کے لئے خانۂ مختار ثقفی سے نکل کر ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے، جہاں شیعیانِ کوفہ ان کی خدمت میں جا کر بیعت کرتے تھے۔ حضرت مسلم جس شخص سے بیعت لیتے تھے، اسے قسم دیتے تھے کہ افشائے راز نہ کرنا، اور بیعت کو مخالفوں سے پوشیدہ رکھنا۔ ابن زیاد نے ہر چند تفحص کیا، اس کو حضرت مسلم کا حال بالکل معلوم نہ ہوا۔ ابنِ زیاد کا ایک غلام تھا جس کا نام معقل تھا۔ اسے بلا کر ابنِ زیاد نے ۳۰۰۰ ہزار درہم دے کر تلاشِ حضرت مسلم کے لئے بھیجدیا اور کہا: ان کے شیعوں کی تلاش کر۔ جو کوئی ان میں سے تجھے ملے اس سے محبت اور دوستی اہلِ بیت ظاہر کر۔ یہ درہم اسے دے کر کہہ کہ میں نے نذر کی ہے۔ اس مال کو مقاتلۂ دشمنانِ اہلِ بیت میں خرچ کروں گا۔ اس حیلہ سے ان کو فریب دے، اور آشنائی ان سے پیدا کر۔ شاید اس فریب سے تو احوالِ مسلم پر مطلع ہو۔ معقل مسجد میں آیا اور مثل جاسوسوں کے ہر شخص کے حالات اور اوضاع کو دیکھتا تھا۔ ناگاہ اس کی نظر مسلم ابنِ عوسجہ پر پڑی، جو اس وقت مسجدِ اعظم میں مشغول نماز تھے معقل کو پتہ لگا۔ کہ یہ شخص حضرت امام حسینؑ کے لئے لوگوں سے بیعت لیتا ہے۔ جب یہ بات اس مکار نے سُنی تو مسلم ابنِ عوسجہ کے قریب آکر پہلو میں بیٹھ گیا جب یہ نماز سے فارغ ہوئے۔ ان سے کہا: میں باشندگانِ شام سے ہوں۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے محبتِ اہلِ بیت رسالت مجھے عطا کی ہے، ان کے دوستوں کو میں دوست رکھتا ہوں۔ اثنائے کلام میں بناوٹ سے روتا جاتا تھا۔ اخلاص محبتِ اہلِ بیت میں ریاکاری کرتا تھا،

اس کے بعد کہا: میں نے سنا ہے کہ ایک شخص اہلِ بیتِ رسالتؐ سے یہاں آئے ہیں۔ فرزندِ رسولؐ کے لیے بیعت لیتے ہیں۔ خوفِ مخالفین سے پوشیدہ ہیں۔ تین ہزار درہم نذر لایا ہوں چاہتا ہوں کہ ان تک پہنچاؤں، کوئی میری رہبری نہیں کرتا۔ اس وقت میں متحیّر تھا ناگاہ میں نے سنا کہ مومنین کی ایک جماعت آپ کی طرف اشارہ کرکے کہہ رہی ہے، کہ یہ شخص احوالِ اہلِ بیت سے مطّلع ہے۔ اس لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں، یہ مال لیجئے اور ان کی زیارت کے شرف سے مشرّف کیجئے، میں امیدوار ہوں کہ مجھے اس شرف سے محروم نہ رکھیے گا، کیونکہ میں انکے محبّوں سے ہوں، اگر آپ چاہیں تو پہلے مجھ سے بیعت لے لیں، اس کے بعد ان کی خدمت میں لے چلیں۔ ابنِ عوسجہ اس کی باتوں سے فریب میں آگئے، کہنے لگے۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ ایک دوستدارِ اہلِ بیت سے ملاقات میسّر ہوئی اور اس کے دیکھنے سے مجھے خوشی حاصل ہوئی، لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ لوگ میرے حال سے مطّلع ہوگئے ہیں۔ اس مکّار نے کہا: آپ آزردہ نہ ہوجئے جو کچھ آپ کے لیے ہونا ہے خیر ہے، آپ مجھ سے بیعت لے لیجئے، میں چاہتا ہوں کہ بیعتِ امامؑ میں داخل ہوں۔ ان بزرگوار نے اس کے کلماتِ دروغ کو صدق پر محمول کرکے اس شقی سے بیعت لی۔ اور عہد و پیمان لئے کہ اس راز کو افشا نہ کرے، اور کہا: میرے پاس آتے رہنا۔ تاکہ میں نائبِ امام سے تیری حضوری کی اجازت لے لوں۔ پس وہ ملعون کئی دن برابر ابنِ عوسجہ کے گھر پر آتا رہا، یہاں تک کہ ان کو اعتماد حاصل ہوا۔ اور اس مکّار کو حضرت مسلمؑ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت مسلمؑ نے بیعت لی۔ اور ابو ثمامہ صائدی سے کہا: کہ اس سے یہ مال لے لو۔ ابو ثمامہ جس قدر شیعیانِ کوفہ حضرت مسلمؑ کے پاس مال لاتے تھے اور سلاحِ جنگ شیعوں کے لیے مول لیتے تھے۔ اس کے خزینہ دار تھے۔ اور مردِ دانا اور شجاعانِ عرب اور رؤسائے شیعہ سے تھے۔ پس معقل ہر روز سب سے پہلے حضرت مسلمؑ کی خدمت میں آتا تھا اور سب کے بعد جاتا تھا، یہاں تک کہ تمام شیعیان و ناصرانِ امامؑ مظلوم سے مطّلع ہوگیا۔ اور اس نے ابنِ زیاد کو اس سے باخبر کیا۔

ابنِ شہر آشوب نے روایت کی ہے، جب مسلمؑ ابنِ عقیلؑ داخلِ کوفہ ہوئے تو سالم ابنِ مسیّب کے گھر نزولِ اجلال فرمایا اور بارہ ہزار آدمیوں نے ان کی بیعت کی۔ جب ابنِ زیاد کوفہ میں آیا، تو حضرت مسلمؑ شب کو سالم ابنِ مسیّب کے گھر سے ہانی بن عروہ

کے گھر تشریف لاکر اس کی امان میں داخل ہوئے۔ لوگوں سے بہ اخفا بیعت لیتے تھے۔ یہاں تک کہ پچیس ہزار آدمی ان کے حلقۂ بیعت میں آئے، اس وقت حضرت مُسلم نے قصد کیا کہ ابنِ زیاد پر خروج کریں، لیکن ہانی ابن عروہ مانع ہوئے اور عرض کیا، یا حضرت تعجیل نہ فرمائیے، شریک ابنِ اعور ہمدانی جو بصرہ سے ابنِ زیاد کے ساتھ بیمار ہو کر آئے تھے اور ہانی کے گھر میں مہمان ہوئے تھے انھوں نے عرض کی کہ عُبیداللہ ابن زیاد میری عیادت کو آئے گا۔ جب میں اسے باتوں میں مشغول کروں تو تم تلوار لے کر نکل آنا اور قتل کر دینا اور اس کی علامت یہ ہے کہ میں پانی مانگوں گا۔ یہ سُن کر ہانی نے مسلم کو منع کیا اور کہا: مجھے منظور نہیں ہے کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو۔ جب ابنِ زیاد شریک ابن اعور کی عیادت کو آیا، بڑی دیر تک احوال پُرسی کرتا رہا، اور اس کے قتل کرنے کو برآمد نہ ہوئے تو وہ ڈرے کہ مطلب فوت ہوا جاتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا ؎ ہانی کے گھر میں ابن زیاد کی آمد

ما الانتظار بسلمیٰ ان تحییھا ؛ کاس المنیۃ بالتعجیل اسقوھا

یعنی سلمیٰ کو کس بات کا انتظار ہے، اس کو موت کا پیالہ جلدی پلادے۔ ابنِ زیاد یہ شعر سُن کر کھٹکا، اور باہر چلا گیا۔ جب ابنِ زیاد اپنے قصر میں داخل ہوا تو مالک بن یربوع تمیمی، عبداللہ بن یقطر کو گرفتار کر کے مع مسلم کے خط کے لایا۔ جب ابنِ زیاد نے نامہ لے کر دیکھا، تو اس میں یہ مضمون لکھا تھا، بعد حمد و صلوٰۃ کے میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ اس قدر اشخاص کوفہ سے آپ کی بیعت میں آ گئے ہیں جس وقت میرا نامہ آپ کو پہونچے لازم ہے جلد تشریف لائیے تمام اہلِ کوفہ آپ کے مطیع ہیں اور یزید سے مطلق رغبت اور محبت نہیں رکھتے۔ پس بحکم ابنِ زیاد عبداللہ ابنِ یقطرؓ کو شہید کیا گیا۔

ابنِ نماؒ نے روایت کی ہے، جب ابنِ زیاد، شریک ابنِ اعور کے پاس سے باہر گیا، حضرت مسلم، شریک ابنِ اعور کے پاس تشریف لائے، تلوار حضرت کے ہاتھ میں تھی۔ شریک نے پوچھا: یا حضرت قتلِ ابنِ زیاد سے آپ کو کیا امر مانع ہوا؟ فرمایا: میں نے چاہا باہر آؤں، زوجۂ ہانی میرے دامن سے لپٹ گئی اور کہنے لگی، میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں ابنِ زیاد کو میرے گھر میں نہ ماریئے، اور رونے لگی۔ میں نے یہ حال دیکھ کر تلوار پھینک دی اور بیٹھ رہا۔ ہانی ابنِ عروہ نے کہا: وائے اس پر کہ اپنے ساتھ اس نے مجھے بھی قتل کرایا، جس بات کا خوف تھا، اُسی کا سامنا ہوا۔

ابوالفرج اصفہانی نے کتاب "مقاتل الطالبین" میں روایت کی ہے کہ ہانی بن عروہ نے حضرت مسلم کو منع کیا اور عرض کیا: یا حضرت! مجھے منظور نہیں کہ ابنِ زیاد میرے گھر میں مارا جائے۔ جب حضرت مسلم باہر نکلے، شریک ابنِ اعور نے پوچھا: یا حضرت آپ کو اس کے قتل سے کیا چیز مانع ہوئی؟ حضرت نے فرمایا: دو چیزیں مجھے مانع ہوئیں پہلے یہ کہ ہانی کو ناپسند تھا کہ ابن زیاد ان کے گھر میں مارا جائے۔ دوسرے یہ کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، کیونکہ آنحضرتؐ نے مکر وحیلہ سے قتل کرنے کو منع کیا ہے۔ شریک نے عرض کیا' یا حضرت! قسم خدا کی! اگر آپ اسے قتل کرتے تو ایک فاسق وفاجر کو قتل کرتے۔

شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے' چونکہ ہانی' ابنِ زیاد سے خائف تھے اس لئے بیماری کا بہانہ کرکے اس کے پاس نہ جاتے تھے۔ ایک دن ابنِ زیاد نے اپنے ہم نشینوں سے پوچھا: ہانی' میرے پاس کیوں نہیں آتے۔ لوگوں نے کہا وہ بیمار ہیں۔ اس ملعون نے کہا۔ اگر مجھ کو پہلے معلوم ہوتا تو ان کی عیادت کو جاتا۔ پھر اس نے محمد ابنِ اشعث اور اسماء ابنِ خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو بلایا اور رویحہ بنتِ عمرو بن حجاج زوجۂ ہانی تھی۔ یحییٰ ابنِ ہانی اسکے بطن سے تھا۔ ان سے پوچھا: کہ ہانی میرے پاس کیوں نہیں آتے' سب نے کہا ہمیں نہیں معلوم مگر سُنا ہے کہ بیمار ہیں۔ ابنِ زیاد نے کہا' میں نے سُنا ہے کہ اب اچھے ہیں۔ اپنے دروازے پر بیٹھے باتیں کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ابن زیاد نے ان سب کو ہانی کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ ہانی کو چاہئے کہ میرے حقوق جو اس کے ذمہ ہیں ان کو ادا کرے اور میرے دربار میں حاضر ہو کیونکہ وہ شرفائے عرب سے ہے میں نہیں چاہتا کہ مجھ میں اور اس میں کسی طرح کی رنجش اور کدورت ہو۔ پس یہ سب قریب شام ہانی کے پاس آئے۔ ہانی اس وقت اپنے دروازے پر بیٹھے تھے چنانچہ انھوں نے ہانی سے کہا: تم کیوں امیر سے ملاقات نہیں کرتے وہ تمہیں بہت یاد کرتا ہے' کہتا ہے اگر مجھ کو بیماری کا حال معلوم ہوتا' میں ان کی عیادت کرتا۔ ہانی نے کہا: بیماری مانع ملاقات ہے۔ سب نے کہا: اس نے سُنا ہے تم سہپر کو اپنے دروازے کے آگے بیٹھتے ہو۔ پس اس کی ملاقات سے اس قدر تاخیر اور دُوری مناسب نہیں ہے۔ سب نے ہانی کو قسم دی کہ ہمارے ساتھ سوار ہو کر چلو۔ پس ہانی کپڑے پہن کر، اپنے ناقہ پر سوار ہوئے اور ان کے ساتھ قصرِ ابن زیاد پر پہونچے۔ اس وقت ہانی کو پیش آئندہ اُمور کی گویا خبر ہو گئی۔ ہانی نے حسان ابنِ اسماء سے کہا: اے پسر برادر! قسم خدا کی میں پسرِ زیاد

سے خائف ہوں، اس بات میں تیری کیا صلاح ہے۔ حسان ابن اسماء نے کہا: اے عمو! قسم خدا کی تمہارے لئے خوف کی کوئی بات نہیں ہے، ہرگز وہم نہ کیجئے۔ شاید حسان نہ جانتا تھا کہ ابنِ زیاد نے کس لئے ہانی کو بلایا ہے۔ جب ہانی، عبیداللہ ابن زیاد کے پاس آئے لوگ بہت جمع تھے جس وقت ابنِ زیاد کی نظر "ہانی" پر پڑی، کہنے لگا۔ خیانت کار اپنے پاؤں سے مجلسِ قصاص میں آگیا۔ جب ہانی ابنِ زیاد کے پاس پہونچے اس شقی نے قاضی شریح کی جانب ملتفت ہو کر یہ شعر پڑھا ؎ ہانی، ابن زیاد کے دربار میں:

اُرِیْدُ حَیٰوتَہٗ وَیُرِیْدُ قَتْلِیْ ؎ عَذِیْرُکَ مِنْ خَلِیْلِکَ مِنْ مُرَادِیْ

یعنی میں اس کی زندگی کا خواہاں ہوں، اور وہ میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس کے بعد عتاب کرنا شروع کیا۔ پہلے جب کبھی ہانی، عبیداللہ ابنِ زیادہ کے پاس آیا کرتے تھے ابنِ زیاد بہت لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ ہانی نے کلماتِ عتاب سُن کر پوچھا: اے امیر! کیا سبب ہے جو تو میرے حق میں ایسے کلمات کہتا ہے؟ ابنِ زیاد نے کہا: اے ہانی ابنِ عروہ تو نے کیسا فتنہ و فساد اپنے گھر میں برپا کیا ہے، اور یزید اور گروہِ مسلمین سے بخیانت پیش آیا ہے مُسلم کو اپنے گھر میں رکھ کر اس کے لئے ہتھیار و لشکر جمع کرتا ہے، تجھے گمان ہے۔ میں آگاہ نہیں ہوں۔ ہانی نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے ایسا کام نہیں کیا، نہ مُسلم میرے پاس ہیں۔ ابن زیاد نے کہا: مُسلم تیرے ہی پاس ہے۔ جب ہانی و ابنِ زیاد کی اس گفتگو میں طول ہوا، ابنِ زیاد نے معقل کو جسے جاسوسی کے لئے بھیجا تھا، آواز دی جب معقل، ہانی کے سامنے آیا، ابنِ زیاد نے کہا: تم اس کو پہچانتے ہو؟ کہا پہچانتا ہوں۔ اس وقت ہانی مطلع ہو گئے، کہ معقل ابنِ زیاد کا جاسوس تھا اور حضرت مُسلم کے رازہائے پوشیدہ سے مطلع ہے پھر ہانی انکار نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر متحیر رہے۔ اس کے بعد کہا: اے ابنِ زیاد مجھ سے سُن، اور میرے کلام کو سچ جان قسم ہے خدا کی میں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا ہے، بخدا میں مُسلم کو اپنے گھر نہیں لایا۔ نہ ان کے حال سے مطلع تھا۔ وہ ایک شب ناگہانی طور سے میرے یہاں تشریف لائے اور مجھ سے امان مانگی۔ اور میرے گھر پر رہنے کی التماس کی۔ مجھ سے نہ ہو سکا کہ انھیں نکال دُوں۔ اور اپنے گھر نہ رہنے دُوں۔ اگر تو چاہے میں اس وقت تجھ کو پختہ عہد و پیمان دیتا ہوں، کہ کبھی شر و فساد نہ ہوگا، تیری مجلس میں آتا رہوں گا۔ اپنا ہاتھ تیرے ہاتھ میں دُونگا اور تیری اطاعت و فرمانبرداری اسی طرح کرتا رہوں گا۔ اگر تو چاہے تو ضمانت دُوں کہ تیرے

پاس پھر پلٹ کر آؤنگا۔ مسلمؑ سے پاس جا کر کہوں گا' میرے گھر سے جہاں جی چاہے چلے جاؤ تاکہ ان کے حقِ حرمت اور ہمسائیگی سے ادا ہو جاؤں۔ ابنِ زیاد نے کہا: قسم خدا کی میں تجھ سے دستبردار نہ ہوں گا جب تک تو مسلمؑ کو میرے پاس حاضر نہ کرے۔ ہانی نے کہا: قسم خدا کی یہ ہرگز نہ ہوگا۔ کہ ان کو تیرے پاس لاؤں۔ کیا میں اپنے مہمان کو تیرے حوالے کروں تاکہ تو قتل کرے ابنِ زیاد نے مسلمؑ کے لیئے بہت اصرار کیا، لیکن ہانیؒ نہ مانے۔ جب ابنِ زیاد کے کلام نے طول پکڑا تو مسلمؒ ابنِ عمر باہلی اُٹھا۔ اس وقت کوفے میں سوا اِس کے کوئی شخص اہلِ شام و بصرہ سے نہ تھا' کہنے لگا: اے امیر ٹھہر جا! میں ہانی سے خلوت میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور ہانیؒ کا ہاتھ پکڑ کر قصر کے ایک گوشہ میں لے گیا۔ دونوں ایسی جگہ بیٹھے کہ ابنِ زیاد دونوں کو دیکھتا تھا اور جس وقت آواز ان کی بلند ہوتی تھی سُن سکتا تھا۔ مسلم ابنِ عمر باہلی نے کہا: اے ہانی! اپنے ہاتھ سے اپنا خون نہ کرو' اور اپنے قبیلے کو بلا میں نہ ڈالو۔ مسلم ابنِ عقیلؑ و ابن زیاد و یزید میں خویشی و قرابت ہے وہ مسلم ابنِ عقیلؑ کو قتل نہ کرے گا' اور کوئی رنج اسے نہ پہنچائیگا مسلمؑ کو حوالہ کر کے اِس بَلا سے رہائی حاصل کرو' اس میں تمہارے لیے کچھ رسوائی نہ ہوگی۔ کیونکہ تم بادشاہ کے حوالے کرتے ہو۔ ہانی نے کہا: قسم خدا کی یہ ننگ و عار اپنے لیے گوارا' نہ کروں گا کہ اپنے مہمان کو دشمن کے حوالے کروں' حالانکہ میں صحیح و سالم ہوں اور یار و مددگار رکھتا ہوں۔ قسم خدا کی' اگر کوئی مددگار بھی نہ رکھتا تب بھی مسلم ابنِ عقیلؑ کو نہ دیتا جب تک کہ مارا نہ جاؤں۔ مسلم بن عمر باہلی' ہانی ابن عروہ کو ہر چند سمجھاتا اور قسمیں دیتا مگر ہانی یہی کہتے تھے۔ قسم خدا کی میں حضرت مسلمؑ کو نہ دوں گا۔ ابن زیاد نے یہ سُن کر ہانی کو اپنے پاس بُلا کر کہا: بخدا اگر مسلم ابنِ عقیلؑ کو حاضر نہ کرے گا' تجھے قتل کر دوں گا۔ ہانی نے کہا: اے ابن زیاد! اگر اِس امر کا ارادہ کرے گا تو سمجھ لے کہ تلواریں میان سے کھنچیں گی۔ آتشِ حرب مشتعل ہوگی۔ ابن زیاد نے کہا: ہانی تو مجھے ڈراتا ہے! اِس کے بعد اس ملعون نے ایک چھڑی جو اس کے دستِ نجس میں تھی' اس زور سے ہانی کے چہرہ و بینیٔ مبارک پر ماری کہ وہ ٹوٹ گئی' اور چہرۂ مبارک سے خون بہہ کر ریش اور سینہ پر جاری ہوا اور پیشانی و رخسار کا گوشت ریشِ مبارک پر گر پڑا' ہانی نے چاہا کہ پاس کے ایک آدمی سے تلوار لے کر حملہ کر دیں لیکن وہ شخص مانع ہوا اور تلوار نہ دی۔ ابنِ زیاد نے غلاموں سے کہا: ہانی کو پکڑ لو۔ انھوں نے ہانی کو پکڑ کر ایک مکان میں ڈال دیا۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ جب حسان بن اسماء نے ہانی کی یہ حالت دیکھی' ابن زیاد سے کہا: تو

نے ہمیں بھیجا اور ہم بہ مکر و حیلہ، ہانی کو تیرے پاس لائے اب تو بے عذر پیش آیا ان کو زخمی کیا اور خون ان کے ریش مبارک پر جاری کیا، ابن زیاد نے اس کو گالی دی اور سب نے ابن اسماء کو پکڑ کر وہاں سے ہٹا دیا۔ ابن اشعث لعین کہنے لگا ہم راضی ہیں، امیر جو کچھ چاہے کرے، خواہ ہمارا ضرر خواہ فائدہ ہو، کیونکہ وہ ہمارا زعیم ہے۔ جب عمر ابن حجاج کو قتل ہانی کی خبر پہونچی، عمر نے قبیلہ مزحج کو جمع کر کے دارالامارہ کو گھیر لیا۔ اور بہ آواز بلند پکارا کہ میں ہوں عمر ابن حجاج، اب قبیلہ مزحج اور شجاعان مزحج جمع ہوئے ہیں، خونِ ہانی کا عوض طلب کرتے ہیں اس لئے، کہ ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا تھا۔ انھیں بے خطا کیوں قتل کیا۔ ابن زیاد ان کی جمعیت سے خائف ہوا۔ قاضی شریح کو بلا کر کہا۔ ان سے کہو کہ ہانی زندہ ہے لیکن پہلے اپنی آنکھوں سے ہانی کو دیکھ لو (تاکہ گواہی سچی ہو) جب شریح، ہانی کے پاس گیا، دیکھا زندہ ہیں، خون منھ سے جاری ہے اور کہہ رہے ہیں کہ کہاں ہیں میرے خویش و مددگار، کہاں ہیں میرے اہلِ دین و ہم شہری۔ اگر دس آدمی بھی میرے قبیلے سے چلے آئیں تو اس ملعون کی شر سے مجھ کو بچا لیں ہانی نے اپنے عزیز و اقارب کو بہت کچھ آوازیں دیں مگر دروازے بند ہونے کی وجہ سے کسی نے نہ سُنا۔ شریح یہ حال دیکھ کر باہر آیا، بالائے قصر سے پکارا کہ ہانی زندہ ہے کسی طرح کا ضرر و آسیب اس کو نہیں پہونچا جب ہانی کے قوم و قبیلے نے سُنا کہ ہانی زندہ ہیں تو خاطر جمع ہوئے اور متفرق ہو گئے۔ عمر ابن حجاج اور اس کے ہمراہیوں نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ ہانی قتل نہیں ہوئے اس کے بعد ابن زیاد مع اپنے اتباع و ملازمین کے مسجد کوفہ میں آیا منبر پر جا کر لوگوں کو مخالفت یزید و تفرقہ پردازی سے ڈرایا۔ مُطیعوں کو نوازش اور بخشش کا امید وار بنایا، ابھی تقریر کر رہا تھا اتنے میں کچھ لوگ یہ خبر لے کر آئے کہ حضرت مسلم نے خروج کیا ہے اور اب وہ دارالامارۃ کی طرف آ رہے ہیں۔ یہ سن کر ابن زیاد سخت پریشان ہوا اور منبر سے اتر کر دارالامارۃ کو بھاگ گیا اور دروازے بند کر لئے۔ حضرت مسلم کا خروج

عبداللہ ابن حازم نے روایت کی ہے کہ حضرت مسلم ابن عقیل نے مجھے قصر ابن زیاد میں بھیجا کہ ہانی کا حال دریافت کروں میں مجلس ابن زیاد میں اس وقت موجود تھا جس وقت اس روسیاہ نے ہانی کو زخمی کیا اور قید کا حکم دیا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی بسرعت تمام حضرت مسلم کے پاس آیا یہاں آ کر میں نے دیکھا کہ قبیلہ مراد کی عورتیں حضرت مسلم کے پاس جمع ہیں اور نوحہ و فریاد کر رہی ہیں میں حضرت مسلم ابن عقیل کے پاس گیا ہانی کا قصہ نقل کیا حضرت

مسلم نے احوالِ ہانی سن کر فرمایا: ان کے اصحاب کو مطلع کر جو مکان کے گرد و پیش مجتمع ہیں، وہ سب چار ہزار آدمی تھے۔ پھر منادی سے فرمایا: ندا کرے یا منصور امت! جب اہلِ کوفہ نے یہ منادی سنی تو ہانی کے دروازے پر جمع ہوئے حضرت مسلم نے برآمد ہو کر قبائلِ کندہ و مزحج و تمیم و اسد و مضر اور ہمدان کا ایک ایک علم ترتیب دیا۔ تھوڑی دیر میں مسجد و تمام بازار کثرتِ اصحابِ مسلم سے بھر گئی۔ ابنِ زیاد پر دنیا تنگ ہوئی۔ اس کی بڑی تدبیر یہ تھی کہ قصر کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ اس وقت پچاس آدمیوں سے زیادہ دار الامارۃ میں نہ تھے، جو باہر تھے علانیہ اس کے پاس نہ جا سکتے تھے۔ پشتِ قصر کے دروازے سے جو دار الرومیین کے متصل تھا۔ جاتے تھے، جو لوگ اندر تھے بالائے قصر سے سامنے آ کر دیکھتے تھے۔ اصحابِ مسلم جو قصر کو گھیرے ہوئے تھے، ان پر پتھر پھینکتے تھے اور برا کہتے تھے۔ ابنِ زیاد نے کثیر ابنِ شہاب کو باہر بھیجا، اور کہا جو شخص قبیلہ مزحج سے تیری اطاعت کرے اسے ہموار کر اور عقوبتِ یزید اور انجام بد سے ڈرا، اور جذبۂ نصرتِ مسلم کو سرد کر۔ اس کے بعد محمد ابنِ اشعث کو بھیجا کہ تو جا کر قبیلہ کندہ کو اپنی طرف کر۔ علمِ امان کھول کر ندا کر جو کوئی اس علم کی پناہ میں آئے جان و مال و آبرو سے امان میں رہیگا۔ اسی طرح قعقاع ذہلی اور شبث ابن ربعی تمیمی اور حجاز ابنِ ابجر سلمی اور شمر ابن ذی الجوشن عامری کو اس کام کے لئے بھیجا کہ ان بیوفاؤں کو فریب دیں۔ پس محمد ابنِ اشعث نے ایک علم بلند کیا۔ ایک جماعت اس کے پاس جمع ہوئی، اس وقت حضرت مسلم نے عبد الرحمٰن ابنِ شریح شیبانی کو محمد ابنِ اشعث کے پاس بھیجا جس وقت محمد ابنِ اشعث نے عبد الرحمٰن کو دیکھا، ملاقات نہ کی، اور محمد ابن اشعث و دیگر رؤسا نے مل کر حضرت مسلم کے لشکر کو متفرق کر دیا۔ بلکہ بہتوں کو اپنا طرفدار کر کے پشتِ قصر سے دار الامارۃ میں لے گیا جب ابنِ زیاد نے اپنے ہوا خواہ بھی بہ کثرت دیکھے، تو ایک علم شبث ابنِ ربعی کو دے ایک گروہ کے ہمراہ باہر بھیجا۔ اور رؤسائے کوفہ کو حکم کیا کہ قصر کے کوٹھے پر چڑھ کے مطیعانِ حضرت مسلم کو پکارو کہ اے لوگو! اپنے حال پر رحم کرو اور متفرق ہو جاؤ، کیونکہ عنقریب لشکرِ شام پہونچا چاہتا ہے۔ تم میں اس لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ اگر اب بھی اطاعتِ یزید کرو تو امیر نے عہد کیا ہے کہ یزید سے تمہارا عذر خواہ ہوگا۔ اور بہ نسبت سابق دو چند مال و زر عطا کرے گا۔ اور قسم کھائی ہے کہ اگر تم متفرق نہ ہوگے۔ تو جب لشکرِ شام آئے گا تو تمہارے مردوں کو اور بے گناہوں کو بجائے گنہگاروں کے قتل کرے گا۔ اور تمہارے زن و فرزند کو اہلِ شام پر تقسیم کرے گا۔ ان باتوں کے

سُنتے ہی سب متفرّق ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب شام ہوئی تو تیس آدمیوں سے زیادہ مُسلم کیساتھ نہ تھے۔ جب حضرت مُسلم نے یہ حال دیکھا اور اہلِ کوفہ کی غدّاری سے مطلع ہوئے تو مسجد میں تشریف لاکر نمازِ مغرب بجالائے، اس وقت تک تیس آدمی حضرت مُسلم کے ساتھ تھے جب نماز سے فارغ ہوئے چاہا، کہ مسجد سے تشریف لے جائیں تو کوئی شخص حضرت مُسلم کے ساتھ نہ تھا اس وقت تنہائی میں حضرت مُسلم حیران ہوئے اور کچھ نہ جانتے تھے کہ کہاں جائیں، یہاںتک کہ محلّہ بنی جبلہ میں جو قبیلہ کِندہ سے ہے، پہنچے۔ جب تھوڑی راہ اور طے کی تو طوعہ کے دروازے پر پہونچے، طوعہ اشعث ابنِ قیس کی لونڈی اور اُمِّ وَلد تھی۔ اشعث نے اسے آزاد کیا تھا، اور وہ اُسید حضرمی کی زوجہ تھی اُسید کا ایک لڑکا "بلال" نام کا اس کے بطن سے تھا۔ طوعہ اپنے لڑکے کے انتظار میں دروازہ پر بیٹھی تھی۔ حضرت مُسلم نے "طوعہ" کو سلام کیا، طوعہ نے جواب دیا۔ حضرت مُسلم نے فرمایا: اَے کنیزِ خدا میں پیاسا ہوں۔ وہ نیک بخت اندر گئی اور پانی لاکر حضرت مُسلم کو دیا۔ حضرت مُسلم نے پانی پینے کے بعد توقف کیا۔ طوعہ نے کہا: پانی پی چکے اب اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ۔ حضرت مُسلم نے جواب نہ دیا۔ پھر طوعہ نے یہی کہا: حضرت مُسلم نے پھر بھی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ طوعہ نے کہا: اَے بندۂ خدا سُبحان اللہ! اپنے گھر جا، وقتِ شب میں تمہارا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔ حضرت مُسلم نے فرمایا: اَے کنیزِ خدا! میں غریب الوطن ہوں اور کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں شب باش ہوں، اگر تو مجھ کو آج کی رات پناہ دے۔ تو بروزِ قیامت جناب رسالتمآبؐ تجھے پناہ دیں گے۔ طوعہ نے کہا: اَے بندۂ خدا! تم کون ہو؟ فرمایا: میں مُسلم ابنِ عقیل ہوں۔ اہلِ کوفہ نے مجھ کو فریب دیا، وطن سے آوارہ کیا۔ اپنے خویش و اقرباء سے جدا ہو گیا ہوں۔ کوفیوں نے میری نُصرت ویاری سے ہاتھ اُٹھالیا۔ مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ جب طوعہ نے حضرت مُسلم کو پہچانا تو اپنے گھر میں لے آئی۔ ایک حجرے میں ان کے لئے پاکیزہ فرش بچھایا۔ طعام حاضر کیا۔ مگر بہ سبب رنج ومصیبت حضرت مُسلم نے مطلق نہ کھایا۔ اس اثناء میں اُس کا لڑکا گھر آیا۔ طوعہ نے چاہا، کہ اس امر سے اسے مطلع نہ کیجیے لیکن اس نے جب اپنی ماں کو دیکھا کہ حجرے میں بار بار آتی جاتی ہے، بہ اصرار تمام دریافت کیا۔ طوعہ نے کہا: کسی کو اطلاع نہ کرنا۔ اس مکّار نے کہا: کہ میں کسی سے نہ کہوں گا۔ پھر طوعہ نے اس رذیلہ سے عہد وپیماں لے کر خبرِ حضرت مُسلم بیان کی۔ اس نابکار نے یہ سُن کر کچھ جواب نہ دیا، اور سو رہا۔ ادھر جب لوگ حضرت مُسلم کے پاس سے متفرّق ہوئے، اور اصحابِ مُسلم کی آواز ابنِ زیاد کے کان میں

نہ آئی، اس ملعون نے اصحاب سے کہا، بامِ قصر پر جاکر دیکھو۔ جب لوگ بامِ قصر پر گئے کسی کو نہ پایا، ابنِ زیاد نے کہا مسجد میں دیکھو، شاید حجروں میں چھپ رہے ہوں۔ چنانچہ لوگوں نے مسجد کی چھت کھول کر چراغ کی روشنی میں دیکھا تو بعض مقاماتِ مسجد کے دکھائی دیے، بعض معلوم نہ ہوئے۔ پھر قندیلیں روشن کیں، اور ایک گٹھا نرکل کا جلاکر مسجد کے اندر پھینکا، اور اس کی روشنی میں بخوبی تفحص کیا، یہاں تک کہ منبر کی پوشش میں دیکھا۔ جب کوئی شخص نظر نہ آیا، تو ابنِ زیاد کو خبر دی، کہ لوگ متفرق ہو گئے۔ یہ سُن کر ابنِ زیاد اسی شب مسجد میں آکر منبر پر گیا۔ منبر کے گرد اس کے اصحاب تھے۔ یہ ماجرا پیش از نمازِ عشا رہوا، اور عمر ابنِ نافع کو حکم کیا کہ ندا کرے، جو شخص بزرگانِ کوفہ سے اس وقت مسجد میں حاضر نہ ہوگا۔ اس کا خون مباح ہے۔ تھوڑے عرصہ میں مسجد بھر گئی جب لوگ جمع ہو چکے ابنِ زیاد نے مؤذن سے اقامت کو کہا اور مشغولِ نماز ہوا۔ لشکر کو حکم دیا کہ پاسبانی کرے بعد نماز خطبہ پڑھا، اثنائے خطبہ میں کہا کہ مسلم بن عقیلؑ بالکل نادان ہے کہ اس نے خلیفہ کی مخالفت کی۔ پس جس کے گھر میں مسلم ہو اور مجھے خبر نہ کرے، جان اور مال اس کا معرضِ تلف میں ہوگا۔ جو شخص مسلم کو میرے پاس لائے اس سے بہت حُسنِ سلوک کروں گا۔ اور بہت تاکید کی اور ڈرایا، پھر حصین بن نمیر سے کہا، تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، خبردار! کوئی شخص کوفہ کا دروازہ کھلا نہ رکھے۔ مسلم چلے نہ جائیں، ان کو جلد میرے پاس لائیں نے تم کو مکاناتِ کوفہ پر اختیار دیا۔ پاسبانوں کو کوچہ ہائے کوفہ میں مقرر کر، علی الصباح ہر گھر میں تلاشش کر، اور لے آ۔ ابنِ نمیر سردارِ لشکر تھا، ابنِ زیاد بدنہاد قصر میں آیا، اور عمر بن حریث کو ایک علم دے کر امیرِ لشکر کیا جب صبح ہوئی، ابنِ زیاد مسجد میں آکر بیٹھا، اور اہلِ کوفہ کو اذنِ عام دیا کہ مسجد میں جمع ہوں اور محمد ابنِ اشعث پر نوازش و بخشش کرکے اپنے پہلو میں بٹھایا، اتنے میں طوعہ کا بیٹا، ابنِ زیاد کے دروازے پر آیا اور خبرِ حضرت مسلمؑ عبدالرحمٰن ابنِ اشعث سے کہی۔ اس ملعون نے اپنے باپ سے آکر آہستہ سے یہ خبر کہی، وہ لعین ابن زیاد کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ جب ابن زیاد نے سنا محمد ابن اشعث کو چھڑی سے اشارہ کیا کہ اٹھ کر جلد مسلمؑ کو لے آ۔ محمد ابن اشعث نے اپنی قوم کو ہمراہ لیا، اس کے بعد ابن زیاد نے ستر آدمی قبیلۂ قیس سے عبداللہ ابن عباس سلمی کے ہمراہ کرکے محمد ابن اشعث کے ساتھ کر دیے اور حضرت مسلمؑ کے لینے کو بھیجا، جب محمد ابن اشعث اس گھر کے قریب پہونچا جس میں حضرت مسلمؑ

تھے اور آپ نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنی، سمجھ گئے کہ میرے لینے کو آئے ہیں حضرت مسلمؑ تلوار لے کر حجرے سے باہر نکلے وہ بے دین گھر میں گھس آئے اس شیر بیشۂ شجاعت نے سب نامردوں کو بزورِ شمشیر گھر سے باہر نکال دیا۔ پھر ان اشقیاء نے ہجوم کیا۔ بارِ دیگر حضرت مسلمؑ نے ان ملعونوں کو دفع کیا۔ اس کے بعد حضرت مسلمؑ اور بکر ابن حمران میں تلوار چلنے لگی، اس ملعون نے ایک تلوار روئے مبارک پر لگائی کہ لب بالا اور دو دانت آگے کے جدا ہو گئے۔ حضرت مسلمؑ نے ایک تلوار اس ملعون کے سر پر اور ایک گردن پر اس زور سے لگائی قریب تھا کہ اس کے شکمِ نجس میں اُتر جائے۔ جب ان نامردوں نے حضرت مسلمؑ کی یہ بہادری دیکھی تو لڑنے سے عاجز ہوئے کوٹھوں پر چڑھ کر پتھر مارنے لگے اور آگ پھینکنے لگے۔ جب حضرت مسلمؑ نے یہ بیحیائی ملاحظہ فرمائی تو اپنی زندگی سے نااُمید ہو کر تلوار میان سے سونت لی۔ کفار پر حملہ کیا۔ بہت سے بے دینوں کو قتل کیا۔ جب محمد ابنِ اشعث نے دیکھا کہ حضرت مسلمؑ بآسانی ہاتھ نہ آئیں گے، کہنے لگا: کیوں اپنی جان کو ہلاک کرتے ہو میں نے تم کو امان دی مگر حضرت مسلمؑ نے جنگ جاری رکھی۔ محمد ابنِ اشعث نے کہا: تم سے جھوٹ نہیں کہتا اور مکر و فریب نہیں کرتا۔ تم کو ابن زیاد کے پاس لئے چلتا ہوں وہ تمہارا ابنِ عم ہے تم کو قتل نہ کرے گا۔ اور کسی طرح کا ضرر نہ پہونچائے گا۔ جب حضرت مسلمؑ کثرتِ جنگِ اعدا اور زخمہائے سنگِ جفا سے عاجز ہوئے، ضعف و ناتوانی غالب ہوئی تو ذرا دیر ایک دیوارِ خانہ سے لگ کر کھڑے ہوئے۔ ابنِ اشعث نے پھر کہا: میں تم کو امان دیتا ہوں۔ ناچار حضرت مسلمؑ نے قبول کیا۔ اگرچہ جانتے تھے کہ ان بے وفاؤں کا وعدہ صادق نہیں ہے حضرت مسلمؑ نے ابن اشعث سے کہا: میں امان میں ہوں۔ کہا: ہاں!! پھر حضرت مسلمؑ نے اسکے رفیقوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم نے امان دی؟ سب نے کہا: ہم نے امان دی مگر عبید اللہ ابنِ عباس سلمی جدا ہو گیا۔ کہنے لگا، مجھے نیک و بد میں اختیار نہیں۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا: اگر تم مجھ کو امان نہ دیتے تو کیوں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دیتا۔ اس کے بعد حضرت مسلمؑ کو گرفتار کر کے لے چلے۔ حضرت مسلمؑ کے گرد سب نے اژدہام کیا۔ اور آپ سے تلوار لے لی اس وقت حضرت مسلمؑ اپنی زندگی سے مایوس ہوئے، رو کر فرمایا: یہ اوّل غدر ہے پسرِ اشعث نے کہا: تم کچھ خوف نہ کرو۔ حضرت مسلمؑ نے کہا: امان کہاں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ؁ یہ کہہ کر حضرتؑ رونے لگے۔ عبید اللہ ابن عباس سلمی نے کہا: اے مسلمؑ کیوں روتے ہو جو شخص

ایسا دعویٰ کرے، جیسا تم نے کیا اور بلا میں گرفتار ہو۔ چاہیئے کہ گریہ نہ کرے۔ حضرت مسلم نے کہا: قسم خدا کی میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ میں اپنے خویش و اقربا کے لئے روتا ہوں۔ رونا میرا حضرت امام حسینؑ اور ان کی آل و اصحاب کے حال پر ہے کہ وہ حضرت ان غدّاروں کے فریب سے اپنے یار و دیار سے جدا ہو کر اس طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ ان سے کیا سلوک کریں گے۔ اس کے بعد حضرت مسلم نے محمد ابن اشعث کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے بندۂ خدا میں جانتا ہوں کہ تو میرے امان دینے سے عاجز ہے اور بلا شبہ مجھے قتل کیا جائیگا۔ آیا تجھ سے ہو سکتا ہے مجھ سے نیکی کرے کسی کو میری طرف سے امام حسینؑ کے پاس بھیج دے کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مع اپنے اہل بیت و اصحاب کے آج یا کل اس طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ وہ شخص حضرت سے جا کر کہے کہ مسلم نے مجھے ایسے وقت میں بھیجا ہے کہ اعداء کے دستِ ظلم میں گرفتار تھے، شام تک زندہ رہنے کی اُمید نہ تھی۔ اور عرض کیا ہے کہ یا حضرت آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، آپ مع اہل بیت پھر جائیں، اہلِ کوفہ کے فریب میں نہ آئیں، یہ آپ کے پدرِ بزرگوار علی ابن ابیطالب کے وہی اصحاب ہیں جن کی مفارقت کے واسطے حضرت امام حسینؑ خدا سے تمنّا و آرزو کرتے تھے۔ مولا! کوفیوں نے آپ کی تکذیب کی، اور جس کی تکذیب کی جائے اس کے لئے کوئی رائے و تدبیر نہیں۔ ابن اشعث نے کہا: قسم خدا کی جو کچھ تم نے کہا، اُسے میں عمل میں لاتا ہوں اور ابن زیاد سے کہا: میں نے حضرت مسلم کو امان دی ہے۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ابن زیاد نے عمرو بن حریث مخزومی اور محمد ابن اشعث کو ستّر سپاہی ساتھ کر کے حضرت مسلم کی گرفتاری کو بھیجا جس گھر میں مسلم تھے جا کر گھیر لیا۔ مسلم نے ان بے دینوں پر حملہ کیا اور یہ شعر پڑھے ؎

هو الموت فاصنع ویك ما انت صانع ✦ فانت بكاس الموت لا شك جارع
فصبر لامر الله جل جلاله ✦ فحكم قضاء الله فی الخلق ذائع

حاصلِ مضمون یہ ہے، مرنے سے کچھ چارہ نہیں، پس وائے تجھ پر جو کچھ کرنا ہے، کر لے کہ بلا شبہ تجھے کاسۂ ناگوارِ مرگ پینا ہے اور حکمِ خدائے عزّ و جلّ پر صبر کر جو کچھ اس نے خلق پر مقدّر فرمایا ہے واقع ہوگا۔ یہ اشعار فرما کر اکتالیس نامردوں کو واصلِ جہنّم کیا۔

محمد ابن ابیطالب نے کہا ہے، جب حضرت مسلم نے ایک جماعت کثیر کو واصلِ جہنّم

کیا۔ یہ خبر ابنِ زیاد کو پہونچی، اس نامراد نے محمّد ابنِ اشعث کو پیغام دیا۔ میں نے تجھے ایک شخص کے لینے کو بھیجا، اسے میرے پاس نہ لاسکا، اس اکیلے نے تیرے اصحاب میں رخنۂ عظیم ڈالا۔ اگر میں تجھ کو اور مہم پر بھیجوں گا تو تیرا کیا حال ہوگا۔ ابنِ اشعث نے جواب میں کہلا بھیجا۔ اَلظَّنُّ اَنَّكَ بَعَثْتَنِيْ اِلٰى بَقَّالٍ مِّنْ بَقَّالِي الْكُوْفَةِ اَوْ اِلٰى جُرْمَقَانِيٍّ مِّنْ جَرَامِقَةِ الْحِيْرَةِ اَوَلَمْ تَعْلَمْ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اِنَّكَ بَعَثْتَنِيْ اِلٰى اَسَدٍ ضِرْغَامٍ وَّسَيْفٍ حُسَامٍ یعنی کیا تو نے مجھے اپنے گمان میں کسی بقالِ کوفہ یا حیرہ کے کسی بنئے کے پکڑنے کو بھیجا ہے، کیا تجھے نہیں پتہ کہ ایک شیرِ ژیاں کے پکڑنے کو آیا ہوں، شمشیرِ برّاں جس کے ہاتھ میں ہے جو شجاع اور رئیس ہے اور آلِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ہے۔ ابنِ زیاد نے یہ سن کر کہا: مسلم ابنِ عقیل کو امان دے کیونکہ تو اُن پر قابو نہ پائے گا، مگر امان کے حیلہ سے۔

اِس مقام پر مصنّف موصوف فرماتے ہیں، بعض کتبِ مناقب میں عمرو بن دینار سے منقول ہے کہ امام حسینؑ نے حضرت مسلم کو جو کہ شجاعت میں مثلِ شیرِ بَبَر تھے، جانبِ کوفہ روانہ کیا۔ ایضاً: عمّار و دیگر راویوں سے منقول ہے کہ اس شیرِ بیشۂ شجاعت کی طاقت و قوت اس درجہ تھی کہ مردِ قوی ہیکل کو ایک ہاتھ سے اٹھا کر بلند کوٹھے پر پھینک دیتے تھے۔ مصنّف نے پھر کلام شیخ مفیدؒ کی طرف رجوع فرمایا، کہ ابنِ اشعث، حضرت مسلم کو ابنِ زیاد کے دروازۂ قصر پر لایا، اور اجازت لے کر اس روسیاہ کے پاس آیا، تمام احوال بیان کیا۔ یہ بھی کہا: کہ میں نے ان کو امان دے دی ہے۔ اس نے کہا تجھے امان سے کیا کام، میں نے تجھے امان دینے کو بھیجا تھا، یا گرفتار کرنے؟ ابنِ اشعث ساکت ہوا۔ جب حضرت مسلم دروازۂ قصر پر پہونچے، اس وقت آپؑ بہت پیاسے تھے، اور رؤسائے کوفہ درِ قصر پر منتظرِ اجازت بیٹھے تھے۔ ازاں جملہ عمارہ ابن عقبہ بن ابی معیط اور عروہ ابنِ حریث اور مسلم ابنِ عمرو اور کثیر ابن شہاب بھی حاضر تھے۔ ایک گھڑا آبِ سرد کا بھرا ہوا دروازۂ قصر پر رکھا تھا۔ حضرت مسلم نے فرمایا: اے منافقانِ بے وفا، ایک گھونٹ پانی پلادو۔ مسلم بن عمرو نے کہا، تم دیکھتے ہو یہ پانی کیسا ٹھنڈا ہے قسم خدا کی ایک قطرہ نہ ملے گا۔ جب تک کہ (العیاذ باللہ) تم حمیمِ جہنّم نہ پیو۔ مسلم نے کہا: وائے تجھ پر تو کون ہے؟ اس ملعون نے کہا: میں وہ شخص ہوں جس نے حق کو پہچانا۔ جب تم منکر ہوئے میں مخلص امیر تھا۔ جب تم خیانت کار ہوئے میں مطیع امیر رہا۔ جب تم نے مخالفت کی۔ میں ہوں بیٹا عمرو باہلی کا۔ حضرت مسلم نے فرمایا: اے

پسرِ باہلہ! تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، تو کس قدر سنگدل و جفا کار ہے، ملعون تو سزاوار تر ہے جحیم جہنم کا۔ اس کے بعد حضرت مسلمؑ نے بہ سبب شدتِ تشنگی اور ضعف ایک دیوار پر تکیہ کیا۔ جب عمرو بن حریث نے حضرت مسلمؑ کا یہ حال دیکھا اپنے غلام سے کہا: وہ ایک گھڑا رومال سے بندھا ہوا مع ایک کوزہ کے لایا اور ایک کوزۂ آب مسلمؑ کو دیا۔ جب آپ نے چاہا پانی پئیں، کوزہ خون سے بھر گیا۔ حضرت مسلمؑ نے نہ پیا۔ دوسری مرتبہ وہ غلام پانی لایا، پھر کوزہ خون سے بھر گیا۔ تیسری مرتبہ جب پانی لایا آگے کے دندانِ مبارک کوزہ میں گر پڑے حضرت مسلمؑ نے فرمایا: اَلحمدُ لِلّٰہ، معلوم ہوتا ہے کہ آبِ دنیا سے سیراب ہونا میرے لئے اب مقدر نہیں ہے۔ اس اثناء میں ملازم ابنِ زیاد، حضرت مسلمؑ کے بلانے کو آیا۔ جب مسلمؑ عبیداللہ ابنِ زیاد کے سامنے تشریف لائے مسلمؑ نے سلام نہ کیا۔ پاسبانوں نے کہا، مسلمؑ تم امیر پر سلام نہیں کرتے۔ ابنِ زیاد نے کہا: میں تم کو قتل کروں گا، خواہ سلام کرو خواہ نہ کرو۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا: اگر تو نے میرے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو اتنی مہلت دے کہ کسی کو حاضرینِ مجلس سے اپنا وصی کروں کہ میری وصیت پر عمل کرے۔ ابن زیاد نے کہا: کچھ مضائقہ نہیں، جو تمہیں کہنا ہو کہو۔ حضرت مسلمؑ نے مجلس کی طرف دیکھا، اسمیں عمر ابنِ سعد بھی موجود تھا، مسلمؑ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: مجھ میں اور تجھ میں قرابت ہے میری وصیت کو علیحدہ آکر سن لے۔ اس نے خوشامدِ ابنِ زیاد میں رہ کر کوئی اعتنا نہ کی۔ ابنِ زیاد نے کہا: اے عمر ابنِ سعد! مسلم ابنِ عقیلؑ سے تجھے قرابت ہے ان کی وصیت کیوں نہیں سنتا۔ عمر ابنِ سعد نے جب اجازت پائی حضرت مسلمؑ کا ہاتھ پکڑ کر گوشۂ قصر میں لے گیا۔ ایسی جگہ جا کر بیٹھا کہ ابنِ زیاد دونوں کو دیکھتا تھا۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا، پہلی وصیت میری یہ ہے کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا قرضدار ہوں، تو میری زرہ و تلوار کو بیچ کر میرا قرض ادا کر دینا۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ جب مجھے قتل کریں تو میرا لاشہ ابنِ زیاد سے مانگ کر دفن کرنا۔ تیسری وصیت یہ ہے کہ کسی شخص کو حضرت امام حسینؑ کے پاس بھیجدے کہ حضرتؑ اپنے وطن کو مراجعت فرمائیں کیونکہ میں نے حضرتؑ کو لکھا تھا کہ اہلِ کوفہ آپ کی طرف ہیں۔ میں جانتا ہوں، حضرت (امام حسینؑ) اس جانب روانہ ہو چکے ہوں گے۔ پس عمر ابنِ سعد نے ابنِ زیاد سے کہا: اے امیر! سنا تو نے، مسلمؑ نے مجھ سے کیا کہا، یہ کہہ کر جو کچھ حضرت مسلمؑ نے کہا تھا وہ سب بیان کیا، عبیداللہ ابنِ زیاد نے جب وصیتیں حضرت مسلمؑ کی سنیں، تو کہا امین خیانت نہیں کرتا، مگر ممکن ہے کہ خائن کو

حضرت مسلمؑ کی وصیتیں

امین کریں مجھے ان کے مال سے کیا کام۔ جس طرح اُنھوں نے تجھ سے کہا، وہی کر۔ جب اُنھیں قتل کروں گا، تو ان کے دفن سے ممانعت نہ کروں گا۔ اب رہے حسینؑ، اگر وہ میرا ارادہ نہ کریں گے تو میں بھی قصد نہ کروں گا۔ اس کے بعد ابنِ زیاد نے کہا: اے مسلم! اِس شہر میں آکر تم نے مسلمانوں کی جمعیت متفرق کی۔ آتشِ فتنہ و فساد روشن کی۔ بعض کو بعض پر مسلط کیا۔ مسلم نے فرمایا: اے ملعون! تو کاذب ہے، کوفیوں نے ہم کو لکھا، تیرے باپ زیاد نے دینِ خدا میں بدعتیں کیں۔ بندگانِ نیک کو بے گناہ قتل کیا۔ کسریٰ و قیصر کے اعمال و افعال کو مسلمانوں میں جاری کیا۔ ہم اِس لئے آئے کہ بہ عدالت ان میں سلوک کریں، کتابِ خدا و سنّتِ رسولؐ کے موافق حکم کریں۔ ابنِ زیاد نے کہا: تم اس حکم کے قابل نہیں ہو۔ اِس لئے کہ تم مدینہ میں (معاذ اللہ) شراب پیتے تھے۔ حضرت مسلم نے کہا: قسم خدا کی تو جھوٹا ہے، شراب پینا بُرا کام ہے شراب خور وہ شخص ہے جو مسلمانوں کا خون بہاتا ہے اور قتل نفس محترم کرتا ہے۔ ناحق عداوت و بدگمانی سے مسلمانوں کا خون کرتا ہے۔ لہو و لعب میں ایسا مشغول ہے، گویا اُسے کوئی دوسرا کام نہیں۔ ابنِ زیاد نے کہا: خدا نے تم کو اس کام کے قابل نہ جانا۔ حضرت مسلم نے کہا: کون شخص ہم سے امامت و خلافت کے لئے سزاوار تر ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا: یزید۔ حضرت مسلم نے فرمایا: ہم ہر حال میں حمد و شکرِ خدا بجالاتے ہیں اور راضی ہیں، حق تعالیٰ جو حکم چاہے ہمارے اور تمہارے درمیان کرے۔ ابنِ زیاد نے کہا: خدا مجھے قتل کرے۔ اگر میں تمہیں اس طرح سے قتل نہ کروں کہ کوئی شخص اہلِ اسلام سے اس طرح قتل نہ ہوا ہو۔ حضرت مسلم نے کہا: تجھ سے اسلام میں ایسی ہی بدعتوں کے ظہور کی توقع ہے۔ یہ سن کر اس ملعون نے کلمات ناسزا جنابِ امیرؑ و امام حسینؑ و حضرت عقیلؑ اور مسلم کے حق میں کہے۔ مسلم نے سکوت فرمایا۔ ابنِ زیاد نے کہا: ان کو بالائے قصر لے جا کر قتل کرو۔ اور بدن اِن کا قصر کے نیچے پھینک دو۔ حضرت مسلم نے فرمایا: خدا کی قسم اگر مجھ میں اور تجھ میں قرابت ہوتی تو تو یوں حکم میرے قتل کا نہ کرتا۔ ابنِ زیاد نے کہا وہ شخص کہاں ہے جو مسلم کو قتل کرے۔ بکر ابنِ حمران کو بلا کر کہا: مسلم کو بالائے قصر لے جا اور قتل کر۔ وہ ملعون، جنابِ مسلم کو لے چلا۔ اُس وقت آپ کی زبانِ مبارک پر آوازِ تکبیر و استغفار، درود و سلام بر احمدِ مختار جاری تھی اور درگاہ قاضی الحاجات میں مناجات کرتے جاتے تھے کہ خداوندا حکم کر درمیان ہمارے اور اس گروہ کے جس نے ہمیں فریب دیا اور جھوٹ بولے اور ہماری نصرت و یاری نہ کی پس وہ لعین، حضرت مسلم کو بامِ قصر

پر اس سمت لے گیا، جس طرف بازارِ کفش دوزاں تھا۔ اور سرِ مبارک بدن سے جدا کر کے جسمِ مطہر کو زیرِ قصر گرادیا۔

سیدابنِ طاؤس علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت مسلم نے بہت سے اشقیا کو واصلِ جہنم کیا تو محمد ابن اشعث نے بہ آوازِ بلند پکارا کہ اے مسلم! ہم نے امان دی، حضرت مسلم نے فرمایا: مکاروں کی امان پر اعتماد نہیں۔ مسلم بن عقیل بہ شدت جنگ کر رہے تھے اور حمران بن مالک خثعمی کے اشعار متضمن بیوفائی دنیائے فانی بطور رجز پڑھ رہے تھے۔ ان اشعار کے مصرع آخر میں فرمایا: ڈرتا ہوں کہ مجھ سے جھوٹ بولیں اور مکر و فریب کریں۔ ابنِ اشعث نے کہا ہم مکر و حیلہ نہیں کرتے۔ مسلم نے اس کے کہنے پر التفات نہ کیا، سرگرم جہاد تھے یہاں تک کہ جسم مبارک پر بہت زخم لگے۔ ایک نامرد نے پیچھے آکر ایک نیزہ پشتِ مبارک پر مارا کہ حضرت مسلم اس کے صدمے سے منہ کے بل گرے ان کافروں نے نرغہ کر کے گرفتار کر لیا۔ جب اس مظلوم کو ابنِ زیاد کے پاس لائے مسلم نے اس کو سلام نہ کیا۔ ملازم ابنِ زیاد نے کہا: امیر کو سلام کرو؟ آپ نے فرمایا: وائے تجھ پر اے ملعون چپ رہ قسم خدا کی وہ میرا امیر نہیں ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا: میں تمہیں قتل کروں گا، خواہ سلام کرو یا نہ کرو۔ حضرت مسلم نے فرمایا: اگر مجھے تو قتل کرے تو تجھ سے پہلے بدترین خلائق نے بہترین خلائق کو قتل کیا۔ یہ سن کر ملعون غصہ میں آیا اور کلماتِ ناسزا بکنے لگا۔ کہا اے نافرمان، اے متفرق کرنے والے مسلمانوں کے، تو نے امام پر خروج کیا، جمعیت مسلمین کو پراگندہ کیا، آتشِ فتنہ و فساد کو مشتعل کیا۔ مسلم نے کہا تو کاذب ہے بلکہ معاویہ و یزید پلید نے مسلمانوں کی جمعیت کو پراگندہ کیا، اور تو نے تیرے باپ نے جو غلام ثقیف کا بیٹا تھا۔ آتشِ فساد کو اہلِ اسلام میں روشن کیا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھ کو بدترین خلائق کے ہاتھ سے شہادت کا مرتبہ عنایت کرے۔

سیدابنِ طاؤس علیہ الرحمۃ نے حالات مذکورہ کے بعد کہا ہے کہ جب بکر ابنِ حمران، حضرت مسلم کو بامِ قصر پر لے گیا تو سرِ مبارک تنِ مطہر سے جدا کر کے خائف و ترساں نیچے آیا۔ ابنِ زیاد نے پوچھا، تیرا حال کیوں متغیر ہے، اس نے کہا: امیر! جب میں نے مسلم ابنِ عقیل کو قتل کیا، اس وقت ایک مردِ سیاہ و مہیب صورت نظر جو میرے برابر

کھڑا اپنے دانتوں سے اُنگلی کاٹتا تھا۔

دوسری روایت میں یوں وارد ہے کہ وہ اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے کاٹتا تھا، یہ دیکھ کر مجھ پر خوفِ عظیم غالب ہوا۔ ابنِ زیاد نے کہا: شاید تجھ پر دہشت و خوف غالب ہوا ہو۔ بروایت مسعودی جب بکر ابنِ حمران ولد الزنا نے حضرت مُسلم کو شہید کیا تو ابنِ زیاد نے اسے بُلایا پوچھا، تو نے مُسلم کو قتل کیا؟ کہا: ہاں۔ ابنِ زیاد نے پوچھا، لے جاتے وقت مُسلم کیا کہتے تھے؟ اس بے حیا نے کہا، اثنائے راہ میں تکبیر و تسبیح اور تہلیل نیز استغفار کرتے جاتے تھے، اور جب میں قتل کے ارادے سے قریب گیا۔ اس وقت کہتے تھے خداوندا حکم کر درمیان ہمارے اور اس گروہ کے جس نے ہمیں فریب دیا اور ہم سے جھوٹ بولے اور ہماری نصرت و یاری سے دستبردار ہوئے۔ اور ہمیں شہید کیا۔ بکر ابنِ حمران کہتا ہے، میں نے کہا: شکر کرتا ہوں اُس خدا کا جس نے مجھے تم سے قصاص لینے پر دسترس عطا کی۔ یہ کہہ کر میں نے ایک ضرب لگائی اور وہ ضربت کارگر نہ ہوئی مُسلم نے کہا: کیا تجھے یہ ضربت کافی نہیں ہے یہ زخم جو تیری ضربت سے مجھے پہونچا تیرے خون کا عوض ہو سکتا ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا: مُسلم ابنِ عقیل مرتے وقت فخر کرتے تھے بکر ابنِ حمران ملعون نے کہا: اس کے بعد دوسری ضربت سے میں نے انکو قتل کیا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے، جب مسلمؓ نے باغِ جنّت کو انتقال فرمایا تو ابنِ زیاد ولد الزنا نے ہانی ابنِ عروہ کو بُلایا، محمد ابنِ اشعث نے ان کی شفاعت کی اور کہا: تو ہانی کو اور ان کے مرتبہ کو جانتا ہے۔ اس کی جو شان ہے اور اس کے قبیلے والے یہ جانتے ہیں کہ میں اور میرے رفقاء اس کو تیرے پاس لے آئے تھے، لہذا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ہانی ابن عروہ کو میری خاطر سے چھوڑ دے اور اس کے قصور کو عفو کر۔ اس لئے کہ میں عداوت اہل شہر کو پسند نہیں کرتا۔ یہ سن کر ابنِ زیاد نے پہلے تو وعدہ کیا کہ میں ہانی کے قتل سے درگزر کروں گا۔ اس کے بعد اس شقی نے خلف وعدہ کیا اور حکم دیا کہ ہانی ابنِ عروہ کو بازار میں لے جاکر قتل کرو۔ ہانی کے دونوں ہاتھ شانوں پر باندھ کر بازارِ گوسفند فروشاں میں لائے، وہ بزرگوار از بہ کمال اضطرار وا مذحجاہ وا مذحجاہ کہتے جاتے تھے (یعنی کہاں ہے قبیلۂ مذحج کیوں اعانت اور کمک نہیں کرتا) ہر چند استغاثہ کیا لیکن کوئی نصرت و یاری کو نہ آیا۔ جب ہانی نے دیکھا کہ کوئی کمک نہیں کرتا۔ اپنا ہاتھ

شہادت جناب ہانی ابن عروہ

کھینچکر نکال لیا، کہا کوئی لکڑی یا چھری یا پتھر نہیں ہے کہ جس سے دشمنوں کو اپنے سے دُور کروں۔ اتنے میں سب اشقیا ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کے ہاتھ مضبوط باندھے اور تلوار کھینچکر کہا: اپنی گردن آگے کرو۔ ہانی نے کہا: میں اپنی جان دینے میں سخاوت نہ کروں گا، اپنے قتل میں اعانت کروں گا۔ اس وقت ابنِ زیاد کے ایک ترکی غلام رشید نے ایک تلوار لگائی۔ ہانی نے کہا: الی اللہ المعاد اللّٰھمّ الیٰ رحمتک ورضوانک، یعنی سب کی بازگشت خدائے عزّوجلّ کی طرف ہے، خدایا تیری رحمت و خوشنودی کی طرف آتا ہوں۔ اس ملعون نے دوسری تلوار لگا کر حضرت ہانی کو شہید کیا، عبداللہ ابنِ زبیر اسدی مرثیۂ ہانی و مسلم میں کہتا ہے: اگر تو نہیں جانتا موت کیا چیز ہے؟ تو ہانی کو دیکھ جسے بازار میں قتل کیا۔ اور دیکھ مسلم ابنِ عقیل کو جو ایک بہادر جوان تھا تلوار نے اس کے منھ کو مجروح کیا۔ بعد قتل اس کو قصر سے نیچے پھینک دیا اور بحکم ابنِ زیاد قتل کیا۔ ان کے قصّہ کو راہ چلنے والے تک بیان کرتے ہیں۔ دیکھتا ہے تو اس تنِ مبارک کو جس کے رنگ کو موت نے متغیر کر دیا ہے، اور خون اس کا ہر طرف جاری ہے۔ جو شرم و حیا میں ایک دُخترِ حیادار سے زیادہ باشرم وحیادار اور مقامِ شجاعت و بہادری میں ایسا ہے کہ بُرّش اس کی شمشیرِ دودم کی بُرّش سے تیز تر ہے، آیا وہ جو ہانی ابن عروہ کو ابنِ زیاد کے پاس لے گئے۔ بہ آسائش و اطمینان گھوڑوں پر سوار پھرتے ہیں۔ حالانکہ قبیلۂ مذحج انھیں ڈھونڈھتے ہیں اور اپنے قتیل کا قصاص مانگتے ہیں۔ اور بنی مراد بھی منتظرِ فرصت ہیں، اور اے قوم مذحج اور بنی مراد اگر تم اپنے بھائی کے خون کا عوض طلب نہ کرو تو تمہارا حال مشابہ ہے اس زنِ زناکار سے جو مالِ قلیل پر رضامند ہو۔ راوی کہتا ہے جب حضرت مسلم اور ہانی شہید کر ڈالے گئے تو ابنِ زیاد ملعون نے ان بزرگواروں کے سر بُریدہ ہانی ابن ابوحیہ وداعی اور زبیر ابن اروح تمیمی کے ساتھ یزید کے پاس بھیجے، اس نے اپنے منشی عمرو بن نافع سے کہا: ہانی و مسلم کا اَحوال یزید کو لکھ۔ اس نے ایک خط طولانی لکھا۔ یہ عمرو بن نافع وہ شخص ہے جس نے پہلے پہل کتابت میں طول دیا جب یہ طویل خط ابنِ زیاد نے دیکھا، کہا: یہ طول فضول ہے، اسی قدر لکھ۔

اَمّا بعد، شکر اس کا جس خدا نے امیر کا حق اس کے دشمن سے لیا اور اس کی ایذا رسانی سے کفایت کی۔ آگاہ ہو کہ مسلم ابنِ عقیل نے ہانی ابن عروہ کے گھر میں پناہ لی تھی۔ میں نے جاسوس مقرر کر کے ان پر قابو پایا۔ اور انھیں قتل کر کے ان کے سر تیرے پاس بھیجدیئے۔ یہ

دو شخص جو تیرے پاس آتے ہیں، تیرے تابع اور فرماں بردار ہیں جو حال مسلم و ہانی دریافت کرنا منظور ہو۔ ان سے پوچھ کہ یہ دانا اور پارسا اور راست گو ہیں۔ جب یہ نامہ اور سر اقدس اُس شقی کے پاس پہونچے، بہت خوش ہوا، جواب میں ایک نامہ ابن زیاد کو اس مضمون کا لکھا، أما بعد، تو نے درگزر نہ کیا اس امر سے جسے میں دوست رکھتا تھا اور میری مرضی کیموافق تو نے کام کیا اور تو نے اس شخص کے مانند عمل کیا جو بہ ضابطہ اور مستحکم کنندہ امور ہے اور ایک مردِ شجاع و قوی کی طرح تو نے حملہ کیا، تو نے مجھ کو میری ایک مہم سے سبکسار کر دیا۔ اور میرے گمان کو اپنے باب میں سچا کیا۔ میں نے تیرے رسولوں کو اپنے پاس بلایا، راز کی باتیں پوچھیں، راستی عقل و فضل میں جیسا تو نے لکھا تھا ویسا ہی پایا۔ لہٰذا ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ میں نے سنا ہے کہ حسینؑ جانب عراق روانہ ہو گئے ہیں۔ تجھ کو چاہیئے کہ ہر طرف سے ان پر راہیں بند کر دے۔ اور ان پر فتحیاب ہونے میں سعئ بلیغ کر ان کے شیعوں کو محض شک و شبہہ پر قتل کر جو وہاں کی روداد ہو ہر روز لکھا کر، والسلام۔

ابن نماؒ نے روایت کی ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو لکھا، سنا ہے امام حسینؑ عراق کی طرف روانہ ہوئے ہیں، ان کے باعث تجھے ابتلا ہوا اور تیرے شہر میں بلا نازل ہوئی اس بلا میں تیری آزمائش و امتحان ہے۔ دیکھنا چاہیئے تو آزاد رہتا ہے یا مثل بندوں اور غلاموں کے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے کہ حضرت مسلمؑ نے روزِ سہ شنبہ آٹھویں ذی الحجہ سنہ ساٹھ ہجرت نبویؐ میں خروج کیا، اور نویں ذی الحجہ بروزِ عرفہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام روزِ ترویہ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے عراق روانہ ہوئے۔ اسی دن حضرت مسلمؑ نے کوفہ میں خروج کیا تھا، اور مکہ معظمہ سے حضرت کی روانگی کا حال اس طرح پر ہے کہ جب جناب سید الشہداءؑ نے تیسری تاریخ شعبان سنہ ۶۰ ہجری کو بہ سبب ایذائے مخالفین مکہ معظمہ کو اپنے نورِ قدوم سے منور فرمایا۔ بقیہ شعبان و ماہ رمضان و شوال و ذیقعدہ، آٹھویں ذی الحجہ تک اس بلدۂ طیبہ میں رہے، اور اپنے اوقات کو عبادتِ باری تعالیٰ میں صرف کیا۔ اس عرصہ میں شیعیانِ بصرہ و حجاز کا ایک گروہ حضرتؑ کی پاس جمع ہو گیا۔ جب ماہِ ذی الحجہ داخل ہوا حضرت امام حسینؑ نے عراق کے سفر کا ارادہ کیا اور طوافِ خانۂ کعبہ بجا لائے درمیانِ کوہِ صفا و مروہ سعئ فرمائی۔ احرامِ حج کو عمرہ سے

سفر امام حسینؑ از مکہ معظمہ بطرف عراق

بدل کر اعمال عمرہ بجالائے۔ مُحل ہو کر عراق کو روانہ ہوئے۔ کیونکہ حج کا تمام کرنا حضرت امام حسینؑ سے ممکن نہ ہوا۔ حضرتؑ کو خوف تھا کہ اشقیاء یزید کے پاس گرفتار کر کے نہ لے جائیں۔ پس حسینؑ بہ تعجیل تمام اپنے اہلِ بیت و فرزند اور اپنے شیعوں کو ساتھ لے کر مکۂ معظمہ سے روانہ ہوئے ابھی خروجِ مسلم اور شہادتِ مسلم کی خبر حضرت امام حسین علیہ السّلام کو نہ پہونچی تھی۔

سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرّحمۃ نے واقدی اور زرارہ ابنِ صالح سے روایت کی ہے' دونوں نے کہا: تین روز قبل روانگی حضرت امام حسینؑ، ہم مولا کی خدمت میں حاضر ہوئے' عرض کیا: یا مولیٰ! اہلِ کوفہ کے دِل آپ کی طرف ہیں' تلواریں انکی بنی اُمیّہ کی طرف ہیں۔ حضرتؑ نے جانبِ آسمان دستِ مبارک سے اشارہ کیا' ناگاہ ہم نے دیکھا دروازے آسمان کے کُھل گئے' اور ملائکہ کی فوجیں اس قدر زمین پر نازل ہوئیں کہ حساب ان کا بجز حق تعالیٰ' کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ فرمایا: اگر مجھ کو آرزوئے شہادت اور شوقِ ملاقات حضرت رسالتمآبؐ اور راضی رہنا قضائے جنابِ اَحدیت پر نہ ہوتا اور سبب کمی اَجر و ثواب نہ ہوتا تو یہ لشکرِ بے حد و بے حساب اپنے ہمراہ لے کر اعدائے دین سے جہاد کرتا' لیکن مجھے یقین ہے کہ مَیں اور میرے اہلِ بیت و اصحاب اس جگہ شہید ہوں گے کوئی مُتنفّس میری اولاد سے سوائے زین العابدینؑ کے نہ بچے گا۔ نزولِ ملائکہ اور شہادت کی پیشین گوئی۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جس شب کی صبح کو حضرت امام حسینؑ نے یہ قصد کیا' مکۂ معظمہ سے جانبِ کوفہ کوچ فرمائیں اور یہ خبر محمّد ابنِ حنفیہؒ کو پہونچی' اس خبرِ وحشت اثر کے سنتے ہی حضرتؑ کی خدمت میں آئے' عرض کی: اَے برادر! آپ اہلِ کوفہ کا مکر و غدر جانتے ہیں کہ انھوں نے آپ کے پدرِ بزرگوار اور برادرِ عالیمقدار کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ڈرتا ہوں کہ آپ سے بھی کہیں نہ بدسلوکی کریں۔ اگر آپ مکۂ معظمہ (حرمِ خدائے عزّ و جلّ) میں تشریف رکھیں' عزیز و مکرّم رہیئے گا۔ اور کوئی متعرض نہ ہوگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: اَے بھائی! ڈرتا ہوں کہ یزید مجھ کو مکۂ معظمہ میں نہ کہیں قتل کروا دے۔ لہذا مجھے یہ منظور نہیں کہ حرمتِ مکہ' میرے سبب سے ضائع ہو۔ محمّد ابنِ حنفیہؒ نے عرض کیا: اَے برادر! شہر یمن یا صحرا کی طرف تشریف لے جائیے تاکہ کوئی آپ کو نہ پاوے۔ فرمایا: اَے بھائی' جو کچھ تم نے کہا سچ ہے۔ اس اَمر میں فکر کروں گا۔ جب صبح ہوئی۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اَسبابِ سفر اُونٹوں پر بار ہو۔ جب یہ خبر محمّد ابنِ حنفیہؒ کو پہونچی' بے تابانہ دَوڑے اور مہارِ ناقہ

سے لپٹ گئے۔ عرض کیا: آپ نے اس امر میں فکر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ فرمایا: ہاں ۔ا
محمد ابنِ حنفیہؒ نے عرض کیا: پس اس قدر جلدی کیوں فرمائی۔ فرمایا: اے برادر۔ جب تم
شب کو اپنے گھر گئے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے فرمایا؛
یَاحُسَیْنُ اُخْرُجْ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ شَآءَ اَنْ یَّرَاکَ قَتِیْلًا ۔ یعنی اے حسینؑ اجلد
روانہ ہو کہ خدا کو منظور ہے، تجھے اپنی راہ میں شہید دیکھے۔ محمد ابنِ حنفیہؒ نے یہ کلام سن کر
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ کہا اور عرض کیا، یا حضرت اگر آپ اس قصد سے جاتے
ہیں تو عورتوں کو کس لئے اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں، فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ قَدْ شَآءَ اَنْ
یَّرَاھُنَّ سَبَایَا ۔ اے برادر! حق تعالیٰ کو منظور ہے، انھیں اسیر دیکھے۔ پس محمد ابنِ
حنفیہؒ نے بادیدۂ گریاں امام عالیمقام کو وداع کیا۔ محمد ابنِ حنفیہؒ کے بعد عبداللہ بن عباس
اور عبداللہ ابنِ زبیر حاضرِ خدمت ہوئے اور ترکِ سفر کا مشورہ دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا:
مجھے جناب رسالتمآبؐ نے حکم دیا ہے، میں آنحضرتؐ کے حکم کی ہرگز مخالفت نہ کروں گا'
ابنِ عباس بھی بادیدۂ گریاں باہر نکلے، فریاد واحسینا بلند کی۔ اس کے بعد عبداللہ ابنِ عمر
نے آکر خدمتِ امامؑ میں عرض کیا۔ یا حضرتؑ، اس قوم گمراہ سے مصالحت کیجئے اور قتال
نہ کیجئے۔ فرمایا: اے ابا عبدالرحمٰن کیا کیا تو نہیں جانتا، خداوندِ عالم کے نزدیک دنیائے
فانی کی بے قدری اس درجہ ہے کہ سرِ مبارک حضرت یحییٰ ابنِ زکریاؑ کا ایک عورتِ زانیہ
کے لئے بطریقِ ہدیہ بھیجا گیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ بنی اسرائیل نے طلوعِ صبح سے تا طلوعِ
آفتاب ستّر پیغمبروں کو شہید کیا۔ اور اسکے بعد بازاروں میں اس طرح خرید و فروخت
کرتے تھے گویا کوئی کام نہ کیا تھا اور حق تعالیٰ نے ان کے عذاب میں تعجیل نہ فرمائی۔ دنیا و
عقبیٰ میں بہ عقوبت شدید انھیں مبتلا کیا۔ پس اے پسرِ عمر! خدا سے ڈر اور میری یاری کو ترک نہ کر۔

شیخ مفیدؒ نے فرزدق شاعر سے روایت کی ہے، اس نے کہا: میں ۶۰ھ میں
بقصدِ حج اپنی ماں کے ہمراہ جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ سلاحِ جنگ
لگائے ہوئے حرمِ خدا سے تشریف لئے جاتے ہیں، میں نے پوچھا: یہ قطار کس شخص کی
ہے، لوگوں نے کہا: حضرت امام حسین علیہ السّلام کی۔ جب معلوم ہوا آنحضرتؑ کی خدمت
میں جا کر سلام کیا اور عرض کیا: حق تعالیٰ آپ کو بہ مقاصدِ دلی پہونچائے اور آپکے مطالب
دینی و دنیوی کو بر لائے۔ یا ابنِ رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، حج سے

پہلے کیوں جا رہے ہیں۔ فرمایا: اگر میں ایسا نہ کرتا تو گرفتار ہو جاتا۔ پھر فرمایا تو کہاں کا باشندہ ہے۔ میں نے عرض کیا، عرب کا رہنے والا ہوں، خدا کی قسم! اس سے زیادہ حضرت نے میری حال کی تحقیق نہیں کی۔ اس کے بعد احوالِ عراق مجھ سے پوچھا، میں نے کہا: ان کے دل آپ کی طرف، تلواریں بنی اُمیّہ کے ساتھ ہیں، جو کچھ حق تعالیٰ چاہتا ہے کرتا ہے، قضائے الٰہی میں چارہ نہیں۔ فرمایا: سچ کہا تو نے اختیار امور اس کے دستِ قدرت میں ہے خدائے عزّ و جلّ کے لئے ہر روز اور ہر ساعت بندوں کے امور میں ایک تقدیر و مشیّت ہے۔ اگر قضائے خدا موافق خواہش نازل ہو۔ اس کی نعمت کا شکر کرتا ہوں، اور اس شکر کی سعادت حاصل کرنے کیلئے اس سے توفیق و یاری طلب کرتا ہوں۔ اور اگر قضائے الٰہی برخلاف امید جاری ہو۔ تو جس شخص کی نیت حق ہو، پرہیزگاری اس کا شعار ہو۔ وہ دنیا کی بلاؤں کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں نے عرض کیا: یا حضرتؑ آپ نے حق فرمایا، خدا آپ کو بہ مطالبِ دلی پہونچائے اور جس چیز سے آپ پرہیز رکھتے ہیں محفوظ رکھے۔ اس کے بعد میں نے حج کے کئی مسئلے حضرتؑ سے پوچھے۔ اس کے بعد حضرتؑ نے راحلہ آگے بڑھا کر فرمایا: اَلسّلام علیک اور وداع کیا۔

عمرو بن سعید بن عاص نے جو یزید کی طرف سے حاکم مدینہ تھا، اپنے بھائی یحییٰ ابن سعید کو پیغام بھیجا کہ حضرتؑ کو سفرِ کوفہ سے منع کرے، اور ایک گروہ ان کے ساتھ کیا جب یہ لوگ حضرتؑ کی خدمت میں پہونچے۔ حضرت نے مراجعت کو قبول نہ فرمایا، یہاں تک نزاع بڑھی اور آپس میں تازیانے چلنے لگے، مگر وہ لوگ کامیاب نہ ہو سکے۔ جب منزلِ تنعیم میں (منزل تنعیم) پہونچے تو ایک قافلہ یمن کا ملا حضرتؑ نے کئی اونٹ اس قافلہ سے اپنے اسباب و اصحاب کے واسطے بکرایہ لئے اور فرمایا جو شخص میرے ساتھ عراق تک چلے گا اس کا تمام و کمال کرایہ دوں گا، یہ سن کر کچھ لوگوں نے ہمراہی حضرتؑ کی اختیار کی۔ باقی نے انکار کیا۔

جب خبرِ عزمِ امام حسینؑ، برادرِ عم (عبداللہ ابن جعفر طیار کو پہونچی، آپ نے اپنے دونوں فرزندوں (عون اور محمد) کو بھیجا کہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر رہیں، اور ایک عریضہ اس مضمون کا لکھا: میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ از برائے خدا میرے اس خط کو دیکھتے ہی مراجعت کیجئے مجھے خوف ہے کہ آپ اور اہلِ بیت اس سفر میں قتل نہ کئے جائیں اگر آپ نہ ہوں گے تو روئے زمین کا نور جاتا رہے گا۔ کیونکہ آپ ہی اس وقت پشت پناہِ

عون اور محمد

مومنین اور امام دپیشوا ہیں۔ میں اپنے دونوں بیٹوں کو آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ اور میں بھی عنقریب پہونچتا ہوں، والسلام۔ پھر عبداللہ ابن جعفر، عمرو ابن سعید (حاکمِ مدینہ) کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ حضرتؑ کو خط لکھے اور امان دے، اور پلٹنے کی التماس کرے۔ عمرو نے حضرت امام حسینؑ کو ایک عریضہ لکھا۔ اور اپنے بھائی (یحییٰ ابن سعید) کے ہاتھ روانہ کیا۔ عبداللہ ابن جعفر، یحییٰ کے ساتھ ہوئے۔ جب امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے تو ہر چند مراجعت کی کوشش کی مگر کچھ مفید نہ ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا: میں نے جناب رسالتمآبؐ کو خواب میں دیکھا ہے آنحضرتؐ نے جو حکم فرمایا ہے میں اس سے تجاوز نہ کرونگا، یحییٰ ابن سعید اور عبداللہ ابن جعفرؓ نے پوچھا: آپ نے کیا خواب دیکھا ہے؟ فرمایا: بیان نہ کرونگا، اسکا اثر عنقریب ظاہر ہوگا۔ جب عبداللہ ابن جعفر مراجعتِ حضرتؑ سے ناامید ہوئے اپنے دونوں بیٹوں کو حضرتؑ کیساتھ کر کے بادیدۂ گریاں و دلِ بریاں، یحییٰ ابن سعید کے ساتھ پھر آئے اور امامؑ بہ سرعت تمام متوجہ عراق ہوئے کسی جانب التفات نہ فرماتے تھے، یہانتک کہ منزلِ ذاتِ عرق میں پہونچے۔ منزلِ ذاتِ عرق

سیدابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے، کہ جب امام حسین علیہ السلام تیسری ذی الحجہ ۶۰ھ ہجری کو قبل وصول خبر شہادتِ مسلم ابن عقیلؑ، مکۂ معظمہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے اور جس دن حضرتؑ، مکۂ معظمہ سے روانہ ہوئے، وہی دن، شہادتِ حضرتِ مسلمؑ کا تھا۔

ایضاً:۔ روایت ہے کہ جب آپؑ نے عزمِ سفرِ عراق فرمایا، ایک خطبہ ادا کیا۔ بعد حمد و ثنائے الٰہی و درود حضرت رسالت پناہی ارشاد کیا۔ جو کچھ حق تعالیٰ نے مقدر کیا ہے عمل میں آتا ہے، قوت و توانائی اسی کی ذات سے ہے۔ خُطَّ الْمَوْتُ عَلَىٰ اِبْنِ اٰدَمَ كَخَطِّ الْقِلَادَةِ عَلٰى جِيْدِ الْفَتَاةِ۔ یعنی موت بنی آدم کے لئے یوں گلوگیر ہے جس طرح کسی حسینہ کے گلے میں ہار ہوتا ہے، میں اس طرح اپنے اسلاف کرام کی ملاقات کا مشتاق ہوں جس طرح حضرتِ یعقوبؑ اپنے بیٹے (حضرت یوسفؑ) کے مشتاق تھے، ایک مقدس زمین میرے دفن کے لئے معیّن ہوئی ہے، بہت جلد اس مکان پر پہونچتا ہوں یا پہونچوں گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ عنقریب میرے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے صحرائے کربلا میں بکھرے پڑے ہوں گے، جن سے اُمّت کے درندے اپنی بھوک مٹائیں گے (یعنی انعام چاہیں گے) اور کچھ چارہ نہیں، اس دن سے جو قلم نے لکھ دیا ہے، ہم اہلبیتؑ قضائے الٰہی پر راضی ہوتے ہیں۔ اور اس کی بلا پر صابر ہیں تاکہ بہتر اجر صابرین ہم کو عنایت کرے۔ اور عنقریب وہ اعضاء پارہ پارہ حظیرۂ قدس میں حضرت رسولؐ

پاک (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے پاس مجتمع ہوں گے، اور حق تعالیٰ اپنے رسولؐ کی آنکھیں روشن کرے گا۔ اور اپنے وعدوں کو عمل میں لائے گا۔ جس شخص کو آرزوئے شہادت ہو اور اپنی جان میری نصرت میں نثار کرنا چاہے اور نورِ سعادتِ اَبدی چاہتا ہو وہ میرا رفیق ہو۔ علی الصبح مَیں یہاں سے کوچ کروں گا۔ مصنّف علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کو صاحبِ کشف الغمہ نے بھی کمال الدین ابنِ طلحہ سے روایت کی ہے۔

سیّد علی ابنِ طاؤس علیہ الرّحمۃ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسینؑ مکّہ معظّمہ سے روانہ ہوئے اور مقامِ تنعیم میں پہونچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے تو کعبِ ذاتِ عرق میں پہونچے اور بشیر ابنِ غالب اسدی نے جو کہ عراق سے آیا تھا۔ امام حسینؑ سے ملاقات کی۔ حضرتؑ نے اہلِ کوفہ کا حال پوچھا۔ بشیر نے عرض کیا: یا حضرتؑ! اِن کے دِل آپکی طرف ہیں اور تلواریں بنواُمیّہ کی طرف۔ امام حسینؑ نے اِرشاد کیا، یہ مردِ اسدی سچ کہتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ۞ اِس کے بعد حضرتؑ وہاں سے روانہ ہوئے بوقتِ ظہر منزلِ ثعلبیہ میں نزولِ اجلال فرمایا اور قیلولہ کیا۔ جب بیدار ہوئے فرمایا اس وقت مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہاتفِ غیبی مجھ سے کہتا ہے کہ تم جانے میں جلدی کرتے ہو اور موت تم کو جانبِ بہشت بسرعت لئے جاتی ہے۔ حضرت علی اکبرؑ نے پوچھا۔ اَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ اَے پدرِ بزرگوار کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: بہ خدائے عزّوجلّ ہم حق پر ہیں۔ علیؑ اکبر نے عرض کیا: یَا اَبَۃِ اِذًا لَا نُبَالِیْ بِالْمَوْتِ ۞ اَے پدرِ عالیمقدار جب ہم حق پر ہیں تو مرنے اور قتل ہونے کی ہم کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ فرمایا: اَے فرزند! خدا تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ حضرتؑ نے شب کو اِسی منزل میں آرام کیا جب صبح ہوئی ایک شخص اَبُوہرّہ ساکنانِ کوفہ سے حضرتؑ کی خدمت میں آیا اور سلام عرض کرکے بولا! یا ابن رسول اللہ۔ آپ حرمِ خدا اور حرمِ رسولؐ سے کیوں نکلے؟ فرمایا: وَیحَكَ اَبَا ھِرَّۃَ اِنَّ بَنِیْ اُمَیَّۃَ اَخَذُوْا مَالِیْ فَصَبَرْتُ وَشَتَمُوْا عِرْضِیْ فَصَبَرْتُ وَطَلَبُوْا دَمِیْ فَخَرَجْتُ ۞ اَے اَبُوہرّہ! بنی اُمیّہ نے میرا مال چھینا، مَیں نے صبر کیا، میری ہتکِ آبرو کی، مَیں نے صبر کیا۔ اب چاہا مجھے قتل کریں۔ بہ ناچاری مَیں نے سفر اختیار کیا قسم بخدا کہ یہ ستمگار مجھے شہید کریں گے، اور خداوندِ قہّار لباسِ ذلّت وخواری انھیں پہنائے گا۔ اور شمشیرِ اِنتقام ان پر کھینچیگا۔ اور ایک ایسے شخص کو ان پر مسلّط کریگا، جو

منزلِ ثعلبیہ

انھیں ذلیل کرے گا۔ یہاں تک کہ ذلیل تر ہوں گے۔ قومِ سبا سے جن پر ایک عورت حاکم ہوئی اور ان کے جان و مال کو معرضِ تلف میں لائی۔

محمد ابنِ طالب نے روایت کی ہے۔ جب ولید ابنِ عقبہ یا عتبہ حاکمِ مدینہ نے سنا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام عراق کو روانہ ہوئے۔ ابنِ زیاد کو اس مضمون کا نامہ لکھا: بعد حمدِ خدا و نعتِ رسول، حضرت امام حسینؑ متوجہ عراق ہوئے ہیں۔ وہ فرزند جنابِ فاطمہؑ اور فرزندِ رسول ہیں۔ اے ابنِ زیاد! تو ہر گز ان سے متعرض نہ ہونا۔ اور کسی طرح کی ایذا نہ پہونچانا۔ ورنہ جب تک دنیا باقی ہے۔ دوست و دشمن تجھ پر لعنت کریں گے۔ جب نامۂ ولید اس ملعون کو پہونچا تو اس روسیاہ پر کوئی اثر نہ ہوا۔

ریاشی نے کتابِ تاریخ میں اپنی اسناد سے لکھا ہے کہ بعد فراغِ حج میں اپنے اصحاب کو چھوڑ کر تنِ تنہا راہِ غیر مشہور سے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں مجھے کچھ خیمے نظر آئے۔ جب نزدیک پہونچا۔ میں نے پوچھا' یہ خیمے کس کے ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ خیمے حضرت امام حسینؑ کے ہیں۔ میں نے پوچھا' کیا حسین فرزندِ علی و فاطمہ زہرا علیہم السّلام ہیں۔ لوگوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: حضرت کس خیمہ میں تشریف رکھتے ہیں؟ لوگوں نے مجھے بتایا۔ جب میں قریبِ خیمہ گیا دیکھا' حضرتؑ درِ خیمہ پر تشریف رکھتے ہیں اور ایک خط پڑھ رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا' حضرتؑ نے جوابِ سلام دیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' آپ اس زمین بے آب و گیاہ پر کیوں آترے؟ فرمایا: بنی امیّہ نے مجھ کو خوف و بیم میں ڈالا۔ یہ خطوط اہلِ کوفہ نے میری طلب میں بھیجے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے وعدہ پر وفا نہ کریں گے اور مجھے قتل کریں گے جس وقت ایسا امرِ قبیح ان سے سرزد ہوگا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ ایسے شخص کو مسلّط کرے گا جو انھیں قتل کرے گا یہاں تک کہ بہت ذلیل و خوار ہوں گے۔

روایت ہے کہ طرماح ابنِ حکیم نے کہا: میں اپنے عیال کے واسطے غلّہ لے کر جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں حضرت امام حسین علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا حضرتؑ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں' آپ اہلِ کوفہ کے فریب میں نہ آئیے۔ اگر آپ ان کے پاس گئے۔ بہ خدا آپ کو شہید کریں گے۔ میں ڈرتا ہوں کہیں اثنائے راہ میں آپ کو قتل نہ کریں۔ صلاح یہ ہے کہ کوہِ اجار میں جو کہ بڑا پہاڑ ہے۔ نزولِ اجلال

فرمائیے۔ قسم بخدا اس جگہ کبھی ہمیں کسی طرح کی ذلت نہیں ہوئی۔ میری قوم آپکی نصرت و یاری کے لئے تیار ہے اور جب تک آپ ان میں تشریف رکھیں گے وہ سب آپکی محافظت کریں گے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: میں نے کوفیوں سے وعدہ کیا ہے جس کی مخالفت نہ کروں گا۔ پس اگر حق تعالیٰ نے ان کے شر کو مجھ سے دفع کیا تو یہ اس کے احسان ہائے قدیم سے ہے اور میرے لئے کافی ہے اور اگر وہ چیز واقع ہوئی جس سے چارہ نہیں، انشاء اللہ شہادت کا مرتبہ پاؤں گا۔ طرماح کہتا ہے، میں نے وہ غلہ اپنے عیال کو پہنچایا، اور وصیت کر کے روانہ ہوا تاکہ حضرتؑ کا شریک ہوں، اثنائے راہ میں سماعہ ابن زید بنہانی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے خبر دی کہ حضرت مسلم شہید ہو گئے پس میں با دلِ غمناک گھر میں پھر آیا۔

شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے کہ جب خبر روانگی حضرتؑ، بجانب کوفہ، ابن زیاد کو پہونچی، اس نے حصین بن نمیر کو جو سردارِ لشکر تھا، فوجِ کثیر کے ساتھ حضرتؑ کے سرِ راہ مقامِ قادسیہ میں بھیجا۔ اس نے قادسیہ سے خفان و قطقطانیہ تک اپنے لشکر کو پھیلا دیا۔ اور سب کو مطلع کیا کہ حسینؑ عراق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کے حال سے خبردار رہو۔ جب حضرت منزلِ حاجز بطن رمہ میں پہونچے تو قیس ابن مسہر صیداوی، اور بروایت دیگر عبداللہ ابن یقطر کو جانبِ کوفہ روانہ کیا۔ لیکن ابھی خبر شہادتِ مسلم، امام حسینؑ کو نہ پہونچی تھی۔ ایک نامہ اہلِ کوفہ کو اس مضمون کا لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط یہ نامہ ہے حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے برادرانِ مومنین و مسلمین کی طرف۔ تم پر سلام ہو۔ میں حمد کرتا ہوں، خدائے یگانہ کی۔ کہ سوائے اس کے کوئی خدا نہیں۔ اما بعد! مسلم ابن عقیل کا خط مجھے پہونچا۔ لکھا ہے کہ تم نے میری نصرت و یاری اور میرے دشمنوں سے طلب حق پر اجتماع اور اتفاق کیا۔ پس میں خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے احسان کو ہم پر تمام کرے اور تمہارے حسن نیت اور نیکی کردار پر جزائے خیر عطا کرے۔ آگاہ ہو کہ میں بروز سہ شنبہ آٹھویں ذی الحجہ یوم الترویہ کو مکہ معظمہ سے تمہاری طرف روانہ ہوا ہوں۔ جس وقت میرا قاصد پہونچے چاہیئے کہ کمر اطاعت مضبوط باندھو اور اسباب جنگ آمادہ کر کے میری نصرت و یاری پر مستعد رہو۔ میں عنقریب آتا ہوں، والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ باعثِ تحریر نامہ یہ تھا کہ حضرت مسلمؑ نے ۲۷۔ دن قبل از شہادت اور دیگر جماعت

منزل حاجز بطن رمہ

اہلِ کوفہ نے حضرت کو نامے لکھے تھے' اور ان میں لکھا تھا کہ اہلِ کوفہ سب آپ کے مطیع و فرماں بردار ہیں۔ ایک لاکھ تلواریں آپ کی نصرت کے لئے مہیا ہو چکی ہیں۔ آپ جلد شیعوں کے پاس تشریف لائیے۔ جب حضرت کا قاصد منزلِ قادسیہ میں پہونچا' حصین ابنِ نمیر نے اسے گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اس لعین نے اس سے کہا تو منبر پر جا کر حسین کو ناسزا کہہ۔

سیّد ابنِ طاؤس رح نے روایت کی ہے کہ جب یہ قاصد کوفے کے قریب پہونچا۔ حصین ابنِ نمیر نے اسے گرفتار کر کے چاہا کہ نامہ اس سے لے لے' اس سعادت مند نے اس نامہ کو پرزے پرزے کیا اور اس شقی کو نہ دیا۔ ابنِ نمیر نے قاصد کو ابنِ زیاد کے پاس بھیجدیا۔ ابنِ زیاد نے پوچھا تو کون ہے؟ قاصد نے کہا: میں امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور ان کے فرزند کے شیعوں میں سے ہوں۔ ابنِ زیاد نے پوچھا: تم نے نامہ کیوں پھاڑ ڈالا؟ کہا: تاکہ اس کے مضمون سے تو مطلع نہ ہو۔ پھر ابنِ زیاد (شقی) نے کہا: وہ نامہ کس نے لکھا تھا کس کے پاس بھیجا تھا۔ اس باوفا نے کہا: امام حسین علیہ السلام نے ایک جماعت اہلِ کوفہ کو لکھا تھا' میں ان کے نام نہیں جانتا۔ ابنِ زیاد غصہ میں آیا' کہنے لگا: قسم بخدا تجھ سے دستبردار نہ ہوں گا جب تک تو ان کے نام مجھے نہ بتا دے گا۔ یا منبر پر جا کر حسین اور ان کے بھائی' باپ کو ناسزا کہہ' نہیں تو تیرے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔ قیس ابنِ مسہر نے کہا: میں نام تو نہیں بتاؤں گا' البتہ دوسری بات کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ سعادت مند منبر پر گیا' اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا اور درود لامتناہی پیغمبرِ خدا اور علیِ مرتضیٰ اور حسنین اور علی الخصوص حضرت امام حسین علیہ السلام پر زبان سے جاری کیا۔ ابنِ زیاد بد نہاد اور اس کے باپ پر اور جملہ بنی امیہ پر لعنت کی۔ اور کہا: اے اہلِ کوفہ میں قاصدِ حسین ہوں' حضرت کو میں نے فلاں مقام پر چھوڑا ہے جس شخص کو حضرت کی نصرت منظور ہو۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ قیس ابنِ مسہر کو زندہ بامِ قصر سے نیچے گرا دو۔ اشقیا نے ان کے بازو گردن سے باندھ کر گرا دیا۔ اور اس مظلوم کے اعضاء و جوارح چور چور ہو گئے اور درجۂ شہادت کو پہونچے۔ بروایت دیگر جب قیس ابنِ مسہر صیداوی قصر سے زمین پر گرے ان مشکیں بندھی تھیں۔ استخوان ہائے بدن ان کے چور ہو گئے۔ لیکن ایک

شہادت جناب قیس ابن مسہر

رمقِ جان جسمِ ناتواں میں ابھی باقی تھی، کہ عبدالملک ابنِ نمیر نے ان کا سر بدن سے جدا کیا۔ سب نے اس کو جب اس بات پر بُرا بھلا کہا تو اس بے حیا نے کہا: میں نے انکو راحت دی ہے۔ جب امام حسین علیہ السّلام نے منزلِ حاجر سے کُوفے کا رُخ فرمایا، تو ایک تالاب کے کنارے پہنچے۔ عبداللہ ابنِ مطیع کنارۂ آب خیمہ زن تھا۔ جب عبداللہ بن مطیع کی نظر حضرت کے جمالِ مبارک پر پڑی تو استقبال کو دوڑا۔ عرض کرنے لگا۔ میرے ماں باپ فدا ہوں، آپ کیوں اس طرف آئے؟ اس نے حضرت کو اپنے پاس اُتارا۔ حضرت نے ارشاد کیا: اے عبداللہ تو نے خبرِ مرگِ معاویہ سنی ہوگی اہلِ عراق نے مجھکو بہت خطوط لکھے اور بُلایا ہے۔ ابنِ مطیع نے عرض کیا: یا ابن رسُول اللہ! میں آپ کو حرمتِ اسلام و حرمتِ عرب و حرمتِ قریش کے لئے خدا یاد دِلاتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ آپ کے قتل سے یہ حرمت ضائع ہو جائے کیونکہ حرمتِ اسلام و جملہ اہلِ اسلام حضرت سے وابستہ ہے قسم بخدا اگر سلطنتِ بنی اُمیّہ کا ارادہ کیجیئے گا، تو یہ آپ کو قتل کریں گے اور آپ کے بعد کسی مسلمان کے قتل سے باک نہ کریں گے۔ نہ کسی سے ڈریں گے۔ یا حضرت ہرگز آپ کوفہ نہ جائیں، اور متعرض بنی اُمیّہ نہ ہوں۔ حضرت نے کچھ جواب نہ دیا۔ جس حکم پر خدا کی طرف سے مامور ہو چکے تھے۔ اس سے انحراف نہ فرمایا، ادھر ابنِ زیاد نے بصرہ اور شام کی تمام راہیں بند کرا دیں۔ کوئی شخص بصرہ و شام سے نہ نکل سکتا تھا، نہ داخل ہو سکتا تھا۔ امام حسینؑ کو کسی امر یا اخبارِ کوفہ سے اطلاع نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ کچھ صحرا نشین بدّوؤں سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے ان سے کوفے کا حال پوچھا انھوں نے کہا: کچھ خبر نہیں ہے، مگر اس قدر معلوم ہے کہ کسی شخص کو ان راہوں سے آمد و رفت نہیں کرنے دیتے۔ حضرت یہ سن کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات

ایک جماعت نے قبیلہ فزارہ و بجیلا سے روایت کی ہے کہ ہم مکہ معظّمہ سے پلٹتے وقت زُہیر ابنِ قین بجلی کی رفاقت میں تھے، تمام منزلوں میں امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ جاتے تھے اور حضرت سے بہت دُور اُترتے تھے تاکہ کہیں ہم کو بھی حضرت کے ساتھ شامل نہ ہونا پڑے۔ اس وقت کوئی امر ہم پر اس سے زیادہ دشوار نہ تھا کہ امام حسینؑ کے ساتھ ایک منزل میں وارد ہوں۔ اتفاقاً حضرت نے ایک ایسی منزل میں توقف فرمایا جہاں ہم کو چارہ نہ ہوا، بجز اس کے کہ ایک طرف حضرت، دوسری طرف ہم اتریں،

زہیر ابن قین کی آمد

جب ہم مشغولِ چاشت ہوئے، ناگاہ ایک شخص آیا اور زہیر ابنِ قین کو سلام کیا، اور کہا امام حسین علیہ السّلام تجھے بلاتے ہیں۔ یہ سنتے ہی شدّتِ خوف و بیم سے نوالے ہمارے ہاتھوں سے گر گئے۔ اس درجہ متحیّر ہو کر رہ گئے گویا کوئی جانور ہمارے سر پر بیٹھا ہے۔ زنِ زہیر جو بروایت سیّد ابنِ طاؤس رحؒ دیلم بنت عمرو تھی، کہنے لگی سبحان اللہ! فرزندِ رسول صلعم تجھے بلاتا ہے، اور تو جانے میں تامّل کرتا ہے۔ اگر تو جا کر حضرت کے فرمان کو سن لے تیرے لئے بہتر ہوگا۔ پس زہیر ابنِ قین، امامِ عالیمقام کے پاس گئے، تھوڑی دیر کے بعد جو واپس آئے۔ تو چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا، کہا کہ میرا خیمہ اکھاڑ کر حضرت کی خیمہ گاہ میں نصب کرو۔ چنانچہ ان کا خیمہ اور مال و متاع سب امامؑ کے خیام کے پاس لے جایا گیا اور اپنی زوجہ کو طلاق دے کر کہا: تو اپنے اہل سے جا کر ملحق ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے کوئی ضرر تجھے پہونچے۔ سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں کہ زہیر نے کہا: میں چاہتا ہوں، اپنی جان حضرت پر فدا کروں اور زوجہ کا مہر دے کر اس کے چچازاد بھائیوں کو سپرد کیا، تاکہ اس کے اہل و عیال میں پہونچا دیں۔ وہ زنِ پاک اعتقاد رونے لگی، اور زہیر کو وداع کر کے کہا: خدا نے تیرے لئے بہتر کیا، میں امّیدوار ہوں کہ مجھے بروزِ قیامت حضرت امام حسین علیہ السّلام کے جدّ کے سامنے نہ بھولنا۔ بروایت شیخ مفید علیہ الرّحمۃ، زہیر ابنِ قین نے اپنے اصحاب سے کہا: جو شخص چاہے میرے ساتھ آئے جسے منظور نہ ہو میں نے اسے رخصت کیا، لیکن مجھ کو ایک گذشتہ واقعہ یاد آیا وہ سن لو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانے میں ہم نے بعض نواحی سمندر میں لشکرِ اسلام کی معیّت میں کفّار سے جہاد کیا اور فتحیاب ہوئے، مال بسیار اور غنیمت بے شمار ہمارے ہاتھ آئی۔ سلمان فارسی نے کہا: کیا تم اس فتح و غنیمت سے جو تمہارے ہاتھ آئی ہے۔ شاد ہوئے ہو۔ ہم نے کہا: بیشک ہم خوش ہوئے۔ پھر سلمان فارسی نے کہا: لیکن جس وقت تم سیّدِ جوانانِ آلِ محمّد (یعنی حضرت امام حسینؑ) کے زیرِ سایہ جہاد کروگے تو آج جتنا مال پاکر خوش ہوئے ہو، اس سے کہیں زیادہ خوش ہوگے۔ یہ کہہ کر زہیر نے اپنے رفقاء سے کہا: میں تمہیں وداع کرتا ہوں۔ اور خدا کو سونپتا ہوں۔ یہ کہہ کر خدمت امامؑ میں پہونچے۔ اور ساتھ رہے تاآنکہ سعادتِ شہادت پر فائز ہوئے۔

سلمان فارسی کی واقعہ کربلا کے متعلق پیشگوئی

کتاب مناقب میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام منزلِ خزیمیہ

پہونچے، شب کو اسی جگہ حضرت نے آرام فرمایا، جب صبح ہوئی جناب زینبؑ نے کہا، اے برادر! میں نے ایک ہاتف کو یہ اشعار پڑھتے سنا ہے ؎

اَلَا یَا عَینُ فَاحْتَفِلِی بِجُھْدٍ ❀ وَمَنْ یَّبْکِیْ عَلَی الشُّھَدَاءِ بَعْدِیْ

اَلٰی قَوْمٍ تَسُوْقُھُمُ الْمَنَایَا ❀ بِمِقْدَارٍ اِلٰی اِنْجَازِ وَعْدٖ

حاصلِ مضمون: ۔ اے چشم اشکِ حسرت برسا، ان شہیدوں کے حال پر کیونکہ انکے لاشوں پر کون روئے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکو انکی موتیں وعدہ گاہِ شہادت پر لیئے جاتی ہیں حضرت امام حسینؑ نے ارشاد کیا: اے خواہر جو مقدر ہوا ہے وہ ہوگا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے عبداللہ ابن سلیمان اسدی اور منذر ابن مشمعل اسدی سے روایت کی ہے ان دونوں نے کہا: جب ہم اعمالِ حج سے فارغ ہوئے تو ہمارا قصدِ مصمم ہوا کہ راہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوں اور دیکھیں کہ بات کہاں تک پہونچی ہے ہم بسرعت تمام روانہ ہوئے، یہاں تک کہ موضع زرود میں حضرت سے جا کر ملے۔ ناگاہ دیکھا ایک شخص کوفہ کی طرف سے ظاہر ہوا جب اسنے حضرت کے لشکر کو دیکھا تو راہ کو چھوڑ کر، اور سمت روانہ ہوا حضرتؑ نے اس جگہ توقف فرمایا، گویا امام حسینؑ اس کے منتظر تھے۔ پس جب حضرتؑ نے دیکھا کہ وہ اور طرف کو چلا تو حضرتؑ بھی روانہ ہوئے۔ اور ہم دونوں اس کے سرِ راہ گئے، یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچے اور اسے سلام کیا۔ اس نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔ ہم نے پوچھا تو کون ہے؟ کہا: قوم بنی اسد سے ہوں، ہم نے کہا ہم بھی اسدی ہیں۔ ہم نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ کہا: میں فلاں اسدی کا بیٹا ہوں۔ ہم نے بھی اپنا نسب بیان کیا اور احوالِ کوفہ پوچھا۔ اس نے کہا: جب میں کوفہ سے نکلا مسلم ابن عقیل اور ہانی ابنِ عروہ کو شہید کر چکے تھے، اور ان کی لاشوں کو بازار میں کھینچتے تھے۔ یہ خبر سُن کر ہم لشکر میں آئے اور حضرتؑ کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ منزلِ ثعلبیہ میں نزول فرمایا قریب شام حضرتؑ کی خدمت میں گئے، سلام عرض کیا۔ امام حسینؑ نے سلام کا جواب دیا ہم نے عرض کیا: یا حضرت! ایک موحش خبر ہم نے سُنی ہے اگر حکم ہو تخلیہ میں عرض کریں ورنہ آشکارا بیان۔ حضرتؑ نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا، ہمارا کوئی راز ان سے مخفی نہیں ہے۔ عرض کیا: یا حضرتؑ آپ نے اس سوار کو ملاحظہ کیا تھا۔ جو کل راہ میں ملا تھا۔

منزل زرود

منزل ثعلبیہ جناب مسلم کی خبر شہادت کا پہنچنا

فرمایا: میں نے بھی اسے دیکھا تھا، چاہتا تھا کہ کچھ احوال اس سے پوچھوں، عرض کیا قسم بخدا ہم نے تفتیش خبر کی اور احوالِ کوفہ اس سے پوچھا وہ شخص ہمارے قبیلہ کا بہت عقلمند اور راست گو آدمی تھا۔ اس نے خبر دی کہ میں کوفہ سے نہ نکلا تھا مگر اس وقت جب کہ مسلم اور ہانی کو قتل کیا جاچکا تھا۔ ان کے پیر میں رسّی باندھ کر بازاروں میں کھینچتے تھے حضرت امام حسینؑ اس قصۂ ہولناک کو سن کر نہایت مکدّر ہوئے۔ کئی دفعہ فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ط خدا رحمت کرے ان پر۔ ہم نے عرض کیا، یا ابن رسولؐ اللہ! ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ آپ یہاں سے پھر چلئے، کوفے میں آپ کا کوئی دوست اور شیعہ نہیں۔ بلکہ ہم ڈرتے ہیں کہ اہلِ کوفہ آپ کے دشمن ہوں گے۔ پس حضرت امام حسینؑ اولادِ عقیل کی طرف متوجہ ہوئے اور خبرِ شہادتِ مسلم ان سے بیان کی، اور بہت دلاسا دیا پلٹنے کی بابت ان سے مشورہ کیا۔ ان سعادتمندوں نے عرض کیا: قسم بخدا ہم نہ پھریں گے جب تک قصاص ان کے خون کا نہ لیں۔ یا جو شربتِ شہادت انھوں نے پیا، ہم بھی پئیں، حضرتؑ نے فرمایا: سچ ہے ایسے عزیزوں کے بعد زندگی کا مزا نہیں[1]۔ راوی کہتا ہے جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؑ کا ارادہ سفر پر مصمم ہے۔ پس ہم نے حضرت کو وداع کرکے عرض کیا کہ خدا خیر کرے آپؑ کے لئے، فرمایا: کہ خدا تم پر رحمت کرے۔ اصحاب نے کہا: یا حضرتؑ! آپ مثل مسلم ابن عقیل کے نہیں ہیں۔ اگر کوفہ جائیے گا۔ اہلِ کوفہ آپ کی طرف سبقت کریں گے۔ حضرتؑ نے جواب نہ دیا۔

سیّد ابن طاؤسؒ نے روایت کی ہے کہ خبرِ شہادتِ مسلم، منزلِ زبالہ میں حضرتؑ کو پہونچی۔ اور وہاں سے آگے روانہ ہوئے۔ اس وقت فرزدق (شاعر) امامؑ عالیمقام کی خدمت میں آیا۔ بعد سلام عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! آپ کوفہ کیوں جاتے ہیں؟ کوفیوں نے آپ کے بھائی (مسلم ابن عقیل) اور ان کے شیعوں کو قتل کرڈالا۔ امام حسینؑ زار زار مثلِ ابرِ بہار روئے، فرمایا: خدا رحمت کرے مسلم پر وہ فردوس بریں میں رحمت و رضوانِ الٰہی اور نعمتِ ابدی پر فائز ہوئے جو کچھ ان پر لازم تھا، ادا کیا۔ اب جو ہمارے ذمّہ باقی ہے، ہم کو کرنا ہے، اس کے بعد حضرتؑ نے چند شعر پڑھے ؎۔

[1] حضرتؑ کا طلبِ مشورہ یہاں پر ازراہِ امتحان و ترغیب جہاد تھا، نہ کہ کچھ اور۔ (۱۲/ ج۔ ز)۔

فَإِنْ تَكُنِ الدُّنْيَا تُعَدُّ نَفِيسَةً	فَدَارُ ثَوَابِ اللّٰهِ أَعْلَىٰ وَأَنْبَلُ
وَإِنْ تَكُنِ الْأَبْدَانُ لِلْمَوْتِ أُنْشِأَتْ	فَقَتْلُ امْرِئٍ بِالسَّيْفِ فِي اللّٰهِ أَفْضَلُ
وَإِنْ تَكُنِ الْأَرْزَاقُ قِسْمًا مُقَدَّرًا	فَقِلَّةُ حِرْصِ الْمَرْءِ فِي الرِّزْقِ أَجْمَلُ
وَإِنْ تَكُنِ الْأَمْوَالُ لِلتَّرْكِ جَمْعُهَا	فَمَا بَالُ مَتْرُوكٍ بِهِ الْحُرُّ يَبْخَلُ

حاصلِ مضمون: دُنیا کو اگر جائے نفیس سمجھا جاتا ہے تو ثوابِ خدا برتر اور بہتر ہے۔ اور اجسام بنی آدم اگر موت کے لئے مخلوق ہوئے ہیں تو مارا جانا انسان کا تلوار سے راہِ خدا میں افضل ہے۔ اور اگر روزی اسی قدر پہونچتی ہے جس قدر مقدر ہوئی ہے۔ تو کم حرص کرنا انسان کا طلب رزق میں نیکو تر ہے۔ اگر مالِ دنیا کا انجام آخر میں چھوڑ جانا ہے تو جو چیز چھوٹ جائے اس میں انسان بخل سے کیوں کام لیتا ہے۔

وقعۂ وادیٔ قدمنزل زبالہ

شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس رات حضرتؑ نے صبح تک انتظار کیا۔ وقت صبح اپنے ملازم اور غلاموں کو حکم کیا کہ اپنے ساتھ بہت سا پانی بار کر لو جب منزل زبالہ میں پہونچے تو خبر شہادتِ عبداللہ ابنِ یقطر، امام حسینؑ نے سنی۔ بروایت سید ابنِ طاؤسؒ جب حضرتؑ نے خبر شہادت عبداللہ ابنِ یقطر سنی آنسو حضرتؑ کے جاری ہو گئے۔ دستِ مناجات درگاہِ قاضی الحاجات میں بلند کر کے عرض کیا: خداوندا! میرے واسطے اور میرے شیعوں کے لئے دارِ عقبیٰ میں منزلِ نیک مہیا فرما، اور غرفاتِ جناں میں مجھ کو اور میرے شیعوں کو جمع کر، کیونکہ تو ہر امر پر قادر ہے۔ بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ، حضرت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا، ایک خط نکال کر سب کے سامنے پڑھا اور فرمایا: ایک خبر موحش مجھے پہنچی ہے کہ مسلم ابنِ عقیل اور ہانی ابنِ عروہ اور عبداللہ بن یقطر کو شہید کیا گیا۔ کوفیوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا۔ پس جو شخص مجھ سے جدا ہونا چاہے وہ جدا ہو جائے۔ پس جو لوگ بہ طمع و مالِ غنیمت، حضرتؑ کیساتھ ہو گئے تھے وہ متفرق ہو گئے۔ اور دائیں بائیں چلے گئے، بعض نے از روئے ایمان و یقین ملازمت حضرتؑ کی اختیار کی، اور جو لوگ مدینہ سے ساتھ آئے تھے یا بعض اشخاص جو راہ میں ساتھ ہوئے تھے، باقی رہ گئے تھے۔ بہت سے لوگ حضرتؑ کیساتھ جمع ہو گئے تھے۔ ان کو گمان تھا کہ وہاں کے لوگ مطیع ہیں حضرتؑ نے نہ چاہا کہ یہ غافل رہیں پس حضرتؑ نے حقیقتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ جب صبح ہوئی حضرتؑ نے اصحاب سے

فرمایا: بہت سا پانی لے لو۔ یہ فرماکر حضرتؑ روانہ ہوئے۔ جب مقام بطنِ عقبہ میں اُترے۔ اس جگہ ایک مردِ پیر بنی عکرمہ سے خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کا نام عمرو بن یوذان تھا۔ اس نے کہا: یا حضرتؑ! آپ کہاں جاتے ہیں۔ فرمایا: کوفہ، جاتا ہوں۔ اس نے کہا: یا ابنِ رسول اللہ! خدا کی قسم دیتا ہوں، آپ واپس جائیں۔ بخدا آپ نوک ہائے سنان و شمشیرہائے بُرّاں کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ جس جماعت نے آپ کو بلایا ہے۔ اگر یہ لوگ آپ کی مدد بخوبی کر سکتے ہوں اور ہر طرح تیار ہوں تب تشریف لے جانا آپ کا مناسب ہوگا۔ لیکن موجودہ حالات میں صلاح نہیں کہ آپ جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے شیخ! جو خبر تو دیتا ہے وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں مگر اطاعتِ حکمِ خدا مجھ پر واجب ہے۔ اور تقدیراتِ خدا واقع ہونے والے ہیں۔ قسم خدا کی یہ لوگ مجھ سے اس وقت تک دستبردار نہ ہوں گے جب تک میرا دلِ پُرخون میرے سینے سے نہ نکالیں۔ جب مجھے شہید کریں گے، تو حق تعالیٰ ان پر ایک شخص کو مسلّط کرے گا۔ جو انھیں ذلیل و خوار کرے گا۔ اس کے بعد حضرتؑ نے بطنِ عقبہ سے کوچ کیا۔ اور موضع شراف میں خیامِ حرم کو برپا کیا۔ جب صبح ہوئی، امام حسینؑ نے اپنے اصحاب و ملازمین کو حکم دیا کہ تمام چھاگلیں اور مشکیزے پانی سے بھرلو۔ جب پانی بھرا جا چکا تو پھر اپنے سفر پر روانہ ہوئے۔ دوپہر تک راہ طے کی تھی۔ ناگاہ ایک شخص نے تکبیر کہی۔ حضرتؑ نے پوچھا: اللہ اکبر کیوں کہا؟ اس نے کہا: درخت ہائے خُرما دکھائی دیتے ہیں۔ دوسری جماعت نے کہا قسم بخدا کبھی اس جگہ درختِ خُرما نہیں دیکھے گئے۔ حضرتؑ نے پوچھا، تمہیں کیا معلوم ہوتا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: یا حضرتؑ قسم خدا کی نوک ہائے نیزہ اور گھوڑوں کے کان دکھائی دیتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا، بخدا میں بھی یہی دیکھتا ہوں، اس کے بعد فرمایا: آیا کوئی اس جگہ جائے پناہ ہے تاکہ ایک جانب سے مقابلہ کریں۔ اصحاب نے عرض کیا: یا حضرتؑ! بائیں جانب یہاں ایک پہاڑ بہت بلند ہے، آپ اس طرف چلئے اگر اس قوم سے پہلے وہاں پہونچ گئے مقصود حاصل ہے۔ حضرتؑ نے بائیں جانب میل فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد گھوڑوں کی گردنیں نمایاں ہوئیں۔ جب انھوں نے ہمیں بائیں طرف جاتے دیکھا تو وہ بھی ہماری طرف متوجہ ہوئے، ان کی برچھیاں ہوا میں یوں گتھی ہوئی تھیں جیسے شہد کی مکھیوں کے جھنڈ، اور ان کے علموں کے پھریرے ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے طائر پر

منزل شراف

گھوڑے پھر پھرا رہے ہوں۔ ہم نے ان پر سبقت کی اور کوہِ ذوحشم (یا ذوجشب) تک پہونچ گئے۔ بموجب حکمِ امام علیہ السّلام اسی جگہ خیمے نصب کئے گئے۔ یہ حُر ابنِ یزید تمیمی تھا۔ جو ہزار سواروں کا لشکر لے کر آیا تھا۔ اور ظہر کے وقت جبکہ چیل انڈا چھوڑ رہی تھی، امامؑ کے لشکر کے سامنے صف بستہ ہوا۔ اس وقت قیامت کی گرمی پڑ رہی تھی۔ اصحابِ امامِ عالیمقام بھی ان لوگوں کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہوئے تمام خیمہ نصب کئے گئے عمرِ حُر معہ ہزار سوار کے مقابل لشکر حضرت بوقت نمازِ ظہر شدّتِ گرما میں آکھڑا ہوا۔ اصحاب امام علیہ السّلام بھی سامنے سروں پر عمامے باندھے شمشیریں حمائل کئے کھڑے تھے، جب حضرتؑ نے آثارِ تشنگی لشکرِ مخالف میں ملاحظہ فرمائے۔ آپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان کو اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلا دو۔ اصحاب کرام بموجب حکمِ امامِ عالیمقام پانی پلانے میں مشغول ہوئے۔ کاسے اور طاس لبریز کر کے گھوڑوں کے سامنے لیجاتے تھے، یہاں تک کہ سب کو اسی طرح پانی سے سیراب کر دیا۔ علی ابنِ طعان محاربی کہتا ہے میں بھی حُر کے ساتھ تھا اور سب کے بعد پہونچا۔ جب حضرت نے مجھ میں اور میرے گھوڑے میں آثارِ تشنگی ملاحظہ فرمائے فرمایا کہ اَنِخِ الرَّاوِیَۃَ یعنی اپنے شترِ آب کش کو بٹھا دے۔ علی ابنِ طعان کہتا ہے، راویہ کے معنی میں نہ سمجھا اس لئے کہ راویہ میری زبان میں مشک کو بھی کہتے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا: یَا ابْنَ الْاَخِ اَنِخِ الْجَمَلَ۔ یعنی اے بھتیجے! اونٹ کو بٹھا دے۔ میں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا، پھر فرمایا: کہ پانی پی، جب میں نے پانی پینے کا ارادہ کیا تو اضطراب کی وجہ سے پانی مشک سے گرتا جاتا تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا: دہانہ مشک کا کج کر، میں بدحواسی سے یہ بھی نہ سمجھا کہ کیونکر کج ہونا چاہیے، تب حضرتؑ نے خود اُٹھ کر مشک کا دہانہ میری طرف کر دیا، اور میں نے پانی پیا، اور اپنے جانور کو بھی پلایا۔ ابنِ زیاد نے حصین ابنِ نمیر کو لشکرِ عظیم ساتھ کر کے بھیجا تھا کہ قادسیہ میں اُترے حصین نے حُر کو ہزار سوار دیکر آگے بھیجا تھا۔ جب نمازِ ظہر کا وقت آیا، حضرتؑ نے حجاج ابنِ مسروق سے فرمایا: اذان دیں، انھوں نے اذانِ ظہر کہی۔ جب وقتِ اقامت ہوا۔ حضرتؑ ردا اوڑھے زیرجامہ پہنے، نعلین پائے مبارک میں تھیں، خیمے سے برآمد ہوئے۔ اور دونوں لشکروں کے بیچ میں کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ اسکے بعد فرمایا: اَیُّہَا النَّاس! میں تمہارے پاس بن بلائے نہیں آیا بلکہ تمہارے پئے در پئے

لشکرِ حُر سے ملاقات

خطوط اور متواتر قاصد میرے پاس پہونچے۔ جب تم نے لکھا کہ ہمارے پاس آیئے ہم کوئی امام وپیشوا نہیں رکھتے، شاید حق تعالیٰ ہم کو راہِ حق و ہدایت پر مجتمع کرے۔ اگر تم اپنے عہد و پیمان پر مضبوط ہو پس الیفائے وعدہ کرو اور میری خاطر کو مطمئن کرو۔ اور اگر اپنے قول سے پھر گئے ہو۔ اپنے پیمان کو توڑ ڈالا ہے اور میرے آنے سے ناخوش ہو، اور کارہ ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں پھر جاؤں۔ یہ سن کر ان غداروں نے کوئی جواب نہ دیا۔ سب چپ ہو رہے، حضرت نے مؤذن سے اقامت کو فرمایا: جب مؤذن اقامت کہہ چکا تو حضرت نے حُر سے فرمایا، اگر تجھے منظور ہو اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھ، حُر نے عرض کیا: میں بھی آپ کے پیچھے پڑھوں گا۔ حضرت صفوں کے آگے کھڑے ہوئے، دونوں لشکروں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھی، اور بعد نماز دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ پھر گئے، اور حضرت امام حسینؑ اپنے خیمہ میں داخل ہوئے۔ اصحابِ حضرت گرد آکر بیٹھے۔ حُر اپنے خیمہ میں گیا۔ پانچسو سوار لشکر کے اس کے پاس مجتمع ہوئے۔ باقی اپنی صف میں گئے۔ ہر ایک شخص اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑ کر اس کے سایہ میں بیٹھا۔ جب نمازِ عصر کا وقت آیا، پھر حضرت آگے کھڑے ہوئے۔ اور دونوں لشکروں کے ساتھ نماز پڑھی۔ بعد نماز روئے مبارک ان کی طرف پھیر کر ایک خطبہ ادا فرمایا، اور بعد ادائے خطبہ ارشاد کیا۔ اَیُّہَا النَّاس! اگر تم خوفِ خدا کرو اور حق کو پہچانو تو باعثِ خوشنودیٔ خدا ہوگا۔ ہم اہلِ بیتِ رسالتمآب علم و کمالِ عصمت و جلال سے موصوف ہیں۔ خلافت و امامت کے لئے سزاوار تر ہیں، اس گروہ سے جو بناحق دعوائے ریاست و خلافت کرتا ہے، اور تمہارے درمیان بجور حکم کرتا ہے۔ اگر تم جہالت و ضلالت میں مضبوط ہو۔ اور جو تم نے لکھا ہے اس رائے سے پھر گئے اور میرے آنے کو مکروہ جانتے ہو تو میں پھرا (واپس چلا) جاتا ہوں۔ حُر نے جواب میں کہا: خدا کی قسم مجھے ان خطوط کی خبر نہیں۔ حضرت نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا: وہ دونوں خورجیاں جن میں خطوط ہیں لے آؤ۔ جب عقبہ دونوں تھیلے لے آئے جو کوفیوں کے خطوط سے مملو تھیں، حضرت نے سب نامے حُر کے آگے ڈال دیئے۔ اس نے عرض کیا: میں ان لوگوں سے نہیں ہوں جنھوں نے یہ نامے آپ کو لکھے ہیں، مجھے مطلق ان خطوں کی اطلاع نہیں۔ مجھ کو تو ابنِ زیاد نے حکم دیا ہے۔ کہ جہاں ملاقات ہو آپ سے جدا نہ ہوں، تا آنکہ ابنِ زیاد کے پاس لے چلوں۔ حضرت نے فرمایا: کہ موت قریب تر

اور آسان ہے، اس ذلّت سے یعنی جب تک میں زندہ ہوں اس ذلّت پر راضی نہ ہوں گا۔ پس حضرتؑ نے اپنے اصحاب کو حکم کیا، اُٹھو اور سوار ہو۔ یہ سن کر اصحاب سوار ہوئے اور حضرت خود بذاتہ منتظر رہے، تا آنکہ محمل و ہودج حرم محترم تیار ہوئے، اور مخدرات عصمت و طہارت سوار ہوئے۔ اصحاب سے ارشاد کیا، واپس لوٹو، جب قصد مراجعت فرمایا، لشکرِ مخالف سرِراہ آکر کھڑا ہوا اور مراجعت سے مانع ہوا۔ حضرتؑ نے حُر سے مخاطب ہو کر فرمایا: ثکلتک امّک اے حُر تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، کیا ارادہ ہے؟ حُر نے کہا: کہ اگر اور کوئی میری ماں کا نام لیتا تو میں بھی اس کی ماں کا نام لیتا۔ قسم بخدا میں آپ کی مادرِ گرامی کا ذِکر نہیں کر سکتا۔ مگر بہ تعظیم و تکریم۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: مطلب تیرا کیا ہے؟ اُس نے کہا: میں چاہتا ہوں، آپ کو ابنِ زیاد کے پاس لے جاؤں۔ فرمایا: قسم بخدا اِس بات میں میں تیری متابعت نہ کروں گا۔ حُر نے کہا: قسم بخدا میں بھی آپ سے جُدا نہ ہوں گا۔ تین مرتبہ اِس بات میں رَدّ و بدل ہوئی، جب گفتگو کو طول ہوا۔ حُر نے کہا: میں مامور نہیں۔ مگر اسی امر پر کہ آپ سے جُدا نہ ہوں جب تک کہ کوفے میں ابنِ زیاد کے پاس نہ لے چلوں۔ اگر آپ کوفے چلنے پر راضی نہیں، تو آپ ایسی راہ اختیار کیجیے کہ نہ کوفے کی ہو نہ مدینے کی۔ اور یہ امر میرے اور آپ کے درمیان بطریقِ مصالحہ ہو، اور میں حقیقتِ حال ابنِ زیاد کو لکھ بھیجوں، شاید کوئی صورت ایسی نکلے کہ میں حضرتؑ کے خون میں شریک نہ ہوں۔ امام حسینؑ اس وقت بہ مجبوری راہِ قادسیہ اور عذیب سے بائیں طرف میل فرما کر روانہ ہوئے اور وہ لشکر بھی ہمراہ تھا۔ حُر اثنائے راہ میں حضرتؑ سے کہتا تھا کہ یا حسینؑ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس قوم سے جہاد نہ کیجیے۔ کیونکہ یہ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ فرمایا: اے حُر! کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، سوائے قتل کے اور تم سے کیا ہو سکے گا۔ اور کتنا حسب ہے میرے وہ شعر جو برادرِ اوس نے پڑھا تھا جس وقت اس نے ارادہ نُصرتِ پیغمبرؐ کا کیا تھا، اُس وقت اُس کے چچازاد بھائی نے اُسے ڈرا کر کہا: کہاں جاتا ہے؟ مارا جائے گا!! پس برادرِ اوس نے اُس کے جواب میں یہ شعر پڑھے ؎

سَأَمْضِی وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتیٰ[1]

---

[1] یہ اشعار گزر چکے ہیں۔ دیکھو صفحاتِ گزشتہ کتاب ہٰذا۔ (ج۔ز، ۱۲)۔

مصنف علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں کہ محمد ابن ابیطالب نے بیت آخر سے پہلے یہ بیت زیادہ کی ہے :- اُقَدِّمُ نَفْسِیْ لَا اُرِیْدُ بَقَاءَھَا ؎ لِنَلْقٰی جَمِیْعًا فِی الْوَغٰی قَرْمَ مَاءٍ

یعنی میں اپنی جان کو آگے بڑھاتا ہوں تاکہ ملاقات کروں معرکۂ جنگ میں فوجِ کثیر وجمِّ غفیر سے، پس حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا: آیا کوئی تم میں سے ایسی راہ جانتا ہے۔ جو شاہراہ کے علاوہ ہو، طرماح نے عرض کیا: یابن رسول اللہ! میں واقف ہوں۔ حضرت نے فرمایا: تو ہمارے آگے چل۔ طرماح بموجب ارشاد آگے روانہ ہوا۔ اور حضرت معہ اصحاب اس کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اس طرح پھر طرماح رجز میں یہ اشعار پڑھنے لگا۔ طرماح کی رجز خوانی

(۱) یَا نَاقَتِیْ لَا تَذْعَرِیْ مِنْ زَجْرِیْ ؎ وَامْضِیْ بِنَا قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ

(۲) بِخَیْرِ فِتْیَانٍ وَخَیْرِ سَفْرٍ ؎ اٰلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اٰلِ الْفَخْرِ

(۳) اَلسَّادَۃِ الْبِیْضِ الْوُجُوْہِ الزُّھْرِ ؎ اَلطَّاعِنِیْنَ بِالرِّمَاحِ السُّمْرِ

(۴) اَلضَّارِبِیْنَ بِالسُّیُوْفِ الْبُتْرِ ؎ حَتّٰی تُحَلّٰی بِکَرِیْمِ الْفَخْرِ

(۵) اَلْمَاجِدِ الْجَدِّ رَحِیْبِ الصَّدْرِ ؎ اَصَابَہُ اللّٰہُ بِخَیْرِ اَمْرٍ

(۶) عَمَّرَہُ اللّٰہُ بَقَاءَ الدَّھْرِ ؎ یَا مَالِکَ النَّفْعِ مَعًا وَالضُّرِّ

(۷) اَیِّدْ حُسَیْنًا سَیِّدِیْ بِالنَّصْرِ ؎ عَلَی الطُّغَاۃِ مِنْ بَقَایَا الْکُفْرِ

(۸) عَلَی اللَّعِیْنَیْنِ مِنْ سَلِیْلَیْ صَخْرٍ ؎ یَزِیْدَ لَا زَالَ حَلِیْفَ الْخَمْرِ

(۹) وَابْنِ زِیَادٍ عَھْرِ بْنِ الْعَھَرِ

حاصلِ مضمون :- (۱) اے میرے ناقے میری ڈانٹ سے بدخو نہ ہو، قبلِ طلوعِ صبح ہم کو منزل پر پہنچا دے۔ (۲) ہمراہ ان بہترین جوانوں و نیکوترین مسافروں کے جو اولادِ رسول و اصحاب فخر ہیں۔ (۳) چہرہ ہائے مبارک ان کے روشن و نورانی ہیں۔ میدانِ نبرد میں بڑے نیزے باز ہیں۔ (۴) معرکۂ قتال میں ان کی تیغ برندہ ہے، یہاں تک کہ تو اتار دے اس کو جو کریم و صاحبِ فخر ہے۔ (۵) اس کا جدّ نامدار ہے۔ اس کا دل کشادہ ہے۔ خدا انجام اس کا بخیر کرے۔ (۶) تا بقائے دہر سلامت رہے مالکِ نفع و نصرت تائید کر۔ (۷) میرے سید بزرگوار حسینؑ کی اپنی نصرت و امداد سے ان سرکشوں کے مقابلے میں جو پسماندہ کفر سابق ہیں۔ (۸) اور ان دونوں ملعونوں پر جو "صخر" کی اولاد ہیں۔ ایک تو ان میں سے یزید شراب خور ہے۔ (۹) اور دوسرا زنا زادہ اور زنا زادہ کا فرزند

ابنِ نما یاد ہے۔

بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ۔ جس وقت حرُ نے کلام حضرتؑ کا سنا معہ لشکر امامؑ عالیمقدار سے علیحدہ ایک جانب روانہ ہوا۔ اور حضرتؑ معہ اصحاب دوسری طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ مقام عذیب الہجانات تک پہونچے۔ پھر حضرتؑ وہاں سے روانہ ہوئے تا آنکہ قصر بنی مقاتل میں منزل کی۔ اس مقام میں حضرتؑ کی نگاہ ایک خیمہ پر پڑی، پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟ اصحاب نے عرض کیا: یہ خیمہ عبداللہ ابن حر جعفی کا ہے۔ فرمایا کہ اِس کو میرے پاس لے آؤ۔ بعض اصحاب نے جا کر کہا: حضرت حسینؑ ابن علیؑ تمہیں بلاتے ہیں۔ اس بے سعادت نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝ قسم خدا کی میں کوفے سے نہیں نکلا، مگر اس لئے کہ مجھے ناگوار تھا کہ مبادا حسینؑ داخلِ کوفہ ہوں، اور ان کی نصرت مجھ پر واجب ہو جائے۔ قسم بخدا مجھے منظور نہیں ہے کہ حضرتؑ مجھے دیکھیں یا میں اُنکو دیکھوں۔ جب یہ خبر حضرتؑ کو پہونچی، آپ بہ نفس نفیس اس کے خیمہ میں تشریف لے گئے اور سلام کیا۔ اُس کے پاس بیٹھ گئے۔ اِس کے بعد حضرتؑ نے اپنی نُصرت و یاری کے لئے دعوت دی، اُس بے توفیق نے پھر اُسی کلام کا اعادہ کیا اور دعوت کو قبول نہ کیا۔ حضرت نے فرمایا: اگر تو میری نُصرت اور امداد نہیں کرتا تو خدا سے ڈر، میرے قاتلوں سے نہ ہونا۔ اس لئے کہ قسم بخدا جو شخص میری فریاد سنے اور میری نُصرت نہ کرے وہ ہلاک ہوگا۔ عبداللہ نے کہا: اگر میں آپ کا مددگار نہ ہوں تو اِنشاءاللہ آپ کے قاتلوں سے بھی نہ ہوں گا۔ پس حضرتؑ اس کے پاس سے اُٹھ کر اپنے خیام میں داخل ہوئے۔

جب وقت صبح قریب ہُوا۔ حضرتؑ نے اپنے رُفقاء و ملازمین سے فرمایا: تمام مشکیزے اور چھاگلیں پانی سے بھرلو۔ یہ فرما کر حضرتؑ نے قصر بنی مقاتل سے کوچ کیا۔ عقبہ بن سمعان کہتا ہے ہم چند قدم حضرتؑ کے ساتھ چلے تھے کہ حضرتؑ کو گھوڑے پر نیند آگئی، اور آنکھ جھپک گئی۔ جب بیدار ہوئے تو دو یا تین دفعہ فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن ۝ حضرت علی اکبر نے عرض کیا: اے پدر بزرگوار! کیا سبب ہے کہ آپ نے مکرر ان کلمات کو اپنی زبان معجز بیان جاری کیا۔ ارشاد فرمایا: اے فرزند! اس وقت گھوڑے پر نیند آگئی، میں نے خواب میں دیکھا ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے کہتا ہے یہ لوگ جاتے ہیں اور موت ان کی طرف آتی ہے۔

معلوم ہُوا ہمیں خبرِ مرگ دیتا ہے۔ علی اکبر نے عرض کیا: اے پدرِ بزرگوار! خدا بُری گھڑی نہ لائے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: قسم بخدا ہم حق پر ہیں، دشمن ہمارے، باطل پر ہیں۔ علی اکبر نے پھر عرض کیا: اے پدرِ بزرگوار! اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں قتل کی کیا پرواہ ہے۔ فرمایا اے فرزند! خدا تجھ کو بہترین جزا دے جو ایک فرزند کو اس کے باپ کے حق سے مِل سکتی ہو۔ جب صبح ہوئی تو حضرت اترے اور نمازِ صبح ادا فرما کر بتعجیل تمام سوار ہو کر بائیں جانب روانہ ہوئے، چاہتے تھے کہ اپنے اصحاب کو متفرق کر دیں۔ مگر حُر اُن کو جانے نہ دیتا تھا۔ اور جب وہ چاہتا کہ لشکرِ حضرت امام حسینؑ کا کوفہ کی طرف پھیر لے چلے، تو یہ سب امتناعِ شدید کرتے تھے اور باہم چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ نینوی میں پہونچے، اور نزولِ اجلال فرمایا۔ ناگاہ ایک مسلح ناقہ سوار کمان کاندھے پر رکھے کوفے کی طرف سے ظاہر ہوا، اور ناقہ کو بہ تیز دوڑاتا آیا۔ سب منتظر کھڑے تھے جب قریب پہونچا، حضرت کو سلام نہ کیا۔ لشکرِ حُر کے پاس جاکر اس کو اور اس کے اصحاب کو سلام کیا، اور اسے ابنِ زیاد کا خط دیا۔ حُر نے جب خط کھولا، دیکھا لکھا تھا جس جگہ میرا قاصد یہ خط تجھے پہونچائے۔ حسینؑ ابنِ علیؑ کو مہلت نہ دے اور ان پر سختی کر۔ اور ایسے جنگل میں اتار جہاں مطلق پانی اور آبادی نہ ہو۔ اور میں نے قاصد کو حکم کیا ہے کہ تیرے ساتھ رہے۔ ایک لمحہ جدا نہ ہو۔ جب تک مجھے خبر نہ دے کہ تو نے میرے حکم کی اطاعت کی، والسلام۔ جب حُر نے وہ نامہ پڑھا۔ حضرت امام عالیمقام سے کہا کہ یہ نامہ ابنِ زیاد نے مجھے لکھا ہے اور حکم کیا ہے کہ جس جگہ یہ نامہ پہونچے آپ کو مہلت نہ دوں اور سختی کروں، اپنے قاصد کو حکم کیا ہے کہ مجھ سے جدا نہ ہو۔ جب تک اس حکم کو آپ پر جاری کروں۔ یزید ابنِ مہاجر کندی نے جو اصحاب حضرت امام حسین علیہ السّلام سے تھے، قاصدِ ابنِ زیاد کو پہچانا۔ ابنِ مہاجر نے اس بے حیا سے کہا: ماں تیری ماتم میں بیٹھے یہ کیا پیام لایا ہے، کہا میں نے اپنے امام کی اطاعت اور بیعت پر وفا کی ہے۔ ابنِ مہاجر نے کہا: تو نے اپنے پروردگار کی معصیت کی اور ننگ و عارِ دُنیا اور آتشِ عقبیٰ اپنے لئے مہیا کی۔ تیرا امام سب سے بدتر اور ان اماموں سے ہے جن کے حق میں خدا فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ یعنی ہم نے کچھ امام ایسے بھی بنائے ہیں جو لوگوں کو آتشِ جہنم کی طرف بلائیں گے۔ حُر نے کہا: آپ کو مقام بے آب و گیاہ و آبادی میں اُترنا ہوگا۔ حضرت نے

فرمایا: وائے تجھ پر اے حُر! ہم کو نینوٰی یا غاضریہ یا شفقتیہ جانے دے تاکہ ایسی جگہ منزل کریں جہاں آب و آبادی ہو۔ حُر نے کہا: ابنِ زیاد نے قاصد بھیجا ہے۔ میں اس کے خلاف نہیں کر سکتا، ابنِ زیاد نے اس کو بطور جاسوس میرے اوپر متعین کیا ہے۔
پس زہیر ابنِ قین نے عرض کیا یابن رسول اللہ! ہمیں اجازت ہو کہ ان سے مقابلہ کریں، بہ نسبت اس لاتعداد لشکر کے جو ان کے بعد آیا چاہتا ہے۔ یہ بہت قلیل ہے اور ان سے لڑنا بہت آسان ہے۔ مجھے قسم ہے اپنی جان کی۔ ہم اس لشکرِ بے حساب سے لڑنے کی تاب نہ لائیں گے۔ حضرت نے فرمایا: میں چاہتا ہوں، کہ حجّتِ خدا اُن پر تمام کروں۔ میں لڑنے میں ابتدا نہیں کرتا۔ پس حضرت نے اسی جگہ نزولِ اجلال فرمایا اور وہ روز پنجشنبہ دوسری محرم ۶۱ھ تھی۔

بروایت سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرحمۃ، جب لشکرِ حُر نے حضرت کو نینوٰی میں اُتارا، اس وقت حضرت نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے ایک خطبہ نہایت فصیح و بلیغ متضمّن بر حمد و ثناءِ الٰہی ادا کیا پھر ارشاد کیا کہ نوبت ہمارے امر کی یہاں تک پہنچی جو تم دیکھتے ہو۔ بہ تحقیق کہ دُنیا کی نیکیوں نے منہ پھیر لیا، اور باقی نہیں رہا۔ دُنیا سے ایک رمق اور میرا اجرِ عمر زندگی انجام کو پہونچا ہے اور زندگانی دُنیا بد زندگانی ہے۔ آیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگوں نے حق سے ہاتھ اُٹھالیا۔ اور حق بات پر عمل نہیں کرتے۔ باطل پر اجتماع کیا ہے اس سے پرہیز نہیں کرتے۔ پس جو شخص ایمان بخدا اور روزِ جزا رکھتا ہو، چاہیئے کہ دُنیا سے منہ پھیر لے ملاقات پروردگار کا مشتاق ہو بے شک میں راہِ خدا میں قتل و شہادت کو باعثِ سعادتِ ابدی جانتا ہوں اور ان ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو ننگ و عذاب سمجھتا ہوں۔ زہیر ابنِ قینؓ نے عرض کیا کہ یابن رسول اللہ! ہم نے آپ کا کلام سُنا۔ اگر دُنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی بھی ہوتی اور ہم ہمیشہ اس میں رہتے، تب بھی آپ ہی کے ساتھ قتل ہونے کو دُنیا کی ہمیشگی پر اختیار کرتے، حالانکہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ دُنیا فانی ہے۔ پس کس طرح اپنی جان آپ سے عزیز کریں۔ اس کے بعد ہلال ابنِ نافع بجلّی اُٹھے عرض کیا: یابن رسول اللہ! ہم ملاقات پروردگار کے مشتاق ہیں۔ نیّت درست اور عزم صحیح کے ساتھ آپ کی متابعت اختیار کی ہے، آپ کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے

دشمن ہیں۔ ان کے بعد بُریر ابنِ حُضیر اُٹھے، عرض کرنے لگے قسم بخدا اے فرزندِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، حق تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ہم پر احسان کیا ہے کہ آپ کے سامنے جہاد کریں، اور اعضاء ہمارے پارہ پارہ ہوں۔ آپ کے جدِّ بزرگوار قیامت میں ہمارے شفیع ہوں۔ حضرتؑ پھر سوار ہوئے، اثنائے راہ میں لشکرِ حُر کبھی مانع ہوتا تھا کبھی بطرفِ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ رہتا تھا، یہاں تک کہ امام عالیمقدار وارِدِ کربلا ہوئے۔

کتاب "مناقب" میں لکھا ہے کہ زہیر ابنِ قینؑ نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ کربلا چل کر اتریں اس لئے کہ وہ کنارۂ نہرِ فرات پر واقع ہے اگر نوبت بہ قتال پہونچی تو ہم بھی مددِ خدا سے ان سے مقابلہ کریں گے اور امداد چاہیں گے۔ یہ سنکر امام حسینؑ نے اشکِ حسرت چشمِ مبارک سے جاری کئے، فرمایا: خداوندا! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور کرب وبلا سے۔ پس حضرتؑ نے اِس جگہ نزولِ اجلال فرمایا۔ حُر ابنِ یزید ریاحی، مقابلِ لشکرِ حضرتؑ اترا، اس وقت حضرتؑ نے دوات و کاغذ طلب کیا ایک نامہ ان شرفائے کوفہ کو جن سے گمانِ دوستی تھا، اس مضمون کا لکھا۔ امام حسینؑ کا وارد کربلا ہونا

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ یہ نامہ ہے حسین ابنِ علیؑ کا، سُلیمان ابنِ صرد، مُسیّب ابنِ نجبیہ و رِفاعۃ ابنِ شداد و عبداللہ ابنِ دال و دیگر جماعتِ مومنین کی جانب، بعد حمد و صلوٰت، تم جانتے ہو کہ جنابِ رسولِ خدا نے اپنی حیات میں فرمایا ہے جو شخص ایسے بادشاہ جابر کو دیکھے، جس نے حرامِ خدا کو حلال کیا ہو، عہدِ خدا کو توڑا ہو، سنّتِ رسُول کی مخالفت کی ہے۔ بندگانِ خدا پر بظُلم وستم حکمرانی کرے۔ پس وہ شخص اپنے قول یا فعل سے اس کی رد نہ کرے۔ اور اس حاکم سے معارضہ نہ کرے تو خدا پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو عقوبت میں اس بادشاہ کا شریک قرار دے، جہنّم میں مقام ان دونوں کا ایک ہو۔ تم جانتے ہو کہ بنی اُمیّہ نے شیطان کی اطاعت اپنے اوپر واجب ولازم کی ہے، اطاعتِ خدا سے مُنھ پھیر لیا۔ اُمّتِ رسُول میں فساد برپا کئے۔ حدودِ خدا کو مُعطّل کر دیا حقوقِ مُسلمین کو اپنے تصرّف میں لاتے ہیں۔ حرامِ خدا کو حلال جانتے ہیں۔ حلالِ خدا کو حرام جانتے ہیں، اور میں بہ سبب قرابتِ رسُول خلافت کے لئے سزاوار تر ہوں۔ اگر تم اپنے عہد و پیمان پر اور جو خطوط قاصدوں کے ذریعہ تم نے مجھے بھیجے ہیں باقی ہو تو آخرت میں بے بہرہ و بے نصیب نہ ہوگے اور جان میری تمہارے ساتھ اہل و فرزند میرے تمہارے اہل و فرزند

والے ساتھ ہیں اور اگر تم اپنے عہد سے پھر گئے اور بیعت کو توڑ ڈالا ہے۔ پس قسم اپنی جان کی توڑنا عہد کا اور خلع کرنا بیعت کا تم سے کچھ بعید نہیں ہے اس لئے کہ تم نے میرے پدرِ بزرگوار علیِ مرتضیٰ اور برادرِ عالی مقدار حسنِ مجتبیٰ اور پسرِ عم مسلم ابنِ عقیل سے خلفِ عہد کیا۔ پس فریب خوردہ ہے وہ شخص جو تم پر بھروسہ کرے اور تم نے اپنے حصّہ کو ضائع کیا عہد کا توڑنے والا دراصل اپنے ہی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ عنقریب خدا مجھ کو تم سے بے نیاز کردے گا۔ والسّلام۔" اس کے بعد حضرت نے نامہ بند کیا، مُہر کر کے قیس ابنِ مسہر صیداوی کو دیا۔ تا آخر حدیث سابق۔ جب خبرِ شہادتِ قیس ابنِ مسہر صیداویؑ امام حسینؑ کو پہونچی تو مثلِ مروارید حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور دست مناجات درگاہِ قاضی الحاجات میں بلند کر کے عرض کیا: خداوندا! مجھے اور میرے شیعوں کے لئے دارِ عقبیٰ میں منزل نیک مہیّا فرما، اور مقامِ رحمت و رضوان میں میرے ساتھ ان کو جمع کر بیشک تو ہر شے پر قادر ہے۔ یہ سن کر ہلال ابنِ نافع بجلّی اُٹھے، عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! آپ کے جدِّ بزرگوار اپنی محبت دلوں میں مستقر نہ کر سکے، لوگ انکی اطاعت پر ثابت قدم نہ رہے، بہت سے منافقین نے بظاہر وعدۂ نصرت و یاری کیا مگر باطن د پوشیدہ موقع کے منتظر رہے، ہمیشہ آنحضرت منافقوں کے ہاتھ سے رنج و مصیبت میں مبتلا رہے تا آنکہ دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ یہی حال آپ کے پدرِ بزرگوار کا ہوا۔ لشکرِ کثیر اُن کی امداد کو جمع ہوتا تھا اور ناکثین و قاسطین نے ان سے قتال کیا، ہمیشہ آزار میں رہے یہاں تک کہ جوارِ رحمتِ حق میں پہونچے، آج آپ بھی اِن منافقین کیساتھ مبتلا ہوئے ہیں۔ جو شخص نقضِ عہد اور خلعِ بیعت کرے، اس نے اپنے نفس کو ضرر پہنچایا، خدا ہمارے لئے کافی ہے۔ پس آپ بہ رشد و عافیت ہمیں جہاں جی چاہے، خواہ مشرق خواہ مغرب، ہمراہ لے چلیں قسم بخدا جو امر ہمارے لئے مقدّر ہوا ہے ہم اس سے نہیں ڈرتے اور ملاقاتِ پروردگار ناگوار نہیں سمجھتے۔ نیّت درست اور عزم صحیح سے آپکی متابعت اختیار کی ہے، آپ کے دوستوں کے دوست، دشمنوں کے دشمن ہیں، جو ہمیں ارشاد ہو بہ جان و دل قبول کریں گے۔ اس کے بعد بُریر ابنِ خضیر ہمدانی اٹھ کر عرض کرنے لگے یا ابن رسول اللہ! بخدا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے ہم پر احسان یہ کیا ہے، کہ آپ کے سامنے جہاد کریں، اعضاء ہمارے پارہ پارہ ہوں، جدِّ بزرگوار آپ کے بروزِ قیامت

اصحاب کی وفاداری کی تقریر

ہمارے شفیع ہوں۔ اور وہ لوگ رستگار نہ ہوں گے جو اپنے پیغمبرؐ کے فرزند کی حرمت کو ضائع کریں۔ تف ہو ان پر جو آپ کی نصرت و یاری نہ کریں، بروزِ قیامت ان کے لئے جہنم میں عذاب دردناک و حسرت و ندامت ہے۔ اس کے بعد جناب سیدالشہداءؑ نے اپنے فرزندوں، بھائیوں اور سب اہلِ بیت کو جمع کیا، اور بہ نظرِ حسرت ان سب کی طرف دیکھا۔ تھوڑی دیر گریہ فرما کر دست مناجات درگاہ قاضی الحاجات میں بلند کئے، عرض کیا خداوندا! ہم تیرے پیغمبرؐ کی عترت ہیں ہم کو جدّ بزرگوار کے روضہ سے جدا کر کے آوارۂ وطن کیا۔ بنی امیہ ہم پر تعدّی کرتے ہیں۔ خداوندا! تو ہمارا حق ان سے لے۔ اور ہماری نصرت و امداد کر۔ حضرت وہاں سے روانہ ہوئے تاآنکہ بروز چہار شنبہ یا پنجشنبہ دوسری محرم ۶۱ھ وارد کربلا ہوئے۔ اس وقت حضرت نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: لوگ عام طور سے دنیا کے بندے ہیں۔ لفظ دین کو اپنی زبان پر جاری کرتے ہیں، لیکن جب وقتِ امتحان آتا ہے، تو دیندار بہت کم نکلتے ہیں۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے پوچھا کہ یہ کربلا ہے؟ اصحاب نے عرض کیا: ہاں یہ کربلا ہے!! فرمایا: ھٰذَا مَوْضِعُ کَرْبٍ وَّبَلَاءٍ ھٰھُنَا مُنَاخُ رِکَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا وَمَسْفَکُ دِمَائِنَا۔ یعنی یہ جگہ کرب و بلا و محنت و رنج کی جگہ ہے۔ یہ جگہ ہمارے اونٹوں کے بٹھانے کی ہے۔ یہی جگہ ہمارے لشکر کے اترنے کی ہے۔ یہ جگہ شہداء کے خون گرنے کی ہے۔ پس امام عالی مقام نے اس جگہ نزولِ اجلال فرمایا۔ اور حُر اپنے ہزار سواروں کے ساتھ حضرت کے لشکر کے مقابل اترا۔ اس کے بعد حُر نے ایک نامہ ابن زیاد کو لکھا۔ اور حقیقت حال سے مطلع کیا۔ حُر کے خط کے پہونچنے کے بعد ابن زیاد نے ایک نامہ امام حسینؑ کو لکھا کہ میں نے سنا ہے، آپ کربلا میں اترے ہیں۔ یزید نے مجھے لکھا ہے کہ فرش نرم پر نہ بیٹھوں، کھانا سیر ہو کر نہ کھاؤں، جب تک آپ کو قتل نہ کروں، یا یہ کہ آپ میری اور یزید کی اطاعت کریں۔ جب یہ نامہ حضرت کو پہونچا۔ مطالعہ فرما کر زمین پر پھینک دیا۔ فرمایا: رستگار نہ ہوں گے۔ وہ لوگ جنھوں نے رضائے مخلوق کے لئے غضبِ خالق کو مول لیا۔ جب قاصد نے جواب مانگا، آپ نے فرمایا: اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ بلاشبہ عذاب الٰہی اس پر مسلط ہوا ہے۔ جب یہ خبر ابن زیاد کو پہونچی، وہ دشمنِ خدا غضب میں آیا آتشِ کفر شعلہ ور ہوئی حضرت نے

لڑائی کا عزم مصمم کیا، امارتِ لشکر عمر سعد کو دی۔ عمر ابن سعد نے پہلے تو انکار کیا، چونکہ اس کے قبل ابن زیاد نے حکومت "رے" کا قبالہ اسے دیا تھا۔ لہٰذا اس نے کہا، اگر تو حسینؑ سے جنگ نہیں کرتا تو حکومتِ "رے" کی سند واپس کر دے۔ عمر سعد نے مہلت چاہی۔ پس ایک دن کے بعد اس بدبخت نے بہ طمع حکومتِ "رے" شقاوتِ ابدی و عذاب سرمدی کو اختیار کیا۔ بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ، جب دوسرا ہوا تو عمر ابن سعد چار ہزار سوار ہمراہ لے کر وارد کربلا ہوا اور نینوی میں آترا۔ اس کے بعد عمر سعد نے عروہ بن قیس احمسی کو بلا کر چاہا کہ حضرت امام حسینؑ کو پیغام بھیجے۔ چونکہ وہ نامردانِ منافقین سے تھا جنھوں نے حضرتؑ کو خط لکھے تھے اس وجہ سے اس نے قبول نہ کیا۔ غرض جس سردارِ لشکر سے کہتا تھا سب اسی علت سے انکار کرتے تھے۔ اس لئے کہ اکثر انھیں لوگوں نے حضرتؑ کو نامے لکھ کر طلب کیا تھا۔ پس کثیر ابن عبداللہ شعبی جو ایک مردِ بے حیا و بیباک تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا، اے عمر ابن سعد جو پیغام ہو حسینؑ ابن علیؑ کو پہنچا دوں، بلکہ اگر تو کہے ان کو قتل کر کے ان کا سر تیرے پاس لے آؤں۔ عمر سعد نے کہا: میں یہ نہیں چاہتا۔ لیکن تو جا کر ان سے دریافت کر آپؑ اس طرف کیوں آئے؟ اس وقت وہ شقی جانبِ لشکرِ امام حسینؑ چلا۔ جب ابوثمامہ صیداوی نے آثارِ شرارت اس کی صورت سے مشاہدہ کئے۔ حضرتؑ سے عرض کیا: خدا حافظ ہے آپ کا، یا اباعبداللہ! کیونکہ بدترین اہلِ زمین و جری ترین مردم ان کی طرف سے آتا ہے یہ کہہ کر ابوثمامہ صیداوی راہ روک کر کھڑے ہوئے، اور کہا اپنی تلوار رکھ کر امام عالی مقام کے پاس جا۔ اس نے کہا: قسم بخدا یہ ہرگز نہ ہوگا۔ میں عمر سعد کا پیغام لایا ہوں، اگر مجھے جانے دو تو پیغام پہونچا دوں، اگر نہ جانے دو، تو پھر جاؤں، ابوثمامہ نے فرمایا: اگر تلوار تو نہیں رکھتا تو میں اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھ کر چلوں گا۔ یہاں تک کہ تو امام کی خدمت میں اپنا پیغام سنا دے۔ اس ملعون نے یہ بھی قبول نہ کیا۔ ابوثمامہ نے نے کہا: اے فاجر! اس طرح تجھے نہ چھوڑوں گا جو پیغام تجھے کہنا ہو مجھ سے کہہ تاکہ میں حضرتؑ سے عرض کروں، وہ لعین اس پر راضی نہ ہوا۔ اور کلمات سخت کہہ کر واپس گیا، اور حقیقتِ حال کو عمر ابن سعد سے بیان کیا۔ اس وقت عمر سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو بلا کر کہا: حسینؑ سے دریافت کر کہ آپ کیوں یہاں آئے ہیں، کیا ارادہ ہے۔ جب قرہ لشکرِ امامِ انامؑ کے پاس پہونچا اور حضرتؑ کی نظر "قرہ" پر پڑی۔ حضرتؑ نے اپنے اصحاب سے

پوچھا: تم اس کو پہچانتے ہو؟ حبیب ابنِ مظاہر نے عرض کیا: یہ شخص قبیلہ حنظلہ تمیم سے ہے میرا بھانجہ ہے، اور ذی عقل اور دانش مند ہے مجھے ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ یہ لشکرِ مخالف کا شریک ہوگا۔ غرضیکہ جب قرہ حاضر ہوا، سلام کر کے پیامِ عمر سعد پہونچایا۔ حضرت نے جواب دیا کہ تمہارے اہلِ شہر نے بے شمار خط بھیجے، بہ اصرار تمام بلایا، اس لئے میں یہاں آیا۔ اگر میرا آنا تم کو ناگوار ہو تو میں واپس جاتا ہوں۔ جب قرہ جانے لگا، اس وقت حبیب ابنِ مظاہر نے کہا: وائے تجھ پر امام برحق سے منھ پھیرتا ہے، ظالموں کی طرف جاتا ہے، اس بزرگوار کی نصرت و یاری کر کہ ان کے آبائے طاہرین کی برکت سے تو نے ہدایت پائی ہے۔ لیکن اس نے کہا: میں جواب لے جاؤں اس کے بعد اپنے دل میں فکر کروں گا اور جو میری رائے قرار پائے گی اس پر عمل کروں گا۔ جب حضرت کا جواب، عمر ابن سعد کو پہنچا اس نے کہا: میں خدا سے تمنا کرتا ہوں کہ مجھے حسینؑ ابن علیؑ کے محاربہ سے نجات دے، اُس وقت عمر سعد نے ابن زیاد کو اس مضمون کا ایک خط لکھا:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ اَمَّا بَعْدُ:۔ جب میں حسینؑ کے پاس پہونچا اور ان سے دریافت کیا کہ آپ کیوں اس شہر میں آئے اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ جواب میں فرمایا: اہلِ کوفہ کی طلب پر یہاں آیا۔ اگر تمہیں میرا آنا ناگوار ہو تو میں پھرا جاتا ہوں۔ حسان بن فائد عبسی کہتا ہے کہ جس وقت یہ خط ابن زیاد کے پاس پہونچا، میں اس وقت اُسکے پاس بیٹھا تھا۔ جب اس نے نامہ پڑھا، کہنے لگا: حسینؑ ہمارے قبضہ میں آچکے تو اُمید نجات رکھتے ہیں، ہرگز رہائی نہ پائیں گے۔ اس کے بعد عمر سعد کو یہ جواب تحریر کیا، نامہ تیرا پہونچا اور میں حقیقتِ حال سے آگاہ ہوا۔ پس تو حسینؑ سے کہہ دے کہ وہ، اور ان کے اصحاب بیعتِ یزید کریں، اس کے بعد جو میری رائے میں آئے گا وہ کروں گا۔ جب یہ جوابِ خط عمر ابنِ سعد کو پہونچا تو اُس نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ ابن زیاد صلح نہیں چاہتا:۔

محمد ابنِ ابی طالب کہتا ہے کہ جو کچھ ابن زیاد نے لکھا تھا، عمر سعد نے حضرت سے نہ کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ امام حسینؑ ہرگز بیعتِ یزید پر راضی نہ ہوں گے۔ جب ابن زیاد جواب نامۂ عمر ابن سعد لکھ چکا، مسجد میں آکر اہلِ کوفہ کو جمع کیا، اور منبر پر جا کر کہا: اَیُّہَا النَّاسُ! تم نے آلِ ابوسفیان کا بارہا امتحان کیا، جیسا تم جانتے ہو، ویسا ہی انھیں پایا،

تم دیکھتے ہو یہ اپنے دوستوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اور حسنِ سیرت و رعیت پروری یزید کی بھی جانتے ہو۔ دیکھتے ہو کس قدر شہروں میں، راہوں میں اس کے عہد و دولت میں امن و امان ہے۔ اس کا باپ معاویہ بھی ایسا ہی رعیت پرور تھا۔ یزید بھی اپنے باپ کے قدم بہ قدم ہے۔ اور لوگوں سے بہ اعزاز و اکرام پیش آتا ہے۔ اپنی رعایا کو داد و دہش سے خوش رکھتا ہے۔ میں عطایا و انعام کو تمہارے لئے دوچند کرتا ہوں، اگر اس کے دشمن حسین سے لڑنے جاؤ، تو تمہیں لازم ہے، یزید کی اطاعت کرو، اور نوازش و انعامات کے امیدوار رہو۔ یہ کہہ کر منبر سے اُتر کر مصروف تقسیم عطایا ہوا۔ اور سب کو حکم دیا کہ عمر ابن سعد کی مدد کو جائیں۔ تا آنکہ اکثر بے دین نواسۂ رسولؐ کے قتل کو تیار ہوئے۔ جو شخص سب سے پہلے حضرتؑ سے لڑنے گیا وہ شمر ابن ذی الجوشن تھا، چار ہزار کافر ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ اس وقت نَو ہزار نامرد عمر سعد کے پاس جمع ہوگئے۔ اس کے بعد یزید ابنِ رکاب کلبی کو دو ہزار اور حصین ابنِ نمیر سکونی کو چار ہزار اور مازنی کو تین ہزار اور نصر بن فلاں کو دو ہزار کا لشکر دے کر عمر ابنِ سعد کے پاس بھیجا۔ پس یہ بیس ہزار اشرار عمر سعد کے پاس جمع ہوگئے پھر ابنِ زیاد نے شبث ابنِ ربعی کو پیغام دیا۔ میں چاہتا ہوں تجھے امام حسینؑ سے لڑنے کو بھیجوں، شبث نے بیماری کا بہانہ کیا تاکہ ابنِ زیاد اس حیلہ سے معاف رکھے۔ جب عبیداللہ ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ شبث نے بہانہ کیا ہے، اسی وقت لکھ بھیجا کہ اگر تو میری اطاعت کرتا ہے تو فوراً میرے پاس حاضر ہو۔ شبث ابنِ ربعی، رات کو ابنِ زیاد کے پاس آیا تاکہ ابنِ زیاد اس کے چہرے سے اس کے بیمار نہ ہونے کا پتہ نہ لگا سکے جب شبث ابنِ ربعی، عبیداللہ ابن زیاد کے پاس پہونچا۔ اس مکار نے اپنے قریب اسے جگہ دی، اور کہا حسینؑ سے لڑنے کو جا۔ اسی وقت شقی نے قبول کیا۔ چنانچہ ابنِ زیاد پیہم لشکرِ ضلالت اثر عمر سعد کی کمک کو بھیجے جاتا تھا، یہاں تک کہ تیس ہزار سوار و پیادے عمر سعد کے پاس مجتمع ہوگئے۔ اس وقت ابنِ زیاد نے عمر سعد کو لکھا: میں نے کافی لشکر تیری مدد کو بھیجدیا ہے تاکہ تیرے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے، اب تجھے چاہیے کہ خوب بازار قتال گرم کر اور جو کچھ کہ واقع ہو ہر صبح و شام مجھے خبر دے۔ اس روایت کی بناء پر تیس ہزار کا لشکر چھٹی محرم تک کربلا میں مجتمع ہوا۔ حبیب ابنِ مظاہر نے جب کثرتِ لشکرِ مخالف ملاحظہ کی، تو امام حسینؑ کی خدمت میں آکر عرض کیا: یابن رسول اللہؐ قبیلۂ بنی اسد

تعداد لشکر مخالف

یہاں سے نزدیک ہے اگر اجازت ہو تو میں جا کر آپ کی نُصرت و امداد پر دعوت کروں
شاید حق تعالیٰ ان کی نُصرت سے آپ کے ضرر کو دُور کرے۔ جب رخصت امام عالیمقام سے
ملی تو حبیب ابنِ مظاہر شب کو اس قبیلہ میں گئے، لوگوں نے حبیب کو پہچانا، پوچھا
کیا اُمر باعث ہوا جو اس شبِ تاریک میں آئے ہو۔ حبیب نے کہا: میں تمہارے لئے وہ
خوشخبری لایا ہوں، کہ کوئی شخص اپنی قوم کے لئے ایسی خوشخبری نہ لایا ہوگا۔ میں آیا ہوں کہ تمہیں
نصرتِ فرزندِ رسُول پر دعوت کروں۔ آگاہ ہو کہ حضرت امام حسینؑ معہ جماعتِ مومنین یہاں
وارد ہیں۔ ان کی جماعت کا ہر شخص شجاعت و مَردانگی اور سعادت میں ہزار مرد سے بہتر
ہے ان سب نے عزم بالجزم کیا ہے، کہ نصرتِ امام حسینؑ سے دستبردار نہ ہوں گے جب
تک کہ اپنی جان فرزندِ رسُول پر نثار نہ کریں۔ اور عمرِ سعد نے بہ طمع حکومت "رَے" ہر طرف
سے حضرت امام حسینؑ کو گھیر لیا ہے۔ تم میرے ہم قوم و قبیلہ ہو، تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ میری
دعوت نصرت امام حسینؑ قبول کرو۔ تاکہ دنیا و آخرت میں کامیاب رہو۔ قسم بخدا کوئی شخص
تم سے حضرت امام عالیمقام میں قتل نہ ہوگا، مگر بہ رفاقتِ رسُول مقام اعلیٰ علیین پر فائز
ہوگا۔ جب حبیب ابنِ مظاہر نے ان کو مواعظِ شافیہ سے مائل کیا، اس وقت ان میں
سے عبداللہ ابنِ بشیر نے اُٹھ کر ابنِ مظاہر سے کہا، تم گواہ رہو جس نے سب سے پہلے
اس دعوت کو قبول کیا وہ میں ہوں۔ اس کے بعد رجز پڑھنا شروع کیا۔ جب مردانِ بنی اسد
نے عبداللہ کی ہمت و جرأت کا مشاہدہ کیا تو ہر شخص فرزندِ رسُول کی نصرت میں دوسرے
پر سبقت کرنے لگا، یہاں تک کہ حبیب ابنِ مظاہر نوّے آدمی بنی اسد کے ہمراہ لیکر
لشکرِ امام حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے، اس اثناء میں ایک منافق قبیلہ نے یہ خبر عمرِ سعد کو
پہونچائی، اس نے چار سَو سوار اَزرقِ شامی کے ہمراہ کر کے اِن کے روکنے کو بھیجا۔ ابھی
حبیب ابنِ مظاہر لشکر امام حسینؑ میں نہ پہونچے تھے کہ لشکرِ عمرِ سعد راہ روک کر کھڑا ہو گیا۔
اور دریائے فرات کے کنارے لڑنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت حبیب ابنِ مظاہر نے آواز
دی۔ اے اَزرق! وائے ہو تجھ پر اپنے لشکر میں پھر جا ہم کو چھوڑ دے، تاکہ اپنے امام کی
خدمت میں جائیں، اس ملعون نے قبول نہ کیا جب بنی اسد تاب مقاومت ان سے نہ
لا سکے ناچار، اپنے قبیلہ کو پھر گئے۔ حبیب ابنِ مظاہر نے امام علیہ السّلام کی خدمت میں آکر
سب احوال عرض کیا حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہ

راوی کہتا ہے جب لشکرِ عمر سعد مقابلۂ بنی اسد سے واپس آیا تو مابین حضرت حسینؑ اور نہرِ فرات مانع ہوا، یہاں تک کہ تشنگی نے حضرت امام حسینؑ اور اصحاب پر غلبہ کیا، اس وقت امام حسینؑ ایک کدال لے کر پسِ خیمہ تشریف لائے، اُنیس[۱] قدم پشتِ خیمہ سے قبلہ کی طرف گئے اور کلنگ (کدال) کو زمین پر مارا، بہ اعجاز ایک چشمۂ شیریں پیدا ہوا، حضرت امام عالیمقدار نے معہ اصحاب چشمہ سے پانی پیا۔ اور مشکیں بھر لیں۔ اس کے بعد چشمہ غائب ہوگیا۔ پھر کسی نے نشان بھی نہ دیکھا۔ جب یہ خبر ابنِ زیاد کو پہونچی، اس نے عمر سعد کو یہ نامہ لکھا:

میں نے سنا ہے کہ حسینؑ کنوئیں کھودتے ہیں اور معہ اصحاب سیراب ہوتے ہیں جس وقت یہ نامہ تجھے پہونچے کام ان پر تنگ کر اور مہلت نہ دے کہ ایک قطرہ پانی کا ان کے لب خشک تک پہونچے وہ اسی طرح پیاسے قتل ہوں جس طرح عثمان ابنِ عفان کو تشنہ قتل کیا۔ جب یہ نامہ عمر سعد کو ملا تو اس شقی نے اہلِ بیتِ رسالت پر پانی کو بالکل بند کیا جب تشنگی امام حسینؑ پر اور ان کے اصحاب پر غالب ہوئی۔ امام مظلوم نے اپنے بھائی عباسؑ ابنِ علیؑ کو بلایا، تیس سوار بیس پیادے ہمراہ کئے اور بیس مشکیں دیں تاکہ فرات سے پانی لائیں حضرت عباسؑ ابنِ علیؑ معہ رفقاء شب کو فرات سے پانی لینے گئے۔ جب فرات پر پہونچے، تو عمر ابنِ حجاج نے پوچھا جو کہ موکلِ فرات تھا، تم کون ہو۔ ہلال ابنِ نافع بجلی نے کہا، میں تیرے چچا کا بیٹا ہوں اور پانی پینے آیا ہوں۔ عمر ابنِ حجاج نے کہا، پی لو۔ اگر گوارا ہو۔ ہلال ابنِ نافع نے کہا: وائے تجھ پر اے عمر تو کیوں کر کہتا ہے میں پانی پیوں حالانکہ اہلِ بیتِ نبوت جگر گوشۂ رسالت شدتِ تشنگی سے قریبِ ہلاکت ہیں شقی نے جواب دیا سچ کہتے ہو۔ لیکن مجھے عمر سعد نے حکم دیا ہے۔ اس کی اطاعت ضروری ہے۔ اس وقت ہلال ابنِ نافع بجلی نے اپنے اصحاب کو آواز دی جلد مشکیں پانی سے بھر لو۔ یہ سنتے ہی سب دریا میں کود پڑے۔ عمر سعد نے اپنے اصحاب کو آواز دی کہ خبردار انھیں جانے نہ دینا۔ آتشِ حرب دونوں طرف سے شعلہ ور ہوئی۔ حضرت امام حسینؑ کے اصحاب نے اس وقت خود کو دو حصوئیں بانٹ دیا تھا، کچھ دشمنوں سے جنگ میں مصروف تھے، کچھ پانی بھر رہے تھے، یہاں تک کہ بہ تعجیل مشکیں بھر لیں اور خدمت میں امامؑ کے پھر آئے کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ امام حسینؑ نے

[۱] بظاہر یہ واقعہ چھٹی محرم الحرام کا ہے:۔ ۱۲۔ ج، ز۔

معہ اصحاب پانی پیا۔ اسی وجہ سے حضرت عباس ابن علی کو "سقائے اہلِ حرم" کہتے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ نے عمر سعد کو وقتِ شب بلایا اور کہا: دونوں لشکروں کے درمیان مجھ سے کچھ باتیں سن لے۔ وہ شقی بیس آدمیوں کو لے کر حاضر ہوا۔ حضرت نے بھی بیس اصحاب لئے اور اُس سے ملاقات کی۔ حضرتؑ نے اصحاب سے فرمایا، تم مجھ سے علیحدہ رہو اور سوا حضرت عباسؑ و علی اکبر کسی کو پاس نہ رہنے دیا۔ عمر سعد نے بھی سب کو ہٹا دیا۔ اپنے بیٹے حفص اور غلام کو پاس رکھ لیا، اس وقت حضرت امام حسینؑ نے اتمام حجت کے لئے فرمایا: وائے تجھ پر اے ابنِ سعد کیا اس خدا سے نہیں ڈرتا، جس کی طرف تیری بازگشت ہے۔ مجھ سے لڑنے کو آیا ہے، حالانکہ جانتا ہے، میں کون ہوں، کس کا بیٹا ہوں، اس قوم کو چھوڑ اور میری طرف آ کر سعادت ابدی اپنے لئے حاصل کر تاکہ عذابِ ابدی سے نجات پائے۔ عمر سعد نے کہا: میں خائف ہوں، زراعت میری چھین لینگے فرمایا: میں تیرے مزرعہ سے بہتر حجاز میں دیتا ہوں۔ اس شقی نے کہا: اپنے عیال کے بارے میں ڈرتا ہوں۔ امام عالی مقام نے جب جان لیا کہ وعظ و نصیحت اس کے قلبِ سیاہ پر اثر نہ کرے گی، سکوت فرمایا اور جواب نہ دیا۔ روئے مبارک اس کی طرف سے پھیر کر فرمایا: خدا تجھ کو جلد تیرے فرشِ خواب پر قتل کرے اور بروزِ حشر نہ بخشے۔ قسم بخدا مجھے امید ہے کہ دنیا سے تو منتفع نہ ہو اور میرے بعد گندمِ عراق سے سیر نہ ہو۔ شقی نے تمسخر سے کہا: اگر گندم نہ ملا، تو جو پر بسر کروں گا۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اب میں پھر روایت شیخ مفیدؒ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ جب ابن زیاد کا یہ خط عمر سعد کو پہونچا جس میں لکھا تھا کہ درمیان حسینؑ اور نہر فرات حائل ہو۔ اور ایک قطرہ ان کے لبِ خشک تک پہونچنے نہ دے جس طرح عثمان بن عفان کو پیاسہ رکھا تھا۔ اس خط کو پڑھ کر عمر سعد نے عمر ابن حجاج کو پانچسو سواروں کے ساتھ فرات پر معین کیا۔ پس اشقیاء درمیان امام حسینؑ اور آبِ فرات حائل ہوئے کسی کو اصحابِ حضرتؑ سے ایک قطرہ نہ دیا، یہ واقعہ تین دن پہلے حضرت امام حسینؑ کی شہادت سے وقوع میں آیا۔ اس وقت عبداللہ ابن حصین ازدی نے جو قوم بجیلہ کی طرف منسوب تھا۔ بصدائے بلند پکارا: اے حسینؑ و اصحابِ حسینؑ! کیا پانی کو نہیں دیکھتے کہ برنگِ آسماں کیا صاف و پاکیزہ ہے۔ قسم بخدا ایک پانی اس میں سے نہ پینے پاؤ گے یہاں تک کہ پیاس

حضرت کی پیاس کا اظہار

کی شدت سے ہلاک ہو جاؤ۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: خداوندا! اسے تشنگی سے ہلاک کر اور ہرگز اس ملعون کو نہ بخش۔ حمید ابنِ مسلم کہتا ہے، قسم خدائے بے نیاز کی، میں نے دیکھا کہ وہ ملعون شدتِ تشنگی سے فریاد اَلعَطَش، اَلعَطَش کرتا تھا۔ جب پانی اس کے آگے لے جاتے تھے، تو اس قدر پیتا تھا کہ قے کرتا تھا۔ اسی بلا میں مبتلا رہا۔ تاآنکہ واصلِ جہنم ہوا جب حضرت نے جمعیت لشکرِ شقاوت اثر ملاحظہ کی، تو عمر سعد سے کہلا بھیجا۔ میں تجھ سے آج رات ملاقات چاہتا ہوں۔ چنانچہ عمر ابن سعد، حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آیا۔ حضرت تادیر اس سے گفتگو فرماتے رہے۔ اس کے بعد عمر سعد اپنے لشکر میں پھر گیا، اور اس نے ابنِ زیاد کو نامہ لکھا: اَمَّا بَعد، حق تعالیٰ نے آتشِ حرب وقتال کو بجھا دیا۔ اور اختلاف کو اتحاد سے مبدّل کیا۔ امرِ امت کی اصلاح فرمائی۔ اب حسینؑ چاہتے ہیں کہ اپنے وطن پھر جائیں یا کسی سرحد کی طرف نکل جائیں۔ ان کا حال مانند سائر مسلمین کے ہو اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ہر نیک و بد میں ان کا حصہ ہو، یا یہ کہ یزید کے پاس چلے جائیں، اور جو امر اس سے قرار پائے عمل میں لائیں[۱]۔ میں جانتا ہوں کہ یہ امر باعث تیری خوشی کا ہوگا اور حقِ امت میں عین صلاح ہے جب ابنِ زیاد کو یہ خط پہونچا، تو اس نے پسند کیا اور کہا کہ عمر سعد نے یہ خط ازراہِ شفقت و نصیحت لکھا ہے۔ اس وقت شمر ذی الجوشن اٹھ کر کہنے لگا: اے امیر! آیا تو حسینؑ کے مدینہ جانے پر راضی ہوتا ہے۔ آگاہ ہو کہ اب حسینؑ تیرے قابو میں آگئے ہیں، اگر ایسے حال میں انھوں نے بیعت نہ کی، اور پھر گئے تو ان کی قوت بڑھے گی، اور تیرا ضعف و عجز ظاہر ہوگا، تو ہرگز انھیں نہ چھوڑ۔ اس سے تیری بڑی سستی و ذلت ظاہر ہوگی۔ لہٰذا جب تک وہ مع اصحاب تیرے حکم کو قبول نہ کریں ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ کر۔ پس اگر تو عتاب کرے تو سزاوار ہے اور اگر معاف کرے اس کا بھی تجھے اختیار ہے۔ ابنِ زیاد نے اس کی رائے کو پسند کیا۔ دوسرا نامہ بتاکید و تہدید

---

[۱] یہ فقرہ عمر ابنِ سعد کا بہ ظاہر آتشِ جنگ فرو کرنے کی غرض سے اپنی طرف سے اضافہ معلوم ہوتا ہے ورنہ حضرت امام حسین علیہ السّلام، ہرگز یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتے تھے، بھلا آپ کیسے ایسا فرما سکتے تھے، جب کہ آپ نے بارہا یہ اعلان فرمایا: اِنِّي لَا اَرَى الحَيٰوةَ مَعَ الظّٰلِمِينَ اِلَّا بَرَمًا۔ یعنی میں ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا عذاب جانتا ہوں۔ ۱۲۔ ج، ز۔

عمرِ سعد کو لکھا: میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا کہ قتلِ حسینؑ سے باز رہے اور لڑائی کو طول دے
بقائے حسینؑ کی تمنا کرے۔ مجھ سے ان کا عذر خواہ اور شفاعت خواہ ہو۔ آگاہ ہو جس وقت
نامہ میرا تجھے پہونچے، چاہئے کہ حسینؑ و اصحابِ حسینؑ پر میری اطاعت پیش کر۔ اگر قبول کریں
انھیں میرے پاس بھیجدے، اگر انکار کریں ان کو قتل کر۔ اعضاء ان کے پارہ پارہ کر اسلئے
کہ یہ لائقِ قتل و عقوبت ہیں۔ جب تو حسینؑ کو قتل کر چکے تو جسم ان کا گھوڑوں کے سموں سے
پامال کر کیونکہ یہ حد سے باہر ہو گئے ہیں، اور ستمگار ہیں۔ اگرچہ بعد مرنے کے ان کے جسم پر گھوڑے پامالیِ لاش کا حکم۔
دوڑانے سے ان کو کوئی ضرر نہیں پہونچے گا۔ مگر جو بات میری زبان سے نکل گئی ہے۔ اس پہ
عمل کر، پس اگر ایسا کرے گا تو میرے نزدیک معزز مکرّم ہوگا۔ جزائے نیک تجھے دوں گا۔ اگر
تجھ سے نہ ہو سکے تو امارتِ لشکر سے دستبردار ہو اور حکومت سپاہ شمر کو دے تاکہ میں نے جو
حکم کیا ہے عمل میں لائے گا، والسلام۔ یہ نامہ ابنِ زیاد نے شمرِ ذی الجوشن کو دے کے کہا:
عمرِ سعد کے پاس لے جا، اور بیان کر کہ حسینؑ اور اصحابِ حسینؑ میری اطاعت کریں۔ اگر
قبول کیا، زندہ و سلامت ان کو میرے پاس بھیجدے۔ اگر انکار کیا، ان سے جنگ کر۔ پس
عمرِ سعد اگر موافقِ حکم عمل کرے تو اس کا تابع اور مطیع رہ، اگر عمل نہ کرے تو میں نے تجھے
امیرِ لشکر کیا۔ تو عمرِ سعد کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدے، جب شمرِ ذی الجوشن نے یہ
نامہ عمرِ سعد کو دیا۔ اس نے پڑھ کر شمر سے کہا: وائے تجھ پر تو نے ابنِ زیاد کو باز رکھا، اور
نہ چاہا کہ صلح ہو حسینؑ ابنِ علیؑ، زیاد کے بیٹے کی اطاعت پر کبھی راضی نہ ہوں گے۔ شمر نے کہا:
میں یہ نہیں جانتا۔ اگر تو اطاعت ابنِ زیاد کرے بہتر ہے۔ ورنہ حکومتِ لشکر مجھ پر چھوڑ
دے۔ عمرِ سعد نے قبول نہ کیا، دیدہ و دانستہ عذابِ ابدی کو محبتِ دنیائے دنی کیلئے اختیار
کیا۔ شمر کو پیادگانِ لشکر کا افسر کیا خود وہ ملعون قریب شام نویں محرّم کو حضرت امام حسینؑ
سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ شمرِ لعین قریبِ لشکرِ حضرتؑ آ کر پکارا: کہاں ہیں میرے بھانجے،
صدائے شمر سن کر عبداللہ، جعفر، عثمان اور عباس فرزندانِ حضرت علی علیہ السلام نے کہا
کیا مطلب ہے۔ اس مکار نے کہا: چونکہ تمہاری ماں، میرے قبیلہ سے ہیں، لہذا میں نے
تمہیں امان دی۔ انھوں نے کہا: خدا تجھ پر اور تیری امان پر لعنت کرے، ہم کو امان دیتا
ہے۔ اور فرزندِ رسولؐ کو امان نہیں۔
اس وقت عمرِ سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی۔ اے لشکرِ خدا! بشارت ہو تم کو۔ سوار ہو

بعدِ عصر لشکرِ عمرِ سعد سوار ہو کر جانبِ امامِ حسینؑ روانہ ہوا۔ اس وقت حضرتؑ درِ خیمہ پر بیٹھے تھے۔ سرِ مبارک زانو پر رکھ کر سو گئے تھے۔ جب شور و غل لشکرِ مخالف جنابِ زینبؑ کے کان میں پہونچا، بیتاب ہو کر حضرتِ امام حسینؑ کی خدمت میں آئیں۔ دیکھا کہ آرام فرماتے ہیں۔ کہا: بھائی! یہ غل اشقیاء کا آپ نہیں سنتے۔ اب یہ لوگ قریب آپہونچے ہیں۔ حضرتؑ نے سرِ مبارک اٹھا کر فرمایا: ابھی میں نے جنابِ رسولِ خدا کو خواب میں دیکھا، فرماتے ہیں: اے حسینؑ تو عنقریب میرے پاس آئے گا۔ جب حضرتِ زینبؑ نے یہ خبرِ وحشت اثر سنی، منھ پیٹ کر فریاد و واویلا بلند کی۔ امامِ عالی نے فرمایا: اے خواہر! ویل و عذاب تمہارے لئے نہیں ہے، بلکہ تمہارے دشمنوں کے لئے ہے، صبر کرو، خدا تم پر رحمت کرے۔ بروایت سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرّحمۃ۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: ابھی میں نے جدِّ بزرگوار اور مادرِ گرامی (فاطمہ زہراؑ) اور بھائی (حسنِ مجتبیٰؑ) کو خواب میں دیکھا کہ میرے پاس تشریف لائے ہیں، فرماتے ہیں، اے حسینؑ! تو عنقریب ہمارے پاس آئے گا۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ کل ہمارے پاس پہونچے گا۔ یہ سُن کر جنابِ زینبؑ نے اپنے منھ پر طمانچے مارے اور فریاد کی۔ حضرتؑ نے فرمایا، اے بہن! صبر کرو، ورنہ دشمن ہم پر ہنسیں گے۔

حضرت زینبؑ کی بیقراری

شیخ مفید علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عبّاسؑ ابنِ علیؑ نے اپنے برادرِ بزرگوار (حضرت امام حسینؑ) کی خدمت میں عرض کی: اے بھائی لشکرِ مخالف چلا آتا ہے۔ حضرتؑ اُٹھ کھڑے ہوئے، فرمایا: اے بھائی! تم سوار ہو، ان سے پوچھو تمہارا مطلب کیا ہے؟ حضرت عبّاسؑ بیس سوار لے کر جن میں زُہیر ابنِ قین اور حبیب ابنِ مظاہر بھی تھے، لشکرِ مخالف کے سامنے آئے، پوچھا، تم کیا چاہتے ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا۔ ہمیں حکمِ امیر پہونچا ہے کہ تم پر اطاعتِ یزید اور ابنِ زیاد پیش کریں۔ اگر اطاعت کرو، اس کے پاس بھیجدیں، ورنہ تم سے لڑیں۔ حضرت عبّاسؑ نے فرمایا: توقّف کرو کہ یہ پیام اپنے امام سے عرض کروں۔ سب نے توقّف کیا، کہا: جلدی جواب دو۔ حضرت عبّاسؑ تنِ تنہا بتعجیل تمام حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے اہلِ شام کا پیام عرض کیا، باقی اصحابِ حضرتؑ نے وہیں توقّف کیا اور فرقۂ گمراہ کو بکلماتِ وعظ و نصیحت سمجھاتے رہے کہ اے قوم کے لوگو! خدا سے ڈرو قتلِ فرزندِ رسولؐ سے ہاتھ اٹھاؤ

حضرتؑ نے پیام اشقیاء سُن کر فرمایا: اَے برادر! اگر ہو سکے لڑائی کل پر موقوف رہے۔ آج کی رات ان کو ہمارے قتال سے باز رکھو۔ تاکہ اس شب ہم اپنے پروردگار کی عبادت کریں۔ تمام شب نماز، دُعا، اِستغفار اور تلاوتِ قرآن میں بسر کریں، کیونکہ خدا جانتا ہے میں ہمیشہ نماز و تلاوت و استغفار اور دعائے عبادت کا مشتاق رہا ہوں۔ یہ سُنکر حضرت عباسؑ منافقین کے پاس گئے، ایک رات کی مہلت طلب کی۔ عمر سعد نے ایک شخص کو ہمراہ حضرت عباسؑ کے، خدمتِ امام عالیمقام میں بھیجا۔ جب وہ شخص حاضر ہوا، اس نے کہا آج شب کی مہلت دی ہے۔ کل اگر اطاعت امیر کروگے۔ ابنِ زیاد کے پاس لے چلیں گے ورنہ قتل کریں گے۔ یہ کہہ کر پھر گیا (یعنی واپس ہو گیا) حضرتؑ نے قریب شام اپنے اہلِ بیت اور اصحاب کرام کو جمع کیا۔ حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں، اس وقت میں بیمار تھا۔ بہ دشواری امام حسینؑ کی خدمت میں پہونچا تاکہ میں سنوں حضرتؑ کیا فرماتے ہیں۔ جب قریب حضرتؑ گیا، سُنا میں نے، اپنے اصحاب سے فرماتے تھے۔ میں بہترین ثنا کرتا ہوں اپنے پروردگار کی اور حمد کرتا ہوں ہر نعمت و بلا میں، خداوندا میں تیرا شکر اور تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں بہ سبب قرابت پیغمبرؐ کے عزیز و مکرم کیا۔ قرآن ہمیں تعلیم فرمایا، دینِ حق ہمیں عطا کیا، چشمہائے بینا و گوش ہائے شنوا۔ دِل ہائے بانور و ضیاء تو نے بخشے، ہمیں اپنے شکر گزاروں میں محسوب کر۔ اما بعد میں نہیں جانتا کسی کے اصحاب میرے اصحاب سے زیادہ وفادار اور پارسا ہوں اور نہ ہی میرے اہلِ بیت سے شائستہ تر و حق شناس تر ہیں۔ پس خدا تمہیں جزائے نیک عطا کرے۔ آگاہ ہو میں گمان نہیں کرتا کہ ان اشقیاء کے ہاتھ سے بچ سکوں۔ لہٰذا میں نے تم کو رخصت کیا۔ اور بیعت تمہاری گردن سے اُتار لی۔ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ تم پر کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے۔ یہ پردۂ سیاہ شب تمہیں گھیرے ہوئے ہے۔ اِس تاریکی سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اس وقت حضرت عباسؑ سب سے پہلے کھڑے ہوئے اور کہا، ہرگز ہم آپ سے جُدا نہ ہوں گے۔ خدا ہمیں وہ دِن نہ دکھائے کہ آپ کے بعد جیتے رہیں۔ ہم آپ کا دامن نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی جان آپ پر فدا کرنا سعادت جانتے ہیں۔ حضرت عباسؑ کے بعد سب بھائی اور بھتیجوں اور فرزندانِ حضرتؑ اور اولادِ مسلم ابن عقیل اور فرزندانِ عبداللہ ابن جعفر نے بھی اس کے مثل

حالات شبِ عاشور

اصحاب [illegible] کی گفتگو

عرض کیا: پس حضرتؑ نے اولادِ مسلم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: شہادتِ مسلم تمہیں کافی ہے، میں نے تمہیں رخصت کیا، جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ان سعادتمندوں نے عرض کیا: سبحان اللہ اے فرزندِ رسولؐ لوگ ہمیں کیا کہیں گے، جس وقت ہم اپنے پیشوا اور سرداری کی نصرت نہ کریں اور ساتھ چھوڑ کر اس نصرت و یاری میں تیر و نیزہ و تلوار سے کام نہ لیں، قسم بخدا ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ جب تک جان و مال، اہل و فرزند آپ پر فدا کر کے آپ کے ہمراہ فردوس بریں میں مقام نہ کریں گے۔ لعنت خدا کی اس زندگی پر جو آپ کے بعد ہو۔ اس کے بعد مسلم ابن عوسجہ نے اٹھ کر کہا: کیا ہم آپ کی نصرت و یاری سے دستبردار ہو جائیں، اگر ہم ایسا کریں تو خدا کو کیا جواب دیں گے۔ اے حسینؑ! ہم بخدا آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ جب تک ان برچھیوں سے آپ کے دشمنوں کو نہ ماریں۔ اور جب تک قبضہ تلوار کا ہاتھ میں ہے مخالفوں کو قتل کریں گے، اگر حربہ بھی نہ رکھتے ہوں۔ ان اشقیاء کو پتھر سے ہلاک کریں گے۔ قسم خدا کی آپ کی یاری سے ہاتھ نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ خدائے عزّ و جلّ بخوبی دیکھ لے کہ بعد رسول اللہ آپ کی وحق کی ہم نے مراعات کی، قسم بخدا اگر مجھے قتل کریں اور پھر زندہ کیا جاؤں، اور پھر قتل کر کے مجھے جلا دیں اور میری خاک ہوا میں پراگندہ کر دیں اور ایسا ایک دفعہ نہیں ستّر مرتبہ یہی حالت میری ہو پھر بھی میں آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ یہاں تک کہ آپ کے روبرو قتل کیا جاؤں، اور کیونکر آپ کی نصرت واجب و لازم نہ جانوں، حالانکہ یہ ایک مرتبہ قتل ہونا ہے۔ اس کے بعد سعادتِ ابدی اور وہ نعمتِ سرمدی ہے جس کی انتہا نہیں۔ اس کے بعد زہیر ابنِ قینؓ نے اٹھ کر کہا: قسم بخدا میں راضی ہوں کہ مارا جاؤں، اور زندہ ہوں اور پھر مارا جاؤں اور زندہ کیا جاؤں۔ اسی طرح ہزار مرتبہ میری حالت ہو۔ تاکہ ہزار جانیں آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر فدا کروں۔ تاکہ حق تعالیٰ میرے ذریعے آپ کو مع اہلِ بیت قتل ہونے سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد سب سعادتمندوں نے ایسے ہی جاں نثاری کے کلام کئے، حضرت امام حسینؑ سب کو دعائے خیر دے کر خیمہ میں تشریف لے گئے۔

بروایت سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمۃ اس شب محمد ابن بشیر حضرمی کو خبر پہنچی کہ تمہارے بیٹے کو سرحد "رے" میں قید کیا ہے۔ اس سعادتمند نے کہا: میں اسکی اور اپنی جان کا عوض خدا سے چاہتا ہوں، اور یہ امر مجھ پر شاق ہے کہ اسے قید کیا جائے اور میں جیتا رہوں۔ جب یہ

کلام اس مردِ باوفا کا حضرت امام حسینؑ نے سُنا، فرمایا: خدا تجھ پر رحمت کرے، مَیں نے تجھے رخصت کیا اور بیعت تیری گردن سے اٹھالی کہ تو جا کر اپنے فرزند کو قید سے چھڑا۔ اِس سعادتمند نے عرض کیا کہ درندے مجھے پھاڑ کھائیں اگر مَیں آپ سے جدا ہوں اور آپ کی نصرت و یاری سے ہاتھ اُٹھاؤں۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے پانچ بردیمانی اسے عطا کئے جن کی قیمت ہزار درہم تھی، فرمایا: کہ اپنے بیٹے کو دے جو تیرے ساتھ ہے تاکہ اپنے بھائی کو جا کر چھڑالے۔ حضرتؑ نے وہ رات معہ اصحاب عبادت و دُعا و تضرع و مُناجات میں بسر کی، آواز تلاوت و عبادت حضرتؑ کے لشکر سے مانند صدائے مگسِ عسل بلند تھی۔ کوئی رکوع میں تو کوئی سجود میں، کوئی قیام، کوئی قعود میں تھا۔ اس شب حضرتؑ کی برکت عبادت و دُعا سے بتّیس آدمی لشکرِ مخالف سے لشکرِ امامِ عالیمقام میں آئے اور رکابِ حضرتؑ سے وابستہ ہوئے۔

بتّیس دشمنوں کا ایمان لانا

صبح عاشور بُریر ہمدانی نے عبدالرحمٰن سے کچھ مزاح (مذاق) کیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: اے بُریر ہمدانی یہ وقتِ مزاح و مطائبہ نہیں ہے۔ بُریر نے کہا: خدا جانتا ہے عالمِ جوانی و پیری میں لہو و لعب کی طرف مائل نہ تھا۔ مگر اس وقت اس سبب سے مسرور ہوں، کہ جانتا ہوں، کہ عنقریب ان اشقیا سے لڑ کر قتل ہوں گا۔ پھر بعد شہادت حورانِ بہشت سے بغلگیر ہو کر نعمت ہائے ابدی پر فائز ہوں گا۔

روزِ عاشورہ انصارِ حسینؑ کا مزاح

شیخ مُفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا: مَیں اس شب جس کی صبح کو میرے پدر بزرگوار شہید ہوئے بیٹھا تھا، عمّہ معظمہ زینب خاتون میری تیمارداری میں مشغول تھیں اور حضرتؑ علٰحدہ ایک خیمہ میں تھے، جَون غلام ابوذر غفاری خدمت میں حاضر تھا حضرتؑ کی تلوار پر صیقل کرتا تھا، اس وقت امام حسینؑ نے یہ شعر پڑھے ؎

یَا دَہْرُ اُفٍّ لَّکَ مِنْ خَلِیْلٖ ❊ کَمْ لَکَ بِالْاِشْرَاقِ وَالْاَصِیْلٖ
مِنْ صَاحِبٍ وَّ طَالِبٍ قَتِیْلٖ ❊ وَالدَّہْرُ لَا یَقْنَعُ بِالْبَدِیْلٖ
وَاِنَّمَا الْاَمْرُ اِلَی الْجَلِیْلٖ ❊ وَکُلُّ حَیٍّ سَالِکٌ سَبِیْلٖ

حاصلِ مضمون: یہ ہے کہ اے روزگارِ ناپائیدار اُف ہو تجھ پر ہرگز تو نے وفا نہ کی کسی دوست سے ہر صبح و شام کیسے کیسے اصحاب ہر شہر و دیار میں تو نے قتل کئے۔ اور کسی کے عوض پر راضی نہیں ہوتا۔ بازگشت ہم سب کی خداوند جلیل کی طرف ہے۔ ہر ذی حیات کو یہی راہ درپیش ہے جس پر مَیں جاتا ہوں۔"

حضرت نے اِن اشعار کو دو یا تین مرتبہ اعادہ فرمایا۔ امام زین العابدین فرماتے ہیں، جب میں نے یہ اشعار سُنے تو سمجھ گیا کہ قیامت کی گھڑی آن پہونچی، اور معلوم ہوا کہ حضرت نے عزمِ شہادت کر لیا ہے۔ اِس وجہ سے میرا حال متغیر ہو گیا۔ اور رقت نے مجھ پر غلبہ کیا، لیکن عورتوں کی گھبراہٹ کے خوف سے مَیں نے رونے کو ضبط کیا۔ مگر جب میری پھوپھی زینبِ خاتون نے یہ سخنہائے وحشت انگیز سُنے اُز بس کہ عورتیں بہ نسبت مردوں کے رقیق القلب ہوتی ہیں، ان سے ضبطِ گریہ نہ ہو سکا، بے تابانہ اُٹھ کر سر برہنہ جانبِ خیمہ اس حال میں دوڑیں کہ گوشۂ چادر زمین پر لٹکتا جاتا تھا۔ صدائے شیون بلند کر کے کہا: وَاثُكْلَاهُ لَيْتَ الْمَوْتَ أَعْدَمَنِي الْحَيٰوةَ الْيَوْمَ مَاتَتْ أُمِّي فَاطِمَةُ وَأَبِي عَلِيٌّ وَأَخِي الْحَسَنُ يَا خَلِيفَةَ الْمَاضِي وَثِمَالَ الْبَاقِي ط یعنی کاش کہ آج کے دن میں مر جاتی اور یہ حال نہ دیکھتی۔ آج میری ماں (فاطمہ زہرا) نے دارِ فانی سے مفارقت کی اور آج میرے پدر بزرگوار (علی ابنِ ابی طالب) شہید ہوئے، آج برادر نامدار (حسنؑ مجتبیٰ) زہرِ دغا سے مارے گئے۔ آپ چونکہ یادگارِ رفتگان و پشت پناہ باقی ماندگان ہیں" حضرت امام حسینؑ نے بہ نظر حسرت جنابِ زینبؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے خواہر! علم و بُردباری اختیار کرو شیطان کو تسلّط نہ دو۔ قضائے ربّ پر صبر کرو۔ یہ فرما کر حضرت رونے لگے اور پھر فرمایا: اے بہن اگر اشقیاء مجھے راحت و آرام سے رہنے دیتے ہرگز خود کو تباہی میں نہ ڈالتا، جنابِ زینبؑ نے کہا: "وَاوَيْلَاهُ" یہ کلام آپ کا ہمارے دِل کو اور زیادہ مجروح کرتا ہے کہ راہِ چارہ منقطع ہو گئی ہے کسی کے ساتھ بہ ظلم آپ کو قتل کیا جا رہا ہے، یہ کہہ کر جنابِ زینبؑ نے اپنا گریبان چاک کیا، مقنعہ سر سے پھینک دیا۔ مُنھ پیٹنے لگیں، یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئیں[1]۔ جب افاقہ ہوا حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اے خواہر! خدا سے ڈرو، اس قدر اضطراب و بے قراری نہ کرو مشیّتِ خدا پر راضی رہو۔ سب کے لئے ایک دِن فنا ہے، سوائے ذاتِ باریؑ کے سب معرضِ زوال و فنا میں ہیں، خداوندِ عالم نے اپنی قدرتِ کاملہ سے سب کو پیدا کیا ہے۔ وہی سب کو مارتا ہے۔ بعد موت کے پھر جِلاتا ہے۔ وہ بقا میں منفرد ہے۔ دیکھو پدرِ بزرگوار (علیؑ مرتضیٰ) مادرِ گرامی (فاطمہ زہراء) بھائی (حسنؑ مجتبیٰ) یہ سب مجھ سے بہتر

[1] یہ پورا واقعہ دوسرے مؤرخین نے دوسری محرم کا لکھا ہے اور یہی انسب ہے۔ (ج۔ ز۔ ۱۲)

تھے اور شہید ہوئے، جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ اشرفِ خلائق تھے دُنیا میں نہ رہے، اور سرائے باقی کی طرف آپ نے کوچ کیا، ہر مسلمان کو آپ کی پیروی لازم ہے۔ اسطرح دیر تک موعظہ ونصیحت فرماتے رہے۔ اس کے بعد حضرت میری پھوپھی (جناب زینبؑ) کو میرے قریب بٹھا کر خیمہ سے باہر گئے اور اصحاب سے فرمایا: خیمہ ہائے اہلِ بیت قریب قریب برپا کرو۔ طنابیں خیموں کی ایک دوسرے سے ملادو۔ درمیان سے آمد و رفت بند کردو داتیں بائیں، پُشت پر خیام برپا کیئے۔ سامنے میدانِ جنگ قرار دیا۔ تاکہ لڑائی ایک طرف سے واقع ہو۔ اس کے بعد حضرت خیمۂ محترم میں تشریف لائے اور مَعہ اصحاب کرام تمام شب مشغول عبادت رہے۔

صاحبِ مناقب نے اس طرح روایت کی ہے، وقتِ سحر حضرت امام حسینؑ کو نیند آگئی، اصحاب سے بیدار ہو کر فرمایا: کچھ جانتے ہو میں نے اس وقت کیا خواب دیکھا ہے؟ سب نے عرض کیا: یابن رسول اللہ! آپ نے کیا خواب دیکھا؟ فرمایا: اسوقت میں نے دیکھا کہ کئی کتوں نے مجھ پر حملہ کیا، ان میں ایک کتّا اَبلق تھا، وہ سب سے زیادہ مجھ پر حملہ کرتا تھا۔ مجھے گمان ہے میرا قاتل مبروص ہوگا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آنحضرت بہت سی اَرواحِ مُقدسہ کے ہمراہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے فرزند! تو شہیدِ آلِ محمدؐ ہے۔ اہلِ آسمان اور مقدسان ملاءِ اعلیٰ تیری روح پاک کے منتظر ہیں، اے حسین! جلدی کرو۔ آج کی شب ہمارے پاس افطار کرو۔ اور یہ فرشتہ آسمان سے اُترا ہے اور شیشہ سبز لایا ہے۔ جب تو شہید ہوگا، تیرا خون اس شیشہ میں بھر کر آسمان پر لے جائے گا۔ پس یہ خواب میرا سچا ہے اور وقت میرے کوچ کا قریب پہنچا ہے۔ امام حسین کا خواب

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ضحاک ابن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جب لشکرِ عمر ابنِ سعد نے ہمیں گھیر لیا، اس وقت امام حسین علیہ السلام یہ آیۃ تلاوت فرماتے تھے۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۚ یعنی گمان نہ کریں جو مہلت کافروں کو دی ہے۔ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ ان کو مہلت نہیں دی، مگر اس واسطے کہ گناہ ان کے زیادہ ہوں اور ان کیلئے عذاب خوار کنندہ ہے۔ اور ایسا نہیں کہ خدا چھوڑ دے مومنین کو

جس حالت پر تم ہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ اچھے بُرے کی تمیز ہو جائے۔ اس وقت لشکر یزید سے عبداللہ بن سمیر جو اپنی قوم کا سردار اور ایک مرد دلیر و شوخ تھا، کہنے لگا: بربِّ کعبہ طیّب ہم ہیں۔ اس وقت بُریر ابنِ خضیر نے کہا: اے فاسق! کیا تجھے خدا طیبوں میں شمار کرے گا۔ ملعون نے کہا: وائے تجھ پر تو کون ہے؟ انھوں نے کہا: میں بُریر ابنِ خضیر ہوں۔ پھر دونوں کے درمیان نوبت سبّ و شتم پر پہونچی۔ دوسرے دن صبح کو حضرت مع اصحاب مشغولِ نماز ہوئے۔ بعد نمازِ صبح صفوفِ قتال کو ترتیب فرمایا۔ امام حسینؑ کا سارا لشکر بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ محمد ابن ابی طالب نے لکھا ہے کہ بیاسی پیادے تھے۔ سید ابنِ طاؤس علیہ الرحمہ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ پینتالیس سوار اور سو پیادے تھے۔ ابن نما نے بھی مثل اس کے روایت کی ہے شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے اس وقت حضرت امام حسینؑ نے زُہیر ابنِ قین کو میمنۂ لشکر اور حبیب ابنِ مظاہر کو میسرہ پر مقرر کیا۔ علمِ ہدایت شیم حضرت عباسؑ کو دیا، اور پشت جانب خیمہ فرما کر صفِ دشمن کے سامنے آئے اور حکم دیا جو خندق گرد خیمہ ہائے حرم محترم ہے لکڑیوں سے بھر کر آگ لگا دو۔ تاکہ کفار خیام تک نہ آسکیں۔ عمر سعد نے بھی اس طرف صف آرائی کی۔ منقول ہے کہ اس دن جمعہ تھا۔ بعض نے پنجشنبہ لکھا ہے۔ ابنِ سعد نے میمنۂ لشکر عمر ابنِ حجاج کو اور میسرہ شمر ذی الجوشن کو سپرد کیا۔ اور عروہ بن قیس کو سواروں کا سردار کیا، اور شیث ابن ربعی کو پیادوں کا سردار بنایا، اور علمِ ضلالت شیم اپنے درید کو دیا۔ بروایت محمد ابنِ ابی طالب، اس طرف یعنی عمر سعد کی جانب بائیس ہزار اشقیاء تھے جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تیس ہزار نامرد تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے جب عمر سعد ترتیب لشکر سے فارغ ہوا، اپنا لشکر لے کر بہ کمال بے حیائی حضرت کے لشکر کے سامنے آیا۔ جب امام حسینؑ نے ان ظالموں کی بے باکی اور بے حیائی مشاہدہ فرمائی، تو از روئے رضا و تسلیم دستِ نیاز درگاہِ خداوند علیم میں بلند کرکے اس دعا کو پڑھا:

حضرت امام حسینؑ کے لشکر کی تعداد۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ فِیْ کُلِّ کَرْبٍ وَّ رَجَائِیْ فِیْ کُلِّ شِدَّۃٍ وَّ اَنْتَ لِیْ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ نَزَلَ بِیْ ثِقَۃٌ وَّ عُدَّۃٌ کَمْ مِنْ کَرْبٍ یَضْعُفُ عَنْہُ الْفُؤَادُ وَ تَقِلُّ فِیْہِ الْحِیْلَۃُ وَ یَخْذُلُ فِیْہِ الصَّدِیْقُ وَ یَشْمُتُ فِیْہِ الْعَدُوُّ وَ اَنْزَلْتُہٗ بِکَ وَ شَکَوْتُہٗ اِلَیْکَ مِمَّنْ سِوَاکَ فَفَرَّجْتَہٗ وَ کَشَفْتَہٗ فَاَنْتَ وَلِیُّ کُلِّ نِعْمَۃٍ وَّ صَاحِبُ کُلِّ حَسَنَۃٍ وَّ

مُنْتَھِیُ کُلِّ سَاغِبَۃٍ ۵ پس وہ اَشقیا اِرگرد خیموں کے پھرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ خیمہ کے پیچھے خندق میں آگ شعلہ ور ہے۔ اس وقت شمر بہ آواز بلند پکارا' اَے حسینؑ! تم نے آتشِ دُنیا کو قبل اَز آتشِ آخرت اختیار کیا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: شاید یہ شمر ذی الجوشن ہے۔ اصحاب نے عرض کیا: یا مولیٰ! وہی ملعون ہے۔ حضرت نے فرمایا: اَے چرواہن کے بچے! عنقریب تجھے معلوم ہوگا کہ تو ہی آتشِ جہنم کے قابل ہے۔ مسلم ابنِ عوسجہ نے کہا: یا ابن رسول اللہ! اجازت دیجئے کہ ایک تیر اس شقی کو لگاؤں' میرے تیر کے زد پر آگیا ہے۔ امام حسینؑ نے منع کیا' اور فرمایا: لڑنے میں مَیں پیش دستی نہیں کرنا چاہتا' مَیں حجتِ خدا ان پر تمام کر رہا ہوں۔ بروایت محمد ابنِ اَبی طالب' جب لشکرِ عمر سعد سوار ہوا اور قریب لشکرِ امام حسینؑ صف آرا ہوا' اس وقت حضرتؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اَور کئی جوانمردوں کو اصحابِ باوفا میں سے ہمراہ لے کر اشقیاء کی طرف چلے۔ بُریر ابنِ حضیر آگے آگے تھے۔ اس وقت حضرتؑ نے بُریر سے فرمایا: تم جا کر حجتِ خدا اُن پر تمام کرو۔ بُریر نے سپاہِ روسیاہ کے سامنے آکر فرمایا: اَے گروہِ بے حیا' خدا سے ڈرو' اہلِ بیت رسولؐ تمہارے شہر میں تشریف لائے ہیں' اور تمہارے مہمان ہوئے ہیں' ان سے کیا قصد رکھتے ہو' اشقیاء نے کہا: ہم چاہتے کہ ان کا ہاتھ دستِ ابنِ زیاد میں دیں تاکہ ان کے باب میں جو چاہے عمل میں لائے۔ بُریر نے کہا تم اس پر راضی نہیں کہ حضرت امام حسینؑ اپنے وطن پھر جائیں' وائے تم پر اَے اہلِ کوفہ! تم نے اپنے عہدوں کو توڑا۔ اور خطوط جو بہ قسم تحریر کئے تھے' اور جو بیعت کی تھی اس سے منحرف ہوگئے اَب چاہتے ہو کہ ابنِ زیاد کو ان پر مسلّط کرو' اور آبِ فرات سے منع کرو' کیا بُرا سلوک کرتے ہو اپنے پیغمبرؐ کی ذرّیت کے ساتھ خداوندِ عالم تم کو بروزِ قیامت سیراب نہ کرے' تم بدترین خلائق ہو۔ ایک شخص نے اشقیاء میں سے کہا: اَے بُریر مَیں نہیں جانتا تم کیا کہتے ہو۔ بُریر نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میری بصیرت تمہارے کفر و ضلالت کی وجہ سے زیادہ ہوئی' خداوندا! مَیں پناہ مانگتا ہوں۔ ان کے افعالِ زشت سے' خداوندا! یہ منافق آپس میں لڑمریں اور تیرے غضب سے ان کا قلع قمع ہو۔ اس کا جواب فوجِ یزیدی نے تیروں کے مینھ سے دیا۔ جب اَشقیاء نے بُریر کی طرف تیر پھینکے' بُریر ہمدانی حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے۔ حضرتؑ نے جب اشقیاء کی ایذا رسانی مشاہدہ کی تو خود بھی اتمامِ حجت کے لئے آگے بڑھ کر فرقۂ گمراہ کے مقابل کھڑے ہوئے۔ صفوفِ لشکر

شمر کی بھلائی

دشمن کے سامنے بریر ابن حضیر کی تقریر

امام کا خطبہ

مخالف پر نظر کی جو مانندِ سیلِ دریا تمام صحرا کو گھیرے ہوئے تھا۔ اور عمرِ سعد کو دیکھا کہ رؤسائے کوفہ کے جھرمٹ میں کھڑا ہے۔ اُس وقت آپ نے خطبہ پڑھا۔

"میں حمد کرتا ہوں، اُس خدا کی جس نے دُنیا کو خلق کیا اور اس کو نیستی و فنا کا گھر قرار دیا۔ اور اہلِ دُنیا کا گوناگوں حالات سے امتحان لیا پس فریب خوردہ ہے وہ شخص جو اس دُنیا سے دھوکہ کھائے، یہ دُنیا تم کو فریب نہ دے، کیونکہ اس نے ہر اُمیدوار کی اُمید کو قطع کیا ہے، میں تمہیں دیکھتا ہوں ایسے امر پر جمع ہوئے ہو، جس کے سبب سے خدا تم پر غضبناک ہُوا اور مُنہ پھیر لیا ہے۔ اور تم مستحق غضبِ الٰہی ہو گئے ہو، اور اس کی رحمت سے دُور ہو گئے ہو پس نیک ہے ہمارا خدا اور بُرے بندے ہو تم۔ کہ پہلے اقرار عبودیت کیا، اور بظاہر پیغمبر پر ایمان لائے، اب اُس کی عترت پر ہجوم کیا اور درپئے قتل ہو۔ بتحقیق، کہ شیطان تم پر غالب ہوا ہے، اور یادِ خدا تمہارے دِلوں سے بھلا دی ہے۔ پس بُرا ہو تمہارا اور ہلاکت ہو تمہارے لئے اور جن چیزوں کا تم نے قصد کیا ہے، ان کے لئے پھر فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ظ یہی ہے وہ قوم جو ایمان لانے کے بعد مُرتد ہوئی، اور ظالموں کو درگاہِ خدا سے دوری ہے۔"

اس وقت عمرِ سعد نے اپنے اصحاب کو آواز دی۔ وائے تم پر ان کی بات کا جواب دے بھی چکو، کیونکہ یہ اپنے باپ کے بیٹے ہیں۔ اگر اسی طرح تمام روز کلام کرتے رہیں گے، جب بھی اس کا سلسلہ قطع نہ ہوگا۔ اس وقت شمر ذی الجوشن نے کہا: اَے حسین! اپنا مطلب مجھ سے کہو، فرمایا: خدا سے ڈرو، اور میرے قتل سے باز رہو۔ اس لئے کہ میرا قتل کرنا اور ہتکِ حرمت کسی طرح تم کو جائز نہیں ہے، کیونکہ میں تمہارے پیغمبر کا بیٹا ہوں، میری دادی (حضرت خدیجۃ الکبریٰ دُخترِ خویلد) ہیں تم نے یہ قولِ پیغمبر سُنا ہو گا کہ آنحضرت نے میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے حق میں فرمایا: یہ سردارِ جوانانِ اہلِ بہشت ہیں۔ (اس روایت کا آخری ٹکڑا آگے آئے گا) شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنی سواری طلب فرمائی اور پھر سوار ہو کر اشرار کے سامنے آئے۔ اسوقت سب گمراہ حضرت کا کلام سُنتے تھے۔ پس امام حسینؑ نے بصدائے بلند ندا کی، یا اہل العراق! پھر فرمایا: اَیُّھَا النَّاسُ! میرا کلام بہ گوشِ ہوش سُنو، لڑائی میں تعجیل نہ کرو، تاکہ میں تمہارے حسبِ حال نصیحت کروں اور جو مجھ پر لازم ہے تم سے بیان کروں، حجت خدا تم پر تمام ہو،

عُذر میرا تم پر ظاہر ہو، تاکہ قیامت میں تمہاری کوئی حجّت پیش نہ ہو۔ پس اگر انصاف پر عمل کرو، اور میری نصیحت قبول کرو، نجات پاؤ گے۔ اگر میرا کہا نہ مانو، پس اپنے دل میں سوچو اور آپس میں مشورہ کرو حق ہمارا پوشیدہ نہ رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا: جو آزاد و ایذا تمہارا جی چاہے مجھے پہنچا لو اور مہلت نہ دو کیونکہ میرا ناصر و مددگار خدائے عزوجل ہے، جس نے قرآن کو نازل کیا اور نیکوں کا وہی حامی و کارساز ہے۔ اس کے بعد حضرت نے ایک خطبہ نہایت فصیح و بلیغ متضمن بر حمد و ثنائے الٰہی اس معجز بیانی سے ارشاد فرمایا کہ اس سے پیشتر کسی نے ایسا خطبہ نہ سنا تھا، اور حق تعالیٰ کو ان اوصاف سے یاد کیا جو لائق خداوندی ہیں اور درود نامتناہی جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ملائکہ مقربین اور جملہ انبیاء اور مرسلین پر بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا: اَیُّہَا النَّاس! ذرا میرے نسب پر نظر کرو اور دیکھو میں کون ہوں؟ اسکے بعد اپنے نفسوں کی طرف رجوع کرو، اور ملامت کرو کہ آیا میرا قتل اور ہتکِ حرمت تمہارے لئے حلال و جائز ہے، کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں؟ کیا میں فرزند علیؑ نہیں؟ جو وصی و برادرِ پیغمبر اور سابق الاسلام تھے۔ کیا حضرت حمزہ سید الشہداء اور حضرت جعفر میرے عزیزِ خاص نہیں؟ کیا جعفر جنھیں خدا نے ہاتھوں کے عوض دو پر زمردِ سبز نہیں عطا فرمائے؟ جن کی مدد سے وہ ملائکہ مقربین کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔ آیا نہیں سنا تم نے کہ میرے نانا نے میرے اور بھائی حسنؑ کے حق میں فرمایا ہے کہ یہ دونوں سردار جوانانِ بہشت ہیں۔ اگر تم مجھ کو سچّا اور راست گو جانتے ہو تو یہ کلام میرا سچ ہے قسم بخدا جب سے میں نے سنا کہ خدا جھوٹے پر عذاب کرتا ہے اس دن سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ پس میری بات کو سچا جانو، اگر میرے کہنے کو باور نہیں کرتے تو ابھی صحابۂ رسول موجود ہیں ان سے دریافت کرلو، جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھو! ابو سعید خدری سے دریافت کرو، سہل ابنِ سعد ساعدی سے سوال کرو۔ زید ابن ارقم اور انس ابنِ مالکؓ دیگر اصحاب سے تحقیق کرلو۔ ان سب نے رسولِ خداؐ سے میرے اور بھائی حسنؑ کے حق میں یہ حدیث سنی ہے، کیا یہ باتیں تم کو میرے قتل سے مانع نہیں۔

یہ پوری تقریرِ دلپذیر سُن کر شمرذی الجوشن نے کہا کہ وہ اللہ کی عبادت ایک حرف پر کرتا ہے۔ اگر اس کی سمجھ میں آیا ہو کہ حسینؑ آپ کیا کہتے ہیں۔ حبیب ابنِ مظاہر نے کہا: بخدا تو ایمان سے بے بہرہ ہے اور سچ ہے کہ تو ہماری بات کو نہیں سنتا اور نہ سمجھتا ہے۔

امام کی تقریر دلپذیر

اَب پند و نصیحت تیرے دِل میں تاثیر نہیں کرے گی، کیونکہ خدا نے تیرے دِل پر مہر لگادی ہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السّلام نے پھر فرمایا: اَیُّہَا النَّاس! اگر تمہیں میرے کلام میں شک ہے پس کیا اس میں بھی شک کرتے ہو کہ میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہوں بخدا مشرق سے مغرب تک سوا میرے کوئی فرزند (دخترِ رسولؐ) نہیں ہے۔ وائے تم پر کیا میں نے کسی شخص کو تم میں سے قتل کیا ہے کہ اس کا قصاص مجھ سے لیتے ہو۔ کیا تم میں سے کسی کے مال پر متصرّف ہوا ہوں یا کسی شخص کو میں نے زخمی کیا ہے۔ اِس بات پر بھی ان بے حیاؤں نے کچھ جواب نہ دیا، چپ ہو رہے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے لشکرِ مخالف میں ندا کی۔ اَے شبث ابنِ ربعی، اَے حجار ابنِ الجبر، اَے قیس ابنِ اشعث، اَے یزید ابنِ حارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا کہ اشجار پُر ثمر ہیں، صحرا سبزہ دار ہے، لشکر آپ کے لئے آمادہ و مہیّا ہیں۔ بہ تعجیل آئیے۔ تاکہ ہم آپ کی نصرت و یاری کریں۔ قیس ابنِ اشعث نے کہا: یا حضرت اُیسے کلام سے کچھ فائدہ نہیں، بہتر ہے کہ لڑائی سے ہاتھ اُٹھائیے۔ اَور اپنے بنی عم کے حکم پر اُتر آئیے کیونکہ وہ آپ سے کوئی بُرا ارادہ نہیں رکھتے۔

حضرت امام حسینؑ نے اِرشاد کیا: قسم خدا کی میں ذلیل و حقیر ہو کر اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا۔ اَور نہ غلاموں کی طرح طوقِ بندگی گردن میں ڈالوں گا۔ اس کے بعد بآوازِ بلند فرمایا: یَا عِبَادَ اللّٰہِ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ۞ یعنی اَے بندگانِ خدا بدرستیکہ میں پناہ مانگتا ہوں اپنے اور تمہارے پروردگار سے ہر متکبّر کی شر سے جو روزِ قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ پس حضرتؑ اپنے اصحاب کی طرف پھر آئے اَور بے حیا حضرتؑ کے لشکر کی طرف آگے بڑھے۔

کتاب مناقب میں منقول ہے کہ جب عمر سعد نے اپنا لشکر آراستہ کیا۔ اور ترتیب دینے لگا، عَلَم ہائے ضلالت شیم کو اپنی اپنی جگہ نصب کیا، میمنہ و میسرۂ لشکر کو آمادۂ جنگ کیا۔ اَور اس کے بعد قلبِ لشکر سے کہا: ثابت قدم رہو، پس ہر جانب سے حضرتؑ کو گھیر لیا۔ یہاں تک کہ مانندِ حلقہ کے آپ کو بیچ میں لے لیا۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ لشکر کے قریب تشریف لائے، فرمایا: اَیُّہَا النَّاس! میری نصیحت سنو! لیکن سب نے سننے سے انکار کیا۔ اس پر حضرت امامِ عالیمقام نے فرمایا: وائے تم پر میرا کلام بگوشِ دِل سنو! کیونکہ میں تم کو راہِ راست کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ رُستگار ہے وہ شخص جو

میری اطاعت کرے، ہلاکت ہے اس کے لیے جو میری نافرمانی کرے، تم سب میرے حکم کے خلاف کرتے ہو، اور میرا کلام نہیں سنتے کیونکہ تمہارے شکم حرام سے سیر ہیں اور تمہارے دلوں پر مہریں لگی ہیں۔ وائے ہو تم پر کہ میری بات تک نہیں سنتے۔ اس وقت لشکرِ عمرِ سعد والے ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ سنو، تو حسین ابنِ علی کیا کہتے ہیں، جب شور و غل کم ہوا تو حضرتؑ نے کھڑے ہو کر فرمایا، اے مردمانِ غدّار، اے قوم بے وفا و جفا کار! ویل و ہلاکت ہو تمہارے لئے کہ تم نے ہنگام حیرت و سرگشتگی اپنی مدد کے واسطے ہم کو بلایا اور بموجب طلب جب میں تمہاری ہدایت و نصرت کے لئے آیا، اور تمہاری دعوت کو قبول کیا۔ اس وقت تم نے تیغ کینہ و عداوت مجھ پر کھینچی اور آتشِ فتنہ و فساد میرے لئے روشن کی۔ اپنے دوستوں پر چڑھائی کی، میرے اور اپنے دشمنوں کی مجھ سے لڑنے میں نصرت و یاری کی، بغیر اس کے کہ ان کی کوئی عدالت تمہارے درمیان ظاہر ہوئی ہو یا کچھ ان سے مہربانی و بخشش ظاہر ہوئی ہو، الّا یہ کہ انھوں نے کچھ مالِ حرام اس وقت مصلحت سمجھ کر تمہیں دیا ہے، اور حکومت ہائے باطل اور وعدہ ہائے دروغ سے تمہیں امیدوار بنایا ہے۔ بایں ہمہ تمہاری نسبت ہم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ کوئی بدی تم کو نہیں پہونچی۔ پس کیونکر تم پر ویل و عذاب نہ ہو۔ حالانکہ تم نے ہم سے کراہت کی، ہم کو چھوڑ دیا بغیر عداوت و کینۂ سابقہ یا کسی نزاع کے تم نے شمشیرِ انتقام نیام سے کھینچی اور بے سبب قتلِ اہلِ بیت پر کمر باندھی، اور لئیموں کے دسترخوان پر مکھیوں کی فوج کی طرح جمع ہو گئے، اور مثل پروانہ بے باکانہ خود کو آگ میں گرایا، تمہارے چہرے سیاہ ہوں، اے گمراہانِ امّت! اے متفرقانِ احزاب، اے تارکانِ کتاب، اے پیروانِ شیطان، اے بدترین اہلِ عصیان، اے محرّفینِ قرآن، اے تارکانِ سنتِ رسولؐ، اے قاتلانِ اولادِ بتول، اے ہلاک کنندگانِ عترت اوصیا و ضائع کنندگانِ ذرّیتِ اولیاء، اے ملحق کنندگانِ اولادِ زناء، اے ایذا دہندگانِ مؤمنین، اے معاندین و باغیانِ دین جنھوں نے قرآن کی تکذیب کی، وائے تم پر کہ اولادِ سیّد الانبیاءؐ سے منحرف ہو کر اولادِ ابوسفیان اور اس کے اتباع کے مددگار ہوتے ہو، اور ذرّیتِ نبیؐ کو قتل کرتے ہو۔ بخدا کہ یہ شیوۂ بد تمہارا مشہور ہے اور ائمۂ دین سے تمہاری بے وفائی معروف ہے، اور یہ فریب تمہارے چھوٹے بڑوں کی طبیعت میں راسخ ہو گیا ہے۔ اور دلوں میں مرتکز ہوا ہے۔ خدا کی لعنت ان

لوگوں پر جو پیماں شکن ہیں اور نقض عہد اور نکثِ بیعت کرتے ہیں، اور تم سب نے اپنے عہد و پیمان کو بہ تاکید بڑی قسموں اور حلفوں کے ساتھ خدا اور رسول کو گواہ کر کے تحریر کیا تھا۔ بہ تحقیق کہ اس وَلَدُ الزِّنا، ابن زیاد نے ذلت اور قتل میں سے ایک پر مجھے مجبور کیا ہے۔ پس تم ایسا ہرگز نہ ہوگا، کہ میں اس کے سامنے ذلیل اور اسیر ہوں، نہ خدا و رسول اس بات سے راضی ہیں نہ اصحاب ہمتِ عالیہ اور اجدادِ طیبہ اور انساب سامیہ اور تربیت یافتگانِ آغوش ہائے پاکیزہ کبھی حقارت و مذلت کو سعادتِ شہادت پر اختیار کرتے ہیں۔ اب میں نے اپنا عذر تم پر ظاہر کر دیا۔ حجت خدا تمام کر دی عدم سامان و قلتِ اعوان کی مجھ کو کوئی پرواہ نہیں، اپنی بے سر و سامانی، کم سپاہی کے باوجود مردانہ وار تمہاری طرف بڑھتا ہوں، اسکے بعد حضرت امام حسینؑ نے یہ اشعار انشاد فرمائے ؎

فَاِنْ نُهْزَمْ فَهَزَّامُوْنَ قِدْمًا ۔ وَاِنْ نُهْزَمْ فَغَیْرُ مُهَزَّمِیْنَا
وَمَا اَنْ طِبُّنَا جُبْنٌ وَّلٰکِنْ ۔ مَنَایَانَا وَدَوْلَةُ اٰخَرِیْنَا

حاصلِ مضمون:۔ اگر تمہیں ہم نے شکست دی تو کیا تعجب ہے اس لئے کہ ہم قدیم سے تم کو شکست دیتے آئے ہیں، اور اگر بظاہر ہم مغلوب ہوئے تو در حقیقت ہم مغلوب نہیں اس لئے کہ جبن و نامردی کے ہم اہل بیت عادی نہیں، لیکن مرگ ہمارے مقدر میں ہے، اور دولتِ دنیا اشقیا کے لئے۔ پھر آپ نے فرمایا: آگاہ ہو کہ میرے قتل کے بعد تم کو بس اتنی مہلت ملے گی جتنی گھوڑے پر چڑھنے میں مدت صرف ہوتی ہے۔ پھر دہر کی چکی کا پاٹ تم کو پیس کر رکھ دے گا۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جو میرے جد نے مجھ کو پہلے سے بتلائی ہے۔ اب جو تمہارا جی چاہے کرو میں نے خدا پر توکل کیا، اور جو حق تعالیٰ نے میرے لئے مقدر کیا ہے اس پر راضی ہوں۔ اس کے بعد حضرت نے منھ جانب آسمان کر کے فرمایا: خداوندا! ان ظالموں پر باران رحمت بند کر، اور قحطِ شدید میں ان کو مبتلا کر اور فرزند ثقیف (یعنی مختار) کو ان پر مسلط کر جو کاسہ ہائے زہر آلود مرگ ان کو پلائے اور ایک کو ان ظالموں سے نہ چھوڑے، اور میرا اور میرے عزیزوں کا ان سے بھرپور انتقام لے۔ انھوں نے مجھے فریب دیا۔ اور جھوٹ بولے اور میرے دشمن کی یاری کی، خداوندا! تو میرا رب ہے میں نے تجھ پر توکل کیا۔ اور بازگشت سب کی تیری طرف ہے۔" اس کے بعد آپ نے عمر سعد کو طلب فرمایا، وہ روسیاہ نہ چاہتا تھا۔ کہ امام حسینؑ کے سامنے آئے۔ جب وہ سامنے آیا، امام حسینؑ نے

فرمایا: اے عمر ابنِ سعد تو ابنِ زیاد سے حکومت "رَے" اور "جرجان" کی آرزو رکھتا ہے اور اس اُمید پر تو مجھے قتل کرتا ہے، قسم بخدا ہرگز وہ حکومت تجھے میسّر نہ ہوگی، اور میرے بعد زندگی تجھے گوارہ نہ ہوگی، یہ میرے پدرِ بزرگوار نے مجھے خبر دی ہے پس جو تیرے جی میں آئے وہ کر۔ میرے بعد دُنیا اور عقبیٰ میں خوشی نہ پائے گا، گویا دیکھتا ہوں میں عنقریب تیرا سر نوکِ نیزہ پر رکھ کر کوفہ میں نصب کیا گیا ہے اور لڑکے اسے اپنا نشانہ بنا کر پتھر مار رہے ہیں۔ یہ سُن کر عمر سعد غصہ میں آیا، منھ پھیر کر لشکر کو پکارا، کیا انتظار ہے، کیوں مہلت دی ہے۔ ایکدفعہ حملہ کرو حسین معہ اپنے اصحاب کے ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس وقت پیغمبرِ خدا کے گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام "مرتجس یا مرتجز" تھا۔ اپنے اصحابِ کبار کو جنگ پر آمادہ کیا۔ مصنّف موصوف فرماتے ہیں کہ مثل اس خطبہ کے کتاب تحفۃ العقول میں منقول ہے۔ سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرحمۃ نے اس خطبہ کو تھوڑے تغیّر کے ساتھ روایت کیا ہے اور بہ روایت احتجاج بھی عنقریب مذکور ہوگا۔

شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے کہ جب حُر ابنِ یزید ریاحی نے دیکھا، نوبت بہ جنگ و جدال پہونچی اس وقت عمر سعد کے پاس آکر کہا: تو حسینؑ سے لڑے گا، اس نے کہا: اس طرح لڑوں گا کہ سروں اور ہاتھوں کا انبار لگ جائے گا۔ حُر نے کہا: آیا تم حسینؑ سے دست بردار نہ ہوگے۔ عمر نے کہا: اگر میرا اختیار ہوتا تو میں دستبردار ہو جاتا، لیکن کیا کروں تیرا امیر راضی نہیں ہوتا۔ اس وقت حُر سب سے الگ جا کر کھڑا ہوا۔ ایک شخص قوم حُرؔ سے قرہ ابنِ قیس اس کے پاس کھڑا تھا۔ حُر نے کہا: اے قرہ! تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے۔ اس نے کہا: نہیں! حُر نے کہا: کیوں نہیں؟ قرہ نے کہا: قسم بخدا میں نے گمان کیا حُر چاہتا ہے لشکر سے جدا ہو، اور معرکۂ قتال میں شریک نہ ہو اور میرے سامنے فرار کرنا نہیں چاہتا۔ جب یہ گمان مجھے ہوا۔ میں نے کہا: ابھی گھوڑے کو پانی نہیں پلایا۔ اسی وقت جا کر پانی پلاؤں گا۔ حُر اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کھڑا ہوا۔ قرہ کہتا ہے میں نے گمان کیا، حُر بھی اپنے گھوڑے کو پانی پلانے جاتا ہے۔ قسم بخدا اگر میں جانتا خدمت حضرت امام حسینؑ میں جاتا ہے، میں بھی اس کی رفاقت میں چلا جاتا، ناگاہ میں نے دیکھا کہ حُر لشکرِ حسینؑ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت مہاجر ابنِ اوس قریب حُر گیا، کہا: تیرا کیا ارادہ ہے حسینؑ سے لڑنے جاتا ہے۔ حُر نے کچھ جواب نہ دیا اور اس کا بدن کانپنے لگا۔

حُر اور ابن سعد کی گفتگو

مہاجر نے کہا! اے حُر یہ حالت جو تجھے اس وقت عارض ہے قسم بخدا میں نے ایسی حالت تیری کبھی نہیں دیکھی، میں تو تجھے اہلِ کوفہ میں سب سے زیادہ شجاع جانتا تھا، یہ کیا حالت ہے، جو مشاہدہ کرتا ہوں، حُر نے کہا! جیسا تو نے گمان کیا ایسا نہیں ہے۔ قسم خدا کی میں اپنے نفس کو بہشت و جہنم کے درمیان معلق پاتا ہوں، لیکن قسم بخدا میں بہشت پر کسی چیز کو اختیار نہیں کروں گا، اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیں، اس وقت حُر نے مردانہ وار گھوڑے کو ایڑ لگائی تھوڑی دیر میں گھوڑا اُڑتا ہوا امام کے سامنے پہونچ گیا، اور عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! میں آپ پر فدا ہوں، میں نے مراجعت سے آپ کو منع کیا اور اس مقام پر لے آیا قسم بخدا میں نہ جانتا تھا کہ یہ روسیاہ آپ سے اس طرح پیش آئیں گے والا ہرگز اس امر کا مرتکب نہ ہوتا، اب میں اپنے افعالِ بد سے توبہ کرتا ہوں، آیا توبہ میری مقبول ہے حضرت نے فرمایا اگر تو توبہ کرے تو حق تعالیٰ قبول کرے گا، اس کے بعد فرمایا، اے حُر گھوڑے سے اتر کر آرام کر، حُر نے عرض کیا، یا ابن رسول اللہ! آپکی نصرت میں گھوڑے پر سوار ہونا پیادہ ہونے سے بہتر ہے۔ پہلے سوار ہو کر ان کافروں سے لڑتا ہوں۔ جب اشقیا میرے گھوڑے کو پے کر دیں گے اُس وقت پیادہ ان سے لڑوں گا۔ یہاں تک کہ مارا جاؤں، حضرت نے فرمایا، اے حُر! خدا تجھ پر رحمت کرے جو تیرا جی چاہے کر، جب حُر نے اجازت پائی، لشکرِ مخالف کے سامنے آکر پکارا، اے اہلِ کوفہ تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں گرفتار ہوں، تم نے اس پیشوا اور بزرگوار کو جھوٹے وعدے دے کر بلایا اور اقرار نصرت و اعانت کیا، اب جس وقت وہ یہاں تشریف لایا، تم نے اس پر تلوار کھینچی، اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور ہر طرف سے اس کو گھیر لیا۔ اور جانے کی راہیں بند کر دیں۔ یہ بھی منظور نہیں کرتے کہ اپنے وطن مراجعت فرمائیں، قیدیوں کے مانند ان کو گرفتار کیا ہے۔ کہ اپنے نفع و ضرر پر قادر نہیں رہے۔ یہ آبِ فرات جو تمہارے سامنے لہریں مارتا ہے، یہود و نصاریٰ اور مجوس تک اس سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں، اور سگ و خوک اس سے سیراب ہو رہے ہیں، لیکن رسول زادہ اور اس کے اطفالِ صغار و اہلِ بیت اظہارِ شدتِ تشنگی سے تڑپ رہے ہیں۔ اب ان کی نوبت ہلاکت کو پہونچی ہے، کیا بُرا سلوک کیا تم نے اپنے پیغمبرؐ کی ذریت سے خدا تمہیں تشنگیِ روزِ قیامت سے نجات نہ دے۔ حُر کی اس تقریر کا بھی ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اس کا جواب بھی انھوں نے تیروں سے دیا اور اپنے تیروں کا نشانہ کیا۔ حُر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں پھر آئے۔ عمر سعد لعین نے آواز دی۔ اے درید

عَلَمِ لشکر میرے پاس لا، جب ملعون علمِ ضلالت اس کے پاس لایا تو اس نے ایک تیر چلّۂ کمان میں رکھ کر لشکرِ امامِ اَنام کی طرف پھینکا اور کہا گواہ رہو کہ پہلے جس شخص نے ان کی طرف تیر پھینکا میں ہوں۔

محمد ابنِ ابیطالب نے کہا ہے، اس وقت ان سب کافروں نے اپنے چلّوں میں تیر لگا کر لشکرِ امام کی طرف رہا کئے۔ اس حملہ کا اثر یہ تھا کہ کوئی شخص اصحابِ حضرت سے باقی نہ رہا جو مجروح نہ ہوا، اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ اس حملہ میں پچاس اصحاب درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرحمہ نے لکھا ہے، اس وقت حضرت نے اصحاب سے فرمایا، اٹھو خدا تم پر رحمت کرے، سامانِ سفرِ آخرت مہیّا کرو کیونکہ تیر پیامِ مرگ ہیں، پس اصحاب سرگرمِ جہاد ہوئے، یہاں تک کہ اکثر بزرگوں نے اپنی جان فرزندِ رسول پر نثار کی۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ ریشِ مبارک پر پھیر کر فرمایا "شدید ہوا غضبِ خدا یہود پر جس وقت انھوں نے عزیز کو خدا کا بیٹا کہا، اور شدید ہوا غضب خدا نصاریٰ پر جس وقت انھوں نے پروردگارِ عالم کو تیسرا خدا قرار دیا۔ اور شدید غضب خدا کا ہوا مجوس پر جس وقت انھوں نے سوا خدا کے چاند سورج کی پرستش کی۔ اور شدید ہوگا غضبِ خدا، اُمّتِ جفاکار پر جب کہ یہ لوگ جمع ہوئے ہیں قتلِ فرزندِ رسول پر، قسم بخدا جس اَمر کے یہ طالب ہیں۔ نہ کروں گا یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے بارِیش پُرخون ملاقات کروں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ میں نے پدرِ بزرگوار امام محمد باقر علیہ السّلام سے سُنا ہے، جب امام حسینؑ مقابل لشکرِ عمر سعد آئے اور آتشِ حرب مشتعل ہوئی، اس وقت فتح و نصرت نازل ہو کر حضرت کے سرِ مبارک پر سایہ فگن ہوئی، اور حضرت کو فتحِ اَعداء اور لقائے حق تعالیٰ میں اختیار دیا، کہا ان دو اَمروں سے جسے آپ چاہیں اختیار کریں، حضرت نے شہادت کو اختیار کیا۔ راوی کہتا ہے، اسکے بعد حضرت بہ آوازِ بلند پکارے: اَمَا مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا لِوَجْهِ اللهِ اَمَا مِنْ نَاصِرٍ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللهِ ۞ ترجمہ:- آیا کوئی فریاد رس ہے جو اللہ کے لئے ہماری مدد کرے، آیا کوئی ناصر ہے جو شرِ اعداء کو حرمِ رسول سے دفع کرے

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے، کہ پھر دونوں جانب سے لوگ میدانِ

کارزار میں آنا شروع ہوئے۔ لشکرِ شام سے یسار غلام زیاد صفِ جنگ میں آیا۔ اس طرف اصحابِ حضرت سے عبداللہ ابنِ عمیر نے قدم معرکۂ نبرد میں رکھا۔ یسار نے پوچھا تم کون ہو عبداللہ نے اپنا حسب و نسب بیان کیا، اس ملعون نے کہا، میں تم کو نہیں پہچانتا، تم سے نہ لڑوں گا جب تک زہیر بن قین یا حبیب ابن مظاہر میرے سامنے نہ آئیں۔ عمیر نے کہا: اے فرزندِ زانیہ تیری بھی یہ حیثیت ہے کہ کسی سے لڑنے میں عار کرے یہ کہہ کر اس پر حملہ کیا اور ایسی تلوار لگائی کہ وہ ملعون واصلِ جہنم ہوا۔ ابھی عمیر اس نابکار کے قتل میں مشغول تھے، ناگاہ سالم (غلام ابنِ زیاد) نے عمیر پر حملہ کیا۔ اصحابِ امام حسینؑ نے عمیر کو آواز دی، کہ غلام ابنِ زیاد تمہاری طرف آتا ہے، عمیر مطلع نہ ہوئے، یہاں تک کہ اس ملعون نے آکر ایک وار کیا۔ عمیر نے اس کا وار اپنے بائیں ہاتھ پر روکا، جس سے آپ کی انگلیاں کٹ گئیں اور زخمی ہو کر اس شقی پر حملہ کیا۔ اور اس لعین کو بھی واصلِ جہنم کیا۔ اس وقت آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اِنْ تُنْكِرُوْنِیْ فَاَنَا ابْنُ الْكَلْبِ ۞ اَنَا امْرُؤٌ ذُوْ مِرَّةٍ وَّعَضَبِ

وَلَسْتُ بِالْخَوَّارِ عِنْدَ الْمُنْقَلَبِ

"اے قومِ جفاکار اگر میری شرافت حسب و نسب کو نہیں جانتے، تو جان لو کہ میں قبیلۂ بنی کلب کا جنگجو مرد ہوں، جو بوقت خستگی نالہ و فریاد نہیں کرتا۔" اس وقت عمر بن حجاج نے اپنا لشکر لے کر میمنۂ لشکرِ امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ جب یہ لشکر حملہ آور ہوا، اصحابِ امام حسینؑ نے زانو ٹیک کر اپنے نیزے جھکا دیئے جس سے لشکرِ مخالف آگے بڑھ کر حملہ نہ کر سکے، پھر اصحابِ امام نے تیرباراں کیا، یہاں تک کہ بہت سے اشقیا، خاکِ مذلت پر گرے اور اکثر زخمی ہوئے ایک ملعون قبیلۂ تمیم سے عبداللہ ابنِ خوزہ نامی، امام حسینؑ کے لشکر کے سامنے آیا، اصحاب نے پوچھا، تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، کہاں آیا۔ اس نے کہا: میں خدائے رحیم اور پیغمبرِ شفاعت کنندہ کے پاس وارد ہوتا ہوں یعنی تم سے لڑنے کو آیا ہوں۔ اور اس لڑائی کو باعثِ تقربِ خدا جانتا ہوں، حضرت نے اصحاب سے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کیا یا ابنِ رسول اللہ! یہ ملعون عبداللہ ابنِ خوزہ تمیمی ہے۔ حضرت نے فرمایا: خداوندا اس شقی کو آتشِ دوزخ کی طرف کھینچ لے۔ فوراً اس کے گھوڑے نے زقند لگائی اور نہر میں گرا، ساتھ ہی وہ شقی بھی اسطرح گرا کہ ایک پاؤں رکاب میں اُلجھا اور ایک پاؤں بلند رہا۔ اس وقت مسلم بن عوسجہ نے ایک تلوار ایسی لگائی کہ دہنا پاؤں شقی کا جدا ہو گیا، اور گھوڑا اس کا ہر طرف دوڑتا

تھا، اور سر بخس اس شقی کا ہر سنگ و درخت سے ٹکراتا تھا، یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا۔ تھوڑی دیر آتشِ حرب مشتعل رہی اور دونوں طرف سے لوگ قتل ہوئے۔

محمد ابن ابی طالب موسوی اور صاحبِ مناقب اور ابنِ اثیر نے تاریخ کامل میں شہادتِ حُر ابن یزید ریاحی کو ایک دوسری روایت سے اس طرح لکھا ہے۔ جب لشکرِ امام حسینؑ سے اکثر اصحاب پہلے حملہ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے، اس وقت حُر، حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے، عرض کیا، یابن رسول اللہ! چونکہ میں نے سب سے پہلے آپ کے روکنے کو آیا تھا، لہٰذا مجھے اجازت دیجئے کہ میدان جہاد میں پہلے آپ کے سامنے مارا جاؤں، تاکہ میں پہلا وہ شخص ہوں جو بروزِ قیامت سب سے پہلے آپ کے جدِ بزرگوارؐ سے مصافحہ کرے۔ جب حُر نے اجازت پائی معرکۂ قتال میں آکر چند مصرعے رجز میں اس طرح پڑھے ؎ شہادت حُر

اِنِّیْ اَنَا الْحُرُّ وَمَاْوَی الضَّیْفِ ؛ اَضْرِبُ اَعْنَاقَکُمْ بِالسَّیْفِ
عَنْ خَیْرِ مَنْ حَلَّ بِاَرْضِ الْخَیْفِ ؛ اَضْرِبُکُمْ وَلَا اَرٰی مِنْ حَیْفٍ

"اے اہل کوفہ و شام! آگاہ ہو کہ میں حُر ابن یزید ریاحی ہوں، مہمانوں کا ملجا و ماویٰ ہوں، اپنی تلوار سے تمہارے سر جدا کروں گا۔ اور حمایت کروں گا فرزند رسولؐ کی۔"

راوی کہتا ہے جب حُر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آیا، اُس وقت یزید ابن ابوسفیان تمیمی ملعون نے از روئے تکبر و نخوت کہا، اگر حُر سے میری مڈھ بھیڑ ہو تو میں اپنا نیزہ اس کے سینے سے پار کروں، جس وقت حُر میدانِ کارزار میں آکر سرگرم قتال ہوئے اور ان کا گھوڑا زخمی ہو گیا، اس وقت حصین ابن نمیر نے اس سے کہا اے یزید ریاحی کے بیٹے (یعنی حُر) امید تیری بر آئی۔ اتنے میں حُر میدانِ جنگ میں آگئے۔ فوراً ہی ملعون، حُر دلاور کے سامنے آکر لڑنے لگا۔ ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ حُر نے اس روسیاہ کو اپنی تیغ آتشباز کا طعمہ کیا۔ اور پھر حُر اسی طرح شجاعانِ معرکۂ نبرد کو تہہ تیغ کرتے رہے یہاں تک کہ چالیس سوار اور پیادوں کو واصل جہنم کیا۔ ابھی حُر مشغولِ جہاد تھے کہ اشقیاء نے ان کے گھوڑے کو پے کیا۔ اس وقت پیادہ پا حُر جنگ میں مصروف ہوئے اور اشعار رجز کے پڑھے ؎

اِنِّیْ اَنَا الْحُرُّ وَنَجْلُ الْحُرِّ ؛ اَشْجَعُ مِنْ ذِیْ لِبَدٍ هِزَبْرٍ

وَلَسْتُ بِالْجَبَانِ عِنْدَ الْكَرِّ ٭ لٰكِنَّنِي الْوَثَّابُ عِنْدَ الْفَرِّ

ترجمہ: "آزاد فرزند آزاد ہوں، اور شجاعت و مردانگی میں شیر نر سے زیادہ ہوں اور لڑائی کے وقت ہرگز بزدل اور نامرد نہیں ہوں، بلکہ معرکۂ جہاد میں ثابت قدم ہوں۔"

پس جناب حُر یونہی کارزار میں مصروف رہے تاآنکہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اصحاب حضرت امام حسینؑ ان کی لاش میدان سے اٹھا لائے۔ اس وقت ایک رمق حیات باقی تھی، حضرت نے دستِ مبارک چہرۂ حُر پر پھیرا۔ گرد و غبار ان کے چہرے سے پاک کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے، جس طرح تیری ماں نے تیرا نام حُر رکھا ہے ویسے ہی دُنیا و عقبیٰ میں تُو آزاد ہے۔ بعض اصحاب نے مرثیۂ حُر میں چند اشعار پڑھے۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے یہ اشعار پڑھے۔

لَنِعْمَ الْحُرُّ حُرُّ بَنِي رِيَاحٍ ٭ صَبُوْرٌ عِنْدَ مُخْتَلَفِ الرِّمَاحِ
وَنِعْمَ الْحُرُّ اِذْ نَادٰی حُسَيْنًا ٭ فَجَادَ بِنَفْسِهٖ عِنْدَ الصِّيَاحِ
فَيَا رَبِّ اَضِفْهُ فِي جِنَانٍ ٭ وَزَوِّجْهُ مَعَ الْحُوْرِ الْمِلَاحِ

حاصلِ مضمون یہ ہے کہ کیا اچھا ہے حُر اور بہت صابر و شکر گزار رہے بوقت نیزہ بازی، جس وقت کہ پکارا امام حسین علیہ السّلام کو۔ اور اپنی جان حضرت امام حسینؑ پر فدا کی۔ پس اے پروردگار! حُر کو جنّت میں مہمان کر اور حورانِ خوشرو سے اس کی تزویج کر۔ منقول ہے کہ حُر یہ اشعار پڑھتا تھا۔

اٰلَيْتُ لَا اُقْتَلُ حَتّٰی اَقْتُلَا ٭ اَضْرِبُهُمْ بِالسَّيْفِ ضَرْبًا مُعْضَلَا
لَا نَاكِلًا عَنْهُمْ وَلَا مُعَلِّلَا ٭ لَا عَاجِزًا عَنْهُمْ وَلَا مُبَدِّلَا
اَحْمِي الْحُسَيْنَ الْمَاجِدَ الْمُؤَمَّلَا

حاصلِ مضمون یہ ہے کہ اے قوم جفاکار و اے گروہِ اشرار! میں نے قسم کھائی ہے جب تک تم کو قتل نہ کروں گا قتل نہ ہوں گا۔ اور اپنی شمشیرِ آبدار کے ساتھ تم پر شدید وار کروں گا اور مقاتلہ سے ہرگز عاجز اور تبدیل کرنے والا نہ ہوں گا۔ میں حمایت کرتا ہوں اپنے سردار و آقا کی جو جائے اُمید ہر مومن ہے۔ بروایت شیخ مفید علیہ الرحمہ، ایوب بن مسرح اور ایک ملعون نے سوارانِ اہلِ کوفہ سے حُر کو شہید کیا۔ اور بروایت ابنِ شہر آشوب، چالیس بیدینوں سے زیادہ حُر نے جہنم واصل کئے۔ ابنِ نما رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اُستاد سے روایت کی

ہے کہ حُر نے خدمتِ امام حسینؑ میں آکر عرض کیا 'یا مولا! جب ابنِ زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا' اور میں قصر سے باہر نکلا' اس وقت صدائے ہاتف میں نے سُنی' وہ کہتا تھا اے حُر تجھے خیر کی بشارت ہو۔ جب میں نے پھر کر دیکھا کوئی شخص نظر نہ آیا۔ میں نے متعجب ہو کر کہا یہ کیسی خوشخبری میں سُنتا ہوں۔ حالانکہ فرزندِ رسولؐ سے لڑنے جاتا ہوں' حضرتؑ نے فرمایا: اے حُر تو نے اَجرِ نیکی کو پالیا۔ اس کے بعد اصحابِ حضرتؑ ایک کے بعد ایک رخصتِ جہاد طلب کرکے حضرتؑ کو وداع کرتے تھے اور کہتے تھے 'اَلسّلام علیک یا ابنِ رسول اللہ! حضرتؑ فرماتے تھے وعلیکم السّلام' جاؤ۔ ہم بھی عنقریب تمہارے بعد آتے ہیں اور اس آیت کو تلاوت فرماتے تھے۔ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ ترجمہ: ۔ بعض چل بسے اور بعض منتظر ہیں' اور تبدیل نہیں کیا' انھوں نے اَمرِ الٰہی کو۔ بعد شہادت حُر ابنِ یزید ریاحی' بُریر ابنِ خضیر ہمدانی جو عباد و زہاد سے تھے' بہ قصدِ جہاد نکلے اور یہ رجز پڑھنے لگے ؎

اَنَا بُرَيْرٌ وَاَبِيْ خُضَيْرٌ ۞ لَيْثٌ يَرُوْعُ الْاَسَدَ عِنْدَ الزَّئِيْرِ
يَعْرِفُ فِيْنَا الْخَيْرَ اَهْلُ الْخَيْرِ ۞ اَضْرِبُكُمْ وَلَا اَرٰى مِنْ ضَيْرِ
كَذَاكَ فِعْلُ الْخَيْرِ مِنْ بُرَيْرٍ

شہادت بُریر ہمدانی

یعنی میں ہوں بُریر اور باپ میرا خضیر ہے' اور میں وہ شیرِ بیشۂ شجاعت ہوں کہ شیرانِ نر میری آواز سے لرزتے ہیں۔ میری شرافت حسب و نسب مردمِ نیکوکار جانتے ہیں' اپنی سیف سے بےخوف تمہیں قتل کروں گا' اور ایسے ہی اُمورِ خیر بُریر سے واقع ہوتے ہیں۔ یہ کہتے جاتے تھے' اور فوجِ مخالف پر حملہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے قریب آؤ اے قاتلانِ مومنین' وائے قاتلانِ اولادِ اصحابِ بدر! اے قاتلانِ اصحابِ رسولؐ! قریب آؤ اے کشندگانِ اہلِ بیتِ رسولؐ! بُریر قراتِ قرآن میں ممتازِ زمانہ تھے۔ بُریر نے تیس شقی واصلِ جہنم کئے۔ اس وقت یزید ابنِ معقل ملعون' بُریر کے سامنے آیا' کہنے لگا' اے بُریر! میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ کنندہ ہو۔ بُریر نے کہا: ہم تم مباہلہ کریں جو ہم میں سے کاذب ہو' دوسرے کی تلوار سے مارا جائے۔ پس باہم حملہ کیا' یزید ابنِ معقل نے ایک وار بُریر پر کیا جس نے اصلاً تاثیر نہ کی۔ پھر بُریر نے ایک تلوار ایسی اس کے سر پر لگائی کہ خود کو کاٹ کر اس کے مغزِ سر میں در آئی۔ اور شقی جہنم واصل ہوا۔ اُس وقت

بحیر بن اوس ضبی اصحاب ابن زیاد سے برآمد ہوا۔ بُریر پر حملہ کیا اور آپ کو شہید کیا۔ وہ اپنے گھوڑے کو میدانِ قتال میں دوڑاتا تھا اور فخریہ اشعار پڑھتا تھا۔ ایک شخص نے اس ملعون سے کہا کہ بُریر، اللہ کے صالح بندوں میں سے تھے، اور اس کے چچازاد بھائی نے کہا، اے بحیر! وائے تجھ پر کہ تُو نے بُریر کو قتل کیا۔ بروزِ قیامت خدا کو کیا منہ دکھائے گا۔ اس وقت وہ لعین پشیمان ہوا۔ اور چند اشعار پڑھے جنکا مضمون یہ ہے "کہ اگر خدا میرا چاہتا تو معرکۂ قتال میں حاضر نہ ہوتا، اور دُنیا کی نعمتیں اولاد ظالم وجابر کے لئے مہیا نہ کرتا۔ بہ تحقیق کہ ایسا عار وننگ مجھے پیش آیا ہے کہ ہر قبیلہ میں ابنائے ابنِ زیاد سرزنش کئے جاتے ہیں۔ پس اے کاش! میں اپنی ماں کے رحم میں خونِ حیض ہوتا یا معرکۂ حسینؑ میں زندہ نہ ہوتا۔ افسوس! کیا جواب دُونگا اپنے خالق کو۔ اور کیا حجت اس کے سامنے پیش کروں گا۔ بعدِ شہادت بُریر ابنِ خضیر ہمدانی، وہب بن عبد اللہ ابنِ خباب کلبیؓ نے حضرت امام حسین علیہ السّلام سے رخصتِ جہاد طلب کی۔ مادرِ وہب ہمراہ تھی، اس وقت مادرِ وہب نے کہا:

اے فرزند! اُٹھ اور ابنِ رسُول خدا کی نصرت ویاری کر۔ وہب نے کہا، میں ہرگز نصرتِ امام حسینؑ میں کوتاہی نہ کروں گا۔ اور بہ دِل وجان جو تم نے ارشاد کیا، اس پر عمل کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میدانِ کارزار میں آئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھے ؎

اِنْ تُنْکِرُوْنِیْ فَاَنَا ابْنُ کَلْبٍ ٭ سَوْفَ تَرَوْنِیْ وَتَرَوْنَ ضَرْبِیْ

وَحَمْلَتِیْ وَصَوْلَتِیْ فِی الْحَرْبِ ٭ اَدْرِکُ ثَارِیْ بَعْدَ ثَارِ صَحْبِیْ

وَاَدْفَعُ الْکَرْبَ اَمَامَ الْکَرْبِ ٭ لَیْسَ جِہَادِیْ فِی الْوَغَا بِاللَّعِبِ

یعنی اے اشقیائے کوفہ وشام! اگر تم نہیں جانتے میری شرافتِ حسب اور بزرگی نسب کو پس جانو کہ میں وہب ابن خباب کلبی ہوں، عنقریب دیکھوگے میری ضربِ شمشیر کو اور دیکھوگے میری صولت اور دلاوری کو، میدانِ جنگ میں کہ کیسا قصاص لیتا ہوں میں اپنے اور اپنے اصحاب کے خون کا جو تمہارے دستِ ظلم سے درجۂ شہادت کو پہونچے ہیں۔ میں دفع کرتا ہوں بلا کو قبل بلا کے۔ اور میرے جہاد کو کھیل نہ سمجھو۔ یہ کہہ کر حملہ کیا اور ایک گروہ کو طعمۂ تیغ آبدار کیا۔ پھر اپنی زوجہ اور مادرِ گرامی کے پاس آئے اور کہا: اے مادرِ مہربان! آپ مجھ سے راضی ہوئیں، اس زنِ خوش اعتقاد نے کہا:

اَے فرزندِ اَرجمند! میں اُس وقت تجھ سے راضی ہوں گی۔ جب تو نصرتِ امام حسینؑ میں مارا جائے گا۔ زوجۂ وہب نے کہا: وہب مجھ کو اپنا داغ نہ دکھا۔ ماں نے کہا: اَے پسر! ہرگز اس کی بات میں نہ آنا۔ بلکہ جا اور اپنی جان امام حسینؑ پر فدا کر۔ تاکہ وہ بروزِ قیامت خدائے عزّوجل کے روبرو تیرے شفیع ہوں پس وہ سعادت مند پھر میدانِ جنگ میں آیا اور رجز پڑھ کے خوب تلوار کے جوہر دکھائے۔ یہاں تک کہ اُنیس سوار اور بارہ پیادوں کو واصلِ جہنم کیا۔ آخر میں ان رُوسیاہوں نے اس شیرِ بیشۂ شجاعت کے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے۔ مادرِ وہب نے جب اپنے فرزند کا یہ حال دیکھا تو بے ساختہ عمودِ خیمہ (خیمہ کی بلّی) لے کر میدانِ جنگ کی طرف یہ پکارتی دوڑی: اَے وہب تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، ان اشقیاء سے جنگ کر اور حمایتِ اہلِ بیتِ اطہارِ رسولؐ میں آخر دم تک کوشش کر۔ وہب نے کہا: اَے مادر تم خیمہ کو پھر جاؤ۔ مادرِ وہب نے قبول نہ کیا، اور اپنے فرزند کا دامن پکڑ لیا، اور کہا: میں خیمہ میں نہ جاؤں گی اور تیرے ساتھ مروں گی۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے جب یہ حال دیکھا، فرمایا خدا تم دونوں کو جزائے خیر دے کہ تم نے نصرتِ اہلِ بیتِ رسالت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اَے زنِ صالحہ، خدا تجھ پر رحمت نازل کرے حکمِ امامؑ سے مجبور ہو کر مادرِ وہب واپس آگئی۔ اس کا بیٹا میدانِ کارزار میں سرگرم جہاد رہا۔ جب شربتِ شہادت نوش کیا تو زوجہ بیتابانہ دوڑی، اور اس کے منھ پر اپنا منھ رکھ دیا۔ خاک و خون پیشانیِ وہب سے پاک کرنے لگی، جب زنِ وہب پر شمر کی نظر پڑی، اس نے اپنے غلام کو حکم کیا، اس شقی نے ایک عمودِ آہنی اس مومنہ کے سر پہ ایسا مارا کہ اپنے شوہر سے ملحق ہوگئی۔ زوجۂ وہب وہ پہلی عورت ہے جو لشکرِ امام حسینؑ میں قتل کی گئی۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں نے ایک حدیث میں دیکھا ہے۔ وہب پہلے نصرانی تھا، اپنی ماں کے ہمراہ امام حسینؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا جب میدانِ جہاد میں گیا تو چوبیس پیادے اور بارہ سوار طعمۂ تیغِ آبدار کئے۔ جب شدّتِ زخمہائے کاری سے لڑنے کی طاقت نہ رہی تو اُسے دستگیر کر کے عمر سعد کے پاس لے گئے، عمر سعد نے کہا: تیرا حملہ کس قدر شدید ہے۔ اور پھر حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ کر لشکرِ حسینؑ کی طرف پھینک دو چنانچہ ان ظالموں نے وہب کا سر کاٹ کر امام حسینؑ کے لشکر کی طرف پھینک دیا۔ مادرِ وہب نے سرِ فرزند کو اٹھا کر گود میں لے لیا۔ بوسے دیئے۔ اور لشکرِ مخالف کی سمت دوبارہ پھینک دیا۔

اور ایک شقی کو اپنے فرزند کے سر کی ضرب سے ہلاک کیا۔ اور پھر عمود خیمہ لے کر خود بھی حملہ کیا، اور دو کافروں کو قتل کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا، اے مادر وہب واپس خیمہ میں آجا کیونکہ جہاد عورتوں پر ساقط ہے اور تو مع فرزند، جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، کی خدمت میں ہوگی، وہ زن صالحہ پھر آئی اور کہا کہ خداوندا میری امید کو قطع نہ کر حضرت نے فرمایا: اے مادر وہب خدا تجھے ناامید نہ کرے گا۔ بعد شہادت وہب ابن عبداللہ، عمرو بن خالد ازدی میدان کارزار کو روانہ ہوئے اور خود کو مخاطب کر کے یہ رجز پڑھتے تھے۔

شہادت عمرو بن خالد ازدی

إِلَيْكِ يَا نَفْسُ إِلَى الرَّحْمٰنِ ؛ فَأَبْشِرِي بِالرَّوْحِ وَالرَّيْحَانِ

اَلْيَوْمَ تُجْزَيْنَ عَلَى الْإِحْسَانِ ؛ قَدْ كَانَ مِنْكِ غَابِرَ الزَّمَانِ

مَا خُطَّ فِي اللَّوْحِ لَدَى الدَّيَّانِ ؛ لَا تَجْزَعِي فَكُلُّ حَيٍّ فَانِ

وَالصَّبْرُ أَحْظَى لَكِ بِالْأَمَانِ ؛ يَا مَعْشَرَ الْأَزْدِ بَنِي قَحْطَانِ

حاصل مضمون:۔ اے نفس خدائے رحمان کی طرف چل اور بشارت ہو تجھے ابدی راحت و آرام کی۔ آج کا دن وہ ہے، جس روز تو نیکی پر چل رہا ہے زمانہ گزشتہ میں جو کچھ تیری تقدیر میں خدائے عزوجل کے پاس مرقوم تھا، آج وہی ظاہر ہو رہا ہے۔ اور اے دل کی بے قراری اور بے صبری نہ کر اس لئے کہ ہر ذی حیات کو یہی راہ درپیش ہے۔ آگاہ ہو اے بنی ازد اور قحطان میں اپنے لئے امان پر مرگ کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس کے بعد سرگرم جہاد ہوئے۔ یہاں تک کہ گلوئے خشک اپنا شربت شہادت سے شیریں کیا۔

شہادت خالد ابن عمرو

ابن شہر آشوب نے کتاب "مناقب" میں لکھا ہے کہ عمر ابن خالد کے بعد انکے فرزند خالد ابن عمرو بقصد جہاد میدان کارزار میں گئے اور یہ رجز پڑھا

صَبْرًا عَلَى الْمَوْتِ بَنِي قَحْطَانِ ؛ كَيْ مَا تَكُونُوا فِي رِضَى الرَّحْمٰنِ

ذِي الْمَجْدِ وَالْعِزَّةِ وَالْبُرْهَانِ ؛ وَذِي الْعُلٰى وَالطَّوْلِ وَالْإِحْسَانِ

يَا أَبَتَا قَدْ صِرْتَ فِي الْجِنَانِ ؛ فِي قَصْرِ رَبٍّ حَسَنِ الْبُنْيَانِ

یعنی صبر کرو اے بنی قحطان موت پر۔ تاکہ حاصل کرو رضائے خدا کو جو صاحب عزت و بزرگی ہے۔ اور صاحب حجت اور علو مرتبت اور صاحب فضل و احسان ہے اے بابا! آپ جنت میں گئے اور اس کے قصرہائے بلند میں ساکن ہوئے۔

اس کے بعد سرگرم جہاد ہوئے، یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے، محمد بن

اُبی طالب نے لکھا ہے بعد شہادت خالد ابن عمرو سعد ابن حنظلہ تمیمی کافروں سے لڑنے کو نکلے اور اس مضمون کے اشعار پڑھے سے

شہادت سعد ابن حنظلہ

صَبَرُوا عَلَى الْأَسْيَافِ وَالْأَسِنَّةِ ؎ صَبَرُوا عَلَيْهَا لِدُخُولِ الْجَنَّةِ

وَحُوْرٍ عِيْنٍ نَاعِمَاتٍ هُنَّةِ ؎ لِمَنْ يُرِيْدُ الْفَوْزَ لَا بِالظِّنَّةِ

يَا نَفْسُ لِلرَّاحَةِ فَاجْهَدَنَّةِ ؎ وَفِي طِلَابِ الْخَيْرِ فَارْغَبَنَّةِ

یعنی میں نے زخم نیزہ و شمشیر پر صبر کیا "تاکہ جنت کی نعمات ابدی و آہو چشم و خوش ادا حوروں سے ہمکنار ہوں" یہ جزا ہے اس کی جو یقین کے ساتھ فائز المرام ہونا چاہتا ہے "اے میرے نفس! ابدی راحت کے لئے پوری کوشش کر اور حقیقی خیر حاصل کرنے کے لئے خوب رغبت کر" یہ کہہ کر حملہ کیا اور بہت سے منافقوں کو جہنم واصل کیا یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد عمیر ابن عبداللہ مذحجی میدانِ کارزار میں آئے اور یہ شعر رجز پڑھے

شہادت عمیر ابن عبداللہ

قَدْ عَلِمَتْ سَعْدٌ وَحَيُّ مَذْحِجِ ؎ إِنِّي لَدَى الْهَيْجَاءِ لَيْثٌ مُحْرَجٍ

أَعْلُو بِسَيْفِي هَامَةَ الْمُدَجَّجِ ؎ وَأَتْرُكُ الْقِرْنَ لَدَى التَّعَرُّجِ

فَرِيسَةَ الضَّبْعِ الْأَزَلِّ الْأَعْرَجِ

"یعنی قبیلہ سعد اور قبیلہ مذحج واقف ہیں کہ میں لڑائی کے وقت شیر غضب ناک ہوں، اور اس شخص کے سر پر اپنی تلوار بلند کرتا ہوں جو غرقِ سلاح اور شجاع ہو اور اپنے مقابل کی لاش کو بجوؤں کا طعمہ بنا کر چھوڑ دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر مشغول جہاد ہوئے، یہاں تک کہ مسلم ضبابی اور عبداللہ بجلی نے ان کو شہید کیا۔

عمیر ابن عبداللہ کی شہادت کے بعد مسلم ابن عوسجہ جو اکابر اصحاب جناب سید الشہداؑ سے تھے میدانِ نبرد میں آئے اور یہ رجز کے اشعار پڑھنے لگے سے

جنگ مسلم ابن عوسجہ

إِنْ تَسْأَلُوا عَنِّي فَإِنِّي ذُو لَبَدْ ؎ مِنْ فَرْعِ قَوْمٍ مِنْ ذُرَى بَنِي أَسَدْ

فَمَنْ بَغَانَا حَائِدٌ عَنِ الرَّشَدْ ؎ وَكَافِرٌ بِدِيْنِ الْجَبَّارِ الصَّمَدْ

یعنی اے اشقیاء کوفہ و شام میری شرافت حسب اور بزرگی نسب اگر دریافت کرو تو میں شیر بیشۂ شجاعت اور فرزندانِ اکابر قبیلہ بنی اسد سے ہوں، گمراہ و کافر ہے وہ شخص جو ہمارے خلاف علم بغاوت بلند کرے" پس رجز پڑھ کر مصروف جہاد ہوئے۔ اور ایک جماعت اشقیاء کو واصلِ جہنم کیا،

شیخ مفید اور صاحبِ مناقب نے روایت کی ہے کہ ان کے بعد نافع ابن ہلال بجلی، معرکۂ جہاد میں گئے اور یہ رجز پڑھا۔

أَنَا ابْنُ هِلَالِ الْبَجَلِيّ ❖ أَنَا عَلٰى دِيْنِ عَلِيّ ❖ وَدِيْنُهُ دِيْنُ النَّبِيّ

یعنی اے اہلِ کوفہ میں ہوں "نافع ابن ہلال بجلی" اور دین میرا دینِ علیؑ ہے اور دینِ علیؑ دینِ رسولؐ ہے۔ یہ رجز پڑھ کر خوب لڑے اور تھوڑی دیر میں بہت سے اشقیاء کو قتل کیا۔ اس وقت ایک ملعون قبیلہ بنی قطیعہ سے نکلا جس کا نام بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ، مزاحم ابنِ حریث تھا۔ یہ نافع ابن ہلال کے سامنے آیا، اور کہا میں دینِ عثمان پر ہوں۔ نافع بن ہلال نے کہا: اے ملعون! بلکہ تو دینِ شیطان پر ہے یہ کہہ کر اس شقی پر حملہ کیا اور اُسے واصلِ جہنم کیا۔ چونکہ ہر حملہ میں بہت سے اشقیاء فی النّار ہوتے تھے، اس سبب سے عمر ابن حجاج نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ اے احمقو! پہچانتے ہو کن لوگوں سے مقابلہ ہے۔ آگاہ ہو کہ یہ شجاعانِ عرب اور صاحبانِ بصیرت ہیں اور قتل ہونے کی پرواہ نہیں رکھتے۔ پس اگر ایک ایک تم میں سے ان کے مقابلہ کو جائے گا۔ تو باوجود قلت کے تم سب کو قتل کریں گے۔ پس مصلحت یہ ہے کہ ایک دفعہ حملہ کر کے تیر باراں کرو۔ اس شقی کی رائے عمرِ سعد نے پسند کی اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مل کر ایک بار حملہ کریں۔ اس وقت عمر ابنِ حجاج، لشکرِ حضرت امام حسینؑ کے سامنے آیا اور کہا: اے اہلِ کوفہ اپنے خلیفہ (یزید) کی اطاعت سے منہ نہ پھیرو۔ اور اپنی جمعیت کو متفرق نہ کرو، اور شک نہ کرو۔ اس شخص کے قتل میں جو دین سے نکل گیا۔ اور مخالفتِ امامؑ کرے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے پسرِ حجاج! آیا تو میرے قتل پر لوگوں کو اُبھارتا ہے۔ ہم دینِ خدا سے نکل گئے، اور تم دینِ خدا پر ثابت قدم ہو قسم بخدا تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کون دین سے نکل گیا اور لائق و مستحقِ آتشِ جہنم کون ہے، اس وقت عمر ابن حجاج نے اپنے لشکر کے ساتھ فرات کی جانب سے حضرت امام حسینؑ کے میمنہ پر حملہ کیا۔ تھوڑی دیر تلوار چلتی رہی۔ اس وقت مسلم ابن عوسجہ کثرتِ زخمہائے کاری سے زمین پر گرے۔ اور عمر ابن حجاج معہ لشکر پھر گیا۔ جب گرد و غبار میدانِ کارزار سے صاف ہوا تو اصحابؑ نے مسلم ابن عوسجہ کو خاک و خون میں پڑا دیکھا۔ بروایت محمد ابن ابی طالب موسوی، جب مسلم ابنِ عوسجہ زمین پر گرے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام، حبیب ابن مظاہر کو ہمراہ لے کر ان کے پاس تشریف لے گئے ہنوز رمق جان باقی تھی۔ امام حسینؑ نے فرمایا: اے

خروج نافع ابن ہلال بجلی

شہادت مسلم ابن عوسجہ

مُسلم ابنِ عوسجہ! خدا تم پر رحمت کرے تم شہادت پر فائز ہوئے اور جو کچھ تم پر واجب تھا بجا لائے
اب ہم بھی تمہارے بعد آتے ہیں۔ حبیب ابنِ مظاہر نے کہا "اے مُسلم ابنِ عوسجہ! تمہیں اِس
حال میں دیکھنا مجھ پر دُشوار ہے، بشارت ہو تم کو بہشت کی" مُسلم نے بہ صدائے ضعیف کہا
خدا تمہیں بخیر و خوبی بشارت دے۔ حبیب نے کہا "اگر میں بھی عنقریب تم سے ملنے والا نہ
ہوتا تو میں کہتا کہ جو چاہو مجھ سے وصیت کرو۔ مُسلم ابنِ عوسجہ نے کہا "میری وصیت یہ ہے، کہ
حضرت امام حسینؑ کی نصرت و یاری سے آخر وقت تک دستبردار نہ ہونا" اور اپنی جان
فِدا کرنا۔ یہ کہہ کر طائرِ روح نے آشیانۂ قدس کو پرواز کیا۔ اس وقت مسلم ابنِ عوسجہ کی
کنیز چلائی "یا سیّداہ یا بن عوسجاہ! جب اس کے رونے کی آواز لشکرِ عمرِ سعد میں پہونچی،
اشقیاء خوش ہو کر چلائے کہ ہم نے مسلم ابنِ عوسجہ کو مار ڈالا۔ شیث ابنِ ربعی نے کہا "تمہاری
مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں، تم لوگ اپنے بزرگوں کو قتل کرتے ہو" اور اپنی عزت کو ذِلّت
سے بدلتے ہو۔ یہ بزرگوار جس کے قتل پر خوش ہو رہے ہو۔ ان کا اِسلام و اہلِ اسلام پر بڑا حق
ہے۔ اور انھوں نے گزشتہ جنگوں میں بڑی پامردی سے جہاد کیا ہے۔ میں نے ان کو جنگِ
آذربائیجان میں دیکھا ہے کہ قبل اس کے کہ لشکرِ اسلام حملہ کرے، انھوں نے چھ نامردوں کو
مشرکین سے قتل کیا۔ اس کے بعد شمر نے مَیسرۂ لشکرِ حضرتِ امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ اسی وقت
اصحابِ امام حسینؑ سے صرف بتیس اشخاص باقی رہ گئے تھے۔ لیکن انھوں نے ثابت قدمی
سے لشکرِ مخالف پر حملہ کیا جس سے وہ نامرد بھاگ گئے۔ پھر اس وقت عمرِ سعد نے حصین
بن نمیر کو پانچسو تیر اندازوں کے ہمراہ شمر کی کمک کو بھیجا، اور آتشِ حرب شعلہ ور ہوئی یہاں
تک کہ وہ اشقیاء قریبِ امام حسینؑ و اصحاب پہونچ گئے اور تیروں کا مینھ برسانے لگے۔
اصحابِ امامؑ نے بہ سُرعت تمام ان کے گھوڑوں کو پے کرنا شروع کیا، اسی طرح ظہر تک لڑتے
رہے، چونکہ خیمہ ہائے اہلِ حرم قریب قریب تھے۔ دشمن دوسری طرف سے حملہ نہ کر سکتے تھے
اس لئے عمرِ سعد نے حکم دیا کہ سُرادقِ عصمت و طہارت کو گرا دو۔ تاکہ انھیں ہم گھیر لیں، جب
اشقیاء اس جرأت پر آمادہ ہوئے، اس وقت اصحابِ امام تین تین، چار چار کی ٹولیاں بنا کر
خیموں کے سامنے ڈٹ گئے اور جو خیمہ گرانے کا قصد کرتا تھا، اُس پر حملہ کرتے تھے اور نزدیک
سے تیر باراں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بہت سے اشقیاء کو جہنّم واصل کیا۔ عمرِ سعد نے جب
یہ حال دیکھا، تو حکم دیا کہ خیموں میں آگ لگا دو۔ امام حسینؑ نے اصحاب سے فرمایا، انھیں

خیموں کی حفاظت کے لیے اصحاب کی جاں نثاری۔

آگ لگانے دو۔ جب یہ آگ لگائیں گے تو ان کی راہ اس جانب سے بند ہو جائے گی۔ پس جیسا حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ شیث ابن ربعی نے عمرِ سعد سے آکر کہا "تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے" آیا تو حکم دیتا ہے کہ ہم زنانِ اہلِ بیت کے لوٹنے کا قصد کریں، وہ ملعون شرمندہ ہوا اور ایک ہی جانب سے جنگ جاری رہی۔ اسی اثنا میں اصحاب زہیر ابنِ قین نے اشقیاء پر حملہ کیا اور ابو عذرہ ضبابی کو جو اصحاب شمر سے تھا قتل کیا۔ اسی طرح پیہم اصحابِ امام حسینؑ جہاد کرتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔ اگر ایک شخص بھی لشکرِ امامؑ سے شہید ہوتا تھا، بہ سبب قلتِ لشکر معلوم ہو جاتا تھا۔ اور اگر لشکرِ ابن سعد سے دس اشقیاء بھی جہنّم واصل ہوتے تھے بسبب ان کی کثرت کے کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔

جب ابو ثمامہ صیداوی نے دیکھا اکثر اصحاب شہید ہو گئے اور طغیانی لشکرِ مخالف کی زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ امام حسینؑ کی خدمت میں آکر عرض کیا "یا ابن رسول اللہ! میں آپ پہ فدا ہوں، لشکرِ مخالف قریب آگیا ہے بخدا آرزو ہے کہ جان اپنی آپ پر نثار کروں۔ لیکن چاہتا ہوں کہ لقائے پروردگار سے مشرف ہوں درحالیکہ نمازِ ظہر آپ کے ہمراہ ادا کی ہو۔ یہ آخری نماز ہے۔ جب حضرتؑ نے نماز کا نام سنا تو ایک آہ سردِ دلِ پُر درد سے کھینچی اور سرِ مبارک جانبِ آسمان بلند کر کے فرمایا: ابو ثمامہ ذکرت الصّلوٰۃ جعلک اللہ من المصلّین الذّاکرین نعم ھذا اوّل وقتھا یعنی "اے ابو ثمامہ، تو نے نماز کو یاد کیا خدا تجھے نماز گزاروں میں محسوب کرے۔ یہ اوّل وقتِ نمازِ ظہر ہے۔"

اس کے بعد فرمایا: ان کافروں سے مہلت طلب کرو کہ ہم نمازِ ظہر بجالائیں۔ جب مہلت مانگی، حصین ابنِ نمیر نے کہا "تمہاری نماز قبول نہیں۔ حبیب ابنِ مظاہر نے کہا "اے غدّار تو گمان کرتا ہے کہ نماز فرزندِ رسولؐ کی قبول نہیں اور تجھ نابکار کی قبول ہے۔ حصین نے غصّہ ہو کر حبیب ابنِ مظاہر پر حملہ کر دیا۔ حبیب نے ایک تلوار اس کے گھوڑے کے منھ پر ماری وہ ملعون گھوڑے سے گر پڑا۔ حبیب نے چاہا قتل کر دیں لیکن اس کے اصحاب نے اُسکے گرد ہجوم کر کے چھڑا لیا۔ اس وقت حضرتؑ نے زہیر ابنِ قین اور سعید بن عبداللہ سے فرمایا تم دونوں آگے کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں نمازِ ظہر ادا کر لوں۔ پس وہ دونوں بہادر حضرتؑ کے سامنے ہو کر آگے کھڑے ہو گئے۔ تا آنکہ امام حسینؑ نے مع اصحاب بعنوان صلوٰۃ خوف نماز کو بہ جماعت ادا کیا، قریب آدھے اصحاب کے اس وقت موجود تھے اور ایک روایت میں وارد ہے کہ

شہادت حضرت سعید بن عبداللہ حنفی

سعید ابن عبداللہ حنفی، امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہوئے جو نیزہ و تیر لشکرِ مخالف سے امام حسینؑ کی جانب آتا تھا۔ اپنے بدن پر روک لیتے تھے، اور حضرت تک نہ جانے دیتے تھے یہاں تک کہ کثرت جراحت تیر و نیزہ سے زمین پر گر پڑے اور کہتے تھے خداوندا لعنت کر ان ظالموں پر مثل لعنت عاد و ثمود کے۔ خداوندا سلام میرا اپنے پیغمبرؐ کو پہونچا اور اس جناب کو آگاہ کر کہ میں نے کیا کیا رنج اُن کے فرزند کی نصرت میں پائے۔ خداوندا میں نے تیرے پیغمبرؐ کے فرزند کی نصرت کی، تو مجھے اپنی رحمت کا اُمیدوار کر۔ جب وہ سعادت مند درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اس وقت علاوہ زخمہائے نیزہ و شمشیر کے ان کے بدن سے تیرہ تیر نکلے۔

شہادت حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی

اس کے بعد عبدالرحمٰن ابن عبداللہ یزنی میدانِ کارزار میں آئے اور یہ اشعار رجزیہ پڑھے۔

اَنَا ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ مِنْ اٰلِ یَزَنْ ؂ دِیْنِیْ عَلٰی دِیْنِ حُسَیْنٍ وَّحَسَنْ

اَضْرِبُکُمْ ضَرْبَ فَتًی مِّنَ الْیَمَنْ ؂ اَرْجُوْبِذَاکَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْمُؤْتَمَنْ

یعنی اے قوم اشقیاء! میں عبدالرحمٰن ہوں، باپ میرا عبداللہ اولاد بنی یزن سے ہے اور دین میرا دینِ حسنؑ و حسینؑ ہے۔ قتل کروں گا میں تم کو اور وار میرا مانند جوانانِ اہلِ یمن کے ہیں اور بسبب تمہارے قتال کے خداوند کریم سے نصرت فرزندِ رسولِ خدا میں اُمیدِ نجات رکھتا ہوں" اسکے بعد حملہ کیا اور بہت سے اشقیاء کو واصلِ جہنم کیا، یہاں تک کہ شہید ہوئے۔

شہادت حضرت عمرو بن قرظہ

سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ان کے بعد عمرو بن قرظہ نے رخصتِ جہاد طلب کی، جب اجازت پائی میدان میں نکل کر آئے اور سرگرم جہاد ہوئے۔ یہانتک کہ بہت سے نامردوں کو اپنی شمشیر آتشبار کا طعمہ کیا۔ اور جو تلوار و نیزہ و تیر امام حسینؑ کی طرف آتا تھا اپنے بدن پر روکتے تھے تاکہ حضرت محفوظ رہیں۔ یہاں تک کہ کثرتِ زخمہائے کاری سے چور ہو گئے۔ امام حسینؑ کی خدمت میں آکر عرض کیا، یا ابن رسول اللہ! میں نے اپنے عہد پر وفا کی۔ فرمایا تو مجھ سے پہلے بہشت میں داخل ہوگا۔ پس رسولِ خدا کو میرا سلام پہنچا، میں بھی عنقریب تیرے بعد آتا ہوں۔ پس وہ بزرگوار پھر سرگرم قتال ہوئے یہاں تک کہ جان اپنی حضرت امام حسینؑ پر نثار کی۔ کتاب "مناقب" میں منقول ہے کہ عمرو بن قرظہ انصاری نے یہ اشعار رجز میں پڑھے ؎

قَدْ عَلِمَتْ کَتِیْبَۃُ الْاَنْصَارِیْ ؂ اَنْ سَوْفَ اَحْمِیْ حَوْزَۃَ الذِّمَارِ

ضَرْبَ غُلَامٍ غَیْرِ نِکْسٍ شَارِیْ ؂ دُوْنَ حُسَیْنٍ مُّہْجَتِیْ وَدَارِیْ

یعنی گروہ نصاریٰ جانتا ہے کہ میں حمایت کروں گا' ان لوگوں کی جنکی حمایت مجھ پر واجب ہے اور وار میرا خالی نہیں جاتا اور میں اپنی جان؛ اپنے گھر بار کو حسینؑ پر فدا کرتا ہوں۔

سیدابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے بعد شہادت عمرو بن قرظہ انصاری' جونؑ غلام ابوذر غفاری (جو غلام حبشی تھے) حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور رخصت جہاد مانگی۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے جون! پھر جا اور میرے ساتھ مبتلائے بلا نہ ہو کیونکہ تو بہ طلب عافیت ہمارے ساتھ آیا تھا۔ جون نے عرض کیا: یابن رسول اللہ! میں نے نعمت و خوش حالی میں آپ کے ساتھ بعیش و آرام بسر کی۔ بخوانِ نعمت کے کاسے لیتا رہا۔ اب وقتِ محنت و بلا ہے آپ سے جُدا ہو جاؤں۔ یابن رسول اللہ' آپ نہیں چاہتے کہ میں اس رنگِ سیاہ اور بوئے بد کے ساتھ شہید ہوں اور سفید رُو اور خوشبو ہو کر داخلِ بہشت ہوں؟ بخدا میں آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ اپنا سیاہ خون آپ کے پاکیزہ خون میں مخلوط نہ کر دوں۔ محمد ابن ابی طالب موسوی نے لکھا ہے جب جون نے رخصت جہاد پائی' مردانہ وار مقاتل اعداء کو گئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھنے لگے ؎

كَيْفَ تَرَى الْكُفَّارُ ضَرْبَ الْأَسْوَدِ ॥ بِالسَّيْفِ ضَرْبًا عَنْ بَنِيْ مُحَمَّدٍ

أَذُبُّ عَنْهُمْ بِاللِّسَانِ وَالْيَدِ ॥ أَرْجُوْ بِهِ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْمَوْرِدِ

یعنی کفار ایک غلام حبشی کی شمشیر زنی کو کیوں کر دیکھیں گے جو اولادِ محمدؐ کے دفاع میں ہو گی۔ اپنی زبان و شمشیر دونوں سے میں ان کی جانب سے دفاع کروں گا۔ اور بروزِ ستیز میں اس جنگ کے ذریعہ جنّت کا اُمّیدوار ہوں' یہ اشعار پڑھ کر دادِ مردانگی دی' یہاں تک کہ شہید ہوئے بعد شہادت حضرت امام حسینؑ ان کی لاش پر آئے اور فرمایا' خداوندا! اِس (جون) کا چہرہ نورانی کر دے' اس کے جسم کو خوشبودار بنا دے اور ہمراہ نیکوں کے محشور بھی کرے' نیز اس کو آلِ محمدؐ سے جدا بھی کرے۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے' کہ بعد شہادت جناب سیّد الشہداء' بنی اسد نے دیکھا کہ لاشِ جون سے بہ برکت دعاءِ امام مظلومؑ' بوئے مشک ساطع ہے۔ کتاب "مناقب" میں منقول ہے کہ جون غلام ابوذر غفاری یہ رجز پڑھتے تھے ؎ (شہادت جون (غلام ابوذر غفاری))

كَيْفَ يَرَى الْفُجَّارُ ضَرْبَ الْأَسْوَدِ ॥ بِالْمَشْرَفِيِّ الْقَاطِعِ الْمُهَنَّدِ

بِالسَّيْفِ صَلْتًا عَنْ بَنِيْ مُحَمَّدٍ ॥ أَذُبُّ عَنْهُمْ بِاللِّسَانِ وَالْيَدِ

اَتَرجُونَ بِذَاکَ الفَوزَ عِندَ المُوَرِّمِ ٭ مِنَ الاِلٰہِ الوَاحِدِ المُوَحَّدِ

اِذَا لَا شَفِیعَ عِندَہُ کَاَحمَدِ

(ترجمہ اس کا قریب بہ اوّل ہے)۔ سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ بعد شہادت مجمّع، عمر ابن خالد صیداوی، حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے، عرض کیا: یا اَبا عبداللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے اصحاب سے جا کر مِلوں اور میں نہیں چاہتا، زندہ رہوں، اور آپ کو بے مونس و مددگار اس قوم جفا کار کے دستِ ظلم سے شہید ہوتا دیکھوں حضرت نے اجازت دی، فرمایا ہم بھی ایک گھڑی بعد تم سے ملیں گے، جب اس سعادت مند نے رخصت پائی، جنگ گاہ میں آئے اور بعد مقابلہ بسیار شہدائے ابرار سے ملحق ہوئے۔

شہادت عمر ابن خالد صیداوی

ان کے بعد حنظلہ بن سعد شامی، خدمتِ امامِ عالیمقدار میں آ کر کھڑے ہوئے اور ان کافروں کی تلوار اور نیزہ کو اپنے مُنھ اور سینہ پر روکتے تھے اور بآواز بلند کہتے تھے۔

شہادت حنظلہ ابن سعد شامی

یاقوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل داب قوم نوحٍ وّعادٍ وثمود والذین من بعدھم وما اللہ یرید ظلماً للعباد یاقوم انّی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولون مدبرین مالکم من اللہ من عاصم یا قوم لاتقتلوا حسیناً فیسحتکم اللہ بعذاب وقد خاب من افتری۔

یعنی اے اشقیاءِ کوفہ و شام، میں ڈرتا ہوں تمہارے حال پر اس عذاب سے جو اُمّت ہائے گزشتہ پر نازل ہوئے، مانند عذاب قوم نوح اور عاد و ثمود کے اور وہ لوگ جو بعد ان کے تھے۔ اور خدا اپنے بندوں کے لئے ستم نہیں چاہتا۔ اے قوم میں ڈرتا ہوں، تم پر عذاب قیامت سے جس دن کہ تم مُنھ پھرا کر بھاگ رہے ہو گے اور عذابِ خدا سے تمہیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا، اے قوم الحسینؑ کو قتل نہ کرو، ورنہ خدا تم کو غارت کردے گا۔ نا اُمّید ہے وہ شخص جو خدا پر افترا کرے۔ کتاب "مناقب" میں روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اے پسر سعد، خدا تجھ پر رحمت کرے یہ لوگ مستوجب عذاب الٰہی ہوئے۔ جس وقت انھوں نے تیری نصیحت قبول نہ کی اور تجھے اور تیرے اصحاب کو دُشنام دیا۔ پس اب کیونکر عذاب دردناک کے مستوجب نہ ہوں گے۔ بزرگانِ دین اور تمہارے برادرانِ صالحین کو انھوں نے قتل کیا۔ حنظلہؓ نے عرض کیا میں آپ پر قربان، سچ ارشاد فرمایا: آپ مجھے اجازت دیجئے کہ بارگاہِ الٰہی میں پہونچوں اور اپنے بھائیوں سے جا کر مِلوں، فرمایا، جا کہ

تیرے لئے آخرت میں وہ چیز مہیا ہے جو دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جا اس مقام میں جہاں دَولتِ لازوال ہے۔ حنظلہ نے کہا: اَلسّلام علیک، اے فرزندِ رسُولِ خدا' آپ پر اور آپکے اہلِ بیت طاہرین پر درُود و سلام اور مجھے اور آپ کو بہشتِ جاوید میں خدا جمع کرے' امام حسینؑ نے آمین کہا اور اس سعادت مند نے دَریائے جنگ میں غوطہ لگایا۔ بعد مقاتلۂ بسیار اشقیاء نے اس بزرگوار پر حملہ کیا۔ پس درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

شہادت سوید بن عمرو

سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے کہ بعدِ شہادتِ حنظلہؓ، سوید بن عمرو ابنِ مطاع جو شرافتِ حسب اور کثرتِ نماز و عبادت میں مشہور و معروف تھے' مانندِ شیرِ نرمیدانِ نبرد میں آئے اور بہت لڑے اور دادِ مردانگی دی۔ یہاں تک کہ کثرتِ زخمہائے کاری سے طاقت لڑنے کی نہ رہی اور درمیانِ لاشہائے شہدا زخمی ہو کر گر پڑے؛ کیونکہ جسم شریف میں طاقتِ جہاد باقی نہ تھی' اسی حال سے پڑے تھے' جب سُنا کہ امام حسینؑ شہید ہو گئے اس وقت حملہ کیا اور ایک چھری اپنے موزے سے نکال کر جہاد کیا یہانتک شہید ہو گئے۔ صاحبؒ "مناقب" فرماتے ہیں کہ بعد شہادتِ سویدؒ، یحییٰ بن سلیم مازنی معرکۂ جہاد میں آئے اور یہ رجز پڑھتے تھے؎

شہادت یحییٰ بن سلیم

لَاَضْرِبَنَّ الْقَوْمَ ضَرْبًا فَیْصَلًا ✤ ضَرْبًا شَدِیْدًا فِی الْعَدَاۃِ مُعَجَّلًا
لَا عَاجِزًا فِیْهَا وَلَا مُوَلْوِلًا ✤ وَلَا اَخَافُ الْیَوْمَ مَوْتًا مُقْبِلًا
لٰکِنَّنِیْ کَاللَّیْثِ اَحْمِیْ اَشْبُلًا

یعنی قتل کروں گا میں اس قوم کو اس ضرب سے جو فارقِ حق و باطل ہو گی۔ ایسی ضرب جو کاری و تیز ہو گی۔ آج کے دن میں خوف نہیں کرتا اس مرگ سے جو پیش آنے والی ہے اور میں مانندِ شیر فرزندانِ شیرِ خدا کی حمایت کرتا ہوں"۔ اس کے بعد حملہ کیا اور بہت لڑے۔ یہاں تک کہ سرائے فانی سے بہشتِ جاودانی کو سدھارے۔ اِن کے بعد قرہ بن ابی قرہ غفاری نے قدمِ اخلاص میدانِ شہادت میں رکھا اور اس مضمون کا رجز پڑھا؎

شہادت قرہ بن ابی قرہ غفاری

قَدْ عَلِمَتْ حَقًّا بَنُوْ غِفَارٖ ✤ وَخِنْدِفٌ بَعْدَ بَنِیْ نِزَارٖ
بِاَنَّنِی اللَّیْثُ لَدَی الْغِیَارٖ ✤ لَاَضْرِبَنَّ مَعْشَرَ الْفُجَّارٖ
بِکُلِّ عَضْبٍ ذَکَرٍ بَتَّارٖ ✤ ضَرْبًا وَجِیْعًا عَنْ بَنِی الْاَخْیَارٖ
رَهْطِ النَّبِیِّ سَادَۃِ الْاَبْرَارٖ

یعنی تمام بنو غفار و خندف و بنی نزار خوب جانتے پہچانتے ہیں کہ میں بوقت حمیت و غیرت شیر نر ہوں۔ میں گروہ فاسقین کو اپنی تلوار آبدار سے بڑی کاری ضرب لگاؤں گا جو اولاد اخیار و سادات ابرار کی اولاد کی حمایت میں ہوگی۔" اس کے بعد حملہ کیا اور جنگ کر کے شربت شہادت نوش کیا۔

شہادت مالک بن انس

ان کے بعد مالک بن انس مالکی میدان جہاد میں برآمد ہوئے اور اس مضمون کا رجز پڑھا

قَدْ عَلِمَتْ مَالِكُ وَالدُّوْدَانِ ؎ وَالْخِنْدِفِيُّوْنَ وَقَيْسُ عَيْلَانِ

بِاَنَّ قَوْمِيْ آفَةُ الْاَقْرَانِ ؎ لَدَى الْوَغَا وَسَادَةُ الْفُرْسَانِ

مُبَاشِرُو الْمَوْتِ بِطَعْنٍ آنِ ؎ لَسْنَا نَرَى الْعَجْزَ عَنِ الطِّعَانِ

آلُ عَلِيٍّ شِيْعَةُ الرَّحْمٰنِ ؎ آلُ زِيَادٍ شِيْعَةُ الشَّيْطَانِ

یعنی بہ تحقیق کہ خوب جانتے ہیں قبیلۂ مالک اور دودان اور خندف اور قبیلۂ قیس غیلان، کہ میری قوم اپنی بہادری کی وجہ سے حریف کے لئے آفت ہے۔ اور وہ سردار ہیں سواروں کے ہم موت سے بہ ضرب نیزہ ہائے تند و تیز ملاقات کرتے ہیں۔ عاجز نہیں ہیں نیزہ بازی سے، گواہی دیتا ہوں کہ ہم علیؑ والے مطیع اور پیروان خدا وند رحمٰن ہیں اور زیاد والے پیروان شیطان ہیں۔" اس کے بعد حملہ کیا۔ اور داد مردانگی و شجاعت دی یہاں تک کہ درجۂ رفیعۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ "ابن بابویہؒ" نے روایت کی ہے کہ اس بزرگوار کا اسم مبارک انس بن حارث کاہلی تھا۔ "کتاب" "مناقب" میں مذکور ہے ان کے بعد عمرو بن مطاع جعفی میدان نبرد میں گئے اور اس مضمون کا رجز پڑھا

شہادت عمرو بن مطاع جعفی

اَنَا ابْنُ جُعْفٍ وَاَبِیْ مُطَاعُ ؎ وَفِیْ یَمِیْنِیْ مُرْهَفٌ قَطَّاعُ

وَاَسْمَرٌ فِیْ رَاْسِهٖ لَمَّاعُ ؎ یُرٰی لَهٗ مِنْ ضَوْئِهٖ شُعَاعُ

اَلْیَوْمَ قَدْ طَابَ لَنَا الْقِرَاعُ ؎ دُوْنَ حُسَیْنِ الضَّرْبِ وَالسِّطَاعُ

یُرْجٰی بِذَاكَ الْفَوْزُ وَالدِّفَاعُ ؎ عَنْ حَرِّ نَارٍ حِیْنَ لَا انْتِفَاعُ

یعنی میں قبیلۂ جعفی سے ہوں، اور میرا باپ مطاع ہے، میرے داہنے ہاتھ میں تیزی کاٹنے والی تلوار ہے، دوسرے ہاتھ گندم گوں نیزہ ہے جس کی انی چمک رہی ہے۔ جس سے شعاع نکل رہی ہے، آج امام حسینؑ کی نصرت میں ہم کو جنگ کر کے غبار اڑانا اچھا لگتا ہے جس سے کامرانی اور اس روز آتش جہنم سے بچنے کی امید کی جاتی ہے جس روز کوئی فائدہ

شہادت حجاج بن مسروق

پہونچانے والا نہیں ہوگا" یہ کہہ کر حملہ کیا اور شربتِ شہادت نوش کیا۔ محمد ابنِ ابی طالب موسوی اور ابنِ کثیر اور صاحبِ "مناقب" نے روایت کی ہے کہ بعد شہادت عمرو ابن مطاع جعفی، حجاج بن مسروق، موذنِ امام حسینؑ، جہاد کے لئے میدانِ کارزار میں گئے اور اس مضمون کے شعر پڑھتے تھے ؎

أَقْدِمْ حُسَيْنًا هَادِيًا مَهْدِيًّا ؎ أَلْيَوْمَ تَلْقَى جَدَّكَ النَّبِيَّا

ثُمَّ أَبَاكَ ذَا النَّدَى عَلِيًّا ؎ ذَاكَ الَّذِي نَعْرِفُهُ وَصِيًّا

وَالْحَسَنَ الْخَيْرَ الرَّضِيَّ الْوَلِيَّا ؎ وَذَا الْجَنَاحَيْنِ الْفَتَى الْكَمِيَّا

وَأَسَدَ اللهِ الشَّهِيدَ الْحَيَّا

یعنی آج میں حسینؑ کے آگے اپنی جان نثار کروں گا، آج میں آپ کے جدِ نبیؐ سے ملاقات کروں گا۔ بعد ازاں صاحب جود و سخا حضرت علیؑ سے ملوں گا جن کو میں وصی جانتا ہوں اور حسن خوش خصال وصی و ولی سے پھر بطل شجاع و مسلح جعفر طیار پھر شیرِ خدا (حمزہؓ) شہید زندہ سے ملاقات کروں گا" اس کے بعد حملہ کیا اور دادِ مردانگی و شجاعت دی، یہانتک کہ جامِ شہادت نوش کیا۔ اِن کے بعد زہیر ابنِ قین، میدانِ کارزار کو روانہ ہوئے آپ اس مضمون کا رجز پڑھتے تھے ؎

شہادت زہیر ابن قین

أَنَا زُهَيْرٌ وَأَنَا ابْنُ الْقَيْنِ ؎ أَذُودُكُمْ بِالسَّيْفِ عَنْ حُسَيْنِ

إِنَّ حُسَيْنًا أَحَدُ السِّبْطَيْنِ ؎ مِنْ عِتْرَةِ الْبَرِّ التَّقِيِّ الزَّيْنِ

ذَاكَ رَسُولُ اللهِ غَيْرُ الْمَيْنِ ؎ أَضْرِبُكُمْ وَلَا أَرَى مِنْ شَيْنِ

يَا لَيْتَ نَفْسِي قُسِّمَتْ قِسْمَيْنِ

یعنی میں زہیر قینؑ کا فرزند ہوں۔ اپنی تلوار کے ذریعہ حسینؑ سے دفاع کروں گا۔ امام حسینؑ رسولِ خدا کے دو مشہور نواسوں میں سے ایک ہیں اور نبیؐ خوش خصال و خوش جمال و تقی کی عترت ہیں۔ وہ اللہ کا رسولِ برحق ہے۔ میں تم کو تلوار لگانا کوئی برائی نہیں سمجھتا۔ کاش کہ میں نصرت فرزندِ رسولؐ میں ایک کے بجائے دو ہوتا تو امام حسینؑ کی دو بار مدد کرتا" اس کے بعد بہ روایت محمد ابن ابی طالب، زہیر بن قین نے ایک سو بیس اشقیاء کو قتل کیا، یہاں تک کہ ضربت کثیر ابن عبداللہ شعبی اور مہاجرین اوس تمیمی سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس وقت امام حسینؑ نے فرمایا: اے زہیر! خداوند تعالیٰ تجھے اپنی رحمت سے

جدا نہ کرے، تیرے قاتلوں کو مثل عذاب مسوخات خوک و میمون معذّب کرے۔

شہادت سعید ابن عبداللہ

شہادتِ زہیر ابن قین کے بعد بروایتے سعید ابن عبداللہ حنفی جہاد کو گئے، آپ اس مضمون کا رجز پڑھتے تھے ؎

اُقْدِمْ حُسَیْنَ الْیَوْمَ تَلْقَیٰ اَحْمَدَا ؏ وَشَیْخُکَ الْخَیْرَ عَلِیًّا ذَا النَّدَا
وَحَسَنًا کَالْبَدْرِ وَافِی الْاَسْعَدَا ؏ وَعَمَّکَ الْقَوْمَ الْہُمَامَ الْاَرْشَدَا
حَمْزَۃَ اللَّیْثَ یُدْعَیٰ اَسَدَا ؏ وَذَا الْجَنَاحَیْنِ تَبَوَّاَ مَقْعَدَا
فِیْ جَنَّۃِ الْفِرْدَوْسِ یَعْلُوْصَعَدَا

یعنی آج تو حسینؑ کے آگے اپنی جان فدا کرتا کہ محمد مصطفےٰؐ اور علیؑ مرتضیٰ صاحبِ جود و سخا اور ماہِ تمام حسنِ مجتبیٰؑ اور حمزہ شیرِ خدا، اور جعفرِ طیار کے پاس جنّتِ فردوس میں پہونچے اسکے بعد دریائے حرب میں درآئے اور جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ ان کے بعد حبیب ابن مظاہر اسدی نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا اور اس مضمون کے اشعار پڑھے ؎

شہادت حبیب ابن مظاہر اسدی

اَنَا حَبِیْبٌ وَّاَبِیْ مُظَہَّرُ ؏ فَارِسُ ہَیْجَاءٍ وَّحَرْبٍ تَسْعَرُ
وَاَنْتُمْ عِنْدَ الْعَدِیْدِ اَکْثَرُ ؏ وَنَحْنُ اَعْلیٰ حُجَّۃً وَّاَظْہَرُ
وَاَنْتُمْ عِنْدَ الْوَفَاءِ اَغْدَرُ ؏ وَنَحْنُ اَوْفیٰ مِنْکُمْ وَاَصْبَرُ
حَقًّا وَّاَنْمیٰ مِنْکُمْ وَاَعْذَرُ

یعنی اے قوم میں حبیب ابن مظاہر، فارسِ میدانِ حرب و جنگ ہوں۔ ہر چند تم شمار میں زیادہ ہو مگر حجّت و برہان ہمارا تم پر غالب اور ظاہر ہے اور تم سخت بے وفا ہو۔ اور ہم صابر و وفادار اور بہتر و افضل ہیں، اور حجّت اور عذر ہمارا تم پر غالب ہے۔ اس کے بعد خوب لڑے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے ؎

اُقْسِمُ لَوْ کُنَّا لَکُمْ اَعْدَادًا ؏ اَوْ شَطْرَکُمْ وَلَّیْتُمُ الْاَکْتَادَا
یَا شَرَّ قَوْمٍ حَسَبًا وَّ اٰدًا ؏ وَشَرَّہُمْ قَدْ عَلِمُوْا اَنْکَادَا

یعنی قسم کھاتا ہوں میں اگر ہم شمار میں تمہارے برابر ہوتے تو تمہارا منھ پھیر دیتے۔ اے بدترین اقوام از روئے حسب و نسب جو کسی کے مقابلہ پر آئے ہو۔" اس وقت قبیلۂ تمیم کے ایک شقی نے ایک نیزہ مارا حبیب ابن مظاہر نے چاہا سنبھل کر کھڑے ہوں، ناگاہ حصین بن نمیر نے بھی ایک تلوار سر پر ماری جس سے حبیب زمین پر گرے اور تمیمی نے اپنے گھوڑے سے اتر کر

ان کا سر مطہر بدن سے جدا کیا' پس حضرت امام حسین علیہ السلام' قتل حبیب ابن مظاہر سے شکستہ خاطر ہوئے' فرمایا: میں اپنی جان اور اصحاب کی جان خدا کے سپرد کرتا ہوں - ان کے اجر کا خدا سے طالب ہوں' بعض روایات میں آیا ہے' بدیل بن صریم نے حبیب ابن مظاہر کو شہید کیا' اور ان کا سرِ اقدس اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا - جب وہ ملعون مکہ معظمہ پہونچا' پسر حبیب ابن مظاہر نے جو ابھی حدِ بلوغ کو نہ پہونچا تھا - اس شقی کا سر نجس کاٹ کر پھینک دیا اور اپنے پدر بزرگوار کا سرِ اقدس اس سے لے لیا - بہ روایت محمد ابنِ ابی طالب' حبیب ابن مظاہر نے باسٹھ اشقیا کو جہنم واصل کیا' یہاں تک کہ حصین ابن نمیر نے انھیں شہید کیا' اور سرِ مبارک ان کا اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا -

شہادت ہلال ابن نافع

ان کے بعد ہلال ابنِ نافع بجلیؒ رجز خواں میدانِ کارزار میں نکلے اور کئی شعر اپنی تیر اندازی کے متعلق پڑھے اور جب تک تیر ان کے ترکش میں رہے مخالفوں کی طرف پھینکا کئے - جب ترکش خالی ہو گیا - اس وقت ہاتھ اپنا قبضۂ شمشیر پر رکھا' اور اس مضمون کا رجز پڑھا ؎

أَنَا الْغُلَامُ الْيَمَنِيُّ الْبَجَلِيُّ ؎ دِيْنِيْ عَلٰى دِيْنِ حُسَيْنٍ وَعَلِيٍّ

إِنْ أُقْتَلِ الْيَوْمَ فَهٰذَا أَمَلِيْ ؎ فَذَاكَ رَأْيِيْ وَأُلَاقِيْ عَمَلِيْ

یعنی اے قوم میں فرزند بجلی ہوں - اور میرا دین علیؑ اور حسینؑ ابن علیؑ کا دین ہے - اور اگر آج میں مارا جاؤں تو عین آرزو ہے - کیونکہ ملاقات کروں گا' میں اپنے اعمالِ خیر سے '' یہ کہہ کر میدانِ حرب میں آئے اور تیرہ نامردوں کو واصلِ جہنم کیا - اسوقت اشقیاء نے دونوں بازو ان کے توڑ ڈالے اور دستگیر کر کے ابنِ سعد کے پاس لے گئے شمر ملعون نے انھیں شہید کیا -

شہادت فرزند مسلم بن عوسجہ

ہلال ابنِ نافع کی شہادت کے بعد ایک نوجوان[1] جس کا باپ معرکۂ قتال میں شہید ہو چکا تھا اور ماں اس کی ہمراہ تھی بقصدِ جہاد نکلا - اس کی ماں اس کو جہاد کی ترغیب کرتی تھی - حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ابھی یہ نوجوان ہے اور باپ اسکا مارا

[1] بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم بن عوسجہ کا فرزند تھا - ج - ز ۱۲

گیا ہے مبادا اس کی ماں اس کے خروج پر راضی نہ ہو۔ اس سعادت مند نے کہا: یا ابن رسول اللہ! میری ماں ہی نے مجھے حکم کیا ہے اور ان کافروں سے لڑنے کو بھیجا ہے۔ یہ کہکر میدانِ کارزار میں آیا اور ان اشعار کو پڑھا ؎

أَمِيْرِيْ حُسَيْنٌ وَنِعْمَ الْأَمِيْرُ ؛ سُرُوْرُ فُؤَادِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ
عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالِدَاهُ ؛ فَهَلْ تَعْلَمُوْنَ لَهُ مِنْ نَظِيْرٍ
لَهُ طَلْعَةٌ مِثْلُ شَمْسِ الضُّحٰى ؛ لَهُ غُرَّةٌ مِثْلُ بَدْرٍ مُنِيْرٍ

یعنی میرا امیر حسینؑ ہے اور کیا اچھا امیر ہے وہ نبی بشیر و نذیر کے دل کا سرور ہے علی و فاطمہ اس کے والدین ہیں کیا تمہارے علم میں اس کا کوئی نظیر ہے۔ اس کے چہرے پر ایسا نور ہے جیسے آفتاب دوپہر' اور ایسی ضیا ہے جیسے ماہتاب درخشاں" یہ رجز پڑھ کے خوب لڑے یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور سر انور ظالموں نے لشکرِ حضرت میں پھینکدیا' ان کی ماں نے اپنے فرزند کا سر اٹھالیا اور کہا: خوشا حال تیرا اے میرے فرزند' اے میرے دل کا سرور' اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک' تو نے اپنی جان فرزندِ رسول پر نثار کی۔ یہ کہہ کر اپنے بیٹے کا سر لشکرِ مخالف میں پھینکدیا' اور ایک ملعون کو اسکی ضرب سے ہلاک کردیا۔ اور عمودِ خیمہ اٹھاکر لشکرِ مخالف پر حملہ کیا اور یہ اشعار پڑھتی تھی ؎

أَنَا عَجُوْزٌ سَيِّدِيْ ضَعِيْفَةٌ ؛ خَاوِيَةٌ بَالِيَةٌ نَحِيْفَةٌ
أَضْرِبُكُمْ بِضَرْبَةٍ عَنِيْفَةٍ ؛ دُوْنَ بَنِيْ فَاطِمَةَ الشَّرِيْفَةِ

یعنی میں زنِ کہن سال ہوں' جسم میرا اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف و ناتوان ہے' لیکن اے اشقیاء میں تمہیں بہ ضربِ شدید قتل کروں گی' اور حمایت کروں گی' فرزند فاطمہ کی" یہ کہہ کر اس ضعیفہ نے مقاتلہ کیا۔ یہاں تک کہ دو شخصوں کو خاک پر گرایا' اسوقت امام حسینؑ نے اصحاب سے فرمایا' اس زنِ نیک اعتقاد کو پھیر لاؤ اور حضرت نے اس ضعیفہ کے حق میں دعا کی۔ "مناقب" میں روایت ہے کہ ان کے بعد جنادہ بن حرب انصاری جہاد کو گئے اور اس مضمون کا رجز پڑھا ؎

شہادت جنادہ ابن حرب

أَنَا جُنَادٌ وَأَنَا ابْنُ الْحَارِثِ ؛ لَسْتُ بِخَوَّارٍ وَلَا بِنَاكِثٍ
عَنْ بَيْعَتِيْ حَتّٰى يَرِثَنِيْ وَارِثٌ ؛ اَلْيَوْمَ شِلْوِيْ فِي الصَّعِيْدِ مَاكِثٌ

یعنی اے اشقیاءِ کوفہ و شام' میں جنادہ بن حرب ہوں' اور جب تک زندہ ہوں بیعت شکن

نہیں ہوں اور آج دادِ مردانگی دُونگا - اور بدن میرا خاک و خون میں غلطاں ہوگا" یہ کہکر حملہ کیا اور بعد مقاتلۂ بسیار شہادت پر فائز ہوئے - ان کے بعد عمر ابنِ جنادہ معرکۂ کارزار میں گئے اور یہ رجز پڑھا ؎

شہادت عمر ابن جنادہ

أَضِقِ الْخِنَاقَ مِنَ ابْنِ هِنْدٍ ؎ وَارْمِهِ مِنْ عَامِهِ بِفَوَارِسِ الْأَنْصَارِ
وَمُهَاجِرِينَ مُخَضِّبِينَ رِمَاحَهُمْ ؎ تَحْتَ الْعَجَاجَةِ مِنْ دَمِ الْكُفَّارِ
خُضِبَتْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ؎ فَالْيَوْمَ تُخْضَبُ مِنْ دِمَاءِ أَرَاذِلٍ
وَرَفَضُوا الْقُرْآنَ لِنُصْرَةِ الْأَشْرَارِ ؎ طَلَبُوا بِثَارِهِمْ بِبَدْرٍ إِذْ أَتَوْا
بِالْمُرْهَفَاتِ وَبِالْقَنَا الْخَطَّارِ ؎ وَاللهِ رَبِّي لَا أَزَالُ مُضَارِبًا
فِي الْفَاسِقِينَ بِمُرْهَفٍ بَتَّارٍ ؎ هٰذَا عَلَى الْأَزْدِيِّ حَقٌّ وَاجِبٌ
فِي كُلِّ يَوْمٍ تَعَانُقٍ وَكِرَارٍ

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ میں آج پسرِ ہند کا ناطقہ بند کردُوں گا' اور لشکرِ انصار کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوں گا - اور ایسے مہاجرین کو لے کر حملہ آور ہوں گا جن کے نیزے گرد و غبار کے نیچے کافروں کے خون سے رنگین ہیں' وہ اس سے پہلے زمانۂ نبیؐ میں بھی کافروں کے خون سے رنگین رہ چکے ہیں - اور آج ان ذلیلوں کے خون سے رنگین ہوں گے - یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے شریروں کی نُصرت کی خاطر قرآن کو چھوڑ دیا ہے اور اپنے بدر کے کُشتوں کا بدلہ لینے کو تلواروں اور نیزوں سے مسلّح ہو کر جمع ہوئے ہیں - خدا کی قسم میں بھی اپنی تیغِ برّاں سے ان لوگوں سے جہاد کئے جاؤں گا - کیونکہ تلواروں سے گلے ملنا اور بڑھ بڑھ کر حملے کرنا مجھ پر حقِ واجب ہے" یہ اشعار پڑھ کر دادِ مردانگی دی' یہانتک کہ شرفِ شہادت پر فائز ہوئے - ان کے بعد عبدالرحمٰن بن عروہ معرکۂ قتال میں گئے اور یہ رجز پڑھا ؎

شہادت عبدالرحمٰن بن عروہ

قَدْ عَلِمَتْ حَقًّا بَنُو غِفَارٍ ؎ وَخِنْدِفٌ بَعْدَ بَنِي نِزَارٍ
لَنَضْرِبَنَّ مَعْشَرَ الْفُجَّارِ ؎ بِكُلِّ عَضْبٍ ذَكَرٍ بَتَّارٍ
يَا قَوْمِ ذُودُوا عَنْ بَنِي الْأَخْيَارِ ؎ بِالْمَشْرَفِيِّ وَالْقَنَا الْخَطَّارِ

بہ تحقیق کہ خوب جانتے ہیں بنی غفار اور قبیلۂ خندف اور بنی نزار کہ میں قتل کرونگا' فجّار کو اپنی تلوار آبدار کے وار سے اے میری قوم! دُور کرو شرِ دشمن بہ شمشیر و نیزہ آولادِ رسُول سے

پس بعد مقاتلہ شدید شربتِ شہادت نوش کیا۔

اِس کے بعد عابس بن شبیب شاکری نے شوذب غلام سے کہا: تُو کیا قصد رکھتا ہے، شوذب نے کہا، میں دشمنانِ امام حسینؑ سے لڑوں گا، یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ عابس نے کہا: میں بھی تم سے یہی گمان رکھتا ہوں۔ پس جب تو ایسی سعادت پر آمادہ ہے تو حضرتؑ کے پاس جاکر رخصتِ جہاد طلب کر اور عہد اپنا وفا کر اور سفرِ آخرت پر آمادہ ہو۔ تاکہ اصحابِ امام حسینؑ سے محسوب ہو۔ اِس لئے کہ آج وہ دِن ہے کہ حتی المقدور، تحصیل اجرِ آخرت میں پوری کوشش و جدّ و جہد کرنا لازم ہے، اور آج کے بعد پھر آئندہ کوئی دِن ایسا ہاتھ نہ آئے گا اور حساب روزِ جزا درپیش ہے۔ پس عابس بن شبیب بہ قدم اخلاص و یقین، امامِ مبین کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! قسم خدا کی آج روئے زمین پر کوئی شخص آپ سے زیادہ عزیز اور محبوب نہیں ہے۔ اگر جان سے بہتر کوئی چیز میرے پاس ہوتی اور آپ کو شرِ دشمن سے بچا سکتا تو اُس کو بھی آپ پر نثار کرتا۔ میں آپ پر سلام کرتا ہوں، گواہ رہیئے کہ میں آپ کے اور آپ کے پدرِ بزرگوار کے طریقے پر ہوں۔" یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچی اور شیر کی طرح سے لشکرِ مخالف پر حملہ آور ہوئے۔ ربیع ابنِ تمیم کہتا ہے، جب میں نے عابس ابنِ شبیب کو دیکھا کہ با شمشیر برہنہ، خشمناک، جانبِ لشکر آتا ہے۔ میں نے ان کو پہچانا، کیونکہ میں نے کئی بار اُن کی شجاعت کو معرکوں میں دیکھا تھا۔ اِس لئے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اَیُّہَا النَّاس! یہ پسرِ شبیب، شیرِ بیشۂ شجاعت تمہاری طرف آتا ہے، کوئی اس کے سامنے نہ جائے۔ ہرچند عابسؑ نے مبارز طلبی کی پر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ جب عمر سعد نے دیکھا کوئی ہمت نہیں کرتا، تو بآوازِ بلند کہا، ہر طرف سے سنگ باراں کرو۔ جب عابسؑ نے ان بے حیاؤں کی یہ نامردی دیکھی آمادۂ مرگ ہوئے۔ اور خود و زرہ اُتار کر مثلِ شیرِ ژیاں، تنِ عُریاں ان روباہ صفتوں پر حملہ آور ہوئے۔ ربیع ابنِ تمیم کہتا ہے قسم بخدا، دیکھا میں نے کہ جس طرف وہ حملہ کرتے تھے، دو سَو سے زیادہ کا غول ان کے سامنے بھاگتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ان نامردوں نے پتھروں سے ان کا بدن مجروح کر دیا۔ آخر میں یہ گھوڑے سے گر پڑے، چاروں طرف سے دشمنوں نے نرغہ کر لیا اور آپ کا سَر تن سے جدا کیا۔ راوی کہتا ہے، میں نے دیکھا کہ کئی آدمیوں کے ہاتھ میں ان کا سَر تھا جس پر وہ نزاع کرتے تھے، ہر ایک یہ کہتا تھا کہ عابسؑ کو میں نے

شہادت عابس ابن شبیب شاکری و شوذب غلام عابس شاکری

وفا کی شان

قتل کیا ہے۔ عمرِ سعد نے جواب دیا، تمام لشکر نے مِل کر مارا ہے۔

ان کے بعد عبداللہ اور عبدالرحمٰن غِفاری، جناب سیّد الشہداء علیہ السلام کی خدمت میں آئے، عرض کیا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ، ہم آپ کی خدمت میں آئے ہیں تاکہ اپنی جان آپ پر فدا کریں، حضرت نے فرمایا: مرحبا، قریب آؤ اور مُہیّائے شہادت ہو۔ پس وہ دونوں بزرگوار امام حسینؑ کے قریب آئے اور اشکِ حسرت آنکھوں سے برسائے۔ حضرت نے فرمایا: اے فرزندانِ برادر تمہارے رونے کا سبب کیا ہے؟ قسم بخدا مجھے اُمید ہے کہ ایک ساعت کے بعد تمہاری آنکھیں روشن اور تمہارے دِل خوش ہوں گے۔ انھوں نے عرض کیا ہم آپ پر فدا ہوں، ہم اپنے حال پر نہیں روتے ہیں بلکہ اس لئے روتے ہیں کہ مخالفوں نے ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم اشقیاء کو آپ سے دفع نہیں کر سکتے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اے فرزندو! خدا تمہیں اس اندوہ و ملال پر جزائے خیر دے۔ پھر ان دونوں نے حضرت کو وداع کیا، اور عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ! حضرت امام حسینؑ نے جواب میں فرمایا: عَلَیْکُمَا السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ پس وہ دونوں جوان مانندِ شیرِ ژیاں میدانِ کارزار میں گئے اور بعد جنگِ عظیم خِلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

شہادت عبداللہ و عبدالرحمٰن غفاری

اِن کے بعد امامِ عالی مقام کا ترکی غلام جو کہ نہایت متقی، پرہیزگار، اور قاریِ قرآن تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے رخصت لے کر مثلِ شیرِ نیستاں لشکرِ مخالف پر جھپٹا اور اس مضمون کا رجز پڑھتا تھا ؎

اَلْبَحْرُ مِنْ طَعْنِیْ وَضَرْبِیْ یَصْطَلِیْ ؎ وَالْجَوُّ مِنْ سَھْمِیْ وَنَبْلِیْ یَمْتَلِیْ
اِذَا حُسَامِیْ فِیْ یَمِیْنِیْ یَنْجَلِیْ ؎ یَنْشَقُّ قَلْبُ الْحَاسِدِ الْمُبَجَّلِیْ

یعنی اے اشقیائے کوفہ و شام! آگاہ ہو کہ میری حرارتِ شمشیر سے سمندر بھی جلنے لگتے ہیں۔ اور میری تیر اندازی سے فضائیں مملو ہیں۔ جس وقت کہ شمشیرِ برہنہ میرے دستِ راست میں دیکھتے ہیں تو بدخواہوں کے دِل شق ہو جاتے ہیں۔"

شہادت غلام ترکی

اِس کے بعد بہت سے نامردوں کو خاک پر گرایا، اور آخرکار تیغ وعدوان سے گھائل ہو کر خود بھی زمین پر آ رہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام، اس سعادتمند کی نعش (میّت) پر آئے، اور زار زار روئے، اور اپنا رُخسارِ مُبارک غلام ترکی

کے رُخسار پر رکھا۔ غلام نے آنکھیں کھول کر امام حسینؑ کے جمالِ عدیم المثال پر نظر کر کے تبسم کیا اور مرغِ روح باغِ جنّت کو پرواز کر گیا۔ اِن کے بعد یزید ابنِ زیاد بن شعشہ میدانِ کارزار میں آئے۔ اور جو اُن کے پاس آٹھ تیر تھے' لشکرِ مخالف کی طرف پھینکے' اور پانچ مخالفوں کو اُن تیروں سے جہنم واصل کیا' اور جو تیر پھینکتے تھے' حضرت فرماتے تھے کہ خداوندا اِن کے تیر کو نشانہ پر لگا اور اسکے عوض میں اسکو بہشت عطا فرما' اُسوقت فوجِ مخالف نے حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ شہادت حضرت یزید بن زیاد بن شعشہ

ابنِ نماؒ نے مہران مولیٰ بنی کاہل سے روایت کی ہے' اُس نے کہا میں صحرائے کربلا میں امام حسینؑ کے ہمراہ تھا' ایک شخص کو دیکھا' زبردست مقاتلہ کرتا ہے' اور ہر حملہ میں جمعیتِ اعداء کو متفرق کر کے خدمتِ امامؑ میں آتا ہے۔ اور یہ رجز پڑھتا ہے ؎ شہادت حضرت ابو عمر نہشلی

اِبْشِرْ هُدِيْتَ الرُّشْدَ تَلْقَى اَحْمَدَا ؎ فِي الْجَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ تَعْلُوْ صَعَدَا

یعنی خوشخبری ہو تجھے کہ ہدایت پائی تو نے راہِ راست کی اور ملاقات کریگا تو رسولِ خداؐ سے جنّتِ فردوس میں"۔ میں نے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟ لوگوں نے کہا' یہ ابو عمر نہشلی ہیں۔ بروایتِ دیگر کہا گیا کہ یہ ابو عمرو خثعمی ہیں پس عامر بن نہشلی اور ثعلبی ملعون نے انھیں شہید کر کے سرِ انور بدنِ شریف سے جدا کیا۔ یہ بزرگوار بڑے عابد و زاہد و کثیر الصلوٰۃ تھے۔ ان کے بعد یزید ابن مہاجر کندی' اشقیاء سے لڑنے کو گئے اور پانچ شخصوں کو اپنی شمشیرِ آبدار کا طعمہ کیا' پھر حضرت کی خدمت میں آ کر یہ رجز پڑھا ؎ شہادت حضرت یزید بن مہاجر

اَنَا یَزِیْدُ وَ اَبِیْ مُهَاجِرُ ؎ کَاَنَّنِیْ لَیْثٌ بِغِیْلٍ خَادِرُ

یَا رَبِّ اِنِّیْ لِلْحُسَیْنِ نَاصِرٌ ؎ وَلِابْنِ سَعْدٍ تَارِكٌ وَّ هَاجِرٌ

یعنی اے قومِ جفا کار! میں یزید بن مہاجر کندی ہوں' گویا میں بیشۂ شجاعت کا شیر ہوں' پروردگارا! میں ناصرِ حسینؑ ہوں اور تارکِ پسرِ سعد ہوں"۔ ان کی کنیت اباالشعثاء تھی'

اسی اثناء میں ایک ملعون' لشکرِ عمر سعد سے لشکرِ امام حسینؑ کے قریب آیا' اور کہا حسین کہاں ہیں؟ حضرت نے فرمایا: حسینؑ میں ہوں' اس شقی نے کہا: اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ بشارتِ آتش ہو تمہیں کہ عنقریب تم اُسمیں وارد ہو گے' حضرت نے فرمایا: اللہ اور اُسکے رسولؐ نے مجھ کو تو جنّت الفردوس کی بشارت دی ہے' اے ملعون' تو کون ہے؟ اُسنے کہا میں محمد بن اشعث ہوں' حضرت نے دستِ دعا درگاہِ خدا میں بلند کر کے فرمایا: خداوندا' اگر یہ بندہ تیرا کاذب ہے تو اس کو آتشِ جہنم کی طرف کھینچ لے' تاکہ اپنے ساتھیوں کے لئے عبرت بنے۔ ابھی حضرت دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ وہ شقی نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیری' اور گھوڑے سے گرا' حضرت امام کی بد دعا کا اثر

ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا گھوڑا اس کو اپنی ٹاپوں سے مارتا تھا یہاں تک کہ اس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑے۔ راوی کہتا ہے قسم بخدا حضرت کی سُرعت اجابت دُعا سے سب نے تعجب کیا، اور اس کے بعد ایک ملعون آیا اور اس نے کہا: حسین کہاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا تجھے کیا کام ہے؟ حسین میں ہوں! اس لعین نے کہا بشارت ہو تمھیں آتش کی۔ حضرت نے فرمایا اے ملعون! میں بشارت دیا گیا ہوں خداوند رحیم اور پیغمبرؐ شفاعت کنندہ کی طرف سے۔ تو کون ہے؟ اس ولد الزنا نے کہا: میں شمر بن ذی الجوشن ہوں۔ حضرت نے فرمایا: اللہ اکبر! میں نے اپنے جد بزرگوار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سُنا ہے، انھوں نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک سگ ابلق میرے اہلِ بیت کا خون پیتا ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا کتے مجھے کاٹتے ہیں اور ان میں ایک ابلق کتا ہے جو سب سے زیادہ مجھ پر حملہ کرتا ہے اور وہ سگِ ابلق تو ہے ترمذی سے نقل ہے، ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ یا ابن رسول اللہ تعبیر خواب کتنی مدت تک ظاہر ہوتی ہے، اس وقت حضرت نے پیغمبرؐ کا خواب نقل فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا ساٹھ برس بعد بھی تعبیر خواب ظاہر ہو سکتی ہے۔

عمرو بن الحجاج کا ملعون اور اس کا انجام

اس کے بعد سیف ابن ابی حریث بن سریع جابری اور مالک بن عبداللہ بن سریع جابری نے ان دونوں سعادت مندوں کو جو جابر کہتے تھے۔ حضرت کی خدمت میں آکر کہا: السّلام علیک یا ابن رسول اللہ! حضرت نے فرمایا: علیکم السّلام! پس قتل گاہ کو روانہ ہوئے اور بعد مقاتلہ بسیار خلعت شہادت سے سرفراز ہو کر داخل بہشت ہوئے۔ محمد ابن ابیطالب موسوی اور دیگر محدثین رحمہم اللہ نے روایت کی ہے کہ اسی طرح ایک ایک صحابی حضرت کو آکر سلام کرتا تھا حضرت جواب سلام دے کر فرماتے تھے ہم بھی تمہارے بعد آتے ہیں۔ اور اس آیۂ مبارک کی تلاوت فرماتے تھے۔

شہادت سیف ابن حریث و مالک بن عبداللہ

فَمِنْهُمْ مَّنْ .... بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝ الخ (سورۂ احزاب آیت ۲۳) یہاں تک کہ سب اصحاب باوفا رضی اللہ عنہم نے اپنی عزیز جان اس امام مظلوم پر نثار کی اور شربت شہادت نوش کیا۔ اور سوا اہلِ بیت رسالت اور خویش واقربا کے کوئی باقی نہ رہا اور حال مومن ایسا ہی ہے کہ اپنے دین کو دُنیا پر اور موت کی زندگانی پر خدا کی راہ میں اختیار کرتا ہے اور نصرت حق اور اہلِ حق کرتا ہے۔ چاہے اس راہ میں مارا جائے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ .... يُرْزَقُونَ ۝ الخ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۶۹): ۔ یعنی گمان مت نہ کر ان لوگوں کے متعلق جو راہ خدا میں مارے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس

روزی پاتے ہیں۔ جب حضرت رسُول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جنگ اُحد میں لاشہ ہائے شہدا پر تشریف لائے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان میں تھے فرمایا: میں گواہ ہوں ان کا جو راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں اور اپنے خون میں آلودہ ہیں کہ یہ محشور ہوں گے بروز قیامت درحالیکہ خون ان کی رگ ہائے گردن سے جاری ہوگا، رنگ ان کا مثل خون اور بو مانند مُشک کے ہوگی۔ لکھا ہے کہ جب تمام اصحاب امام حسین علیہ السّلام درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور سوائے اہل بیت اطہار کوئی نہ رہا اور وہ سب اولاد عقیل بن ابی طالب اور اولاد امام حسنؑ، اولاد امام حسینؑ علیہما السّلام تھے تو سب نے جمع ہوکر ایک دوسرے کو وداع کیا اور عازم جنگ ہوئے سب سے پہلے جس نے سبقت کی عبداللہ پسر مُسلم ابن عقیلؓ تھے یہ اپنے عم بزرگوار سے اجازت لے کر میدان قتال میں آئے اور اس مضمون کا رجز ادا فرمایا: اَلْیَوْمَ اَلْقٰی مُسْلِمًا وَّھُوَ اَبِیْ + وَفِتْیَۃً بَادُوْا عَلٰی دِیْنِ النَّبِیْ لَیْسُوْا بِقَوْمٍ عُرِفُوْا بِالْکِذَابِ + لٰکِنْ خِیَارٌ وَّکِرَامُ النَّسَبِ + مِنْ ھَاشِمِ السَّادَاتِ اَھْلُ الْحَسَبِ: ۔ اے قوم اشرار میں چاہتا ہوں کہ آج اپنے پدر بزرگوار مُسلم بن عقیل سے ملاقات کروں اور ان جوانوں سے کہ جنہوں نے دین پیغمبر پر وفات پائی اور کسی نے سخن دروغ و باطل ان سے نہیں سُنا وہ بہترین مردم تھے، شرافت نسب میں اور سادات ہاشمی اور صاحبان حسب تھے۔ بروایت محمد ابن ابی طالب عبداللہ بن مُسلم اعدائے دین سے خوب لڑے یہاں تک کہ تین حملوں میں اٹھانوے اشقیائے النّار کئے اس کے بعد عمرو بن صبیح صیدادی اور اسد بن مالک لعنہما اللہ نے انھیں شہید کیا۔ ابوالفرج اصفہانی نے مدائنی اور حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ مادر عبداللہ رقیہ دختر امیرالمومنین تھیں اور عمرو بن صبیح نے عبداللہ کو شہید کیا۔ بروایت دیگر عبداللہ نے ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا۔ ناگاہ ایک ملعون نے تیر ان کی طرف پھینکا کہ ہاتھ اور پیشانی مبارک ان کی چھد گئی۔

بنی ہاشم کا پہلا شہید

شہادت عبداللہ پسر مسلم

شہادت محمد بن مسلم

ان کے بعد بروایت حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام محمد بن مُسلم بن عقیل جن کی ماں اُمّ ولد تھیں عرصۂ کارزار میں آئے اور ابوجرہم ازدی اور لقیط بن یاسر جہنی نے ان کو شہید کیا۔

شہادت جعفر پسر عقیل

بروایت محمد بن ابی طالب موسوی و دیگراں پھر جعفر پسر عقیل ابن ابی طالبؓ معرکۂ کارزار میں آئے اور اس مضمون کا رجز ادا فرمایا: اَنَا الْغُلَامُ الْاَبْطَحِیُّ الطَّالِبِیْ + مِنْ مَّعْشَرٍ فِیْ ھَاشِمٍ وَّغَالِبٍ وَنَحْنُ حَقًّا سَادَۃُ الذَّوَائِبِ + ھٰذَا حُسَیْنٌ اَطْیَبُ الْاَطَائِبِ + مِنْ عِتْرَۃِ الْبَرِّ التَّقِیِّ الْعَاقِبِ: اے قوم میں جوان ابطحی وطالبی بنی ہاشم و غالب سے ہوں۔ ہم ہیں سردار و رئیس، یہ عم بزرگوار ہمارے حسینؑ

پاکیزہ ترین مردم اور اولاد پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس کے بعد صف مخالف پر حملہ کیا اور ریندرہ اشقیاء کو قتل کیا۔ اور بروایت ابن شہر آشوب دو کو قتل کیا اور بشر بن سوطہ ہمدانی ملعون نے انھیں شہید کیا۔ ابو الفرج اصفہانی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ مادر جعفر ابن عقیلؑ ام ثغر دختر عامر عامری تھیں اور عروۃ اللہ پسر عبداللہ خثعمی نے ان کو شہید کیا۔

شہادت عبدالرحمٰن بن عقیلؓ

ان کے بعد عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب میدان شہادت میں آئے اور اس مضمون کے شعر رجز میں پڑھے۔ أَبِی عَقِیلٌ فَاعْرِفُوا مَکَانِی + مِنْ هَاشِمٍ وَهَاشِمٌ إِخْوَانِی + کُهُولُ صِدْقٍ سَادَةُ الأَقْرَانِ + هٰذَا حُسَیْنٌ شَامِخُ الْبُنْیَانِ + وَسَیِّدُ الشَّیْبِ مَعَ الشُّبَّانِ : اے اشقیائے کوفہ وشام آگاہ ہو کہ میں عبدالرحمٰن بن عقیل ہاشمی ہوں میرے بھائی اولاد ہاشم سے باصفا اپنے ہمسروں کے سردار ہیں۔ عم عالی شان میرے امام حسینؑ ہر پیر وجوان کے پیشوا ہیں" یہ کہکر مقابلہ اعدا میں سرگرم ہوئے سترہ سواروں کو واصل جہنم کیا اور ضربت عثمان بن خالد جہنی سے شہید ہوئے۔

شہادت عبداللہ بن عقیلؓ

ان کے بعد عبداللہ پسر عقیلؓ بروایت ابو الفرج ماں ان کی خادمہ تھیں معرکۂ قتال میں آئے اور ایک جماعت کو قتل کیا۔ پس بروایت حمید بن مسلم ضربت عثمان بن خالد جہنی اور بشیر ابن خوطہ قابضی سے شہادت پائی۔

شہادت محمد بن ابی سعید

بروایت مدائنی ان کے بعد عبداللہ اکبر ابن عقیل ابن ابی طالبؑ میدان کارزار میں آئے ان کی ماں کنیز تھیں اور ضربت عثمان بن خالد جہنی اور ایک شخص ہمدانی سے شربت شہادت نوش فرمایا۔ اس جگہ راوی حدیث نے عبدالرحمٰن بن عقیل کو شہداء میں ذکر نہیں کیا۔ پھر بروایت حمید بن مسلم محمد پسر ابی سعید ابن عقیلؓ میدان میں آئے ان کی ماں بھی ام ولد تھیں۔ اور اعداء میں سے ایک گروہ کو قتل کرنے کے بعد لقیط بن یاسر جہنی کے تیر سے شہید ہوئے۔

شہادت جعفر بن محمد بن عقیل

محمد بن علی بن حمزہ نے روایت کی ہے کہ جعفر بن محمد بن عقیل بھی کربلا میں سعادت شہادت پر فائز ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ جعفر بروز حرّہ قتل ہوئے۔ ابو الفرج اصفہانی نے کتاب الانساب میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن عقیل کا ایک فرزند جعفر نام کا تھا محمد بن علی بن حمزہ نے عقیل بن عبداللہ سے روایت

شہادت علی بن عقیل

کی ہے کہ علی ابن عقیل بھی صحرائے کربلا میں شہید ہوئے، ان کی ماں بھی کنیز تھیں جب اولاد جعفر طیارؓ کی نوبت آئی تو ان میں سب سے پہلے محمد بن عبداللہ بن جعفر میدان نبرد میں آئے اور اس

شہادت عون و محمد

مضمون کا رجز پڑھا۔ نَشْکُوا إِلَى اللهِ مِنَ الْعُدْوَانِ + قِتَالُ قَوْمٍ فِی الرَّدَىٰ عُمْیَانِ + قَدْ

تَرَکُوْا مَعَالِمَ الْقُرْاٰنِ + وَمُحْکَمَ التَّنْزِیْلِ وَالتِّبْیَانِ + وَاَظْهَرُوْا الْکُفْرَ مَعَ الطُّغْیَانِ ۔ میں خدا سے شکایت کرتا ہوں ان اشقیا کے ظلم و ستم کی جو بوجہ گمراہی کور باطن ہیں، اور چھوڑ دیا معالم قرآن اور محکم تنزیل و تبیان کو اور ظاہر کیا ہے طغیان کو یہ رجز پڑھ کر دریائے حرب میں غوطہ مارا اور دس سوار واصل جہنم کئے اس کے بعد عامر بن نہشل تمیمی نے انھیں شہید کیا۔

ان کے بعد عون بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ معرکۂ جہاد میں آئے اور اس مضمون کا رجز پڑھنے لگے:۔ اِنْ تُنْکِرُوْنِیْ فَاَنَا ابْنُ جَعْفَرٍ + شَهِیْدُ صِدْقٍ فِی الْجِنَانِ اَزْهَرُ + یَطِیْرُ فِیْهَا بِجَنَاحٍ اَخْضَرٍ + کَفٰی بِهٰذَا شَرَفًا فِی الْمَحْشَرِ:۔ اے قوم اشقیا، اگر تم میری شرافت حسب نسب سے جاہل ہو۔ پس آگاہ ہو کہ میں عون ہوں بیٹا عبداللہ بن جعفر کا جو بہشت عنبر سرشت میں زمردیں پروں کے ساتھ ہمراہ ملائکہ مقربین پرواز کرتے ہیں اور یہ شرف میرے لئے بروز حشر کافی ہے۔ اس کے بعد خوب جہاد کیا یہاں تک کہ تین سوار اٹھارہ پیادے جہنم واصل کئے اور عبداللہ بن بطہ طائی نے انھیں شہید کیا۔ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں بعد ذکر شہادت عون و محمد لکھا ہے کہ عون کو محمد بن قطبہ نبہانی ملعون نے شہید کیا اور یحییٰ بن حسن نے احمد بن سعید سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن جعفر بھی معرکۂ کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

ان کے بعد بروایت ابوالفرج اصفہانی اور محمد بن ابی طالب اور دیگر محدثین عبداللہ بن حضرت امام حسن علیہ السلام نے قصد جہاد کیا اور اکثر روایات میں بجائے عبداللہ، قاسم بن حسنؑ لکھا ہے جو کہ ابھی حد بلوغ کو نہیں پہنچے تھے وارد ہوا ہے کہ اپنے عم بزرگوار کی خدمت میں آکر رخصت جہاد طلب کی، جب حضرت کی نظر ان کے چہرہ نورانی پر پڑی اپنی آغوش میں لے لیا اور دونوں چچا بھتیجے اس قدر روئے کہ بیہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو دوبارہ حضرت قاسم نے اذن جہاد طلب کیا حضرت نے قبول نہ فرمایا حضرت قاسم نے ہر چند اصرار کیا حضرت انکار فرماتے رہے اور کسی طرح اذن جہاد نہ دیتے تھے، یہاں تک کہ جناب قاسم حضرت کے پاؤں پر گر پڑے اور اس قدر دست و پائے مبارک کے بوسے لئے اور روئے کہ حضرت نے رخصت جہاد دی اس وقت میدان کارزار میں آئے اور اشک حسرت ان کے رخسارۂ مبارک پر جاری تھے۔ اس مضمون کے شعر رجز میں پڑھے:۔ اِنْ تُنْکِرُوْنِیْ فَاَنَا ابْنُ الْحَسَنِ + سِبْطُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَالْمُؤْتَمَنِ + هٰذَا حُسَیْنٌ کَالْاَسِیْرِ الْمُرْتَهَنِ + بَیْنَ اُنَاسٍ لَا سُقُوْا صَوْبَ الْمُزْنِ:۔ اے قوم اشرار! اگر تم میرے حسب و نسب سے جاہل ہو تو آگاہ ہو کہ میں قاسم بن حسنؑ ہوں اور یہ

شہادت حضرت قاسم

حسینؑ میرے عم بزرگوار ہیں جو اس دشت غربت میں مانند قیدیوں کے اس گروہ میں گرفتار ہیں جنکو خدا اپنے ابر رحمت سے کبھی سیراب نہ کرے گا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت قاسم کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا یہ رجز پڑھنے کے بعد اعداء سے خوب مقاتلہ کیا یہاں تک کہ باوجود صغیر سنی کے ایک حملہ میں تیس اشقیا فی النار کئے۔ حمید ابن مسلم کہتا ہے میں لشکر عمر سعد میں تھا دیکھا میں نے اس لڑکے کو کہ لشکر حسینؑ سے جدا ہو کر لشکر عمر سعد کی طرف آیا انوار اس کی پیشانی سے درخشاں تھا وہ اس وقت صرف ایک کرتہ اور ازار پہنے تھا اور نعلین اس کے پاؤں میں تھیں مجھے خوب یاد ہے بند نعل جب اس معصوم کا ٹوٹا تھا اس وقت عمر سعد ازدی نے کہا بخدا میں اسے جا کر قتل کروں گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ تو کیسا سنگدل ہے آیا تو اس بچہ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے بخدا اگر یہ مجھ پر وار کرے تو ہاتھ اپنا اس کے روکنے کے لئے نہ بڑھاؤں یہ لوگ جو اس کو گھیرے ہیں کافی ہیں لیکن اس ملعون نے قبول نہ کیا کہنے لگا بخدا میں اسے قتل کرتا ہوں۔ پھر اس بدگہر نے حملہ کیا اور ایک تلوار اس کے سر مبارک پر لگائی کہ وہ معصوم منہ کے بل گرا اور فریاد کی یا عماہ۔ اے عم بزرگوار خبر لیجئے! ناگاہ میں نے دیکھا کہ حسینؑ مانند عقاب آئے اور مثل شیر غضبناک کفار پر حملہ کیا اور قاتل قاسم پر ایک تلوار ماری اس شقی نے ہاتھ سامنے رکھ لیا حضرتؑ نے دست نجس اس کا کہنی سے جدا کیا شقی نے ایک چیخ ماری اور بھاگنے کا قصد کیا لشکر کوفہ آکر جمع ہو گیا۔ تاکہ اس کو چھڑا لے اس وقت جنگ عظیم ہوئی اور وہ معصوم گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل گیا۔ جب حضرت نے اشقیاء کو بھگا دیا اور گرد و غبار میدان کارزار سے فرو ہوا، حضرت لاش قاسم پر آئے دیکھا وہ معصوم ایڑیاں زمین پر رگڑتا ہے یہ حال دیکھ کر دریائے اشک چشم مبارک سے جاری ہوا فرمایا اے فرزند قسم بخدا بہت دشوار ہے تیرے چچا پر کہ تو مجھ سے فریاد کرے اور میں تیری مدد نہ کر سکوں خدا دور کرے اپنی رحمت سے اس گروہ کو جنھوں نے تجھے قتل کیا۔ اس کے بعد حضرت اس معصوم کو اٹھا کر اس طرح لے چلے کہ اس کا سینہ اپنے سینے سے لگائے تھے اور پاؤں اس معصوم کے زمین پر خط دیتے جاتے تھے، یہاں تک کہ اس کی لاش کو باقی اہل بیت کی لاشوں میں رکھ دیا۔ فرمایا خداوندا ان اعداء کی جمعیت کو پراگندہ کر ہمارے قاتلوں کو قتل کر اور ایک کو ان میں سے باقی نہ رکھ اور انھیں ہرگز نہ بخش۔ اس کے بعد اپنے بنی اعمام اور اہل بیت سے مخاطب ہو کر فرمایا صبر کرو آج کے بعد پھر کوئی مذلت و خواری نہ دیکھو گے اور عزت و سعادت ابدی تمھیں حاصل ہو گی ان کے بعد عبداللہ بن الحسن جن کا ذکر پیشتر ہو چکا، میدان جنگ میں جہاد

کو نکلے اور صحیح تر یہی روایت ہے کہ عبداللہ بعد شہادت قاسم درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور اس مضمون کے اشعار رجز میں پڑھے:۔ اِنْ تُنْکِرُوْنِیْ فَاَنَا اِبْنُ حَیْدَرَہْ + ضِرْغَامُ اٰجَامٍ وَلَیْثُ قَسْوَرَہْ + عَلَی الْاَعَادِیْ مِثْلُ رِیْحٍ صَرْصَرَہْ :۔ اے قوم نابکار اگر ہماری شرافت حسب ونسب سے ناواقف ہو، پس آگاہ ہو میں فرزند حیدر شیر بیشۂ شجاعت ہوں اور اعدائے دین کے لئے مانند اس باد صرصر کے ہوں جو باعث ہلاکت قوم عاد ہوئی"۔ اس کے بعد اپنی تیغ آبدار سے چودہ اشقیا فی النار کئے بعد مقاتلۂ بسیار ہانی بن شبیث حضرمی نے ان کو شہید کیا جس کی وجہ سے منہ اس لعین کا سیاہ ہوگیا۔ ابوالفرج اصفہانی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ کو حرملہ بن کاہل نے شہید کیا اور ہانی بن شبیث سے روایت ہے کہ اس معصوم کے قاتل کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

تذکرہ ابوبکر بن الحسن

ان کے بعد ابوبکر فرزند امام حسنؑ جن کی ماں کنیز تھیں معرکۂ قتال میں آکر اعدائے دین سے خوب لڑے، یہاں تک کہ موافق اس روایت کے جو مدائنی نے سلیمان ابن ابی راشد سے روایت کی ہے عبداللہ بن عقبہ غنوی نے انھیں شہید کیا اور موافق روایت عمرو بن شمر جو امام محمد باقرؑ سے منقول ہے عقبہ غنوی کی ضرب سے شہید ہوئے۔

شہادت ابوبکر بن علیؑ

اس کے بعد برادران حضرت نے رخصت جہاد طلب کی اور سب سے پہلے جس نے سبقت کی ابوبکر فرزند جناب امیر علیہ السّلام تھے۔ نام ان کا عبداللہ مادر گرامی ان کی لیلےٰ دختر مسعود بن خالد تمیمی تھیں حضرت سے رخصت جہاد لے کر میدان شہادت میں گئے اس مضمون کے اشعار رجز میں ادا فرمائے:۔ شَیْخِیْ عَلِیٌّ ذُوالْفِخَارِ الْاَطْوَلِ + مِنْ هَاشِمِ الصِّدْقِ الْکَرِیْمِ الْمُفْضِلِ + هٰذَا حُسَیْنُ ابْنُ النَّبِیِّ الْمُرْسَلِ + عَنْهُ نُحَامِیْ بِالْحُسَامِ الْمُصْقَلِ + نَفْدِیْهِ نَفْسِیْ مِنْ اَخٍ مُّبَجَّلِ :۔ اے قوم اشرار! آگاہ ہو کہ پدر بزرگوار میرے علی ابن ابی طالبؑ صاحب فخر و بزرگی اور عترت طاہرہ بنی ہاشم سے ہیں جو صاحب صدق و کرم ہیں۔ یہ فرزند رسولؐ ہیں۔ پس میں اپنی شمشیر آبدار سے ان کی حمایت کرتا ہوں اور فدا کرتا ہوں اپنی جان اپنے بزرگوار برادر پر۔ اس کے بعد سرگرم جہاد ہوئے یہاں تک کہ زحر ابن بدر نخعی کی ضرب سے شربت شہادت نوش فرمایا اور ایک روایت میں وارد ہے کہ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے انھیں شہید کیا۔ ابوالفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان کے قاتل کا نام معلوم نہیں ہوا اور بروایت امام محمد باقرؑ معلوم ہوا کہ ایک نامرد ہمدانی کی ضرب سے باغ جنت کو سدھارے۔ مدائنی نے ذکر کیا ہے کہ انھیں

ایک نہر میں شہید پایا گیا اور ان کے قاتل کا نام معلوم نہ ہوا۔ ان کے بعد ان کے بڑے بھائی عمر بن علی میدان کارزار میں آئے اور اشعار اس مضمون کے رجز میں پڑھے:۔ اَضْرِبُکُمْ وَلَا اَرٰی فِیْکُمْ زَجْرُ + ذَاکَ الشَّقِیُّ بِالنَّبِیِّ قَدْ کَفَرْ + یَا زَجْرُ یَا زَجْرُ تَدَانِ مِنْ عُمَرْ + لَعَلَّکَ الْیَوْمَ تُبَوَّءُ مِنْ سَقَرْ + شَرَّ مَکَانٍ فِیْ حَرِیْقٍ وَّسَعَرْ + لَاَنَّکَ الْجَاحِدُ یَا شَرَّ الْبَشَرْ: "اے قوم جفا کار قتل کروں گا میں تم کو اور کہاں ہے قاتل میرے بھائی کا زجر ملعون وہ بدبخت جو رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا منکر ہے۔ اے زجر! اے زجر! تو عمر سعد کے پاس کیوں گھس رہا ہے، سامنے آ، کہ آج میں تجھے اسفل جہنم اور نار سقر میں پہنچاؤں۔ اے بدترین مردم تو کافر اور منکر حق ہے۔" اس کے بعد زجر ملعون پر حملہ کیا اور اسے واصل جہنم کر کے مصروف جہاد ہوئے اور اپنی شمشیر آبدار سے اشقیا کو قتل کرتے تھے اور اس مضمون کا رجز پڑھتے تھے: اے دشمنانِ خدا شیر خشم ناک سے دور ہو جاؤ وہ تم کو اپنی شمشیر آبدار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا اور فرار نہ کرے گا اور مانند نامردوں کے میدانِ قتال سے روپوش نہ ہو گا پس بعد مقاتلہ بسیار اپنے برادر بزرگوار سے ملحق ہوئے۔

شہادت عثمان بن علی

ان کے بعد عثمان بن علیؑ جن کی مادر بزرگوار ام البنین بنت حزام کلابیہ تھیں معرکۂ جہاد میں آئے اور یہ رجز ارشاد فرمایا:۔ اِنِّیْ اَنَا عُثْمَانُ ذُو الْمَفَاخِرِ + شَیْخِیْ عَلِیٌّ ذُو الْفِعَالِ الظَّاهِرِ + وَابْنُ عَمِّ لِلنَّبِیِّ الطَّاهِرِ + اَخِیْ حُسَیْنٌ خِیْرَۃُ الْاَخَایِرِ + وَسَیِّدُ الْاَکَابِرِ وَالْاَصَاغِرِ + بَعْدَ الرَّسُوْلِ وَالْوَصِیِّ النَّاصِرِ: "اے قوم جفا کار آگاہ ہو میں عثمان بن علیؑ صاحب فخر و بزرگی ہوں۔ پدر بزرگوار میرے صاحب افعال پسندیدہ اور ابن عم رسولؐ ہیں۔ برادر عالی مقدار میرے امام حسین علیہ السلام بعد احمد مختار اور حیدر کرار ہر چھوٹے بڑے کے سردار اور بہترین مردم ہیں۔" پس خولی بن یزید اصبحی نے ایک تیر ان کی پیشانی پر ایسا مارا کہ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اولاد ابان بن حازم میں سے ایک ظالم نے سر مبارک آپ کا جدا کیا۔ ابو الفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں روایت کی ہے آپ کی عمر شریف اس وقت اکیس برس کی تھی۔ ضحاک نے اپنی اسناد سے روایت کی ہے کہ خولی بن یزید اصبحی نے ایک تیر ان بزرگوار کو مارا اور وہ زمین پر گرے اور ایک ملعون نے فرزندان ابان بن دارم سے انھیں شہید کر کے سر مبارک ان کا جدا کیا۔ جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر ان کا نام عثمان رکھا ہے اور ابو الفرج اصفہانی نے عمر بن علیؑ کو شہدائے کربلا میں ذکر نہیں کیا۔

شہادت جعفر بن علیؑ

ان کے بعد جعفر بن علیؑ مادر گرامی ان کی بھی امّ البنین تھیں بعزم شہادت میدان جنگ میں آئے اور اس مضمون کے اشعار رجز میں پڑھے: اِنِّیْ اَنَا جَعْفَرُ ذُو الْمَعَالِیْ + اِبْنُ عَلِیِّ الْخَیْرِ ذِی النَّوَالِ + حَسْبِیْ بِعَمِّیْ شَرَفًا وَّخَالِیْ + اَحْمِیْ حُسَیْنًا ذَا النَّدَیْ الْمِفْضَالِ: "اے قوم ستمگار! آگاہ ہو میں جعفر بن علیؑ صاحب مراتب

بزرگی ہوں، اور میرے پدر بزرگوار نیکو ترین مردم اور صاحب بخشش و عطا ہیں اور میرے لئے شرافت عم و خال کی کافی ہے حمایت کرتا ہوں میں حسین کی جو صاحب فضل و عطا ہیں۔" اس کے بعد قتال اعدائے دین میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ خولی اصبحی نے ایک تیر ان کی آنکھ یا شقیقۂ مبارک پر مارا جس سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد ان کے بھائی عبداللہ بن علیؑ نے معرکہ کارزار میں آکر رجز پڑھا۔ اَنَا ابنُ ذِی النَّجدَۃِ وَالاَفضَالِ + ذَاکَ عَلِیُّ الخَیرُ ذُوالفِعَالِ + سَیفُ رَسُولِ اللّٰہِ ذُوالنَّکَالِ + فِی کُلِّ قَومٍ ظَاہِرِ الاَحوَالِ: "اے اشقیا، آگاہ ہو میں فرزند اس صاحب فضیلت و شجاعت کا ہوں جس کا اسم مبارک علیؑ ہے جو صاحب افعال پسندیدہ اور شیر خدا اور شمشیر رسولؐ اور قاتل فجار و کفار تھے۔" اس کے بعد ایک گروہ اشقیا کو فی النار کیا آخر کار تیغ ہانی بن ثبیت حضرمی سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ ابوالفرج نے عبداللہ ابن حسنؑ اور عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے اس وقت ان کی عمر شریف پچیس[۲۵] برس کی تھی اور اولاد نہ رکھتے تھے اور جعفر بن علی انیس[۱۹] برس کے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ شہادت عبداللہ بن علیؑ

ضحاک مشرقی نے روایت کی ہے کہ عباس بن علیؑ نے اپنے بھائی عبداللہ سے فرمایا: اے بھائی اب تم جہاد کو جاؤ تاکہ شہداء میں محسوب ہو۔ وہ سید بزرگ میدان کارزار میں آئے اور ہانی بن ثبیت حضرمی نے انھیں شہید کیا۔ ایضاً: منقول ہے کہ حضرت عباس نے اپنے بھائی جعفر کو قتل گاہ میں بھیجا اور وہ امام زادہ عالی مقدار حضرت ہانی بن ثبیت حضرمی سے جو قاتل ان کے بھائی عبداللہ بن علیؑ کا تھا شہید ہوئے اور نصر بن مزاحم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جعفر بن علیؑ کو خولی بن یزید اصبحی نے شہید کیا۔

ان کے بعد محمد اصغر فرزند جناب امیر علیہ السّلام لشکر مخالف کے سامنے آئے۔ اور بروایت امام محمد باقرؑ ان کی والدہ کنیز تھیں۔ آپ ایک ملعون تمیمی جو فرزندان ابان بن دارم سے تھا اس کی تلوار سے شہید ہوئے۔ ابوالفرج نے محمد بن علیؑ بن حمزہ سے نقل کیا ہے کہ ابراہیم فرزند جناب امیرالمومنین علیہ السّلام بھی معرکۂ کربلا میں شہید ہوئے، مگر یہ ذکر میں نے کسی اور سے نہیں سُنا اور نہ کسی کتاب انساب میں پایا اور یحییٰ بن حسنؑ نے ذکر کیا ہے کہ عبیداللہ ابن علیؑ بھی کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور یہ غلط ہے۔ شہادت محمد اصغر بن علیؑ

عباس بن علی علیہ السّلام آپ کی کنیت ابوالفضل مادر گرامی جناب ام البنین تھیں حضرت عباسؑ اپنے سب بھائیوں سے بڑے تھے اور سب بھائیوں کے بعد شہید ہوئے اور حسن و جمال اور شجاعت و قوت اور شوکت و توانائی اور بلندی قامت میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ جب اسپ بلند قامت پر سوار ہوتے تھے تو آپ کے پائے مبارک زمین پر خط شہادت حضرت عباس بن علی علیہ السلام

خط دیئے جاتے تھے آپ کا لقب ماہ بنی ہاشم تھا۔ بروز عاشورہ حضرت امام حسینؑ کے علمدار تھے احمد بن سعید نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے فرمایا جب امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کی صفیں آراستہ کیں تو علم ہدایت شیم اپنے بھائی عباسؑ کو عطا کیا اور احمد بن عیسیٰ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زید بن رقاد لعین اور حکیم بن طفیل طائی نے ان کو شہید کیا جب ام البنین مادر حضرت عباس و جعفر و عثمان و عبداللہ نے اپنے فرزندوں کی خبر شہادت مدینہ میں سنی تو وہ معظمہ ہر روز قبرستان بقیع میں جا کر اپنے فرزندوں پر اس طرح نوحہ و زاری اور فریاد کرتی تھیں کہ اہل مدینہ آپ کی نوحہ و زاری سُن کر روتے تھے یہاں تک کہ مروان لعین باوجود عداوت اہل بیت طاہرین ان کا نوحہ سُنکر روتا اور بیتاب ہو جاتا تھا۔ محمد بن علی بن حمزہ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت عباس سقائے اہل بیت تھے۔ اور اپنے سب بھائیوں سے بڑے تھے جب جانب فرات پانی کے لئے گئے اشقیا نے حضرت عباس پر حملہ کیا اس وقت یہ رجز فرمایا۔ لَا اَرْهَبُ الْمَوْتَ اِذِ الْمَوْتُ رَقَا + حَتّٰی اُوَارٰی فِی الْمَصَالِیْتِ لُقٰی + نَفْسِیْ لِنَفْسِ الْمُصْطَفٰی الطُّهْرِ وَقَا + اِنِّیْ اَنَا الْعَبَّاسُ اَغْدُوْ بِالسِّقَا + وَلَا اَخَافُ الْمَوْتَ یَوْمَ الْمُلْتَقٰی :- "میں موت سے نہیں ڈرتا جب کہ موت میرے سامنے آئے یہاں تک کہ بہادروں کے کشتوں میں میری لاش بھی ڈال دی جائے۔ میری جان جان رسول پاکؐ پر فدا ہو۔ میں عباس ہوں پانی ضرور لے جاؤں گا۔ اور بروز جنگ موت سے نہیں ڈروں گا۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔" یہ فرما کر صفِ مخالف پر حملہ کیا اور جمعیت اعداء کو پراگندہ کیا۔ ناگاہ زید بن ورقا اور حکیم بن طفیل نے ایک درخت خرما کے پیچھے سے ایسی تلوار لگائی کہ داہنا ہاتھ آپ کا جدا ہو گیا اس وقت حضرت نے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر اس مضمون کا رجز ادا فرمایا۔ وَاللّٰهِ اِنْ قَطَعْتُمْ یَمِیْنِیْ + اِنِّیْ اُحَامِیْ اَبَدًا عَنْ دِیْنِیْ + وَعَنْ اِمَامٍ صَادِقِ الْیَقِیْنِ + نَجْلِ النَّبِیِّ الطَّاهِرِ الْاَمِیْنِ :- "اے قوم روسیاہ! قسم بخدا اگرچہ تم نے داہنا ہاتھ میرا قطع کر دیا ہے لیکن میں حمایت دین اور نصرت امام مبین سے دستبردار نہ ہوں گا۔" پس حضرت عباس بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر جہاد اعداء میں سرگرم ہوئے یہاں تک کہ ضعف حضرت پر طاری ہوا، ناگاہ حکیم بن طفیل نے عقب درخت خرما سے پھر ایک تلوار لگائی کہ دست چپ بھی جدا ہو گیا اس وقت حضرت عباس نے اس مضمون کے اشعار انشاء فرمائے۔

یَا نَفْسُ لَا تَخْشَیْ مِنَ الْکُفَّارِ + وَاَبْشِرِیْ بِرَحْمَةِ الْجَبَّارِ + مَعَ النَّبِیِّ السَّیِّدِ الْمُخْتَارِ

قَدْ قَدَاتُوا ابتغیہم لبشارتي + فَاصْلِهِم یَارَبِّ حَرَّ النّار: "اے میرے نفس کفار کی جمعیت سے ڈرنا نہیں رحمتِ حق کی تجھ کو بشارت ہو، کہ عنقریب نبی مختار کی خدمت میں پہنچا جاہتا ہے، انھوں نے بظلم وستم میرا داہنا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا بس اے رب ان کو داخل جہنم کر۔"

ناگاہ ایک ملعون نے عمود آہنی مار کر حضرت عباسؑ کو شہید کیا جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے کنارہ فرات پہلے بے قوت بازو کو اس حال میں جاکر دیکھا تو ایک آہ سرد دل پُر درد سے کھینچی اور اشک خونیں دیدہ حق بین سے برسائے اور یہ مرثیہ پڑھا: ۔ تَعَدَّیْتُم یَا شَرَّ قَومٍ بِبَغیِکُم + وَخَالَفتُمُوا دِینَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ + اَمَا کَانَ خَیرُ الرُّسْلِ اَوصَیکُم بِنَا + اَمَا نَحنُ مِن نَسلِ النَّبِیِّ المُسَدَّدِ + اَمَا کَانَتِ الزَّہرَاءُ اُمِّی دُونَکُم + اَمَا کَانَ مِن خَیرِ البَرِیَّۃِ اَحمَدٍ + لُعِنتُم وَاُخزِیتُم بِمَا قَد جَنَیتُم + فَسَوفَ تُلَاقُوا حَرَّ نَارٍ تُوَقَّدُ + "اے قوم اشرار تم نے ظلم کیا اور مخالفت دین رسولؐ کی۔ آیا پیغمبرؐ خدا نے ہمارے حق میں تمھیں وصیت نہیں کی، آیا ہم عترتِ رسولؐ نہیں ہیں آیا ہماری مادرِ گرامی فاطمہ زہرا نہیں آیا ہم نیکوترین ذریت احمد سے نہیں ہیں تم لعنت کیے گئے اور ذلیل ہوئے اپنے گناہوں کی وجہ سے پس عنقریب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے تمھارا استقبال کریں گے۔" مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض تالیفات امامیہ میں دیکھا ہے کہ جب حضرت عباسؑ نے دیکھا سوائے امام مظلوم اور ان کے فرزندانِ معصوم کے کوئی جاں نثار باقی نہ رہا تو آپ اپنے برادر بزرگوار کی خدمت میں آئے عرض کیا مجھے جہاد کی اجازت دیجیے۔ یہ سنکر حضرت رونے لگے، فرمایا تم میرے لشکر کے علمدار ہو تمھارے جانے سے میرا حال پریشان ہو گا۔ حضرت عباسؑ نے عرض کیا:۔ اب زندگی سے دل سیر ہے اور سینہ میرا تنگی کرتا ہے مشتاق لقائے پروردگار ہوں چاہتا ہوں کہ اپنے عزیز واقربا کے طلب خون میں اشقیا کو ہلاک کروں۔ حضرت نے فرمایا: اے بھائی اگر تم نے مصمم قصد سفرِ آخرت کیا ہے، پس ان بچوں کے لئے تھوڑا پانی لادو کیونکہ یہ شدت تشنگی سے بیتاب ہو رہے ہیں۔ حضرت عباسؑ لشکر اشقیا کے سامنے آئے، اور ان کو بہت وعظ ونصیحت فرمائی ان سنگدلوں نے مطلق نہ مانا پھر حضرت کی خدمت میں آکر عرض حال کیا۔ ناگاہ صدائے العطش العطش اطفال کی بلند ہوئی جب یہ آواز حضرت عباسؑ کے کان میں آئی بیتاب ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ ایک مشکیزہ دوش مبارک پر اور ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر جانب فرات روانہ ہوئے جب قریب فرات پہنچے چار ہزار نامردوں نے جو پاسبان فرات تھے گھیر لیا اور تیر

چاراں کیا یہ دیکھ کر حضرت عباسؑ نے بھی اشقیا پر حملہ کیا اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کیا اور بہت تنہا اشقیا کو فی النار کیا جب داخل فرات ہوئے چاہا کہ ایک چلّو پانی لے کر پئیں کہ تشنگی امام مظلوم اور اہل بیت یاد آئی فوراً دست مبارک سے پانی پھینکدیا اور مشک کو بھر کر اپنی دوش پر رکھا اور لڑتے ہوئے جانب خیام اہل بیت روانہ ہوئے، یہ دیکھ کر اشقیاء نے راہ روک کر چاروں طرف سے گھیر لیا حضرت عباسؑ لڑتے جاتے تھے اور راہ طے کرتے تھے یہاں تک کہ نوفل ملعون نے ایک ایسی تلوار لگائی کہ دست راست حضرت کا جُدا ہو گیا۔ جناب عباسؑ نے فوراً مشک کو دوشِ چپ پر رکھ لیا اس وقت نوفل نے ایک تلوار دست چپ پر لگائی کہ وہ ہاتھ بھی بند دست چپ سے جدا ہو گیا اس وقت حضرت عباسؑ نے تسمہ مشک کا دندان مبارک سے پکڑ لیا ناگاہ ایک لعین نے ایسا تیر مارا جو مشک پر آ کر لگا اور تمام پانی مشک کا بہہ گیا ساتھ ہی ایک تیر حضرت کے سینہ پر لگا کہ اس کے صدمہ سے پُشتِ زین سے زمین پر گرے، اس وقت پکارے یا حسینؑ! میری خبر لیجئے جب حضرت نے صدائے عباس سُنی بیتاب ہو کر دوڑے جب بھائی کو اس حال سے دیکھا ایک آہ سرد دلِ پُر درد سے کھینچی اور اشک خونیں دیدۂ حق بیں سے بہائے اور نعش علمدار کی اُٹھا کر جانب خیمہ کے[1] چلے۔ منقول ہے کہ بوقت شہادت جناب عباسؑ حضرت نے فرمایا۔ اَلآنَ انکَسَرَ ظَهرِی وَقَلَّت حِیلَتِی یعنی اے بھائی تمہارے مرنے سے حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی اور راہ چارہ مسدود ہو گئی۔

ابن شہر آشوب رحمۃ اللہ نے روایت کی ہے کہ بعد شہادت حضرت عباس قاسم فرزند امام حسن علیہ السلام میدان کارزار میں آئے اور اس مضمون کا رجز پڑھا "آگاہ ہو کہ میں قاسم بن حسنؑ فرزند حیدر کرار ہوں اور شجاعت میں شیر نیستاں سے زیادہ ہوں اور اعدائے دین پر مانند باد صرصر کے ہوں جو ہلاکت قوم عاد کا باعث ہوئی میں تم کو اپنی شمشیر آبدار سے قتل کروں گا۔ اس حکایت کے بعد ذکر شہادت قاسم دوبارہ لکھا ہے اور یہ حدیث بسبب مخالفت روایات مشہورہ غرابت سے خالی نہیں ہے۔

اور جب کوئی شخص اہل بیت اطہار سوا اولاد کے باقی نہ رہا اس وقت حضرت علی اکبر نے قصد میدانِ کارزار کیا۔ ابوالفرج اصفہانی اور محمد ابن ابی طالب نے لکھا ہے کہ ان کی عمر اٹھارہ

---

[1] صحیح یہ ہے کہ امام حسینؑ حضرت عباسؑ کی لاش کو خیمہ میں نہیں لائے تھے۔ ج ز ۱۲

سال تھی آپ کی مادر گرامی لیلےٰ بنت ابی مرۃ مسعود ثقفی تھیں اور بروایت ابن شہر آشوب بچیس سال عمر شریف سے گزرے تھے جب حضرت علی اکبر میدان کارزار میں آئے حضرت بے اختیار رونے لگے، انگشت شہادت سے جانب آسمان اشارہ کرکے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَقَدْ بَرَزَ اِلَیْھِمْ غُلَامٌ اَشْبَہُ النَّاسِ خَلْقًا وَّخُلْقًا وَّمَنْطِقًا بِرَسُوْلِکَ وَکُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی نَبِیِّکَ نَظَرْنَا اِلٰی وَجْھِہٖ: "پالنے والے تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ اب وہ جوان ان کی طرف قتل ہونے جارہا ہے جو صورت میں سیرت میں گفتار میں بالکل تیرے نبی کی شبیہہ ہے اور جب ہم لوگوں کو تیرے رسولؐ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا تو اس لڑکے کا چہرہ دیکھ لیتے تھے۔ بار الہا! تو ان لوگوں سے زمین کی برکتیں اٹھالے، ان کی جمعیت کو پراگندہ کردے ان کے حکام کو ہمیشہ ان سے ناراض رکھ، کیونکہ ان اشقیا نے وعدہ نصرت کرکے ہمیں بلایا اور اب ہمارے قتل پر آمادہ ہیں پھر حضرت نے ابن سعد کو پکار کر فرمایا: اے دشمن خدا! خدا تیرے رحم کو قطع کرے اور کسی امر میں تجھے برکت نہ دے اور تجھ پر ایسے بے رحم کو مسلط کرے جو تیرے فرش خواب پر تجھے ذبح کرے، جس طرح تونے میرے رحم کو قطع کیا اور قرابت رسولؐ کی میرے حق میں رعایت نہ کی۔ اس کے بعد حضرت نے باآواز بلند یہ آیت جو شان اہلبیت رسالت میں نازل ہوئی ہے تلاوت فرمائی:۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ .... سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ الخ (سورۂ آلِ عمران آیت ۳۳ - ۳۴) - اس کے بعد وہ امام زادہ مانند خورشید تاباں افق میدان سے طالع ہوا اور عرصۂ نبرد کو اپنے نور جمال سے منور کیا۔ جب حضرت علی اکبر میدان کارزار میں پہنچے، تو اس مضمون کا رجز ارشاد فرمایا۔

اَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ + مِنْ عُصْبَۃٍ جَدُّ اَبِیْھِمُ النَّبِیّ + وَاللّٰہِ لَا یَحْکُمُ فِیْنَا ابْنُ الدَّعِیّ + اَطْعَنُکُمْ بِالرُّمْحِ حَتّٰی یَنْثَنِیْ + اَضْرِبُکُمْ بِالسَّیْفِ اَحْمِیْ عَنْ اَبِیْ + ضَرْبَ غُلَامٍ ھَاشِمِیٍّ عَلَوِیْ:۔ "اے فرقہ اشرار میں علی بن الحسینؑ فرزند علی ابن ابی طالب ہوں ہمارے جد بزرگوار رسولؐ مختار ہیں اور ہم ان کی ذریت طاہرہ ہیں۔ ہرگز یزید کے محکوم نہ ہوں گے، میں اپنے نیزہ سے تم پر اتنے وار کروں گا یہاں تک کہ وہ ٹیڑھا ہو جائے۔ میں اپنے پدر بزرگوار کی حمایت ایک ایسی ضرب سے کروں گا جو جوان ہاشمی کی ضرب ہے۔"

اس کے بعد کفار پر حملہ کیا اور اس قدر اشقیا کو قتل کیا کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور ایک خروش لشکر مخالف سے بلند ہوا۔ منقول ہے کہ باوجود شدت تشنگی حضرت علی اکبر

نے ایک سو بیس اشقیا رفی النار کئے اس کے بعد با تن مجروح اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں آکر کہا۔ اے پدر بزرگوار شدت تشنگی سے جاں بلب ہوں اور سنگینی اسلحہ اور گرانی آہن سے مجھے تعب شدید ہے اگر تھوڑا پانی ممکن ہو اپنا حلق تر کروں اور پھر سے لڑنے جاؤں۔ یہ سُن کر حضرت رونے لگے اور فرمایا: اے فرزند! اے نور نظر اپنی زبان میرے مُنہ میں دے دو یہ فرما کر حضرت نے علی اکبر کی زبان کو اپنے مُنہ میں لے کر چوسا اور اپنی انگوٹھی دے کر فرمایا اسے مُنہ میں رکھو اور مصروف جہاد ہو مجھے اُمید ہے کہ تم اپنے جد کے ہاتھ سے حوض کوثر پر ایسا سیراب ہو گے کہ پھر کبھی پیاسے نہ ہو گے۔ اس وقت علی اکبر نے میدان میں آکر دوبارہ رجز پڑھا اور اشقیا پر حملہ آور ہوئے اور اسی کا فر واصل جہنم کئے۔ پس بنا بر اس روایت کے دو سو اشقیا کو دونوں حملوں میں حضرت علی اکبر نے قتل کیا۔ آخر کار منقذ بن مرہ ساعدی نے ایک تلوار لگائی جس کے صدمہ سے وہ ہم صورت پیغمبر گھوڑے کی گردن سے لپٹ گیا اور گھوڑا اس کو لشکر مخالف میں لے گیا۔ اشقیا نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ جب وقت نزع روح ہوا بصدائے بلند پکارے، یا ابتاہ میرے نانا رسول خدا نے مجھے جام کوثر سے ایسا سیراب کیا کہ ہرگز تشنہ نہ ہونگا اور دوسرا جام آپ کے واسطے لئے منتظر ہیں اور فرماتے ہیں العجل العجل اے حسینؑ یہ جام تمہارے لئے مہیا ہے۔ امام حسینؑ یہ آواز سُنکر چیخیں مار کر رونے لگے اور فرمایا: خدا قتل کرے اس قوم کو جنھوں نے ناحق تجھے قتل کیا اور تیرے قتل سے کس قدر جرات خُدا اور رسولؐ پر کی۔ اور حرمت رسول ضایع کی۔ اے فرزند! تیرے بعد خاک ہے زندگانی دُنیا پر۔ حمید بن مسلم کہتا ہے اس وقت میں نے دیکھا ایک عورت مثل آفتاب تاباں خیمہ حرم سے نکل کر قتل گاہ کی طرف یا حبیباہ یا ثمرۃ فؤاداہ یا نور عیناہ کہتی ہوئی دوڑی اور لاش علی اکبر سے لپٹ گئی میں نے پوچھا یہ معظمہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ زینب بنت علیؑ ہیں۔ پس حضرت قتل گاہ میں آئے اور بہن کا ہاتھ پکڑ کر خیمہ میں لے گئے پھر اپنے جوانوں کے ساتھ مقتل میں تشریف لائے اور فرمایا اپنے بھائی کی لاش مقتل سے اُٹھا لاؤ۔ بموجب ارشاد امام جوانوں نے اس خیمہ کے سامنے لاشہ علی اکبر کو لا کر رکھ دیا جس کے سامنے جنگ کرتے تھے۔ شیخ مفید اور ابن نما رحمہا اللہ نے روایت کی ہے اس کے بعد ایک ملعون نے جس کا نام عمر بن صبیح تھا ایک تیر عبداللہ فرزند حضرت مسلم بن عقیل کی طرف پھینکا اس مظلوم نے اپنا ہاتھ پیشانی مبارک پر رکھا تاکہ تیر سے محفوظ رہیں ناگاہ تیر نے اس مظلوم کے دست و پیشانی کو اس طرح چھیدا کہ وہ معصوم

لاش علی اکبر پر حضرت زینب کی آمد

عبداللہ بن مسلم کی عجیب مظلومانہ شہادت

اپنا ہاتھ ہلانا چاہتا تھا اور ہل نہ سکتا تھا اس کے بعد ایک دوسرے شقی نے اپنا نیزہ ان کے سینہ پر مار کر شہید کیا اور عبداللہؓ بن قطبہ طائی نے عون فرزند عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ پر حملہ کر کے شہید کیا اور عامر بن نہشل تمیمی نے محمد فرزند عبداللہ بن جعفر بن طیارؓ کو شہید کیا۔ اس کے بعد عثمان بن خالد ہمدانی نے عبدالرحمٰن فرزند عقیلؓ پر حملہ کر کے ان کو شہید کیا۔ اور ابو الفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول کیا، جو شخص پہلے اولاد ابو طالب سے کربلا میں ہمراہ جناب سیّد الشہدا علیہ السّلام تیغ اہل جفا سے شہید ہوا وہ علی ابن الحسینؑ تھے، اور سعید ابن ثابت سے منقول ہے جب علی بن الحسینؑ نے عزم جہاد کیا تو حضرت امام حسینؑ نے اشک حسرت آنکھوں سے برسا کر فرمایا: خداوندا تو گواہ رہنا اس قوم جفا کار پر کہ اب وہ جوان مرنے کو جاتا ہے جو صورت و سیرت میں تیرے رسولؐ سے بہت مشابہ ہے۔ علی اکبر جب میدان میں آئے بار بار کفّار پر حملہ فرما کر شدّت عطش سے حضرت کی خدمت میں آ کر کہتے تھے، یا ابتاہ العطش! حضرت فرماتے تھے: اے میرے حبیب صبر کر! تو عنقریب اپنے جد بزرگوار کے ہاتھ سے جام کوثر سے سیراب ہوگا اس کے بعد وہ پارہ جگر رسولؐ پے در پے اشقیا پر حملہ کرتا تھا، یہاں تک کہ ایک تیر گلوئے مبارک پر لگا۔ اور خون جاری ہوا علی اکبر اپنے خون میں غلطاں ہوئے اور فریاد کی: اے پدر مہربان! آپ پر سلام ہو، یہ میرے جد بزرگوار جناب رسول خداؐ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں پھر علی اکبر نے ایک چیخ ماری ساتھ ہی رُوح باغ جنّت کو پرواز کر گئی۔ ابو الفرج اصفہانی نے روایت کی ہے، کہ یہی علی بن الحسینؑ اکبر اولاد امام حسینؑ تھے اور صاحب اولاد نہ تھے۔ آپ کی کنیت ابو الحسن تھی۔ والدہ ماجدہ لیلیٰ دختر ابو مرہ ثقفی تھیں، معرکہ کربلا میں سب سے پہلے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور مغیرہ سے روایت ہے کہ معاویہ نے ایک دفعہ اپنے اصحاب سے پوچھا کہ اس وقت کون سب سے زیادہ سزاوار خلافت ہے لوگوں نے کہا آپ، معاویہ نے جواب دیا نہیں اس وقت اگر کوئی سزاوار خلافت ہے تو وہ علی بن الحسینؑ ہیں۔ جد ان کے رسول اللہؐ ہیں، ان میں بنی ہاشم کی شجاعت، بنی امیّہ کی سخاوت اور ثقیف کی آن ہے۔ یحییٰ بن حسین علوی اور ہمارے طالبی اصحاب کا کہنا ہے کہ ان کی ماں کنیز تھیں اور وہ علی ابن الحسین جن کی ماں لیلیٰ بنت ابی مرہ ثقفی تھیں وہ ہم طالبیوں کے جد تھے اور عہد خلافت عثمان میں پیدا ہوئے تھے۔

علی اکبر کی شہادت کے بعد ایک لڑکا مانند خورشید درخشاں خیمہ سے نکلا دو بندے اس کے کان بوجہ اضطراب ہلتے جاتے تھے ناگاہ ہانی بن شبیث نے ایک تلوار اس طفل مظلوم پر لگائی اور شہید کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت شہر بانوؑ کو سکتہ ہو گیا تھا بحالت تحیّر اس طفل کی طرف دیکھ رہی تھیں حرکت

کا یارا نہ تھا، نہ طاقت کلام تھی اب امام مظلوم نے جانب راست و چپ مڑ کر دیکھا کہ اہل بیت و انصار سے کوئی باقی نہ رہا اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نہایت بیمار تھے اور تلوار پکڑنے کی طاقت نہ تھی، آپ نے جب اپنے پدر کو تن تنہا دیکھا تو قصد جہاد کیا حضرت ام کلثوم نے فریاد کی اے نور دیدہ تم کہاں جاتے ہو۔ عرض کیا اے عمہ بزرگوار مجھے جانے دیجئے تاکہ فرزند رسولؐ پر اپنی جان نثار کروں جب حضرت امام حسینؑ کو معلوم ہوا کہ زین العابدین نے بھی قصد جہاد کیا ہے فرمایا اے ام کلثوم اس کو آنے نہ دو، ورنہ نسل آل محمدؐ سے زمین خالی ہو جائیگی۔ اور یہ میرا جانشین و خلیفہ ہے۔

جب اولاد و اقربا بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور بجز امام مظلوم کوئی باقی نہ رہا اس وقت حضرت نے اتمام حجت کرنے کے لئے بصدائے بلند فرمایا: آیا کوئی ہے کہ ضرر اشقیاء کو ہم سے دفع کرے، آیا کوئی حق پرست ہے جو خوف خدا کرے، آیا کوئی ہے جو بامید اجر و ثواب ہماری فریاد رسی کرے جب حرم محترم نے حضرت کی فریاد سُنی تو صدائے گریہ و زاری بلند کی، اس وقت حضرت نے در خیمہ پر آکر فرمایا: میرے فرزند علی اصغر کو مجھے لادو، تاکہ اسے وداع کروں بموجب ارشاد علی اصغر کو لاکر حضرت کی گود میں دیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ حضرت نے اپنے چھوٹے بیٹے عبداللہ کو طلب فرمایا جب وہ بچہ لایا گیا، حضرت نے اسے اپنی گود میں لیا اور اس کے لب نازنیں کے بوسے لیکر فرماتے تھے: وائے ان اشقیا پر کہ جد بزرگوار تیرے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے دشمن ہوں گے ناگاہ حرملہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر ایسا مارا کہ گلوئے[1] نازنین پر اس طفل کے لگا اور وہ بچہ آغوش پدر میں شہید ہوا۔

شہادت عبداللہ

---

[1] معلوم ہونا چاہیے کہ واقعۂ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے دو شیر خوار بچے پیکان ظلم سے شہید کئے گئے، ایک کا نام عبداللہ جس کا ذکر مؤلف علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ یہ بچہ روز عاشور متولد ہوا تھا ان کی والدہ ماجدہ ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبیداللہ تھیں دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے دہن میں اپنی زبان دی تھی جس کو وہ بچہ بوجہ تشنگی چوس رہا تھا کہ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ایک ایسا تیر مارا کہ وہ بچہ باپ کی آغوش میں درجۂ شہادت پر فائز ہوگیا (دیکھو فرسان الہیجا صفحہ ۲۰۴ تالیف شیخ ذبیح اللہ محلاتی) دوسرا بچہ علی اصغر تھا جس کی شہادت کا واقعہ عام طور سے زبان زد ذاکرین ہے۔ مؤلف علیہ الرحمہ اور بعض دیگر علماء نے صرف عبداللہ کا ذکر اس بناء پر کیا ہے کہ ان کو خیال گزرا کہ دونوں ایک ہی ہیں حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں بچے علیحدہ تھے جیسا کہ دونوں کے نام والدہ، عمر، کیفیت، شہادت کے اختلاف سے ظاہر ہے۔ حضرت علی اصغر کی شہادت کا واقعہ شیعہ اور سنی دونوں مورخین نے ذکر کیا ہے چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں۔

"ایک مرتبہ خیمہ سے نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں۔ علی اصغر جو ابھی چھ مہینہ سے زیادہ عمر نہ رکھتے تھے پیاسے بھوکے رو رہے تھے کیونکہ ان کی ماں کا دودھ شدت عطش سے سوکھ گیا تھا، امام حسین علیہ السلام نے یہ حال دیکھکر فرمایا: میرے بچے کو میرے سپرد کردو تاکہ اس کو بھی وداع کروں پس آپ نے اس بچہ کا قنداق پکڑ کر اسے چوما اور فرمایا۔ وَيْلٌ لِهٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اِذَا كَانَ جَدُّكَ مُحَمَّدٌ خَصْمَهُمْ: ۔ اس کی حالت پر افسوس جس کے دشمن بروز قیامت تیرے جد محمد مصطفٰے ہوں گے پھر آپ اس بچہ کو لے کر صف اعداء کے سامنے آئے۔ گویا فرمارہے تھے کہ یا ماالھلا اب میری جھولی میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۱ پر)

حضرت چلو میں خون بھر کر جانبِ آسمان پھینکتے تھے۔ بروایتِ سید بن طاؤس علیہ الرحمہ، حضرت فرماتے تھے یہ سب آزار راہ خدا میں سہل ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک قطرہ اس خون سے زمین پر نہ گرا۔ روایت ہے اس وقت حضرت نے فرمایا: خداوندا یہ فرزند میرا ناقۂ صالح پیغمبرؑ سے کم نہ ہو۔ خداوندا اگر اس وقت تو نے میری نصرت میں مصلحت نہ جانی تو ان صدموں کو موجب زیادتی ثوابِ آخرت فرما۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کتب معتبرہ میں منقول ہے جب امام حسینؑ نے اپنے بہتر ساتھیوں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا ایک آہ سرد کھینچی، اور در خیمہ پر وداع اہلبیتؑ کے لئے تشریف لائے، بصدائے بلند پکارے: یَا سَکِیْنَۃُ یَا فَاطِمَۃُ یَا زَیْنَبُ یَا اُمَّ کُلْثُوْمٍ عَلَیْکُنَّ مِنِّی السَّلَامُ: اے زینب وام کلثوم ہائے فاطمہ اور اے سکینہ تم پر سلام آخری ہو، یہ سنتے ہی اہل حرم نے حضرت کو گھیر لیا حضرت سکینہ نے مایوس ہو کر کہا اے بابا! اب آپ نے بھی مرنے کا قصد کیا ہے کیا ہم کو بے کس و تنہا اشقیا میں چھوڑے جاتے ہیں فرمایا اے نور دیدہ جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو وہ کیونکر اپنا مرنا اختیار نہ کرے۔ سکینہ نے کہا: اگر آپ آمادۂ شہادت ہیں تو ہمیں روضۂ رسولؐ تک پہنچا دیجیے۔ فرمایا اے نور دیدہ افسوس یہ نہیں ہو سکتا اس وقت اہل بیت میں ایک کہرام برپا ہوا اور حضرت نے ایک ایک کو گلے لگا کر تسلی دی۔ اور جہاد کو سدھارے۔

ابو الفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن الحسینؑ بروز عاشور بہت کمسن تھے مادر عبداللہ رباب بنت امرء القیس تھیں جن کے بارہ میں حضرت نے اس مضمون کے شعر فرمائے ہیں۔

لَعَمْرُكَ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ دَارًا + تَكُوْنُ بِهَا سَكِيْنَةُ وَالرَّبَابُ + اُحِبُّهُمَا وَاَبْذُلُ جُلَّ مَالِیْ وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِیْ عِتَابٌ:- قسم تیری جان کی میں دوست رکھتا ہوں سکینہ اور رباب کو اور دوست رکھتا ہوں میں اس گھر کو جس میں سکینہ اور رباب ہوں، اور فدا کرتا ہوں اپنے تمام مال کو ان پر اور کسی کا عتاب مجھ پر نہیں ہو سکتا۔ مادر سکینہ حضرت رباب تھیں اور سکینہ کا اصلی نام آمنہ تھا

سوائے اس گوہر کے کچھ باقی نہ رہا اب اس کو بھی تیری بارگاہ میں فدیہ کرنے لایا ہوں۔ اس وقت آپ نے کوفیوں سے خطاب کیا کہ اے شیعیانِ آل ابو سفیان! اگر مجھ کو گنہگار جانتے ہو تو اس بچہ کا کیا قصور ہے اس کو تو پانی پلا دو کیونکہ اس کی ماں کا دودھ تک شدتِ عطش سے خشک ہو گیا ہے امام کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔ حرملہ ابن کاہل اسدی نے اس بچہ کی طرف ایک ایسا تیر رواں کیا جو علی اصغر کے گلے پر پڑا اور خون جاری ہوا۔ امام نے فرمایا اے پروردگار اس بچہ کے خونِ ناحق کو ناقۂ صالح کے خون سے کمتر نہ قرار دے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)
اسی مضمون کے قریب اہل سنت میں سے علامہ سبط ابن جوزی نے بھی اپنی کتاب تذکرۃ الخواص میں ذکر کیا ہے اس کے علاوہ دیگر کتب میں یہ واقعہ بالمد اور تفصیل سے مذکور ہے۔ یہاں بخوف طوالت ترک کیا۔ کیونکہ مقصود صرف ترجمہ ہے نہ کر تحقیق۔ ج۔ نہ ۱۲

سکینہ مشہور ہوگیا۔ عبداللہ اپنے پدر بزرگوار کی گود میں تھے، ناگاہ ایک تیر لشکر عمر سعد سے آکر حلق نازنیں پر لگا وہ بچہ شہید ہوگیا۔ حمید بن مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے ایک طفل صغیر کو منگا کر اپنی گود میں بٹھایا۔ ناگاہ عقبہ بن بشیر لعین نے تیر سے اس بچے کو شہید کیا۔ محمد ابن حسین اشنانی نے ایک شخص سے جو معرکۂ کربلا میں موجود تھا روایت کی ہے کہ اس نے کہا ایک طفل صغیر حضرت کے ہمراہ تھا ناگاہ ایک تیر اس کے حلق نازنیں پر لگا۔ حضرت اس کا خون اپنے دست مبارک میں لے کر آسمان کی طرف پھینکتے تھے ایک قطرہ زمین پر نہ گرتا تھا، فرماتے تھے، خداوندا یہ فرزند میرا بچۂ ناقۂ صالح سے کم نہ ہو۔ اس کے بعد حضرت بقصد شہادت میدان کارزار میں آئے اور اپنی زبان معجز بیان سے اس طرح اپنے فضائل ومناقب بیان کرنے لگے۔

امام حسینؑ کے بچے

۱۔ كَفَرَ الْقَوْمُ وَقِدْماً رَغِبُوا	عَنْ ثَوَابِ اللّٰهِ رَبِّ الثَّقَلَيْنِ
۲۔ قَتَلَ الْقَوْمُ عَلِيّاً وَابْنَهُ	حَسَنَ الْخَيْرِ كَرِيْمَ الْاَبَوَيْنِ
۳۔ حَنَقاً مِنْهُمْ وَقَالُوا اَجْمِعُوا	اُحْشُرُوا النَّاسَ اِلٰى حَرْبِ الْحُسَيْنِ
۴۔ يَا لَقَوْمٍ مِنْ اُنَاسٍ رُذَّلٍ	جَمَعُوا الْجَمْعَ لِاَهْلِ الْحَرَمَيْنِ
۵۔ ثُمَّ سَارُوا وَتَوَاصَوْا كُلُّهُمْ	بِاجْتِيَاحِيْ لِرِضَاءِ الْمُلْحِدِيْنَ
۶۔ لَمْ يَخَافُوا اللّٰهَ فِيْ سَفْكِ دَمِيْ	لِعُبَيْدِ اللّٰهِ نَسْلِ الْكَافِرِيْنَ
۷۔ وَابْنُ سَعْدٍ قَدْ رَمَانِيْ عَنْوَةً	بِجُنُوْدٍ كَوُكُوْفِ الْهَاطِلِيْنَ
۸۔ لَا لِشَيْءٍ كَانَ مِنِّيْ قَبْلَ ذَا	غَيْرِ فَخْرِيْ بِضِيَاءِ الْفَرْقَدَيْنِ
۹۔ بِعَلِيِّ الْخَيْرِ مِنْ بَعْدِ النَّبِيْ	وَالنَّبِيِّ الْقُرَشِيِّ الْوَالِدَيْنِ
۱۰۔ خِيَرَةُ اللّٰهِ مِنَ الْخَلْقِ اَبِيْ	ثُمَّ اُمِّيْ فَاَنَا ابْنُ الْخِيَرَتَيْنِ
۱۱۔ فِضَّةٌ قَدْ خَلَصَتْ مِنْ ذَهَبٍ	فَاَنَا الْفِضَّةُ وَابْنُ الذَّهَبَيْنِ
۱۲۔ مَنْ لَهُ جَدٌّ كَجَدِّيْ فِي الْوَرٰى	اَوْ كَشَيْخِيْ فَاَنَا ابْنُ الذَّهَبَيْنِ
۱۳۔ فَاطِمُ الزَّهْرَاءُ اُمِّيْ وَاَبِيْ	قَاصِمُ الْكُفْرِ بِبَدْرٍ وَحُنَيْنٍ
۱۴۔ عَبَدَ اللّٰهَ غُلَاماً يَافِعاً	وَقُرَيْشٌ يَعْبُدُوْنَ الْوَثَنَيْنِ
۱۵۔ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى مَعاً	وَعَلِيٌّ كَانَ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ
۱۶۔ فَاَبِيْ شَمْسٌ وَاُمِّيْ قَمَرٌ	فَاَنَا الْكَوْكَبُ وَابْنُ الْقَمَرَيْنِ
۱۷۔ وَلَهُ فِيْ يَوْمِ اُحُدٍ وَقْعَةٌ	شَفَتِ الْغِلَّ بِفَضِّ الْعَسْكَرَيْنِ

۱۸ - ثُمَّ فِي الْأَحْزَابِ وَالْفَتْحِ مَعًا ... كَانَ فِيهِمَا حَتْفُ أَهْلِ الْفَيْلَقَيْنِ

۱۹ - فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَاذَا صَنَعَتْ ... أُمَّةُ السُّوْءِ مَعًا بِالْعِتْرَتَيْنِ

۲۰ - عِتْرَةُ الْبَرِّ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى ... وَعَلِيِّ الْوَرْدِ يَوْمَ الْجَحْفَلَيْنِ

حاصل مطلب یہ ہے کہ:- (۱) یہ قوم کافر ہو گئی ہے اور پہلے ہی سے یہ ثواب الٰہی سے روگرداں ہے (۲) یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے علیؑ اور حسنؑ کو مار ڈالا جو مجسمۂ خیر و محترم والدین کے فرزند تھے (۳) ایسا انھوں نے پرانے کینہ کی بنا پر کیا ہے اور اب یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ حسینؑ سے لڑنے کے لئے اکٹھا کر دو۔ (۴) یہ کیسے رذیل لوگ ہیں جنھوں نے وارث حرمین سے لڑنے کے لئے لشکر اکٹھا کئے ہیں (۵) اور ایک دوسرے کو میرے ہلاک کرنے کے لئے تاکید کر رہے ہیں تاکہ دو ملحد (عمر سعد و ابن زیاد) راضی ہو جائیں (۶) میرا خون بہانے میں ان کو اللہ کا کوئی خوف نہیں ہے، ابن زیاد کو راضی رکھنا چاہتے ہیں جو دو کافروں کی نسل سے ہے (۷) پسر سعد بہ ہجوم طوفان کی طرح اُمڈے ہوئے لشکروں کو لے کر مجھ پر حملہ آور ہوا ہے۔ (۸) حالانکہ میرا کوئی قصور نہیں سوائے اس کے کہ دو نیر فلک نبوت و امامت پر مجھ کو فخر ہے (۹) ایک ان میں سے علی بن ابی طالب ہیں جن کا مرتبہ بعد النبیؐ ہے اور دوسرے قرشی والدین کے فرزند نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں (۱۰) خلق خدا کے برگزیدہ و منتخب میرے باپ اور میری ماں ہیں اور میں ان ہی دونوں برگزیدہ ہستیوں کا فرزند ہوں (۱۱) اس چاندی کا کیا کہنا جو طلائے خالص سے نکھار کر بنائی گئی ہو میں وہی مصفّا چاندی ہوں جو دو سونوں سے حاصل ہوتی ہے۔ (۱۲) بتاؤ! زمانہ میں میرے جد جیسا جیّد باپ کس کو نصیب ہے؟ بس میں ایسی ہستیوں کا فرزند ہوں۔ (۱۳) میری ماں فاطمہ زہرا اور باپ بدر و حنین میں کافروں کی گردن توڑنے والے ہیں۔ (۱۴) جنھوں نے بچپن میں اس وقت خدائے یکتا کی عبادت کی جب کہ قریشی دو بتوں کی پرستش کرتے تھے (۱۵) وہ دو بت لات و عزیٰ ہیں اور علی نے اس وقت دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ (۱۶) میرا باپ آفتاب ہے اور میری ماں ماہتاب ہے اور میں دونوں چاند سورج کا فرزند درخشاں ستارہ ہوں۔ (۱۷) میرے باپ کے اقبال نے جنگ اُحد میں دشمنوں کے لشکر کو شکست دے کر مسلمانوں کی پیاس بجھائی تھی (۱۸) بعد ازاں بروز احزاب و فتح مکہ بھی ان ہی کی نصرت سے فتح نصیب ہوئی (۱۹) خدا کے لئے اے میری اُمت جواب دو کہ ان بزرگواروں کی عترت (۲۰) یعنی نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ اور علی شیر خدا اور میدان وغا کی عترت کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا۔! یہ اشعار پڑھ کر آپ نے میان سے

تلوار نکالی اور اعداء کے سامنے آکر آمادۂ مرگ ہوئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھے۔

أَنَا ابْنُ عَلِيِّ الطُّهْرِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ ‏ ‏ ‏ كَفَانِي بِهَذَا مَفْخَرًا حِينَ أَفْخَرُ

وَجَدِّي رَسُولُ اللهِ أَفْضَلُ مَنْ مَضَى ‏ ‏ ‏ وَنَحْنُ سِرَاجُ اللهِ فِي الْخَلْقِ يَزْهَرُ

وَفَاطِمَةُ أُمِّي مِنْ سُلَالَةِ أَحْمَدٍ ‏ ‏ ‏ وَعَمِّي يُدْعَى ذَا الْجَنَاحَيْنِ جَعْفَرُ

وَفِينَا كِتَابُ اللهِ أُنْزِلَ صَادِقًا ‏ ‏ ‏ وَفِينَا الْهُدَى وَالْوَحْيُ بِالْخَيْرِ يُذْكَرُ

وَنَحْنُ أَمَانُ اللهِ لِلنَّاسِ كُلِّهِمْ ‏ ‏ ‏ نُسِرُّ بِهَذَا فِي الْأَنَامِ وَنَجْهَرُ

وَنَحْنُ وُلَاةُ الْحَوْضِ نَسْقِي وُلَاتَنَا ‏ ‏ ‏ بِكَأْسِ رَسُولِ اللهِ مَا لَيْسَ يُنْكَرُ

وَشِيعَتُنَا فِي النَّاسِ أَكْرَمُ شِيعَةٍ ‏ ‏ ‏ وَمُبْغِضُنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَخْسَرُ

"میں فرزند حیدر کرار ہوں، جو اولاد ہاشم سے بہترین مردم ہیں اور یہ فخر میرے لئے کافی ہے اور جد بزرگوار میرے محمد مصطفےٰ عزیز ترین خلق خدا ہیں اور ہم روئے زمین پر چراغ نور الٰہی اور فاطمہ زہرا میری مادر گرامی سلالہ و خلاصۂ احمد مختار ہیں اور عم بزرگوار میرے جعفر طیار ہیں۔ جنھیں حق تعالےٰ نے دو پر عطا فرمائے ہیں جو باغ بہشت میں ملائکہ مقربین کے ساتھ پرواز کرتے ہیں اور قرآن بصدق راستی ہمارے باب میں نازل ہوا ہے اور ہمارے ذریعہ سے ہدایت و وحی الٰہی ہے ہم کو خدا نے کائنات کے لئے امان قرار دیا ہے اور ہم خلق اللہ میں صفات خیر سے ذکر کئے جاتے ہیں اور ہم مالک حوض کوثر ہیں۔ اپنے دوستوں کو سیراب کریں گے اور جام رسولؐ میں پانی پلائیں گے۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ہمارے شیعہ تمام شیعوں سے بہتر ہیں اور ہمارے دشمن بروز قیامت زیاں کار ہیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شیخ طبرسی نے احتجاج میں روایت کی ہے جب کوئی شخص اہلبیت عصمت سے سوائے امام زین العابدین علیہ السّلام اور عبداللہ شیر خوار کے باقی نہ رہا تو حضرت خیمۂ حرم محترم کے پاس تشریف لائے اور عبداللہ کو طلب کیا تاکہ اسے وداع کریں ناگاہ ایک تیر ان کے گلوئے نازنین پر لگا کہ وہ بچہ شہید ہو گیا اس وقت حضرت اپنے گھوڑے سے اُترے اور ان کی قبر ذوالفقار کی نیام سے کھود دی، اور خون ان کا بجائے کفن کے بدن پر ملکر دفن کیا۔ اس کے بعد حضرت متوجہ قتال ہوئے، اور ابیات مذکور کو انشا فرمایا۔ اور محمد بن ابیطالب نے کہا ہے کہ ابو علی سلامی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ اس وقت حضرت نے کئی شعر ایسے انشا کئے کہ کسی نے انشا نہ کئے تھے۔ حاصل مضمون ان اشعار کا یہ ہے کہ اگر دنیا جانے نفیس و

خون شیرخوار کفن بنا ملنا

خوش شمار کی جائے تو خزانۂ ثواب خدا خوب تر ہے (الی آخر الابیات جو شروع میں گزر چکے ہیں) پھر حضرت نے مبارز طلبی کی، اور جو بہادر سامنے آتا تھا اسے دو ٹکڑے کر دیتے تھے یہاں تک کہ بہت اشقیا کو ہلاک کیا اس کے بعد کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ مقابلہ کو آئے پھر حضرت نے میمنہ لشکر پر حملہ کیا فرماتے تھے: اَلْمَوْتُ اَوْلٰی مِنْ رُکُوْبِ الْعَارِ، ذلّت کی زندگی سے موت بہتر ہے۔ پھر میسرہ لشکر پر حملہ کیا اور فرماتے تھے: اَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِی + اٰلَیْتُ اَنْ لَّا اَنْثَنِیْ + اَحْمِیْ عِیَالَاتِ اَبِیْ + اَمْضِیْ عَلٰی دِیْنِ النَّبِیْ۔ میں حسین بن علی ہوں قسم بخدا میں تمہارے آگے سے ہرگز نہ ہٹوں گا اور حمایت کروں گا اپنے پدر نامدار کے عیال کی اور ثابت ہوں میں دینِ رسول پر۔!

شیخ مفید و ابن طاؤس و ابن نما رحمہم اللہ نے کہا ہے جب حضرت پر تشنگی غالب ہوئی تو گھوڑے پر سوار ہوئے حضرت عباس کو نے کر قصد فرات کیا۔ اشقیا راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور ایک شقی دارمی نے حضرت کے گلے پر تیر مارا حضرت نے اس کو کھینچ لیا، خون جاری ہوا حضرت نے دونوں چلو خون سے بھر کر جانب آسمان پھینک دیئے اور فرمایا: خداوندا تجھ سے شکایت کرتا ہوں کہ اس قوم نے تیرے پیغمبر کے فرزند سے کیسی بدسلوکی کی پھر اشقیا امام حسینؑ اور جناب عباس میں حائل ہو گئے اور تنہا پا کر حضرت عباس کو گھیر لیا اور ہر طرف سے نرغہ کیا یہاں تک کہ زید بن ورقا اور حکیم بن طفیل نے ان کو شہید کیا جب حضرت نے اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھا زار زار چیخیں مار کر روئے سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت مبارز طلب کرتے تھے اور جو نامرد سامنے آتا تھا اُسے قتل کرتے تھے یہاں تک کہ ایک جمع کثیر کو طعمۂ شمشیر کیا اس وقت حضرت فرماتے تھے: اَلْقَتْلُ اَوْلٰی مِنْ رُکُوْبِ الْعَارِ + وَالْعَارُ اَوْلٰی مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ قتل بہتر ہے ننگ و عار سے اور عار بہتر ہے دخول نار سے، ایک راوی نے لکھا ہے بخدا ہم نے امام حسینؑ سے زیادہ کسی کو شجاع و دلیر نہیں پایا کہ باوجود ایسے صدمات عظیمہ اور قتل ہونے یاور انصار و فادار اور اولاد و اقربا کی قربانیوں کے کمال مطمئن تھے جب ان اشقیا پر یکہ و تنہا حملہ کرتے تھے تو وہ نامرد اس طرح بھاگتے تھے جیسے شیر سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ ہر حملہ کے بعد حضرت ایک لمحہ توقف کرتے تھے اور فرماتے تھے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

ابن شہر آشوب اور محمد بن ابی طالب نے لکھا ہے کہ حضرت نے اپنے دستِ حق پرست سے مجروحین کے علاوہ ایک ہزار نو سو پچاس اشقیا فی النار کئے اس وقت عمر سعد نے اپنے لشکر سے کہا کہ تم کس شخص سے کارزار کرتے ہو، وائے تم پر یہ فرزند امیر المومنینؑ اور دلبند انزع البطین

ہے اور پیغمبر زادہ ہے قتال عرب کا، تم اس سے مقابلہ نہ کر سکو گے لہٰذا ہر طرف سے ان کو گھیر لو اور حملہ کرو۔ اس وقت چار ہزار کمانداروں نے حضرت کو گھیر کر تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا جس سے اشقیاء حضرت اور خیمہ کے مابین حائل ہو گئے۔ بروایت محمد بن ابیطالب و صاحب مناقب اور سید ابن طاؤس رحمہم اللہ حضرت نے اشقیا سے پکار کر فرمایا: اے گروہ کفار! اے پیروان آل ابو سفیان! اگر تم دین سے بے بہرہ ہو، روز جزا سے بے خوف ہو، پس حمیت عرب کیا ہو گئی؟ شمر نے کہا: اے فرزند فاطمہ کیا کہتے ہو۔ فرمایا: تم مجھ سے جنگ کرتے ہو اور میں تم سے مقابلہ کرتا ہوں، عورتوں نے کیا گناہ کیا ہے، تو لشکر کو منع کر کہ جب تک میں زندہ ہوں خیمہ اہلبیت سے متعرض نہ ہوں۔ یہ سنکر شمر نے لشکر کو حکم دیا کہ پہلے حسینؑ کا کام تمام کرو۔ ان کے اہلبیت سے دستبردار ہو کیونکہ یہ کفو کریم ہیں، اور ان کی تلوار سے مارا جانا ننگ نہیں۔ یہ سنکر اشقیا نے ایکبارگی حضرت پر حملہ کیا۔ اس وقت حضرت کفار سے پانی مانگتے تھے، جب گھوڑے کو جانب فرات دوڑاتے تھے لشکر مخالف کے سوار و پیادہ راہ روک کر مانع ہو جاتے تھے۔ بروایت ابن شہر آشوب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اعور سلمی اور عمر بن حجاج پر حملہ کیا، یہ دونوں ملعون چار ہزار کے لشکر کے ساتھ فرات پر مقرر تھے۔ امامؑ نے ان کی صفوں کو پراگندہ کر کے گھوڑا پانی میں ڈال دیا، اور گھوڑے سے خطاب کر کے فرمایا: میں پیاسا ہوں اور تو بھی پیاسا ہے بخدا میں پانی نہ پیوں گا جبتک کہ تو نہ پیئے۔ یہ سنکر اسب وفادار نے منہ اپنا پانی سے اٹھا لیا گویا حضرت کے کلام کو سمجھا اور منتظر تھا جب حضرت پی لیں، اس وقت میں بھی پیوں۔ حضرت نے فرمایا: اے اسب وفادار! تو پانی پی میں بھی پیتا ہوں یہ فرما کر حضرت نے ہاتھ بڑھایا اور ایک چلو پانی لے کر چاہا کہ پیئیں، اس وقت ایک ملعون پکارا یا حسین پانی پیتے ہو، اور فوج خیمۂ حرم کو لوٹ رہی ہے حضرت نے یہ سنتے ہی پانی پھینک دیا اور خیموں کی طرف روانہ ہوئے اور صفوف مخالف کو پراگندہ کر کے دیکھا کہ خیام ذوی الاحترام محفوظ ہیں۔ ابو الفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ حضرت بار بار پانی طلب کرتے تھے مگر شمر جواب میں کہتا تھا بخدا! تم کو پانی نہ ملے گا یہاں تک کہ (معاذ اللہ) وارد آتش ہو۔ ایک ملعون نے کہا: دیکھو اے حسین! آپ فرات کیا لہریں لے رہا ہے اور مثل شکم مار چمکتا اور موجیں مارتا ہے، بخدا تم کو اس سے ایک قطرہ نہ ملے گا یہاں تک کہ شدت تشنگی سے ہلاک ہو، حضرت نے کہا بارالٰہا! اس شقی کو تشنگی سے ہلاک کر۔ راوی کہتا ہے قسم بخدا میں نے دیکھا وہ شقی شدت تشنگی سے یہیم العطش پکارتا تھا اور اسقدر پانی پیتا تھا کہ دہن سے اس شقی کے نکل جاتا تھا اسی حال میں گرفتار رہا۔ یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا۔ ناگاہ ابو الحتوف

جعفی نے ایک تیر پیشانیٔ امام حسین علیہ السّلام پر مارا، جب حضرت نے تیر کھینچا تو خون روئے مبارک اور ریش مبارک پر جاری ہوا، اس وقت حضرت نے فرمایا: خداوندا! تو دیکھتا ہے کہ تیری راہ رضا میں دشمنوں کے ہاتھ سے کیا آزار پا رہا ہوں، خداوندا! تو ان کو نہ بخش اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کر اور ان کو قتل کر، ان کے کسی متنفس کو باقی نہ رکھ اس کے بعد حضرت نے مانند شیر غضبناک ان ظالموں پر حملہ کیا اس وقت جو کوئی حضرت کے سامنے آتا تھا اُسے قتل کرتے تھے۔ اشقیا ہر طرف سے تیر برسا رہے تھے مگر حضرت راہ تسلیم و رضا میں ثابت قدم رہے اور ان تیروں کو اپنے جسم اقدس پر لیتے تھے اور مصروف جہاد تھے اور فرماتے جاتے تھے: اے گروہ تم نے عترت رسولؐ سے کیا بُرا سلوک کیا اور میرے بعد اب تم کسی بندہ خدا کے قتل سے پروا نہ کرو گے۔ بخدا میں اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہوں اور شہادت کو سعادت جانتا ہوں، وائے ہو تم پر کہ خدا دونوں جہاں میں تم سے میرے خون کا انتقام لے گا۔ اس وقت حصین بن مالک نے کہا اے پسر فاطمہ کس طرح خدا ہم سے انتقام لے گا؟ فرمایا: اس طرح کہ تم آپس میں ایک دوسرے پر تلوار کھینچو گے اور لڑ کر قتل ہو جاؤ گے جب سرائے آخرت میں پہنچو گے، عذاب ابدی تمہارے لئے مہیا ہوگا اور بدترین عذاب کے ساتھ معذب ہو گے پس حضرت پیہم مقابلہ کرتے تھے یہاں تک کہ زخہائے کاری بکثرت حضرت کے جسم اقدس پر لگے۔

حضرتؑ کے زخموں کی تعداد

بروایت صاحب مناقب اور سید ابن طاؤس بہتر [۷۲] زخم حضرت کے بدن شریف پر لگے اور ابن شہر آشوب نے ابومخنف سے اس نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ تینتیس زخم تیر کے اور چونتیس زخم شمشیر کے بدن شریف پر تھے اور بروایت معتبر امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ نیزہ و شمشیر و تیر کے تین سو بیس [۳۲۰] سے زیادہ زخم آپ کے بدن اطہر پر آئے اور ایک روایت میں وارد ہے کہ تین سو ساٹھ [۳۶۰] زخم تھے اور بعض روایات میں ہے کہ نیزہ و تیر کے علاوہ صرف تلوار کے تینتیس [۳۳] زخم جسم نازنین امام پر تھے اور بروایت دیگر ایک ہزار نو سو زخم تھے اور اس قدر تیر جسم اطہر پر لگے تھے، جیسے ساہی کے بدن پر کانٹے ہوتے ہیں۔ منقول ہے کہ یہ سب زخم حضرت کے آگے کے بدن پر تھے کیونکہ حضرت نے اشقیاء کی طرف پشت نہ پھیری تھی یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے جب کثرت جراحت سے حضرت کو طاقت جہاد نہ رہی ایک لمحہ توقف فرمایا ناگاہ ایک ملعون نے ایک پتھر پیشانی اقدس پر مارا جس سے جبین مبارک مجروح ہو گئی اس وقت حضرت نے چاہا کہ عبا کے دامن سے خون پونچھیں، ناگاہ ایک تیر سہ شعبہ زہر آلود سینہ پر آ کر لگا بعض روایات میں ہے کہ وہ تیر قلب مبارک پر لگا حضرت نے فرمایا: بسم اللہ و باللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ اور سر مبارک جانب آسمان بلند کر کے فرمایا: خداوندا تو جانتا ہے کہ یہ قوم جفاکار اس شخص

کو قتل کرتی ہے کہ اس وقت روئے زمین پر اس کے سوا کوئی دوسرا فرزندِ رسُول نہیں ہے۔ پھر حضرت نے اس تیر کو پشت کی جانب سے کھینچا، اور خون مثل پرنالے کے جاری ہوا۔ حضرت نے کفِ دست زیرِ زخم رکھا جب چلو خون سے بھر گیا جانبِ آسمان پھینکا اور ایک قطرہ اس کا زمین پر نہ گرا اس دن سے شفق کی سرخی آسمان پر نمودار ہوئی اس سے پہلے یہ سرخی نہیں نمودار ہوتی تھی پھر حضرت نے دوسرا چلو لے کر اپنے سر و ریش مبارک پر ملا فرمایا: میں اپنے جدِّ بزرگوار سے اس طرح ملاقات کروں گا اور عرض کروں گا یا رسول اللہ فلاں فلاں شخص نے مجھے شہید کیا۔ جب حضرت پر زیادہ ضُعف طاری ہوا تو اشقیا نے تھوڑی دیر توقف کیا کیونکہ جو شخص حضرت کے سامنے آتا تھا، بسبب خوف و شرم پھر جاتا تھا یہاں تک کہ مالک بن بشیر کندی ملعون نے آکر کلمات ناسزا کہے اور ایسی تلوار سر پر لگائی کہ کلاہ اقدس خون سے بھر گئی۔ حضرت نے فرمایا اے ملعون! ہرگز اس ہاتھ سے تجھے کھانا پینا نصیب نہ ہو اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے اس کے بعد حضرت نے کلاہ خون آلود کو زمین پر ڈال دیا، دوسری ٹوپی پہن کر اس پر عمامہ باندھا اس وقت حضرت نہایت ضعیف ہو گئے تھے بار دیگر مالک بن بشیر آکر کلاہِ خون آلود لے گیا وہ ٹوپی خز کی تھی۔ اس واقعۂ ہائلہ کے بعد جب وہ لعین اپنے گھر گیا اور ٹوپی دھونے لگا، اس کی زوجہ نے دیکھا کہا اے بے حیا تو لباس فرزندِ رسول صلعم کو لوٹ کر میرے گھر لایا ہے نکل میرے گھر سے خدا تیری قبر کو آگ سے بھر دے پھر وہ ملعون بسبب نفرینِ امام ہمیشہ بدترین احوال سے فقر و فاقہ میں گرفتار رہا اور دونوں ہاتھ اس روسیاہ کے خُشک ہو گئے جاڑوں میں اس سے خون ٹپکتا تھا گرمیوں میں مثل لکڑی کے خشک ہو جاتے تھے بروایت شیخ مفید اور سیّد ابن طاؤس اشقیا نے ایک لحظہ صبر کیا اس کے بعد چاروں طرف سے حضرت کو گھیر لیا اس وقت عبداللہ بن حسنؑ جو بہت کمسن تھے انھوں نے جب اپنے عم بزرگوار کو اس حال میں دیکھا تو خیمہ سے نکل کر جانبِ قتل گاہ دوڑے یہاں تک کہ امام حسین علیہ السّلام کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ ہر چند جناب زینبؑ نے چاہا کہ اس بچّے کو روکیں اور حضرت نے بھی فرمایا اے خواہر اسے نہ آنے دو لیکن اس طفلِ معصوم نے نہ مانا اور کہا بخدا میں اپنے عمِ بزرگوار کو اس حال میں تنہا نہ چھوڑوں گا۔ اس وقت ابجر بن کعب نے اور بروایت دیگر حرملہ بن کاہل نے چاہا کہ حضرت پر تلوار کا وار کرے عبداللہ نے کہا: وائے تجھ پر اے شقی تو چاہتا ہے میرے عم بزرگوار کو قتل کرے یلعون نے کہنا نہ مانا اور ایک تلوار لگائی عبداللہ نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور اس ضربت سے اس بچّے کا ہاتھ قطع ہو گیا قدرے جلد باقی رہ گئی تھی اس میں دستِ مبارک حضرت عبداللہ کا لٹکنے لگا، اس وقت فریاد کیا اُمّاہ! بلند کی، حضرت نے اسے اپنی آغوش مبارک میں

شہادت عبداللہ پسر امام حسن

لے کر فرمایا: اے فرزند برادر! صبر کر کہ تو اسی ساعت اپنے پدر بزرگوار سے روضات جنت میں جا کر ملحق ہوگا۔ بروایت سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمہ حرملہ بن کاہل نے ایسا تیر حلق عبداللہؑ پر مارا کہ وہ طفل حضرت کی گود میں شہید ہوگیا اس کے بعد شمر ولد الزنا نے خیام ذوی الاحترام پر حملہ کیا اور ایک نیزہ خیمہ پر مار کر کہا آگ لاؤ، اور اہل خیمہ کو جلا دو حضرت نے فرمایا: میرے خیمہ حرم کو جلاتا ہے، خدا تجھے آتش جہنم میں جلائے اس وقت شیث بن ربعی نے شمر ملعون کو بہت زجر و توبیخ کی کہ وہ روسیاہ خجل اور منفعل ہو کر پھرا اس کے بعد حضرت نے جامہ کہنہ طلب کیا اور زیر پوشاک پہن لیا تاکہ ستمگار لوٹ کے وقت جامۂ کہنہ پر رغبت نہ کریں۔ اور تن صد چاک عیاں نہ ہو پھر ایک ازار کو چک حضرت کے پاس لائی گئی، اس کو دیکھ کر فرمایا: یہ نہیں یہ لباس اہل مذلّت ہے پھر ایک پارچہ کہنہ منگا کر جا بجا سے پھاڑا اور اپنے کپڑوں کے نیچے پہن لیا افسوس کہ بیرحموں نے بعد شہادت وہ لباس کہنہ بھی اتار لیا۔ اور تن مطہر خاک و خون میں عریاں چھوڑ گئے جب حضرت کثرت زخمہائے کاری سے بہت ضعیف ہوگئے اور جسم اقدس ایسا ہوگیا جیسے ساہی کے بدن پر کانٹے ہوتے ہیں اس وقت صالح بن وہب مزنی نے ایک نیزہ زیر پہلو مارا جس سے حضرت گھوڑے پر سے دہنے رُخسار کے بل زمین پر گرے، گرتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے جناب زینب یہ حال دیکھ کر خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فریاد وا اخاہ! وا سیّداہ بلند کرتی تھیں، کہتی تھیں، کاش! اس وقت آسمان زمین پر گر پڑتا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اس وقت شمر نے کہا کیا انتظار ہے کام حسینؑ کا کیوں تمام نہیں کرتے یہ سُن کر ان بے دینوں نے ہر طرف سے حضرت پر ہجوم کیا اور زرعہ بن شریک لعین نے ایک تلوار شانہ پر لگائی حضرت نے بھی ایک تلوار اس روسیاہ کو ماری کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ پھر ایک شقی نے تلوار ایسی لگائی کہ حضرت مُنہ کے بل گرے اور بکثرت جراحت ہائے کاری سے سنبھلنے کی طاقت نہ رہی۔ جب قصد سنبھلنے کا فرماتے تھے شدّتِ ضعف سے مُنہ کے بل گر پڑتے تھے ناگاہ سنان ابن انس نے ایک نیزہ گردن پر دوسرا نیزہ سینۂ مبارک پر مارا اور ایک تیر گلوئے مبارک پر لگایا کہ امام مظلوم زمین پر گر پڑے پھر حضرت اُٹھ بیٹھے اور گلے سے تیر نکال کر خون اپنے دونوں چلّوؤں میں لیتے تھے جب چلّو بھر جاتے تھے تو اسے اپنی ریش مطہر پر مل کر فرماتے تھے: هٰکَذَا اَکُونُ حَتّٰی اَلْقَی اللّٰهَ مُخَضَّبًا بِدَمِیْ مَغْصُوبًا عَلَیَّ حَقِّیْ۔ اسی حال سے خون آلود اور مغصوب الحق خداوند ذوالجلال سے ملاقات کروں گا۔ اس وقت عمر سعد نے خولی سے کہا۔ سر حسینؑ جدا کر، خولی ملعون جب قریب آیا تو اس شقی کا بدن کانپنے لگا اور جرأت نہ کر سکا۔ پھر سنان ابن انس نے ایک تلوار گلوئے مبارک پر لگائی اور کہا

میں تمہارا سر کاٹتا ہوں درآنحالیکہ جانتا ہوں کہ تم فرزند رسول ہو، پدر و مادر تمہارے بہترین خلائق ہیں پھر شقی نے سر مبارک امام دو عالم کا جدا کیا۔ بعض روایات میں وارد ہے، مختار نے سنان بن انس کو گرفتار کیا اور اس کی انگلیوں کی پوریں جدا کیں، ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے روغن زیت جوش کر کے اس شقی کو دیگ میں ڈالدیا جس سے وہ شقی تڑپ تڑپ کر داصل جہنم ہوا اور صاحب مناقب اور محمد ابن ابیطالب نے روایت کی ہے کہ جب کثرت جراحت سے حضرت میں طاقت نہ رہی شمر نے لشکر سے کہا کیا انتظار ہے اپنا کام تمام کرو کہ حسین میں زخموں کی کثرت سے اب جنبش کی طاقت نہیں ہے پس تمام لشکر نے چاروں طرف سے ایک دفعہ حضرت پر حملہ کیا حصین بن نمیر نے ایک تیر دہن مبارک پر لگایا، ابو ایوب غنوی نے ایک تیر حلق پر مارا، زرعہ بن شریک نے ایک تلوار لگائی اس کے پہلے سنان بن انس نے سینۂ اقدس پر تیر مارا صالح بن وہب نے ایسا تیر زہر آلود پہلو پر لگایا کہ حضرت پشت ذوالجناح سے رخسارۂ راست کے بل زمین پر گرے پھر حضرت درست ہو کر بیٹھے اور تیر کو حلق سے نکالا، اس کے بعد عمر سعد حضرت کے قریب آیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے اس وقت جناب زینب خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ آپ کے گوشوارے بسبب اضطراب ہلتے جاتے تھے، فریاد واخاہ واسیداہ کرتی تھیں فرماتی تھیں کاش آسمان اس وقت زمین پر گر پڑتا۔ پھر عمر سعد کی طرف رُخ کر کے فرمایا: یَا عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ اَیُقْتَلُ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ وَاَنْتَ تَنْظُرُ اِلَیْہِ یعنی اے پسر سعد! میرا ماں جایا قتل کیا جا رہا ہے اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ اس وقت اس شقی کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے پھر شمر نے کہا: کیا انتظار ہے جلد کام تمام کرو پس زرعہ بن شریک نے ایک تلوار دوش مبارک پر ماری پھر سب اشقیا سامنے سے ہٹ گئے، اس وقت حضرت اٹھتے تھے اور پھر منہ کے بل گر پڑتے تھے۔ ناگاہ سنان بن انس بے رحم نے اس حال میں حضرت پر حملہ کیا اور ایک نیزہ مارا حضرت گر پڑے اور خولی ملعون سے کہا سر حسین جدا کر وہ شقی جب پاس آیا تو دہشت سے اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور بیہوش ہو گیا۔ سنان بن انس نے کہا: خدا تیرے بازو توڑے اور ہاتھ تیرا قطع کرے، اس وقت شمر ملعون جو مبروص تھا گھوڑے سے اترا، (العیاذ باللہ) اس مصحف ناطق کو ٹھوکر مار کر پشت کے بل گرایا اور ریش مطہر پکڑ کر چاہا کہ قتل کرے، حضرت نے فرمایا: اے شمر سگ ابلق تو ہی ہے جس کو میں نے خواب میں دیکھا ہے یہ سن کر ملعون غصہ میں آیا کہنے لگا تم مجھے کتے سے تشبیہ دیتے ہو اور بشدت غیظ میں حضرت کو ذبح کرتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

حضرت زینب کی بیقراری

شہادت سید الشہداء

اَقْتُلُکَ الْیَوْمَ وَنَفْسِیْ تَعْلَمُ عِلْمًا یَقِیْنًا لَیْسَ فِیْہِ مَزْعَمُ
اَنَّ اَبَاکَ خَیْرُ مَنْ تَکَلَّمَ

یعنی میں تم کو قتل کرتا ہوں درآنحالیکہ خوب جانتا ہوں کہ پدر بزرگوار تمہارے نیکوترین خلق خدا ہیں۔

کتاب مناقب میں محمد بن عمر بن حسن سے روایت ہے، اس نے کہا میں صحرائے کربلا میں ہمراہ جناب سید الشہداء تھا، جب حضرت نے شمر ذی الجوشن کو دیکھا دو بار اللہ اکبر کہا اور فرمایا: صدق اللہ ورسولہ میرے جد نے مجھ کو خبر دی ہے کہ دیکھتا ہوں میں ایک سگ ابلق کو کہ وہ میرے اہل بیت کا خون پیتا ہے اس وقت عمر سعد نے غیظ میں آکر خولی بن یزید اصبحی کو جو داہنی جانب شقی کے کھڑا تھا حکم دیا کہ سر حسین جدا کر۔ پس خولی ملعون نے سر مقدس کو جدا کیا بعض روایات میں ہے کہ شمر اور سنان بن انس دونوں حضرت کے پاس آئے اس وقت تک ایک رمق جان حضرت کے تن ناتواں میں باقی تھی اور شدت عطش سے اپنی زبان چباتے تھے اور پانی طلب فرماتے تھے شمر ملعون نے کہا: اے فرزند ابوتراب! تم دعوے کرتے ہو کہ تمہارے باپ ساقی حوض کوثر ہیں اپنے دوستوں کو سیراب کریں گے، پس صبر کرو یہاں تک کہ ان کے ہاتھ سے سیراب ہو پھر شمر نے سنان بن انس سے کہا پس پشت سے سر جدا کر! سنان نے کہا: قسم بخدا میں ان کا سر نہ کاٹوں گا ورنہ ان کے جد بزرگوار محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے دشمن ہوں گے۔ شمر ولد الزنا غصہ میں آکر سینۂ صد چاک پر چڑھا، ریش مبارک دست نجس میں لے کر چاہا کہ قتل کرے اس وقت حضرت نے مسکرا کر فرمایا: اے شمر آیا تو مجھے قتل کرتا ہے، اور نہیں جانتا میں کون ہوں؟ شقی نے کہا میں خوب پہچانتا ہوں تمہاری ماں فاطمہ زہرا بنت رسولؐ ہیں، تمہارے باپ علی مرتضےٰؑ تمہارے نانا محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور تمہارا دشمن پروردگار علی اعلیٰ ہے اور میں تمہیں قتل کرتا ہوں اور پروا نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر اس بے رحم نے بارہ ضرب شمشیر سے سر اقدس جدا کیا۔ درود وسلام ہو شہید راہ خدا پر، اور لعنت خدا ہو ان کے قاتل اور ظالم پر اور ان اشقیا پر جو حضرت سے لڑنے کو جمع ہوئے تھے ابن شہر آشوب نے لکھا ہے ابو مخنف نے جلودی سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے نے حضرت کو زمین پر پڑا دیکھا اسپ باوفا نے حضرت کی حمایت میں کفار پر حملہ کیا اور چالیس اشقیا کو گھوڑے سے زمین پر گرایا اور ٹاپوں سے لگد کر قتل کیا، پھر اپنے آقا کے خون میں لوٹ کر فریاد کناں و نعرہ زناں خیمہ کی جانب روانہ ہوا اور دونوں ہاتھ زمین پر مارتا جاتا تھا سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعد شہادت امام

ذوالجناح کی وفاداری

امام مظلوم ایسی سیاہ آندھی چلی کہ تمام عالم تیرہ و تار ہو گیا، ساتھ ہی ایک سُرخ آندھی اُٹھی کہ اُس وقت کوئی چیز بالکل سجھائی نہ دیتی تھی سب کو گمان ہوا کہ قیامت قائم ہوئی اور عذاب خدا نازل ہوا۔ لیکن بہ برکت وجود امام زین العابدین علیہ السّلام تھوڑی دیر کے بعد وہ آندھی تھم گئی۔

ہلال بن نافع جو اصحاب عمر سعد سے تھا لکھتا ہے میں ہمراہ اصحاب عمر سعد کھڑا تھا ناگاہ منادی نے ندا کی اے امیر بشارت ہو تجھے کہ شمر نے حسین کو شہید کیا پس میں قریب گیا اور حضرت کو حالت نزع میں پایا لیکن بخدا میں نے کوئی خاک و خون میں آغشتہ زخمی حسین سے زیادہ خوبصورت و نورانی نہیں دیکھا آپ کے چہرہ کے نُور نے مجھے فکر قتل سے باز رکھا اس وقت حضرت شدت تشنگی سے ایک جرعۂ آب اشقیا سے مانگتے تھے پس مُنا میں نے ایک ملعون نے جواب دیا: اے حسینؑ تم کو ہرگز ایک قطرہ نہ ملے گا جب تک کہ العیاذ باللہ وارد آتش نہ ہو اور حمیم جہنّم سے سیراب نہ ہو حضرت نے فرمایا، بلکہ میں اپنے جدّ بزرگوار رسول خُدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی خدمت میں جاتا ہوں اور درجات بہشت میں ان کے ساتھ رہوں گا اور اس پانی سے سیراب ہوں گا جس میں تغیّر نہیں ہے اور جو جو ستم تم نے مجھ پر کیے ہیں اس کی شکایت اپنے نانا سے کروں گا پس وہ کافر غصّہ میں آئے گویا کہ مطلق رحم ان کے دلوں میں خلق نہ ہوا تھا اور سر مبارک حضرت کا جُدا کیا در آنحالیکہ آپ اشقیا سے باتیں کرتے تھے راوی کہتا ہے کہ ان کی بیرحمی اور شقاوت قلبی کو دیکھ کر مجھے ایسی حیرت ہوئی کہ میں نے کہا: اے بے دینو! قسم خُدا کی اب ہرگز کسی اَمر میں تمہارے ساتھ نہ رہوں گا پھر اس واقعۂ ہائلہ کے بعد اشقیا نے حضرت کا لباس لوٹا۔ پیراہن کو اسحٰق بن حویہ حضرمی نے لیا جب اس شقی نے وہ پیراہن پہنا تو نامرض مبرص میں مبتلا ہو گیا اور اس کے بال جھڑ گئے منقول ہے کہ ایک سو دس سے زیادہ نشان زخم نیزہ و شمشیر و تیر پیراہن اقدس میں تھے حضرت صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ تینتیس ۳۳ زخم نیزہ کے اور چونتیس ۳۴ زخم تلوار کے پائے گئے حضرت کا عمامہ اخنس بن مرثد بن علقمہ حضرمی لے گیا اور ایک روایت میں ہے جابر بن یزید نے لیا جب اپنے سر نجس پر باندھا اسی وقت دیوانہ ہو گیا۔ بروایت سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمۃ میں وارد ہے کہ اس شقی کو جُذام ہو گیا۔ بروایت محمد ابن ابی طالب نعلین مبارک اسود بن خالد لے گیا اور بجدل بن سلیم نے انگوٹھی کے لئے انگشت مبارک کو قطع کیا اس واقعہ کے بعد مختار نے اس شقی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور زمین پر ڈال دیا وہ خاک و اپنے خون نجس میں لوٹتا تھا یہاں تک کہ واصل جہنّم ہوا اور چادر حضرت کی قیس بن اشعث نے لی اور زرہ کو عمر بن سعد شقی نے لیا اور جب مختار نے عمر سعد کو قتل کیا وہ زرہ اس کے قاتل ابی عمرہ کو دے

ڈالی اور تلوار جمیع بن خلق ازدی لے گیا بروایت دیگر اسود بن حنظلہ تمیمی نے لی۔ بروایت ابن سعید ایک ملعون قبیلہ نہشل سے لے گیا اور بروایت محمد بن زکریا وہ تلوار دختر حبیب بن بدیل کے ہاتھ آئی مگر یہ تلوار ذوالفقار نہ تھی کیونکہ ذوالفقار مانند اور تبرکات کے ذخائر نبوت و امامت سے ہے پس چاہیئے کہ مانند اور چیزوں کے محفوظ ہو اور دیگر روایات اس کے موید ہیں راوی کہتا ہے اسی اثنا میں ایک کنیز خیمہ سے میدان میں آئی ایک ملعون نے کہا اے کنیز خدا تیرا آقا قتل ہوا پس وہ عورت نالہ و فریاد کرتی ہوئی خیمہ میں واپس گئی اور اہل بیت عصمت و طہارت اس عورت کو فریاد کناں دیکھ کر فریاد واحسیناہ کرنے لگے اس کے بعد لشکر ابن سعد خیمہ ہائے حرم محترم کی طرف دوڑا اور اہل بیت رسولؐ اور دختران بتولؑ کے لوٹنے کو دست ستم دراز کیا یہاں تک کہ ایک چادر بھی عورتوں کے سر پر نہ چھوڑی اور اہل بیت کو ننگے سر گریاں و نالاں خیمہ سے باہر نکالا۔ بروایت حمید بن مسلم جب اشقیا نے دختران فاطمہ زہراؑ کے لوٹنے کا ارادہ کیا قبیلۂ بکر بن وائل کی ایک عورت اپنے شوہر کے ہمراہ لشکر ابن سعد میں تھی جب اس نیک بخت نے یہ ظلم مشاہدہ کیا تو ایک تلوار لیکر اشقیا سے مقابلہ کرنے خیام حرم کی طرف روانہ ہوئی اور چلائی اے اولاد بکر بن وائل کیا تم روا رکھتے ہو کہ دختران رسولؐ کو لوٹو۔ خدا تم سے سمجھے اور ذریت رسولؐ کا انتقام لے یہ دیکھ کر اس کا شوہر آیا اور اسے واپس خیمہ میں لے گیا ادھر اشقیا نے اہلبیت کو خیمہ سے باہر نکال دیا اور خیموں میں آگ لگا دی۔ دختران فاطمہ سر و پا برہنہ نالہ و زاری کرتی ہوئی قیدیوں کی طرح بہ ذلت گرفتار ہوئیں اس وقت پردگیان سرادق عصمت و طہارت نے اشقیا سے کہلا بھیجا کہ برائے خدا اور رسولؐ ہمیں مقتل شہدا سے لے چلو کہ ہم اپنے عزیزوں کو وداع کر لیں اشقیا نے قبول کیا جب وہ قیدیوں کا قافلہ قتل گاہ میں آیا اور اہل بیت رسالت کی نظر لاشہائے شہدا پر پڑی تو چیخیں مار کر سب رونے لگے اور دریائے اشک جاری کئے اور طمانچے اپنے منہ پر مارے راوی کہتا ہے بخدا ابھی تک نہیں بھولا کہ زینب خاتون نے عجب آواز حزین اور دل غمگین سے فریاد کی: وَامُحَمَّدَاہُ صَلّٰی عَلَیْکَ مَلِیْکُ السَّمَاءِ ہٰذَا حُسَیْنٌ مُرَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ بَنَاتُکَ سَبَایَا اِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی: اے محمد مصطفٰے آپ پر تو آسمان کے فرشتوں نے نماز پڑھی اور یہ حسینؑ خون میں آغشتہ ٹکڑے ٹکڑے زمین گرم پر پڑا ہے اور آپ کی نواسیاں قیدی بن رہی ہیں اے اللہ تیری فریاد ہے اور محمد مصطفٰے اور علی مرتضٰی اور حمزہ سید الشہدا آپ کی دہائی ہے، وامحمداہ یہ حسینؑ شمشیر اولاد زنا سے قتل ہو گیا اور بے گور و کفن تن عریاں صحرائے کربلا میں پڑا ہے وامصیبتا

بکری قبیلہ بکر بن وائل کی عورت کا اضطراب

گویا آج میرے جد بزرگوار محمد مصطفےٰ نے دنیا سے انتقال فرمایا۔ اے اصحاب محمد! ہم سب تمہارے پیغمبر کے فرزندیت دستِ اہل جور و جفا میں اسیر و گرفتار ہیں بعض روایات میں وارد ہے کہ حضرت زینب اس طرح بین جگر خراش کرتی تھیں: وا محمدا، آپ کی بیٹیاں دست اہل جور و ستم میں گرفتار ہیں، اور یہ حسین آپ کا فرزند دلبند سر اقدس اس کا پس گردن سے جدا کیا گیا، بلا عمامہ و ردا خاک و خون میں غلطاں پڑا ہے۔ اس کے بعد مُنہ اپنا نعش سید الشہدا کی جانب کرکے با جگر بریاں اور چشم گریاں پکاریں فدا ہوں میں اس غریب پر جس کا لشکر بروز دوشنبہ غارت ہوا اور طنابیں اس کے خیموں کی بہ ظلم و ستم کاٹی گئیں۔ فدا ہوں میں اس مظلوم پر جو ہماری نظروں سے ایسا پنہاں ہوا کہ اب ملاقات کی اُمید نہیں نہ ایسا زخمی ہے جو علاج و دوا سے اچھا ہو فدا ہوں میں اس مظلوم پر جو مغموم اور دل سوختہ دنیا سے سدھارا، فدا ہوں میں اس بیکس پر جسے پیاسا شہید کیا، فدا ہوں میں اس قتیل راہ خدا پر جس کی ریش مبارک سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں، فدا ہوں میں تجھ پر اے فرزند محمد مصطفےٰ اے فرزند خدیجہ کبریٰ، اے جگر گوشہ علی مرتضٰی، اے نور دیدہ فاطمہ زہرا سیدۃ النساء فدا ہوں تجھ پر اے فرزند اس شخص کے جس کے لئے آفتاب نے بعد غروب رجعت کی اور نماز کو ادا کیا راوی کہتا ہے قسم بخدا زینب نے اس طرح جگر خراش بین کئے کہ سب دوست و دشمن رونے لگے اس کے بعد حضرت سکینہ دوڑ کر اپنے باپ کی لاش بے سر سے لپٹ گئیں اور اپنا مُنہ بدن منور پر ملتی تھیں اور تڑپ تڑپ کر روتی تھیں لیکن اشقیانے نرغہ کرکے بجبر و قہر اس یتیمہ کو نعش امام سے چُھڑا دیا اس وقت عمر سعد نے صدا کی تم میں کون ایسا ہے جو لاش حسینؑ کو پامال سُم اسپاں کرے۔ دس شخصوں نے قبول کیا۔ سب سے پہلے اسحٰق بن حویہ جس نے پیراہن مبارک حضرت کا لوٹا تھا۔ دوسرے اخنس بن مرثد، تیسرے حکیم بن طفیل، چوتھے عمرو بن صبیح صیداوی پانچویں رجا بن منقذ عبدی، چھٹے سالم بن خیثمہ، ساتویں صالح بن وہب جعفی، آٹھویں واحظ بن ناعم، نویں ہانی بن ثبیت حضرمی، دسویں اسید بن مالک، یہ دس اشقیا اس حرکت ذلیل کے مرتکب ہوئے اور سینہ گنجینہ اسرار امامت اور پشت مبارک پامال کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔ راوی کہتا ہے جب یہ دس سنگدل ابن زیاد کے پاس پہنچے تو ان میں سے اسید بن مالک نے یہ شعر پڑھ کر انعام طلب کیا۔ نَحْنُ رَضَضْنَا الصَّدْرَ بَعْدَ الظَّهْرِ + بِكُلِّ يَعْبُوبٍ شَدِيدِ الْأَسْرِ۔ ہم نے بہت قوی گھوڑوں کی ٹاپوں سے حسینؑ و اصحاب حسینؑ کی پشت و سینوں کو کچل کر رکھ دیا اور ریزہ ریزہ کیا، جسم حسینؑ کو تیز گھوڑوں کی ٹاپوں سے۔ ابن زیاد نے پوچھا

لاش پر حضرت زینب کے بین

پامالی لاش مبارک

یہ کون ہیں؟ ان لعینوں نے کہا: ہمیں نے لاش حسین پر گھوڑے دوڑائے، یہاں تک کہ انکے سینۂ مبارک کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں ابن زیاد نے کچھ قلیل انعام ان کو دیا۔ ابو عمرو زاہد کہتا ہے جب میں نے ان دس نامردوں کو غور کر کے دیکھا اور حسب و نسب دریافت کیا تو ان سب کو اولاد زنا پایا۔ جب مختار نے انھیں پکڑا تو ان دسوں کو اوندھا لٹایا اور ہاتھ پاؤں ان کے میخ ہائے آہن سے زمین پر جڑ دیئے اور ان کے بدن ہائے نجس پر گھوڑے دوڑائے یہاں تک کہ وہ جہنم واصل ہوئے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بنا بر روایت کتاب کافی کلینی یہ ہے کہ لاش مطہر کو اشقیا پامال نہ کر سکے تھے اور بعض موانع کی وجہ سے اس ارادہ فاسد سے باز رہے صاحب کتاب مناقب اور محمد بن ابی طالب نے لکھا ہے یہ واقعہ جانسوز بالاتفاق دہم محرم سنہ ۶۱ ہجری میں واقع ہوا اور عمر شریف حضرت کی اس وقت چھپن سال چھ مہینے اور پندرہ دن کی تھی۔

بعد شہادت حضرت کا گھوڑا گرفتاری کے خوف سے ہر طرف دوڑتا تھا اور خود کو اشقیا سے بچاتا تھا اور پیشانی پر امام مظلوم کا خون ملتا تھا اس کے بعد فریاد کناں جانب خیمہ ہائے حرم محترم دوڑا جب قریب خیمہ پہنچا تو سر اپنا اس قدر زمین پر پٹکا کہ ہلاک ہو گیا مخدرات عصمت نے جب گھوڑے کو خالی دیکھا ایک کہرام بپا ہوا حضرت ام کلثوم سر پیٹ کر فریاد کرتی تھیں: وامحمداہ واجداہ وا اباہ وا ابا القاسماہ واعلیاہ واجعفراہ واحمزتاہ واحسناہ یہ حسینؑ فرزند دلبند مصطفےٰ سر بریدہ خاک و خون میں غلطاں بے عمامہ و رداصحرائے کربلا میں پڑا ہے۔ اسی طرح نوحہ و ندبہ کرتی ہوئی بیہوش ہو گئیں۔ اشقیا نے خیمہ کو گھیر لیا شمر ملعون مع لشکر داخل خیام عترت خیر الانام ہوا تمام اسباب و زیور اہل حرم کا لوٹ لیا بیبیوں کی چادریں سروں سے اتار لیں۔ حضرت ام کلثوم کے گوشوارے چھینے، کان زخمی کئے۔ بیبیاں عصمت و طہارت اپنے سروں سے ردا نہ چھوڑتی تھیں لیکن اشقیا سروں سے کھینچ لیتے تھے قیس ابن اشعث ردائے مبارک امام حسین علیہ السلام لے گیا اسی سبب سے اس لعین کو قیس القطیفہ کہتے تھے اور نعلین حضرت کی اسود اودی لے گیا اس کے بعد سب اشقیا لوٹ پڑے، اور جو کچھ لباس و زیورات اسباب اور اونٹ گھوڑے پائے سب کو لوٹ لیا۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بعض کتب میں منقول ہے کہ جناب فاطمہ صغرا دختر امام حسینؑ نے فرمایا: بعد شہادت پدر بزرگوار میں در خیمہ پر کھڑی لاش پدر اور دیگر اقربا کو دیکھ رہی تھی کہ مثل گوسفند قربانی خاک و خون میں غلطاں

ذوالجناح کی موت

فاطمہ صغریٰ کا بیان

پڑے ہیں، اور لاشے ان کے پامال ہو رہے ہیں اور متفکر تھی کہ دیکھئے یہ اشقیا ہم سے کیا سلوک کرتے ہیں آیا قتل کرتے ہیں یا اسیر کرتے ہیں۔ ناگاہ دیکھا میں نے ایک سوار برچھی لئے ہوئے قریب مخدرات عصمت آیا ہر ایک بی بی کی پشت پر نیزہ مارتا تھا، وہ بیچاریاں بھاگ کر ایک دوسرے کے پیچھے چھپتی تھیں جو کچھ ان بیکسوں کے پاس زیور و لباس تھا وہ ملعون لوٹتا تھا اور وہ عورتیں فریاد کرتی تھیں، واجداہ وابتاہ واعلیاہ واقلتہ ناصراہ واحسناہ، وہ چیخ رہی تھیں، آیا کوئی مسلمان اس جماعت میں ہے کہ ہمیں پناہ دے آیا کوئی مومن ہے جو ہماری نصرت و یاری کرے اور ہمارے دشمنوں کو ہم سے دفع کرے پس یہ حال دیکھ کر میں کانپنے لگی اور حواس میرے منتشر ہو گئے اور اپنی پھوپھی ام کلثوم کو ڈھونڈتی تھی کہ ان کے پاس جا کر چھپوں۔ ناگاہ دیکھا میں نے نظر اس شقی کی مجھ پر پڑی میں بھاگی خیال کیا شاید اس لعین کے ہاتھ سے نجات پائی، ناگاہ اس کا نیزہ میری پشت میں لگا، میں منہ کے بل گر پڑی پس اس ملعون نے میرے گوشوارے کھینچ لئے اور مقنعہ سر سے اُتار لیا اور مجھے اس حال میں کہ خون میرے رخساروں پر جاری تھا اور گرمی آفتاب میرے دماغ کو پگھلاتی تھی چھوڑ کر جانب خیمہ چلا گیا، میں بیہوش ہو گئی، جب مجھے افاقہ ہوا میں نے دیکھا کہ میری پھوپھی زینب خاتون میرے سرہانے کھڑی رو رہی ہیں، کہتی ہیں: اے نور دیدہ! اُٹھ چل کر دیکھیں کہ تیری بہنوں اور برادر بیمار پر کیا گزری۔ میں نے کہا: اے پھوپھی کوئی چادر ہے کہ میں اوڑھوں حضرت زینب نے فرمایا: عَمَّتُکِ مِثْلُکِ: اے دختر! تیری پھوپھی بھی مثل تیرے سر برہنہ ہے پس میں نے دیکھا واقعی سر اُن کا کھلا ہے اور نیزوں کی چوٹ سے سیاہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد جب ہم خیمہ میں آئے دیکھا کہ اشقیا سب اسباب لوٹ لے گئے ہیں۔ میرے بھائی زین العابدینؑ شدت گرسنگی اور تشنگی اور بیماری سے منہ کے بل زمین پر پڑے ہیں پس ہم سب ان کے حال زار پر روتے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے، اس نے کہا جب ستمگار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے خیمہ میں پہنچے آپ کو دیکھا کہ بستر بیماری پر حالت بیماری میں پڑے ہیں۔ شمر ولد الزنا نے مع دیگر ہمراہیوں کے چاہا کہ اس مریض کو قتل کرے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! تم نے سب کو قتل کیا اب تو چاہتا ہے کہ لڑکوں کو بھی قتل کرے اور یہ لڑکا تو ابھی اپنے مرض میں گرفتار ہے پس میں ہمیشہ ستم اعدا کو اس بیمار سے دفع کرتا تھا۔ جب عمر سعد قریب خیمہ ہائے حرم محترم آیا تو اہل بیت اس کو دیکھ کر رونے لگے اور فریاد کی، اس وقت شقی نے اپنے اصحاب سے کہا کہ عورتوں

سے متعرض نہ ہو، اور علی ابن الحسین کو آزار نہ پہنچاؤ اور جو اسباب ان کا لوٹ لیا ہے پھیر دو لیکن بخدا ان بے حیاؤں نے کچھ واپس نہ کیا اس کے بعد عمر سعد نے اشرار لشکر کو اہل بیت اطہار پر معین کر کے کہا: خبردار کوئی ان میں سے بھاگنے نہ پائے اور نہ کوئی ان کو ایذا پہنچائے اس کے بعد عمر سعد نے اسی دن حضرت کا سر مبارک خولی بن یزید اصبحی اور حمید ابن مسلم کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیجا اور باقی سرہائے شہدا شمر ذی الجوشن کے ساتھ روانہ کئے اور خود دوسرے روز ظہر تک کربلا میں رہا اور اپنے مقتولوں کے لاشے جمع کر کے ان پر نماز پڑھی اور دفن کیا اور لاشہ ہائے شہدا کو اسی طرح خاک و خون میں غلطاں جلتی ریت پر چھوڑ دیا جب اشقیا وہاں سے چلے گئے، تو بنی اسد نے اجساد منورہ شہدا پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ اہل غاضریہ (بنی اسد) کہتے تھے کہ جب ہم شہدائے دشت کربلا کو دفن کرنے لگے، اکثر قبریں تیار پائیں۔ طائران سفید ان کے اجساد منورہ کے قریب اڑتے دیکھے۔ محمد بن ابی طالب نے لکھا ہے سرہائے شہدا اٹھتر ۷۸ تھے قبائل عرب نے سرہائے شہدا کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا، تاکہ یزید و ابن زیاد کے سامنے لے جا کر تقرب حاصل کریں پس قبیلہ کندہ تیرہ ۱۳ سر لے گئے، ان کا سردار قیس ابن اشعث تھا اور قبیلہ ہوازن بارہ عدد سرہائے شہدا لائے، بروایت ابن شہر آشوب قبیلہ ہوازن بیس ۲۰ سر لے گئے، ان کا سردار شمر ولد الزنا تھا۔ اور قبیلہ تمیم سترہ ۱۷ سر لے گئے۔ بروایت ابن شہر آشوب انیس ۱۹ سر اور بنی اسد سولہ ۱۶ سر لے گئے، اور بروایت ابن شہر آشوب نو ۹ سر، اور قبیلہ بنی مذحج سات سر لائے، باقی سب اشقیا و تیرہ ۱۳ سر لے گئے۔ بروایت ابن شہر آشوب باقی لشکر والے نو سر لائے اور قبیلہ مذحج کو ابن شہر آشوب نے ذکر نہیں کیا۔ پس بروایت ابن شہر آشوب مجموع سرہائے شہدا ستر ہوتے ہیں اور یہ بھی لکھا کہ اشقیا سب اہل حرم کو قید کر لائے ابن شہر آشوب اور محمد بن ابی طالب اور صاحب مناقب نے لکھا ہے، کہ عدد شہدائے اہل بیت اطہار میں اختلاف ہے اکثر نے ستائیس نفر لکھا ہے۔ سات شخص اولاد عقیل سے ان کے نام یہ ہیں حضرت مسلم جو کوفے میں شہید ہوئے اور جعفر اور عبد الرحمن، فرزندان حضرت عقیل: محمد اور عبد اللہ پسران حضرت مسلم اور جعفر پسر محمد بن عقیل اور محمد بن سعید بن عقیل اور ابن شہر

۱؎ امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ ج۔ ذ ۱۲

آشوب نے عون و محمد پسران حضرت عقیل کو زیادہ کیا ہے اور تین بزرگ فرزندان حضرت جعفر طیار سے محمد اور عون اور عبداللہ فرزندان عبداللہ جعفر اور نو شخص فرزندان امیر المومنین علیہ السلام سے جناب سید الشہداء اور حضرت عباس اور بعض نے لکھا ہے کہ محمد پسر حضرت عباس بھی کربلا میں شہید ہوئے اور عمر و عثمان جعفر و ابراہیم و عبداللہ اصغر اور محمد اصغر فرزندان حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اور شہادت ابوبکر بن علی میں اختلاف ہے، چار بزرگ فرزندان امام حسن علیہ السلام سے ابوبکر اور عبداللہ اور قاسم اور بشر بعض نے بشر کی جگہ عمر لکھا ہے اور فرزندان امام حسین علیہ السلام سے علی اختلاف الروایات چھ شخص ہیں علی اکبر و ابراہیم و عبداللہ اور محمد اور حمزہ و علی اصغر و جعفر و عمر و زید صاحب مناقب نے فقط حضرت علی اکبر اور عبداللہ کو شہداء میں ذکر کیا ہے اور محمد بن ابی طالب نے حمزہ اور زید اور ابراہیم اور عمر کو مقتولین میں ذکر نہیں کیا۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ محمد اصغر فرزند جناب امیر علیہ السلام بسبب مرض اس دن شہید نہیں ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ ایک شقی دارمی نے ان کو تیر سے شہید کیا ابو الفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا ہے فرزندان ابوطالب سے جن کی شہادت معرکہ کربلا میں باتفاق روایات ثابت ہے بائیس بزرگ ہیں، اور ابن نما رحمۃ اللہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ سترہ شخص فرزندان فاطمہ بنت اسد سے دشت کربلا میں شہید ہوئے۔

شیخ طوسی رحمۃ اللہ نے کتاب مصباح میں عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے کہا: میں روز عاشور حضرت صادق کی خدمت میں گیا، دیکھا میں نے کہ رنگ حضرت کا متغیر ہے اور آثار حزن و ملال چہرہ مبارک سے ظاہر ہیں اور مانند مروارید آنسو جاری ہیں میں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ حق تعالیٰ کبھی آپ کی آنکھوں کو نہ رُلائے آپ کے رونے کا کیا باعث ہے فرمایا اے عبداللہ کیا تو نہیں جانتا آج کونسا دن ہے۔ آج کے دن میرے جد بزرگوار حسین بن علی صلوات اللہ علیہما شہید ہوئے ہیں میں نے پوچھا: یابن رسول اللہ! آج کے روزہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا بغیر نیت روزہ رکھ اور دن کو افطار کر اور روزہ تیرا اندرے شماتت نہ ہو اور تمام دن نہ رکھ اور چاہیئے کہ ایک ساعت بعد عصر جرعہ آب سے افطار کر کہ بروز عاشور اسی وقت لڑائی آل رسول سے ختم ہوئی اور تیس شخص ان میں ایسے تھے اگر حیات رسول میں فوت ہوتے تو حضرت ان کے عزادار ہوتے، یہ فرما کر حضرت اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس کے بعد فرمایا جب خدائے عزوجل نے خلقت نور کا ارادہ کیا تو بروز جمعہ پہلی رمضان کو خلق کیا اور تاریکی کو بروز

بچہار شنبہ دسویں محرم کو پیدا کیا اور اسی دن حضرت امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے اور ہر ایک کے لئے ظلمت و نور سے ایک راہ مقرر فرمائی تا آخر حدیث صاحب مناقب نے حسن بصری سے روایت کی ہے انھوں نے کہا حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں سولہ شخص آپ کے اہلبیت سے ایسے شہید ہوئے کہ ہر ایک ان میں سے حسن و جمال میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اور باسانید دیگر یہ بھی حسن بصری سے روایت ہے کہ سترہ نفر اہل بیتؑ سے درجۂ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے بروایت ابن شہر آشوب اصحاب جناب سیّد الشہداءؑ سے جو لوگ پہلے حملہ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے وہ یہ بزرگوار ہیں: نعیم بن عجلان، عمران ابن کعب بن حارث اشجعی، حنظلہ بن عمرو شیبانی، قاسط بن زہیر، کنانہ بن عتیق، عمرو بن شیعہ، ضرغامہ بن مالک، عامر بن مسلم، سیف بن مالک، نمیری عبدالرحمٰن ارجی، مجمع عائذی حباب بن حارث، عمرو جندعی، حلاس بن عمرو راسبی، سوار بن ابی عمیر فہمی، عمار بن ابی سلامۃ الدالانی، نعمان بن عمر راسبی، زاہر بن عمرو غلام بن حمق، جبلہ بن علی، مسعود بن حجاج، عبداللہ بن عروہ غفاری، زہیر بن بشیر خثعمی، عمار بن حسان، عبداللہ بن عمیر، مسلم بن کثیر، زہیر بن سلیم، عبداللہ، عبیداللہ، فرزندان زید بصری اور دس نفر حضرت امام حسینؑ کے آزاد کردہ دو نفر حضرت علیؑ کے آزاد کردہ۔ مصنفؒ فرماتے ہیں میں اس جگہ زیارت ناحیہ کو درج کرتا ہوں، جس میں اسمائے شہدائے کربلا اور ان کے حالات و قاتلوں کا مفصل ذکر ہے اس زیارت کو سید ابن طاؤس رحمۃ اللہ نے کتاب اقبال میں شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے اور انھوں نے محمد بن عیاش سے انھوں نے شیخ صالح ابو منصور بن عبدالمنعم بغدادی سے روایت کی ہے۔ اس کے بعد مولف علیہ الرحمہ نے مشہور زیارت ناحیہ ذکر کی ہے جس میں مختصراً واقعات شہادت بھی بیان کئے گئے ہیں اور اسامی شہدائے کربلا بھی چونکہ واقعات کا ذکر سابقاً گزر چکا اس لئے یہاں پر صرف شہدائے کربلا کے ان اسمائے مبارکہ کے درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، جو زیارتِ ناحیہ میں مرقوم ہیں اصل زیارت کتب اعمال میں مذکور ہے اس کے متعلق جو قیل و قال ہے وہ بھی ارباب علم جانتے ہیں۔

شہدائے بنی ہاشم در کربلا

۱۔ حضرت سیّد الشہداء امام حسین علیہ السّلام

۲۔ عباسؑ بن امیر المومنین علیہ السّلام ۳۔ عبداللہ بن امیر المومنین علیہ السّلام

۴۔ جعفر بن امیر المومنین علیہ السّلام
۵۔ عثمان بن امیر المومنین علیہ السّلام
۶۔ محمد بن امیر المومنین علیہ السّلام
۷۔ علی اکبر بن امام حسین علیہ السّلام
۸۔ عبداللہ رضیع بن امام حسین علیہ السّلام
۹۔ ابوبکر بن امام حسن علیہ السّلام
۱۰۔ قاسم بن امام حسن علیہ السّلام
۱۱۔ عبداللہ بن امام حسن علیہ السّلام
۱۲۔ عون بن عبداللہ بن جعفر
۱۳۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر
۱۴۔ جعفر بن عقیل
۱۵۔ عبدالرحمٰن بن عقیل
۱۶۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل
۱۷۔ ابوعبداللہ بن مسلم بن عقیل
۱۸۔ محمد بن سعید بن عقیل

انصار حسینؑ بحساب حروفِ ابجد

۱۔ انس بن کاہل اسدی
۲۔ اسلم بن کثیر ازدی الاعرج
۳۔ ابوثمامہ عمر بن عبداللہ صائدی
۴۔ بشر بن عمیر حضرمی
۵۔ جویر بن مالک ضبعی
۶۔ جندب بن حجر خولانی
۷۔ جبلہ بن علی شیبانی
۸۔ حبیب بن مظاہر اسدی
۹۔ حرُ بن یزید ریاحی
۱۰۔ حجاج بن یزید سعدی
۱۱۔ حجاج بن مسروق جعفی
۱۲۔ حیان بن حارث ازدی
۱۳۔ حنظلہ بن اسعد شیبانی
۱۴۔ زہیر بن قین بجلی
۱۵۔ زہیر بن بشر خثعمی
۱۶۔ زاہر غلام عمرو بن حمق خزاعی
۱۷۔ سلیمان غلام امام حسینؑ
۱۸۔ سالم غلام عامر بن مسلم۔
۱۹۔ سیف بن مالک
۲۰۔ سعید غلام عمر بن خالد صیداوی
۲۱۔ سالم کلبی غلام بنی مدینۃ الکلبی
۲۲۔ سوار بن ابوحمیر فہمی (مجروح)
۲۳۔ شبیب بن عبداللہ نہشلی
۲۴۔ شبیب بن حارث بن سریع
۲۵۔ شوذب غلام شاکری
۲۶۔ ضرغامہ بن مالک
۲۷۔ عبداللہ حنفی
۲۸۔ عمرو بن کعب انصاری
۲۹۔ عمر بن قرظہ انصاری
۳۰۔ عبدالرحمٰن بن عمیر کلبی

۳۱۔ عبداللہ بن عروہ غفاری
۳۲۔ عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری
۳۳۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارجی
۳۴۔ عمّار بن ابوسلامہ
۳۵۔ عابس بن ابوشبیب شاکری
۳۶۔ عامر بن مسلم
۳۷۔ عون بن جون غلام ابوذر غفاری
۳۸۔ عمرو بن عبداللہ جندعی
۳۹۔ عمیر بن ثعلبیہ
۴۰۔ عبداللہ بن تبیت قیسی
۴۱۔ عبیداللہ بن تبیت قیسی
۴۲۔ عمارہ بن حسان طائیؒ۔
۴۳۔ عمر بن خالد صیداوی
۴۴۔ عمرو بن جندب
۴۵۔ عمرو بن عبداللہ جندعی

۴۶۔ قارب غلام امام حسین علیہ السلام
۴۷۔ قیس بن مسہر صیداوی
۴۸۔ قاسط بن ظہیر تغلبی
۴۹۔ قعنت بن عمر دتمری
۵۰۔ قاسم بن حبیب ازدی
۵۱۔ کرش بن ظہیر
۵۲۔ کنانہ بن عتیق
۵۳۔ منجح غلام امام حسین علیہ السّلام
۵۴۔ مسعود بن حجاج اور ان کا فرزند۔
۵۵
۵۶۔ مجمع بن عبداللہ۔
۵۷۔ مالک بن عبداللہ بن سریع۔
۵۸۔ نعیم بن عجلان انصاری
۵۹۔ نافع بن ہلال بجلی
۶۰۔ یزید بن حصین ہمدانی
۶۱۔ یزید بن ثبیت قیسی

نوٹ:۔ یہ فہرست زیارت ناحیہ سے اخذ کی گئی ہے، اس لئے صرف ان ناموں کو لکھا ہے جو ان میں مذکور رہیں، ورنہ ممکن ہے کچھ شہدا باقی رہ گئے ہوں۔

کتاب مروج الذہب میں ہے کہ کل ستاسی شخص اہل بیت و اصحاب سے حضرتؑ کے ساتھ شہید ہوئے اور لشکر عمر سعد سے آٹھ ہزار اٹھاسی نامرد جہنّم واصل ہوئے۔ قطب راوندی نے کتاب خرائج میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے بروز شہادت اصحاب سے فرمایا کہ بشارت ہو تم کو قسم خدا کی کہ ہم اپنے پیغمبرؐ کی خدمت میں جاتے ہیں اور جب تک حق سبحانہ تعالیٰ چاہے گا ہم آنحضرتؐ کے پاس رہیں گے اس کے بعد جو شخص کہ رجعت میں پہلے قبر سے باہر نکلے گا وہ میں ہوں گا جس طرح امیرالمومنین علیہ السلام اور ہمارے قائمؑ اور رسول اللہؐ ظاہر ہوں گے اس وقت ایک گروہ آسمان سے خدا کی طرف سے مجھ پر نازل ہوگا جو بیشتر کبھی نہ نازل ہوا ہوگا۔ اور نازل ہوں گے، جبرئیل و میکائیل و اسرافیل

حضرت امام حسین کا دوبارہ دنیا میں آنا۔

مع جنود ملائکہ اور محمدؐ و علیؑ اور میں اور بھائی حسنؑ مع تمام آئمہ معصومین کے ایسے نورانی ناقوں پر سوار ہوں گے جن پر کبھی کوئی سوار نہ ہوا ہوگا اس کے بعد جناب رسالتمآب اپنے علم کو ہلائیں گے، اور اپنی تلوار اور علم قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے ہاتھ میں دیں گے اور ایک مدت تک اسی طرح ہم روئے زمین پر رہیں گے اس کے بعد حق تعالےٰ مسجد کوفہ سے ایک چشمہ روغن کا اور ایک چشمہ پانی کا اور ایک چشمہ دودھ کا جاری کرے گا اس وقت جناب امیرالمومنینؑ، جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار مجھے دے کر مشرق اور مغرب کی طرف بھیجیں گے، تاکہ دشمنان خدا کو قتل کروں اور بتوں کو جلا دوں یہاں تک کہ ہند کے سب شہروں کو میں فتح کروں گا اور حضرت دانیال اور یوشع زندہ ہو کر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے صدق اللہ و رسولہ پس حضرت ستر شخص ان کے ہمراہ کر کے جانب بصرہ بھیجیں گے تاکہ دشمنوں کو قتل کریں اور لشکر ہائے عظیم تروم کی طرف بھیجیں گے، کہ وہاں کے سب شہروں کو فتح کریں میں ہرگز روئے زمین پر کسی ایسے حیوان کو باقی نہ رکھوں گا جس کا گوشت خدا نے حرام کیا ہے، یہاں تک کہ زمین یہود، نصاریٰ اور تمام نجس چیزوں سے پاک و پاکیزہ ہو جائے گی، میں تمام ملتوں پر دین اسلام پیش کروں گا، اور ان کو اسلام لانے اور مارے جانے میں اختیار دوں گا پس جو شخص کہ اسلام قبول کرے گا اس پر احسان کروں گا اور جو شخص اسلام قبول نہ کرے گا اسے قتل کروں گا اور جو شخص ہمارے شیعوں سے روئے زمین پر ہوگا حق تعالےٰ ایک فرشتہ اس کے پاس بھیجے گا کہ گرد و غبار، اس کے چہرے سے پونچھے اور اس کے حور و قصور کو بہشت میں دکھلائے اور کوئی اندھا اور اپاہج اور مریض روئے زمین پر باقی نہ رہے گا، مگر یہ کہ برکت سے ہم اہل بیت کے شفا پائے گا۔ الٰہی برکتوں کا آسمان سے اس قدر نزول ہوگا، کہ درختوں کی شاخیں کثرت ثمر سے جھک جائیں گی۔ جاڑے کے میوے گرمیوں میں، گرمیوں کے میوے جاڑوں میں دستیاب ہوں گے جیسا کہ حق سبحانہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ ...... كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ والخ (سورہ اعراف آیت ۹۶) : یعنی اگر اہل قریہ ایمان لائیں اور پرہیزگاری کریں، تو بے شک نازل کریں میں ان پر برکتوں کو آسمان اور زمین سے۔ لیکن اہل قریہ نے تکذیب کی، پس ہم نے ان سے ان کے

کرتوتوں کا مواخذہ کیا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا: کہ خدائے عزّ وجل ہمارے شیعوں کو ایسی کرامتیں عطا کرے گا کہ کوئی چیز سوائے زمین پر ان سے پوشیدہ نہ رہے گی یہاں تک کہ اگر کوئی اپنے گھر کی خبر دریافت کرنا چاہے گا تو زمین اس کے حال سے خبر دے گی۔

ابن بابویہ قمی نے کتاب امالی میں عبداللہ بن حسنؑ اور ان کی مادر گرامی فاطمہ دختر امام حسینؑ سے سے روایت ہے، ان مظلومہ نے فرمایا: میں کم سن تھی اور دو سونے کے خلخال میرے پاؤں میں تھے جب اشقیا اسباب لوٹتے ہمارے خیمہ میں آئے ایک ملعون خلخال میرے پاؤں سے اُتارتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ میں نے پوچھا اے شقی کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کیوں کر نہ روؤں کیونکہ دختر رسولؐ کا زیور لوٹتا ہوں میں نے کہا: اے بے حیا جب کہ تو جانتا ہے کہ میں دختر رسولؐ ہوں پھر کیوں میرا زیور لوٹتا ہے اس نے کہا اگر میں نہ لوٹوں گا تو اور کوئی لے جائے گا یہ کہکر خلخالیں میرے پاؤں سے اُتار لے گیا اور جو اسباب خیمہ میں پایا لوٹ لے گئے۔ یہاں تک کہ چادریں تک ہمارے سر سے چھین لیں۔

تفسیر علی ابراہیم میں حضرت صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک دن منہال بن عمر نے حضرت زین العابدین علیہ السّلام سے ملاقات کی، عرض کیا یا ابن رسول اللہ کیا حال ہے آپ کا، کیونکر صبح کی۔ آپ نے فرمایا: اے منہال! اب تک تجھے میرے حال کی خبر نہیں میں نے اپنی قوم میں یوں صبح کی جس طرح بنی اسرائیل نے آل فرعون میں صبح کی، نانا کی اُمت نے ہمارے فرزندوں کو قتل کیا اور ہماری عورتوں کو اسیر کیا اے منہال صبح کی ان لوگوں نے جو بہترین خلق خدا بعد پیغمبرؐ ہیں، اس طرح سے کہ منبروں پر ان کو بُرا کہا گیا اور ہمارے دشمن کی صبح اس طرح ہوئی کہ شرف و مالِ دُنیا ان کے ہاتھ لگا اور ہمارے دوستوں کی صبح ایسی ہوئی کہ ان کے مال کا نقصان ہوا۔ ان کی حق تلفی اور حقارت کی گئی اور ہمیشہ مومنین کا ایسا ہی حال رہا ہے۔ اور صبح کی عجم نے در حالیکہ افضلیت عرب کا اقرار کرتے ہیں، اس وجہ سے کہ خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلوات اللہ علیہ عرب سے ہیں، اور عرب معترف ہیں بزرگی قریش کے، اس لئے کہ حضرت قریش سے ہیں، اور قریش کو فخر ہے۔ اس وجہ سے کہ حضرت ہم میں سے ہیں اور فخر کرتے ہیں عرب عجم پر کہ رسولؐ خدا قوم عرب سے ہیں لیکن ہم اہل بیت جو ان کی ذریت طاہرہ ہیں، اس بدحالی سے ہم نے صبح کی، کہ ظالموں نے ہمارا حق چھین لیا، اور حرمت ہماری نہ جانی۔

کافی میں منقول ہے کہ جعفر بن عیسیٰ نے امام رضا علیہ السّلام سے روز عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا۔ ارشاد کیا تو صوم ابن مرجانہ کے متعلق پوچھتا ہے اے جعفر! روز عاشوراوہ دن ہے کہ آل زیاد نے جو اولاد زنا تھے، امام حسینؑ کے قتل کی خوشی میں روزہ رکھا؛ اور اس کو روز عید قرار دیا، اور آل رسولؐ اور جملہ اہل اسلام اس کو شوم ونحس جانتے ہیں اور جس دن کو اہل اسلام نحس جانیں اُس دن روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ اور اس دن کو متبرک نہ سمجھو، اور پیر کے دن وفات جناب رسولؐ خدا واقع ہوئی بلکہ کوئی آل محمدؐ سے مصیبت میں مبتلا نہیں ہوا مگر بروز دوشنبہ پس ہم اہلبیت اس دن کو بھی نحس وشوم جانتے ہیں اور دشمن ہمارے اسے متبرک جانتے ہیں چونکہ بروز عاشورا امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اسی سبب سے ابن مرجانہ نے اس دن کو متبرک جانا، اور آل محمدؐ اس کو نحس وبد جانتے ہیں پس جو شخص ان دو دنوں (عاشورا و پیر) میں روزہ رکھے اور متبرک جانے تو خدا سے اس عالم میں ملاقات کرے گا کہ اس کا دل مسخ ہو گیا ہو گا اور محشور ہو گا ان لوگوں کے ساتھ جو ان دونوں کے روزہ کو سُنّت اور متبرک جانتے ہیں۔

ایضاً کتاب مذکور میں منقول ہے کہ عبدالملک نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے صوم نہم ودہم محرم کے متعلق پوچھا، تو فرمایا: بروز نہم لشکر شام نے حضرت کو مع اصحاب کے گھیر لیا اور ابن مرجانہ وعمر بن سعد نے اپنے لشکر کی کثرت دیکھ کر خوشیاں منائیں، اور حضرت کو اور آپ کے اصحاب باوفا کو ضعیف سمجھے اور ان کو یقین ہو گیا کہ کوئی شخص اہل عراق سے حضرت کی نصرت نہ کرے گا۔ فدا ہوں میں اس مظلوم پر جسے اشقیا ضعیف سمجھے اس کے بعد فرمایا عاشورا وہ دن ہے کہ امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے اور صحرائے کربلا میں مع اصحاب واقربا باجسم صد چاک خاک وخون میں غلطاں با تن عریاں بے گور وکفن حضرت کی لاش مبارک پڑی تھی، وائے اس پر جو اس دن روزہ رکھے۔ قسم بہ ربّ کعبہ یہ دن روزہ کا نہیں ہے۔ بلکہ یہ روز اندوہ ومصیبت ہے جس دن تمام زمین وآسمان اور تمام کائنات نے گریہ کیا، البتہ ابن مرجانہ اور آل زیاد واہل شام کے واسطے روز خوشی وسُرور ہے۔ غضب خُدا نازل ہو ان اشقیا پر اور ان کی ذرّیت خبیثہ پر اے عبدالملک! اس دن مصیبت امام مظلوم پر سب قطعات زمین روئے، مگر زمین شام، پس جو شخص اس دن روزہ رکھے اور روز امن وبرکت قرار دے حق سبحانہ، تعالیٰ اس کو ہمراہ آل زیاد

کے ایسی حالت سے محشور کرے گا، کہ دل اس کا مسخ ہوا ہوگا اور مورد غضب و سخط الہی ہوگا اور جو شخص آج کے روز کوئی چیز اپنے عیال کے لئے ذخیرہ کرے، خدائے عزوجل دل میں اس کے نفاق پیدا کرتا ہے تا آنکہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے اور ذخیرہ میں اس کے لئے اور اس کے عیال کے واسطے برکت کو اٹھا لیتا ہے اور سب چیزوں میں اس کی شیطان شریک ہوتا ہے۔

امالی شیخ طوسی علیہ الرحمہ میں منقول ہے، جناب صادق علیہ السّلام سے کسی نے صوم عاشورہ کے متعلق سوال کیا، حضرت نے فرمایا کہ وہ روز شہادت امام حسین علیہ السّلام ہے، اگر تو قتل حضرت سے خوش ہوا ہو تو اس دن روزہ رکھ۔ پھر فرمایا بنی امیہ اور ان کے مددگاروں (اہل شام) نے اس دن نذر کی تھی، کہ اگر حضرت قتل ہوں یا جس ملعون نے ان پر خروج کیا ہے وہ زندہ بچ جائے، اور خلافت آل ابی سفیان قائم رہے تو اس کے شکریہ میں روزہ رکھیں گے اور اسی سبب سے صوم عاشورا آل ابی سفیان میں سُنّت ہوا، اور ان کی پیروی سے سب لوگ اس دن روزے کو سُنّت جانتے ہیں اور اسباب فرح و شادی اپنے اہل و عیال کے لئے مہیّا کرتے ہیں، تا آخر حدیث۔

کافی کلینی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اشعث بن قیس لعین قتل جناب امیر علیہ السّلام میں شریک تھا اور اس کی بیٹی جعدہ ملعونہ نے امام حسن علیہ السّلام کو زہر دیا اور اس کا بیٹا محمد خون حسین میں شریک ہوا۔

امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے وقت میرے والد ماجد بیمار خیمہ میں لیٹے ہوئے تھے اور میں اپنے دوستوں کو دیکھ رہا تھا کہ کس طرح میرے جد (امام حسین علیہ السّلام) پر نثار ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ بالکل تنہا رہ گئے پھر آپ کو ان اشقیائے اُمّت نے اس بُری طرح قتل کیا کہ اس طرح جانور کو قتل کرنے کی بھی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے۔ آپ شمشیر و سنان و پتھر و عصا کے ذریعہ شہید کئے گئے۔ شہادت کے بعد آپ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔



شہادتِ عظمیٰ پر اعتراض اور اس کا مدلّل جواب

(از علامہ مجلسیؒ)

سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ نے کتاب تنزیہ الانبیاءؑ میں فرمایا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اس بات کا کیا جواب ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے اہل و عیال کو لے کر مکہ سے کوفہ کی طرف کیوں خروج فرمایا حتیٰ کہ آپ کے دشمنوں کو اور حاکم کوفہ (ابن زیاد) کو آپ پر غلبہ ہوا اور آپ قتل کئے گئے حالانکہ آپ اہل کوفہ کی غداری و مکاری سے خوب واقف تھے اور انھوں نے آپ کے باپ و بھائی کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے پھر کیونکر آپ کی رائے نے دوسرے تمام رائے دینے والوں اور نصیحت کرنے والوں کی رائے کی خلاف ورزی کی جبکہ ابن عباسؓ جانے سے روکتے تھے اور ان کو آپ کے مارے جانے کا یقین تھا اسی طرح عبداللہ بن عمر نے جس وقت آپ کو رخصت کیا تو کہا: اے قتیل خدا حافظ! علاوہ بریں دیگر افراد نے بھی آپ کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا مگر آپ نے کسی کی سماعت نہ کی۔ پھر جب راستہ میں ان کو جناب مسلمؑ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ واپس کیوں نہ آگئے۔ جب میدان کربلا میں پہنچے اور دشمن کا اژدہام دیکھا، اپنے مددگاروں کی قلت دیکھی تو لڑنے پر کیوں آمادہ ہوئے۔ درآنحالیکہ آخر وقت ابن زیاد نے آپ کو امان کا موقع دیا تھا۔ آپ نے اس سے فائدہ اٹھا کر کیوں نہ اپنا اور اپنے اہل بیت اور اپنے شیعوں اور دوستوں کا خون بچا لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام حسینؑ نے دیدہ و دانستہ خود کو کیوں تباہی میں ڈالا جب کہ آپ کے بھائی نے صلح و آشتی سے کام لے کر اس امر (حکومت) کو معاویہ کے سپرد کر دیا تھا لہٰذا دونوں بھائیوں کے بظاہر متضاد فعل کو کیسے جمع کیا جائے گا۔ اس کے بعد مصنّف علیہ الرحمہ نے سیّد مرتضیٰ کا جواب نقل کر کے پھر خود جواب دیا ہے، اور وہ یہ ہے: کتاب امامت و کتاب فتن میں بکثرت احادیث گزر چکی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے، کہ ہر امام ایک خاص تکلیف پر مامور ہے جو ان صحف سماویہ میں مرقوم ہیں جو رسولؐ پر نازل ہوئیں اور وہ ان پر عمل کرتے تھے پس جو احکام ان سے متعلق تھے، ان کا اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ جبکہ بہت سے انبیاءؑ کے حالات ہم پر واضح ہو چکے ہیں کہ بہت سے ان میں سے اکیلے ہی ہزاروں کافروں پر مبعوث کئے جاتے تھے اور ان کے سامنے جا کر ان کے خداؤں کو برا کہتے تھے اور اپنے دین کی طرف ان کو بلاتے تھے اور ہر قسم کے تکالیف

(جواب)

از قسم مار پیٹ قید و بند و قتل اور آگ میں ڈالے جانے کو بطیب خاطر برداشت کرتے تھے پھر یہ کہ بکثرت ادلہ و براہین سے اور نصوص متواترہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی ہے کہ ہر امام کے لئے صاحب عصمت ہونا ضروری ہے اس کے بعد ان پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے بلکہ جو کچھ ان سے صادر ہو اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ اس سے قطع نظر اگر آپ کی شہادت پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ آپ نے اپنے جد کی شریعت مقدسہ کو بچانے کے لئے اپنی جان نثار کر دی کیونکہ سلطنت بنو اُمیہ کی بنیادیں آپ کی شہادت ہی کے بعد متزلزل نظر آنے لگیں اور لوگوں پر ان کے کفر و الحاد کا انکشاف آپ کی شہادت کے بعد ہوا۔ اس کے برخلاف اگر آپ اپنے دشمن سے صلح و آشتی کا مظاہرہ کرتے تو اس طرح گویا اس کی حکومت کی تقویت کا باعث بنتے اور لوگوں پر امور دینیہ مشتبہ ہو جاتے اور مذہب کے نقوش دھندلے ہو جاتے علاوہ بریں آپ پر گزشتہ اخبار سے یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ امام حسینؑ مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف اس لئے نکلے تھے کہ اگر وہاں باقی رہتے تو قتل کر دیئے جاتے اسی طرح مکہ معظمہ سے عراق کی طرف گئے کیونکہ ان جناب کو یہ ظن غالب ہو گیا تھا کہ کہیں دھوکہ سے قتل نہ کر دیئے جائیں حتی کہ آپ نے حج تمام ہونے کا انتظار نہ فرمایا اور آٹھویں ذوی الحجہ کو مکہ سے اس وقت نکل کھڑے ہوئے، جب کہ باہر سے حاجیوں کے قافلے آ رہے تھے۔ مکہ سے نکلنے کے بعد بھی آپ کے لئے کوئی ماویٰ و ملجا نہ ملا، بلکہ میں نے بعض کتب معتبرہ میں دیکھا ہے کہ یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو لشکر عظیم کے ساتھ امیر حج بنا کر مکہ روانہ کر دیا تھا اور اس کو تاکید کر دی تھی کہ جس طرح بن پڑے حسینؑ کو گرفتار کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو بلا تامل قتل کر دے اس کے علاوہ یہ بھی روایت ہے کہ اس نے تیس چھنٹے ہوئے بنی اُمیہ کے شیطان حاجیوں کے لباس میں بھیج دیئے تھے، اور ان کو اس بات پر مامور کیا تھا کہ حسینؑ جس عالم میں ملیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ امام حسین علیہ السلام کو جب ان حالات کا علم ہوا تو آپ حج کو عمرہ سے بدل کر محل ہو گئے کئی سندوں سے مروی ہے کہ جب آپ کو محمد حنیفہ نے کوفہ جانے سے منع کیا تو آپ نے ان سے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم اے بھائی! اگر میں چیونٹی کے سوراخ میں بھی گھس جاؤں تو یہ لوگ مجھ کو وہاں سے بھی باہر نکال کر قتل کر دیں گے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اگر آپ بنی اُمیہ سے صلح بھی کر لیتے تب بھی وہ اپنی شدید عداوت کی وجہ سے ان کو نہ چھوڑتے بلکہ بہر حیلہ و مکر قتل کر دیتے، انھوں نے بیعت کو تو محض ایک بہانہ بنایا تھا کیونکہ وہ جانتے

تھے کہ آپ سر دینا گوارا کر لیں گے مگر بیعت نہ کریں گے کیا ناظرین نے مروان کی حالت نہیں دیکھی جس نے والئی مدینہ کو سوال بیعت سے پہلے ہی یہ مشورہ دیا تھا کہ امام حسینؑ علیہ السّلام کو قتل کر دیا جائے اسی طرح عبید اللہ بن زیاد نے کہا تھا کہ حسینؑ سے کہو کہ ہماری بات مان لیں، پھر بعد میں ہم اپنی رائے پر عمل کریں گے۔ یہ بھی دیکھو کہ ان لوگوں نے مسلم کو کس طرح امان دی اور بعد میں کس طرح قتل کیا۔ اب رہا معاویہ کا معاملہ تو وہ اہلبیت اظہار سے شدت عداوت کے باوجود بڑا سیاستدان اور وقت شناس تھا اور حزم و احتیاط کے دامن کو چھوڑنا نہ چاہتا تھا وہ جانتا تھا کہ اہل بیت کو علانیہ قتل کرنا اپنی سلطنت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے مترادف ہے اس طرح تو سارا لوگ مخالف ہو جائیں گے۔ یہی وجہ تھی، کہ وہ آل رسولؐ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے ہمیشہ ظاہری طور سے بہ مدارات پیش آتا تھا، اور اس کی اسی چالبازی سے مجبور ہو کر امام حسنؑ علیہ السّلام نے اس سے صلح کر لی۔ اور امام حسین علیہ السّلام نے بھی اس سے جنگ نہ کی بلکہ وہ اپنے بیٹے یزید کو بھی یہی وصیت کر کے مرا کہ وہ حسینؑ سے ظاہر بہ ظاہر تعرض نہ کرے کیونکہ وہ جانتا تھا، کہ یہ اس کے زوال سلطنت کا سبب بن سکتا ہے۔ (مترجم عرض کرتا ہے) سب سے بڑا فرق صلح حسنؑ و حرب حسینؑ میں سوال بیعت ہے۔ امام حسنؑ علیہ السّلام سے معاویہ نے بیعت کب طلب کی، صرف حکومت و اقتدار کی طلب کی، جس سے امام حسنؑ نے دستبرداری اختیار فرمائی۔ امام حسینؑ سے بھی اگر یزید صرف حکومت و اقتدار کا طالب ہوتا، تو ہو سکتا تھا کہ آپ اس کے کام سے کام نہ رکھتے بشرطیکہ وہ علانیہ دین اسلام کا تمسخر نہ اڑاتا مگر اس نے تو آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا تھا اور یہ مطالبہ وہ ہے جس کے آگے نہ حسینؑ کے بھائی نے سر جھکایا نہ باپ نے نہ آپ کی کسی اولاد اجداد نے۔ امام حسنؑ سے بھی اگر معاویہ بیعت کا طلب گار ہوتا تو پھر حسنؑ، حسین علیہما السّلام سے پہلے کربلا بنا دیتے۔ لہٰذا حسنؑ و حسینؑ کی سیرت کا موازنہ غلط ہے، یہ موازنہ اس وقت درست تھا، جب دونوں سے ایک ہی سوال کیا جاتا اور وہ بیعت کا سوال تھا۔

ختم شد حصّہ اوّل

بحار الانوار



علامہ محمد باقر مجلسیؒ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام حسین علیہ السلام



محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel:4124286 - 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk

تاریخ اشاعت ———— ۱۵ر اکتوبر ۱۹۹۶ء

بار ———— اوّل

ناشر ———— محفوظ بک ایجنسی امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵ فون: ۴۴۳۳۸۹۶

مطبع ———— سندھ آفسٹ پرنٹرز

قیمت ———— قسم اوّل

تصدیق صحتِ متن آیاتِ قرآنی

کتاب

بحار الانوار

میں نے کتاب ہذا میں آیاتِ قرآنی کو حرفاً حرفاً پورے غور و خوض سے دیکھا اور پڑھا میں تصدیق کرتا ہوں کہ ان آیات میں کوئی کمی و بیشی اور کتاب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حافظ محمد یٰسین

سند یافتہ

امام نایاب جامع مسجد

ڈاک خانہ نمبر ۲ لیاقت آباد

کراچی

فہرست مطالب کتاب بحار الانوار جلد دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

باب (۱)

متضمن بر شہادت فرزندانِ مُسلم بن عقیل رضؓ

ابنِ بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں شیخ اہلِ کوفہ ابو محمد سے روایت کی ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام دو بچوں کو حضرت کے لشکر سے قید کر کے ابنِ زیاد کے پاس لے گئے، اس ملعون نے اُن معصوموں کو قید خانہ میں بھیجا اور داروغۂ زنداں سے کہا کہ گرم کھانا اور سرد پانی ان کو نہ دینا اور ایذا اور سختی میں رکھنا۔ غرض وہ دونوں مظلوم دن بھر روزہ رکھتے تھے اور وقت افطار اُن کو دو روٹیاں جَو کی اور ایک کوزہ گرم پانی کا ملا کرتا تھا۔ ایک سال اسی حال سے رہے۔ اتفاقاً ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا کہ ہماری مصیبت کو بہت طول ہوا، قریب ہے کہ زندگی ہماری اسی غم والم میں آخر ہو جائے۔ صلاح یہ ہے کہ جس وقت زندان بان آئے ہم حسب ونسب اپنا اُس کے سامنے بیان کریں اور جو قرابت جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے رکھتے ہیں، اس کو ظاہر کریں شاید اس کو ہمارے حال پر رحم آئے اور آب وطعام میں تنگی نہ کرے۔ غرض وقتِ شام زندان بان حسبِ معمول دو قرص نان ایک کوزہ آب لے کر آیا۔ چھوٹے لڑکے نے اُس مردِ پیر سے پوچھا: اے شیخ تو حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو پہچانتا ہے؟ اُس نے کہا "کیونکر نہیں جانتا وہ میرے نبیؐ ہیں"! پھر پوچھا: "تو جعفر طیار کو جانتا ہے!" کہا "کیوں نہیں جانتا! اُن کو حق تعالیٰ نے بہشتِ بریں میں دو پر عطا کیے ہیں جن سے ہمراہ فرشتوں کے پرواز کرتے ہیں۔" پھر پوچھا کہ "امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو جانتا ہے! اُس نے کہا۔ کیونکر نہیں جانتا وہ پیغمبرؐ کے داماد اور وصی ہیں۔" پھر لڑکوں نے اُس سے کہا "اے شیخ! ہم تیرے پیغمبرؐ کے اقربا سے ہیں اور فرزند مُسلم بن عقیل ہیں۔ تیرے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور طعام گرم وآب سرد سے محروم ہیں اور اس خرابۂ تنگ و تار میں تُو نے ہم کو محبوس کیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ نیک انجام دونوں صاحبزادوں کے قدموں پر گر کر کہنے لگا "میری جان آپ پر قربان ہو! اے عترتِ رسولؐ یہ درِ زنداں کشادہ ہے جہاں جا ہے چلے جاؤ اور دو روٹیاں اور پانی کا جام اُن کو دیا اور راستہ بتلا دیا اور کہا راتوں کو سفر کرنا اور دن کو چھپ رہنا تاکہ تمہارے لیے عنایاتِ باری تعالیٰ سے رستگاری ہو۔ دونوں صاحبزادے وقتِ شب روانہ ہوئے۔ تھوڑی

راہ چلے تھے کہ اثنائے راہ میں ایک ضعیفہ سے ملاقات ہوئی۔ کہا "اے ضعیفہ! ہم دونوں پریشاں حال یتیم و آوارہ وطن ہیں، شہر کی راہوں سے واقف نہیں، یہ وقتِ شب ہے، ایک رات ہم کو مہمان کر اور اپنے گھر میں جگہ دے، علی الصباح روانہ ہو جائیں گے۔ اُس نیک بخت نے کہا کہ "پیارے بچو! تم دونوں کون ہو کہ تمھارے بدن کی خوشبو کو کوئی خوشبو نہیں پہنچتی"۔ انھوں نے کہا "ہم تیرے پیغمبرؐ سے قرابت رکھتے ہیں، قید خانۂ ابنِ زیاد سے قتل کے خوف سے بھاگے ہیں"۔ ضعیفہ نے کہا "میرا ایک داماد زشت کردار ہے جو لڑائی میں حاضر تھا، مجھے خوف ہے کہ وہ مطلع ہو اور تم کو بے گناہ قید کرے"۔ لڑکوں نے کہا "ایک شب درمیان ہے صبح کو ہم چلے جائیں گے"۔ آخر اس صالحہ نے قبول کیا اور اپنے گھر لے جا کر ان کے لیے کھانا پانی حاضر کیا۔ دونوں صاحبزادوں نے تناول فرمایا۔ اُس وقت چھوٹے بھائی نے بڑے سے کہا "میں گمان کرتا ہوں کہ یہ شب ہماری حیات کی آخری شب ہے اُٹھ کر بغلگیر ہولیں"۔ پس دونوں بھائی بغلگیر ہو کر سو رہے۔ تھوڑی دیر میں اس عورت کا داماد آیا، دق الباب کیا۔ ضعیفہ نے پوچھا کون ہے؟ نام بتلایا، پوچھا کیا سبب ہے؟ آج تو اس وقت آیا، یہ وقت تیرے آنے کا نہ تھا۔ اُس نے کہا، وائے تجھ پر میں سخت بدحواس ہوں دروازہ کھول دے کہ زہرہ میرا شق ہوا جاتا ہے۔ عجب محنت و بلا میں مبتلا رہا۔ پوچھا "کونسی بلا تجھ پر نازل ہوئی"۔ کہا دو لڑکے قید سے بھاگے ہیں۔ امیر نے کہا ہے جو شخص ان میں سے ایک کا سر لائے ایک ہزار درہم پائے گا۔ اور جو دونوں کا سر لائے دو ہزار درہم پائے گا، لہٰذا میں نے بڑی زحمت اٹھائی۔ لیکن کسی کو نہ پایا۔ ضعیفہ نے کہا "اے فرزند حذر کر مبادا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروزِ قیامت تیرے دشمن ہوں۔ اُس بدسرشت نے کہا "وائے تجھ پر دنیا کی حرص و طمع ہر ایک کو ہوتی ہے"۔ اُس مومنہ نے کہا "کیا کرے گا ایسی دنیا کو جس میں آخرت نہ ہو"۔ شقی نے کہا "تیری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا امیر کے قیدی تیرے پاس ہیں، چل امیر تجھے بلاتا ہے"۔ اُس نے کہا "میں ایک ضعیفہ شکستہ حال ہوں، مجھ سے کیا چاہتا ہے"۔ بولا "دروازہ کھول دے تاکہ شب کو آرام کروں، میں صبح کو انھیں پھر تلاش کروں گا"۔ غرض اُس مومنہ نے دروازہ کھول دیا اور آب و طعام اس کے لیے لائی۔ تھوڑی رات گذری تھی کہ شقی نے ایک صاحبزادے کے سانس لینے کی صدا سنی، نہایت خشمناک اُٹھا اور دیوار کو ہاتھ سے پکڑ کر تھامتا چلا، اتفاقاً ہاتھ اُس بدذات کا ایک معصوم کے پہلو پر پڑا۔ صاحبزادے نے پوچھا "تو کون ہے؟"۔ کہا "میں صاحبِ خانہ ہوں، تم بتلاؤ کون ہو؟" کہا "ہم یتیم مظلوم ہیں"۔ پھر بڑے بھائی کو جگا کر کہا "بخدا جس چیز کا ڈر تھا وہی درپیش ہے"۔

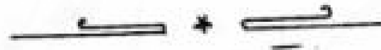
شقی نے کہا "تم دونوں کون ہو؟" کہا "اگر ہم سچ کہیں تو امان دے گا۔" کہا "ہاں۔" انھوں نے دوبارہ پوچھا "یعنی پناہ خدا اور رسولؐ ہے۔" اُس شقی نے کہا "قبول ہے۔" معصوموں نے کہا کہ "محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اِس بات کے گواہ ہیں۔" شقی نے کہا "گواہ ہیں۔" مظلوموں نے کہا "حق تعالیٰ ہمارے اور تمھارے قول پر گواہ ہے۔" کہا "شاہد ہے۔" اس وقت بیکسوں نے کہا "ہم تیرے پیغمبرؐ کے اقربا میں سے ہیں، ابنِ زیاد کی قید اور قتل کے خوف سے بھاگے ہیں۔" اُس شقی نے کہا "موت سے تم بھاگے اور موت ہی میں گرفتار ہوئے۔ شکرِ خدا کہ تم میرے ہاتھ آئے۔ پھر اٹھ کر بازوؤں بے گناہوں کے باندھے، تمام شب دونوں معصوم دست بستہ کھڑے رہے۔ صبح کے وقت ایک حبشی غلام فلیح نام کو بلا کر کہا "اِن دونوں کو کنارۂ فرات لے جا کر قتل کر اور اِن دونوں کے سر لے آ تاکہ میں ابنِ زیاد کے پاس لے جاؤں اور دو ہزار درہم انعام پاؤں۔" غلام نے تلوار اٹھائی اور دونوں بچّوں کو لے کر چلا۔ تھوڑی راہ طے کی تھی کہ ایک لڑکے نے کہا "اے حبشی! رنگ تیرا بلالؓ مؤذنِ رسولِ خدا کے رنگ سے بہت مشابہ ہے۔" اُس نے کہا "میرے آقا نے تمھارے قتل کا حکم دیا ہے، تم کون ہو؟" انھوں نے کہا "ہم تیرے پیغمبرؐ کی عترت ہیں، ابنِ زیاد کی قید سے بھاگے تھے، تیری بی بی نے ہمیں مہمان کیا تھا، تیرا آقا ہم کو قتل کرنا چاہتا ہے۔" یہ سنکر وہ غلام نیک انجام اُن دونوں کے پاؤں پر گر پڑا، اور بوسے لیے اور کہا "میری جان تم پر فدا ہو لے عترتِ محمد مصطفےٰؐ میں نہیں چاہتا کہ محمد مصطفےٰؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بروزِ قیامت میرے دشمن ہوں۔" یہ کہہ کر شمشیر کو ایک طرف پھینکا اور آپ نہر میں کود کر ایک طرف سے دوسری طرف عبور کر گیا۔ اُس شقی نے پکارا، اے غلام تو نے نافرمانی کی اور حکم میرا نہ مانا۔ غلام نے کہا "اے آقا! تیرا تابعدار وہیں تک ہوں کہ تو خدا کی نافرمانی نہ کرے، درصورتیکہ تو نے خدا کے حکم کے خلاف کیا۔ پس میں نے دنیا و آخرت میں تجھ سے بیزاری کا اظہار کیا۔ پھر اُس شقی نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا "اے فرزند! میں نے دنیا میں اپنا مال حلال اور حرام سب تیرے لیے جمع کیا، اب میری اطاعت بجا لا اور ان دونوں کو کنارۂ فرات لے جا کر قتل کر اور سر لے آ، تاکہ میں ابنِ زیاد کے پاس لے جاؤں اور دو ہزار درہم جائزہ پاؤں، اُس جوان نے شمشیر ہاتھ میں لی اور لڑکوں کو لے کر فرات کی طرف چلا۔ تھوڑی راہ چلا تھا کہ چھوٹے بھائی نے کہا "اے جوان میں تیری جوانی پر آتشِ جہنم کا خوف کرتا ہوں۔" اُس نے پوچھا "تم کون ہو؟" کہا "ہم عترتِ اطہار سیّدِ ابرارؐ ہیں، تیرا باپ چاہتا ہے کہ ہمیں قتل کرے۔ وہ سعادت مند قدم بوس ہو کر کہنے لگا "میری جان آپ پر فدا ہو، اے عترتِ رسولؐ! خدا نہ کرے حضرتِ پیغمبرؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بروزِ محشر میرے دشمن

ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار کو پھینک دیا اور خود نہر میں کود پڑا اور پیر کر دوسری جانب نکل گیا۔ وہ ملعون چلایا کہ اے فرزند! تو نے بھی نافرمانی کی" اس نے کہا اس نافرمانی سے خدا کی اطاعت بہتر ہے۔ اور معصیت سے جہنم ہے۔" اس وقت شقی نے کہا "سوا میرے تمھارا کوئی قاتل نہ ہوگا" پس تلوار اٹھا کر بچوں کو ہمراہ لیا اور فرات کے کنارے پر جاکر شمشیر نیام سے نکالی۔ دونوں صاحبزادے بے اختیار زار زار رونے لگے اور کہا اے شیخ ہم کو بازار میں لے جاکر بیچ ڈال اور پیغمبرؐ کی دشمنی کو مول نہ لے اس نے کہا نہیں! میں ذبح کروں گا اور ابنِ زیاد سے انعام پاؤں گا۔" ان مظلوموں نے کہا "اے شیخ پیغمبرؐ کی قرابت کا لحاظ و پاس نہیں کرتا" اس نے کہا "تم کو قرابتِ رسولؐ سے کوئی واسطہ نہیں ہے" معصوموں نے کہا" اے شیخ! ہم کو ابنِ زیاد کے پاس لے جا تاکہ وہ جو چاہے حکم کرے" اس بے رحم نے کہا "میں تم کو قتل کیے بغیر اس کے پاس نہیں جا سکتا" ان بیکسوں نے کہا "اے شیخ تجھ کو ہماری کمسنی پر رحم نہیں آتا" لعین نے کہا "حق تعالیٰ نے رحم میرے دل میں پیدا نہیں کیا" آخر یتیموں نے کہا "اے شیخ اگر ہم کو ضرور قتل کرے گا تو اتنی مہلت دے کہ چند رکعت نماز پڑھ لیں" کہا "پڑھ لو اگر نفع بخشے" بچوں نے چار چار رکعت نماز بخضوع و خشوع پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی یَا حَیُّ یَا حَکِیْمُ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ ہمارے اور اس شخص کے درمیان براستی حکم فرما۔ اس کے بعد اس شقی نے بڑے صاحبزادے کو تلوار لگائی اور سر جدا کر کے توبڑہ میں رکھا۔ چھوٹا بھائی دوڑ کر بڑے بھائی کے خون میں لوٹتا تھا اور کہتا تھا، اسی حال میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کروں گا۔ اس سنگدل نے کہا "خاطر جمع رکھ کہ تجھے بھی تیرے بھائی سے ملحق کرتا ہوں" یہ کہہ کر اس بچے کے بھی ضربت لگائی اور سر جدا کر کے توبڑے میں رکھا اور دونوں لاشیں دریا میں پھینک دیں۔ جب دربارِ ابنِ زیاد میں گیا تو وہ شقی کرسی پر بیٹھا تھا اور چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس ملعون نے دونوں بچوں کے سر اس کے سامنے رکھ دیئے ابنِ زیاد نے جونہی ان دونوں سروں کو دیکھا اٹھ کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا اور بیٹھا۔ تین مرتبہ یوں ہی کیا اور قاتل سے خطاب کیا "وائے ہو تجھ پر تو نے ان کو کہاں پایا" کہا میرے گھر میں ایک بڑھیا نے ان کو مہمان کیا تھا" ابنِ زیاد نے کہا "تو نے روایاتِ مہمانی کا بھی کوئی پاس نہیں کیا" اس نے کہا "نہیں" ابنِ زیاد نے کہا "انھوں نے تجھ سے کچھ کہا تھا" کہا "مجھ سے کہتے تھے، اے شیخ! ہم کو بازار میں لے جاکر فروخت کر لے اور قیمت سے منتفع ہو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دشمنی گوارا نہ کر" ابنِ زیاد نے کہا "پھر تو نے کیا جواب دیا" کہا "میں نے کہا تم کو قتل کر کے سر امیر کے پاس لے جاؤں گا تاکہ جائزہ پاؤں" پوچھا "انھوں نے کیا جواب دیا" کہا "انھوں نے درخواست کی کہ ہم کو ابنِ زیاد کے

پاس زندہ لے چل وہ جو چاہے حکم کرے۔" پوچھا " پھر تو نے کیا جواب دیا۔" کہنے لگا " میں نے کہا تم کو قتل کیے بغیر باریابی وہاں نہ ملے گی۔" ابنِ زیاد نے کہا " تو انھیں زندہ کیوں نہ لایا کہ میں تمھیں دو چند صلہ دیتا۔" کہا " مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ ان کے خون کے سوا تیر التقرب حاصل کر سکتا ہوں۔" ابنِ زیاد نے کہا پھر لڑکوں نے کیا جواب دیا۔" شقی نے کہا " کہنے لگے تو قرابت رسولؐ کا پاس و لحاظ نہیں کرتا۔" ابنِ زیاد نے پوچھا " تو نے کیا جواب دیا۔" کہا " میں نے ان کی قرابت کا انکار کیا۔" ابنِ زیاد نے پوچھا " پھر انھوں نے کیا کہا۔" شقی نے کہا۔ کہنے لگے ہماری کم سنی اور خورد سالی پر تجھے رحم نہیں آتا!" ابنِ زیاد نے کہا تجھے رحم نہ آیا!" اس ملعون نے کہا کہ " میں نے اُن سے کہا کہ حق تعالیٰ نے رحم میرے دل میں خلق نہیں کیا۔" ابنِ زیاد نے پوچھا " آخر میں انھوں نے کیا درخواست کی۔" کہا۔ انھوں نے کہا کہ اگر تجھے ہمارا قتل ہی منظور ہے تو ہم کو نماز پڑھ لینے دے۔" میں نے کہا " اگر نماز کچھ نفع دے تو پڑھ لو۔ الغرض دونوں بچوں نے چار چار رکعت نماز پڑھی۔" ابنِ زیاد نے پوچھا۔ نماز کے آخر میں کیا کہا۔" کہنے لگا " ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہنے لگے " یَا حَیُّ یَا حَکِیْمُ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ ہمارے اور اس شخص کے درمیان تو ہی حکم فرما۔" ابنِ زیاد نے کہا۔ احکم الحاکمین نے حکم کر دیا۔" یہ کہہ کر ابنِ زیاد اپنے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا اور پکارا کہ ہے کوئی کہ اس فاسق کو ٹھکانے لگائے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ حکم بن زیاد نے کہا، جہاں اس نے ان لڑکوں کو مارا ہے وہیں لے جا کر اسے قتل کر مگر اس خبیث کا خون ان کے خون سے ملنے نہ پائے اور جلد اس کا سر لے آ۔ اس شخص نے اسی طرح کیا اور اس کا سر نیزہ پر ایسی جگہ رکھوایا کہ شہر کے بچے ڈھیلے اور پتھر مارتے اور کہتے تھے اس ملعون نے اولادِ پیغمبرؐ کو قتل کیا تھا۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ مناقبِ قدیمہ میں یہ قصہ تھوڑے تغیر کے ساتھ منقول ہے محمد بن یحییٰ ذہلی سے روایت ہے کہ بعد شہادت جناب سید الشہداءؑ واسیری اہلبیتؑ دو لڑکے لشکر ابنِ زیاد سے بھاگے، ایک کا نام ابراہیم اور دوسرے کا محمدؐ تھا۔ یہ دونوں جعفرِ طیارؑ کے صاحبزادے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک ضعیفہ سے ملاقات ہوئی جو نہر میں پانی بھر رہی تھی۔ وہ عورت اُن کا حسن و جمال دیکھ کر پوچھنے لگی تم کون ہو؟ بچوں نے جواب دیا ہم اولادِ جعفرِ طیارؑ ہیں، لشکرِ ابنِ زیاد سے بھاگے ہیں۔ عورت نے کہا، میرا شوہر لشکرِ ابنِ زیاد میں رہتا ہے، ڈرتی ہوں کہ رات کو نہ آ جائے ورنہ تمھیں بدل و جان مہمان کرتی۔ ان دونوں ماہ پاروں نے کہا، تو ہمیں لے جا شاید کہ تیرا شوہر آج شب کو نہ آئے۔ خلاصہ وہ زنِ صالحہ ان کو گھر لے گئی اور اُن کے لیے کھانا لائی۔ انھوں نے کہا ہم کو حاجتِ طعام نہیں البتہ ایک جا نماز لا دے تاکہ نمازیں پڑھیں۔ الغرض دونوں نمازیں پڑھ کر فرشِ خواب پر گئے۔ اس وقت چھوٹے بھائی

نے بڑے سے کہا مجھ کو اپنی آغوش میں لے لو اور میرے بدن کی خوشبو سونگھو۔ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ شب ہماری حیات کی آخری شب ہے۔ باقی حالات موافق روایت سابق کے ہیں۔ یہاں تک کہ کہا اُس ملعون نے تلوار کھینچی، بڑے لڑکے کو قتل کیا اور لاش فرات میں ڈال دی۔ اُس شقی کو چھوٹے نے قسم دی اور کہا تھوڑی دیر مجھے اپنے بھائی کے خون میں لوٹ لینے دے۔ اُس نے کہا کہ اس سے کیا حاصل ہے۔ لڑکے نے کہا مجھے یونہی منظور ہے۔ پس ایک ساعت خونِ ابراہیم میں غلطاں رہا، اس ملعون نے کہا اُٹھ! وہ نہ اٹھا۔ آخر تلوار پشتِ سر پر لگائی اور گردن سے سر کو قطع کیا۔ اور بدن نہرِ فرات میں ڈال دیا۔ چھوٹے بھائی کا بدن پانی پر ٹھہرا رہا جب دوسرے بھائی کی نعش پانی میں ڈالی گئی تو پہلی نعش پانی کو شق کرتی ہوئی چھوٹے بھائی کے نعش کے پاس آئی اور دونوں بھائی ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر غرقِ دریائے رحمتِ الٰہی ہو گئے۔ اُس وقت اُس شقی نے یہ آواز لاشوں سے سنی کہ بارِ الٰہا! تو جانتا ہے اور دیکھتا ہے جو سلوک اس ملعون نے ہمارے ساتھ کیا۔ ہمارا انتقام اس سے لے۔ راوی کہتا ہے کہ عبید اللہ ابنِ زیاد نے نادر نام ایک غلام کو بلایا اور اشارہ کیا کہ اس ملعون کی مشکیں باندھ لے اور جہاں اس نے لڑکوں کو قتل کیا ہے لے جا کر قتل کر اور اس کے کپڑے اُتار لے اور دس ہزار درہم میں نے تجھے دیئے اور آزاد کیا۔ غرض غلام اس بد انجام کو اسی مقام پر لے گیا۔ اُس ملعون نے کہا اے نادر! تو بالفرور مجھے قتل کرے گا۔ راوی کہتا ہے کہ پس غلام نے اسے قتل کیا اور جثۂ ناپاک اس کا فرات میں پھینک دیا۔ پانی نے اُس ناپاک کو قبول نہ کیا اور کنارِ نہر ڈال دیا۔ آخر بموجب حکمِ ابنِ زیاد اُس کی لاش جلادی گئی۔ اس طرح وہ شقی واصلِ جہنم ہوا۔



باب (۲)

اُن وقائع میں جو اہلبیتؑ پر بعدِ شہادت تا مدینۂ منوّرہ واقع ہوئے

سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرحمہ نے کتابِ لہوف میں اور شیخ ابن نما نے مثیر الاحزان میں روایت کی ہے کہ عمر سعد نے روزِ عاشورا سرِ سیّد الشہداءؑ خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم کے ساتھ ابنِ زیاد کے پاس بھیجا اور حکم کیا کہ سرہائے اصحابِ حسین علیہ السّلام بھی بدن سے جدا کرو اور ان کو شمر بن ذی الجوشن اور قیس بن اشعث و عمر بن حجاج کے ہمراہ روانہ کیا۔ الحاصل وہ ملعون کوفہ میں پہنچے اور عمرِ سعد دوسرے دن کربلا میں تا زوالِ آفتاب رہا۔ اس کے بعد وہ بھی روانہ ہوا اور اہلبیتِ اطہار کو شترانِ بے کجاوہ پر سوار کر کے مانندِ اسیرانِ ترک و روم لے چلا، شاعر نے خوب کہا ہے۔ ؎

یُصَلّٰی عَلَی الْمَبْعُوْثِ مِنْ اٰلِ ھَاشِمٍ   وَیُغْزٰی بَنُوْہُ اِنَّ ذَا الْعَجَبْ

یعنی دُرود پیغمبرِ ہاشمی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) پر بھیجتے ہیں اور اس کی اولاد سے جنگ کرتے ہیں یہ عجب ماجرا ہے۔ الغرض جب وہ بدانجام دشتِ کربلا سے روانہ ہوا، ایک گروہ نے قومِ بنی اسد آکر لاشہ ہائے شہداء خون آلود اور نعش ہائے طاہرہ پر نمازیں پڑھیں اور ان کو اس طرح دفن کیا کہ جس طرح بالفعل ضریحیں موجود ہیں۔ **شیخ مفید** علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کو وہاں دفن کیا جس جگہ اس وقت مرقدِ اطہر ہے اور علی اصغر کو حضرت کے پائیں پا اور شہدائے اہلبیتؑ و اصحاب کو حضرت کے پائینِ پا دفن کیا جس مقام پر کہ شہید ہوچکے تھے جہاں کہ اب روضۂ اقدس موجود ہے۔ سیّد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب عمرِ سعد اہلبیتؑ کے ہمراہ کوفہ کے قریب پہنچا تو اہلِ کوفہ بطورِ تماشائیوں کے آئے۔ ایک عورت نے پشتِ بام سے پوچھا کہ تم کہاں کے قیدی ہو۔ اہلبیت علیہم السلام نے فرمایا "ہم اسیرانِ آلِ محمدؐ ہیں۔ یہ سُن کر وہ عورت نیچے اُتر آئی اور کچھ چادریں لا کر مخدرات کو پیش کیں۔ انھوں نے قبول فرمائیں۔ سیّد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السّلام اہلبیتِ اطہار کے ہمراہ بشدت بیمار تھے اور حسنِ مثنیٰ فرزند امام حسن علیہ السّلام بھی اپنے عمِ عالی مقدار کے ہمراہ کربلا میں شریکِ رنج و محن رہے اور زخم کاری کھائے۔ کچھ رمقِ جان باقی تھی کہ اُن کو اُٹھا لائے۔ ان کے علاوہ دو فرزند امام حسنؑ زید اور عمرو بھی ان کے ساتھ تھے۔ القصّہ اہلِ کوفہ اسیرانِ اہلبیتؑ کو دیکھ کر نوحہ اور گریہ کرنے

لگے ، امام زین العابدین علیہ السّلام نے اس وقت فرمایا "تم ہم پر گریہ و نوحہ کرتے ہو۔ پھر ہمارا قاتل کون ہے؟ * بشیر بن جزیم اسدی کہتا ہے، میں نے اس دن حضرت زینبؑ بنت علیؑ کو اس طرح تقریر کرتے دیکھا کہ قسم بخدا! اس سے پہلے کبھی کسی پردہ نشین بی بی کو اتنی فصاحت و بلاغت سے بولتے نہ دیکھا تھا گویا زینبؑ کے دہنِ مبارک میں ان کے باپ علی مرتضیٰ علیہ السّلام کی زبانِ گوہر بار تھی۔ ایک دفعہ آپ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ " چُپ رہو" اس اشارہ کی یہ تاثیر تھی کہ اِرْتَدَّتِ الْاَنْفَاسُ وَسَکَنَتِ الْاَجْرَاسُ لوگوں کے سینوں میں سانس رک گئی، اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز تک بند ہو گئی۔ زینبؑ نے فرمانا شروع کیا۔

"تمام حمد خداوندِ کریم کے لیے ہے اور دُرود و سلام ہے میرے جد محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم) اور اُن کی آلِ پاک پر۔ اَمّا بعد اے کوفہ والو! اے مکر و دغا والو! تم رو رہے ہو؟ تمھیں تمھارے آنسو اور نہ رکیں تمھارے نوحے۔ تمھاری مثال اس بڑھیا جیسی ہے جو مضبوط تاگا بٹ کر کھول ڈالے۔ تمھاری قسمیں کیا غدّاری کے لیے تھیں۔ تم میں سوائے اوچھے پن اور برائیوں میں غلطاں ہونے کے کیا ہے۔ تم کنیزوں کی طرح تملق کرنا جانتے ہو اور دشمنوں کی طرح اذیت پہنچاتے ہو۔ تم کوڑے پر اُگے ہوئے خس و خاشاک ہو، تم قبر پر لگی ہوئی چاندی ہو جس کا سوائے قبرستان کی زینت کے کوئی فائدہ نہیں۔ ارے کتنا بُرا ذخیرہ تم نے اپنے لیے مہیا کر رکھا ہے، اللہ کا غضب تمھارے اوپر ہے۔ اور تم ہمیشہ معذّب رہو گے۔ تم رو رہے ہو اور ڈاڑھیں مار رہے ہو۔ ہاں خدا کی قسم! اب رو ؤ گے بہت ہنسو گے کم، کیونکہ تم نے زمانہ بھر کی برائیاں اپنے دامن میں سمیٹ لیں، اب یہ دھبے تمھارے دامن سے چھٹائے نہ جا سکیں گے، اور فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خون کے دھبے کیسے چھُٹ سکتے ہیں۔ اُس کے خون کے دھبے جو سیّد شباب اہلِ جنّت ہے، جو تمھارے نیکوں کا ملجا و ماویٰ تھا۔ جو تمھاری مصیبتوں کے وقت جائے پناہ تھا۔ جو راہِ ہدایت دکھانے کے لیے ایک نورانی منارہ تھا، جو سنّتِ رسولؐ کا پیشوا تھا۔ کتنا بُرا ذخیرہ تم لے چلے ہو۔ تمھارے لیے ہلاکت و بربادی ہو، تمھاری کوئی امید بر نہ آئے، تمھارے ہاتھ قلم ہوں، تمھاری تجارت برباد ہو، تم غضبِ الٰہی میں گرفتار ہو۔ تم پر ذلّت و رسوائی کی مار ہو۔ اے کوفہ والو! جانتے ہو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کس جگر بند کو تم نے ذبح کر ڈالا! رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کس ناموس کو تم نے سر برہنہ لا کھڑا کیا؟ کس کا خون تھا جو تم نے بے دریغ بہایا؟ یہ کس کی حرمت ضائع کی؟ تم نے بڑی مصیبت برپا کر دی۔ (بروایت دیگر) فرمایا، ایسی مصیبت کہ قریب ہے، آسمان پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے، ایسی مصیبت جس سے زمین و آسمان کا دامن مملو ہو جائے

تم اس پر تعجب کر رہے ہو کہ آسمان سے خون کیوں برس رہا ہے، ابھی کیا ہے آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ دردناک اور رسواکن ہوگا۔ جب تمھارا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ اللہ کی دی ہوئی مہلت سے اترا نہ جانا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کاموں میں جلدی نہیں ہوتی، نہ اس کو وقتِ انتقام فوت ہونے کا دھڑکا ہوتا ہے۔ تمھارا رب تمھارے کمین میں ہے۔" [۱]

راوی کہتا ہے بخدا میں نے دیکھا کہ سب لوگ یہ کلام سنکر متحیر ہو گئے اور بے اختیار روتے تھے اور اپنی انگلیاں منہ میں دباتے تھے۔ ایک پیرِ مرد میرے پہلو میں کھڑا بہت رو رہا تھا۔ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی۔ کہتا تھا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تمھارے بوڑھے تمام بوڑھوں سے بہتر اور تمھارے جوان تمام جوانوں سے افضل اور عورتیں زنانِ عالم سے افضل اور تمھاری نسل بہترین نسل ہے اور کبھی بھی تم عاجز و ذلیل نہیں ہوگے۔ [۲]

خطبہ حضرت فاطمہ صغریٰ

یزید بن موسیٰ روایت کرتا ہے کہ جب حضرت فاطمہ صغریٰ کا کربلا سے کوفہ میں وُرود ہوا تو آپ نے حسبِ ذیل خطبہ پڑھا۔ "حمد ہے خدا کی تعداد میں اس قدر جتنی ریگِ صحرا اور سنگریزے ہیں، وزن میں اتنی جتنی عرش سے تابہ فرش تمام چیزیں ہیں، میں اس کی حمد کرتی ہوں اور اس پر ایمان و توکل رکھتی ہوں اور اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد مصطفےٰ (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اس کے بندہ و رسولؐ ہیں، اور یہ گواہی دیتی ہوں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اولاد دریائے فرات کے کنارے بے جرم و خطا ذبح کر ڈالی گئی۔ پالنے والے میں تجھ سے پناہ مانگتی

---

[۱] بعض روایات میں ہے کہ آپ نے آخر میں یہ شعر بھی پڑھے ؎

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِیُّ لَكُمْ — مَاذَا صَنَعْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ
بِاَهْلِ بَیْتِیْ وَاَوْلَادِیْ وَمَكْرُمَتِیْ — مِنْهُمْ اُسَارٰی وَمِنْهُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمٖ
مَا كَانَ هٰذَا جَزَائِیْ اِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ — اَنْ تَخْلُفُوْنِیْ بِسُوْءٍ فِیْ ذَوِیْ رَحِمٖ

(ترجمہ) تم کیا جواب دوگے جب میرے نانا رسولِ خدا (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) تم سے سوال کریں گے کہ تم نے آخر الامم ہو کر میرے اہلبیتؑ، میری اولاد، میری ناموس کے ساتھ کیا کیا۔ کچھ تو ان میں سے اسیر ہیں اور کچھ اپنے خون میں لوٹ رہے ہیں۔ کیا میری خدمات کا یہی صلہ تھا کہ تم میرے اعزّہ کے ساتھ بُرا برتاؤ کرو۔

[۲] امام زین العابدین علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: ۔ یَا عَمَّةِ اسْكُتِیْ فَفِی الْبَاقِیْ عَنِ الْمَاضِیْ اِعْتِبَارٌ وَاَنْتِ بِحَمْدِ اللّٰهِ عَالِمَةٌ غَیْرُ مُعَلَّمَةٍ فَهِمَةٌ غَیْرُ مُفَهَّمَةٍ۔ (ترجمہ) اے پھوپھی! خاموش ہو جائیے، باقی میں ماضی کے لیے عبرت ہے اور آپ بحمد اللہ بغیر کسی کے پڑھائے عالمہ ہیں اور بغیر کسی کے سمجھائے خود سمجھ دار ہیں۔ جزائری

ہوں، اس امر سے کہ میں تجھ پر جھوٹ باندھوں اور جو عہد تو نے رسولِ اکرمؐ کے وصی حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السّلام کے بارے میں لیے ہیں اُس کے خلاف کہوں۔ وہ علیؑ جنکا حق چھین لیا گیا، جن کو مدعیانِ اسلام کے سامنے خدا کے گھر میں شہید کر دیا گیا، جس طرح کل اُن کی اولادِ امجاد کو قتل کیا گیا، خدا ان (جھوٹے مسلمانوں) کو غارت کرے۔ تو نے نہ تو اُن کی حیات میں ان سے لوگوں کے ظلم کو دُور کیا نہ اُن کی شہادت کے بعد (یعنی ان کے خلاف ظالموں کو من مانی کرنے کا موقع دیا) یہاں تک کہ ان کو اس عالم میں اپنے پاس بلا لیا کہ ان کا نفس محاسن کا مجموعہ، ان کا مزاج پاک و پاکیزہ ہو چکا تھا۔ چار دانگ عالم میں ان کے مناقب مشہور اور ان کے بلند نظریات معروف ہو چکے تھے۔

پالنے والے! تیرے معاملہ میں نہ تو ان کو کسی ملامت کنندہ کی ملامت کی پروا تھی نہ کسی بُرا کہنے والے کی باک۔ پالنے والے! تو نے کمسنی ہی میں ان کو اخلاقِ اسلامی سے آراستہ کر دیا تھا، اور بڑھنے کے بعد ان کے مناقب کی تعریف کی ہے۔ وہ ہمیشہ تیرے اور تیرے رسولؐ کی پُرخلوص خدمت کرتے رہے یہاں تک کہ تو نے ان کو اٹھا لیا جبکہ وہ دنیا سے بالکل کنارہ کش تھے۔ اس کی حرص کا ان میں شائبہ بھی نہ تھا۔ آخرت کی طرف راغب تھے، تیری راہ کے راضی برضا مجاہد تھے، پس تو نے ان کو منتخب کیا اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی (امّا بعد) اے اہلِ کوفہ! اے مکر و غدر و تکبّر والو! تم کو معلوم ہو کہ ہم وہ اہلبیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ اور تم کو ان کے ذریعہ آزمایا ہے اور ہماری آزمائش کو بہتر قرار دیا۔ اس نے اپنا علم و فہم ہم کو عطا فرمایا۔ پس ہم اس کے علم کے دَر، اس کی فہم و حکمت کے خزانے اور اُس کے بندوں اور ملکوں میں اس کی حجت ہیں۔ اللہ نے ہم اہلبیتؑ کو اپنی بزرگی سے بزرگ کیا، اور اپنے دیگر بندوں پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ کھلی ہوئی فضیلت عنایت کی۔ لیکن تم نے ہمیں جھٹلایا، ہمارے شرف کا انکار کیا، ہمارے ساتھ جنگ کرنے کو حلال جانا، ہمارے اموال کو مالِ غنیمت سمجھا جیسے ہم اولادِ رسولؐ نہ تھے بلکہ ترک و کابل کے کفار کی اولاد تھے، جیسا کہ تم نے کل ہمارے جد (علی مرتضیٰؑ) کو قتل کر دیا۔ تمہاری تلواروں سے ہم اہلبیتؑ کا خون ٹپک رہا ہے۔ تم نے اپنے پچھلے کینوں کو نکال کر اپنے دلوں کو ٹھنڈا کیا، اور اللہ تعالیٰ کے خلاف اپنی جرأت کا مظاہرہ کیا۔ تم نے ہمارے ساتھ مکر نہیں کیا، اللہ کے ساتھ مکر کیا، اور اللہ تمہارے اس مکر کا بہترین جواب دینے والا ہے، لہٰذا تم ہمارا خون بہا کر اور ہمارے اموال لوٹ کر خوش نہ ہونا، کیونکہ ہم پر جو بھی مصیبت کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں وہ سب ہمارے اعمال سے پہلے لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے تھے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے تاکہ اس چیز کا افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھ

سے جاتی رہے اور اس کی خوشی نہ ہو جو ہاتھ آئے اور خدا کسی متکبر و اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اے اہلِ کوفہ! تمھارے لیے ہلاکت ہو۔ تم خدا کی لعنت اور اس کے عذاب کے منتظر رہو، عنقریب آسمان سے ایسا عذاب نازل ہونے والا ہے جو تمھارے کرتوتوں کی وجہ سے تمھیں بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکے گا، اور تم آپس ہی میں کٹ مرو گے۔ پھر تم نے جو مظالم ہم پر توڑے ہیں ان کی حقیقی پاداش تم کو روزِ قیامت ملے گی، جب تم ایسے عذاب میں مبتلا کیے جاؤ گے جس سے کبھی رستگاری ہوگی۔ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے کن ہاتھوں سے ہم پر ظلم کیا اور تم میں سے کون لوگ ہم سے لڑنے آئے اور کن قدموں سے تم ہم پر چڑھائی کرنے آئے اور تمھارے دل و جگر سخت ہو گئے ہیں، تمھارے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہریں لگ چکی ہیں۔ شیطان تم پر اچھی طرح چھا چکا ہے اور تم کو جھوٹی امیدیں دلا چکا ہے۔ اُس نے تمھاری آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں۔ اب تم راہِ راست پر نہیں آسکتے۔ تمھارے لئے تباہی ہو۔ اے کوفہ والو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے تمھارا کیا بگاڑا تھا جس کی وجہ سے تم نے ان کے بھائی علی مرتضیٰ علیہ السّلام اور ان کے اولادِ پاک سے انتقام لیا۔ چنانچہ ایک ظالم نے اس انتقام پر فخریہ اشعار پڑھے۔ ؎

نَحۡنُ قَتَلۡنَا عَلِیًّا وَبَنِی عَلِیٍّ ۔۔۔ بِسُیُوۡفٍ هِنۡدِیَّةٍ وَرِمَاحٍ

وَسَبَیۡنَا نِسَاءَهُمۡ سَبۡیَ تُرۡكٍ ۔۔۔ وَنَطَحۡنَاهُمۡ فَاَیَّ نِطَاحٍ

"ہم نے علیؑ و اولادِ علیؑ کو مارا ہے ہندی تلواروں اور نیزوں سے، اور ان کی عورتوں کو اس طرح اسیر کیا جس طرح ترکی غلام اسیر کیے جاتے ہیں اور ان سے خوب ٹکر لی"۔ اے یہ شعر پڑھنے والے تیرے منہ میں خاک و پتھر ہوں۔ تو ان لوگوں کے قتل پر فخر کر رہا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے بحکمِ آیۂ تطہیر پاک و پاکیزہ رکھا ہے۔ اے کہنے والے! تو چپ ہو جا اور اپنے باپ کی طرح ذلت کے ساتھ بیٹھ رہ۔ ہر شخص کو اپنے کرتوتوں کی پاداش ملے گی۔ وائے ہو تم پر! اللہ تعالیٰ نے جو فضیلتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں تم نے ان کی وجہ سے ہم پر حسد کیا، بقولِ شاعر۔ ؎

فَمَا ذَنۡبُنَا اِنۡ جَاشَ دَهۡرٌ بُحُوۡرُنَا ۔۔۔ وَبَحۡرُكَ سَاجٍ لَا یُوَارِی الدَّعَامِصَا

اگر ہمارے فضائل و کمالات کا سمندر جوش زن ہے اور تمھارا پایاب ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے! یہ تو فضلِ خدا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے اور وہ بڑے فضل و کرم والا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دکھائے اس کو کہیں سے روشنی نہیں مل سکتی"۔ راوی کہتا ہے کہ جب آپ کا کلام یہاں تک پہنچا تو چاروں طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اے پاک و پاکیزہ ہستیوں کی بیٹی

بس کیجئے! آپ نے ہمارے جگر کو کباب کر دیا اور ہمارے دلوں میں آگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔ پس آپ خاموش ہو گئیں۔ **مؤلف** فرماتے ہیں کہ یہ خطبہ کتاب احتجاج میں انہی اسناد سے ہے، اب اس کے بعد ہم کلام سید ابن طاؤس کی طرف پلٹتے ہیں۔

خطبہ حضرت ام کلثوم علیہا السلام

اس کے بعد حضرت **اُمِّ کلثوم**ؑ نے خطبہ شروع کیا اور بصدائے بلند رو کر فرمایا "اے اہلِ کوفہ بُرا حال ہو تمہارا کس لئے تم نے حسین علیہ السّلام کو چھوڑا اور ان کو قتل کیا اور مال واسباب اُن کا لُوٹ لیا، اُس کو اپنا ورثہ گردانا اور اُن کے اہلبیتؑ کو قید کیا، ہلاک ہو تم اور دوری ہو رحمتِ خدا سے تمہارے لیے۔ وائے ہو تم پر، آیا جانتے ہو کس بلا میں گرفتار ہوئے اور کیسے کیسے خون تم نے بہائے اور کس کی لڑکیوں کو تم نے بے پردہ کیا اور کیسے اموال کو لُوٹ لیا۔ ایسے شخص کو تم نے مارا ہے جو پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے بعد تمام عالم سے بہتر تھا۔ تمہارے دلوں سے رحم اٹھ گیا۔ بیشک کہ مردانِ خدا رستگار ہیں اور پیروانِ شیطان زیاں کار" اس کے بعد کچھ شعر اس مضمون کے پڑھے کہ وائے تم پر میرے بھائی کو بے گناہ قتل کیا عنقریب تمہاری سزا آتشِ جہنم ہو گی کہ ایسے خون کو تم نے بہایا ہے جس کو خدا اور رسولؐ نے کتاب میں حرام کیا ہے۔ تم کو دوزخ کی بشارت ہو تم بروزِ قیامت بالیقین جہنم میں مخلد ہو گے، اور میں تمام عمر اپنے بھائی پر جو بعد پیغمبرؐ بہترین خلق تھا گریہ وزاری کرتی رہوں گی، اور سیلِ اشک اس غمِ جاودانی میں بہایا کروں گی۔ **راوی** کہتا ہے کہ تمام حضار اس کلامِ حزن آثار کو سنکر نوحہ وگریہ کرنے لگے، اور عورتوں نے بال پریشان کئے اور خاک سر پر ڈالی اور منہ ناخنوں سے چھیلے اور طمانچے رخساروں پر مارے اور واویلاہ وامصیبتاہ کہہ کر نالہ وشیون کرنے لگیں۔ **راوی** کہتا ہے کہ اس روز سے زیادہ کوئی دن گریہ وبکا کا ہم نے نہ دیکھا۔

خطبہ امام زین العابدین علیہ السلام

اس کے بعد امام **زین العابدین** علیہ السّلام نے لوگوں کو چپ ہونے کا اشارہ فرمایا، اور بعد حمد وثنائے الہٰی اور نعتِ حضرتِ رسالت مآب (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) فرمایا:۔ ایہا النّاس جو شخص کہ مجھ کو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں جانتا اس کو معلوم ہو کہ میں علیؑ بن الحسینؑ ہوں۔ میں اُس شخص کا فرزند ہوں جو کنارِ فرات بے جرم وخطا ذبح کیا گیا۔ میں اُس شخص کا فرزند ہوں جس کی حرمت وعزت ضائع کی گئی اور اُس کے عیال واطفال کو اسیر کیا گیا، میں اس شخص کا فرزند ہوں جس کا مال واسباب لُوٹ لیا گیا، میں اُس کا فرزند ہوں جس کو بظلم شہید کیا گیا، اور یہ فخر میرے واسطے کافی ہے۔ ایہا النّاس! میں قسم دیتا ہوں تم کو خالقِ عباد کی کہ تم جانتے ہو کہ تم ہی وہ ہو جس نے میرے باپ کو خط لکھ کر بلایا پھر دھوکا دیا، اور عہد وپیمان کئے آخرالامر ان کو قتل کر ڈالا اور مدد یاری نہ کی، بُرے اعمال اپنے لیے بھیج کئے اور رائے بد اختیار کی۔ کن آنکھوں سے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھو گے جس وقت کہ حضرتؐ فرمائیں گے تم نے میری عترت کو قتل کیا اور

میری حرمت کو ضائع کیا تم میری اُمت سے نہیں ہو۔" آپ کی یہ تقریر سن کر لوگوں کی آوازیں ہر طرف سے بلند ہوئیں اور آپس میں کہتے تھے ہم ہلاک ہوئے اور ہم نے غفلت کی۔ پھر حضرت سجادؑ نے فرمایا۔ "رحمت خدا کی اُس شخص پر جو میری نصیحت کو قبول کرے اور میری وصیت در باب خدا و رسولؐ و اہلبیتؑ حفظ کرے کیونکہ ہم ہی رسول اللہؐ کی سیرت کا صحیح نمونہ ہیں۔" یہ سن کر سب نے بالاتفاق کہا کہ یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم آپ کے مطیع ہیں اور آپ کے عہد کے محافظ و نگہبان ہیں۔ آپ کے کسی حکم سے ہم کو انکار نہیں ہے، آپ کے دشمن کے دشمن اور دوست کے دوست ہیں۔ یزید اور اُن اشقیا سے جنھوں نے آپ پر ظلم کیا ہم انتقام لینے کے لیے تیار ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ہیہات ہیہات اے گروہ غدار اور فرقہ مکار تم اپنے نفس کی ہوا و ہوس میں گرفتار رہو، چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو جو میرے آبائے طاہرین کے ساتھ کیا۔ قسم بخدا زخم ابھی نہیں بھرا، کل کی بات ہے کہ میرے والد کو مع اہلبیتؑ کرام قتل کیا۔ مجھ کو جد و پدر کی شہادت نہیں بھولی اور تلخی و حرارت غم و غصہ کی میرے حلق میں ابھی باقی ہے۔ اب تم سے صرف اتنی خواہش ہے کہ ہم کو نہ فائدہ پہنچاؤ نہ نقصان، پھر آپؑ نے کچھ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: تعجب نہیں ہے اگر حسین علیہ السّلام شہید ہوئے، کیونکہ ان کے والد جو اُن سے بہتر تھے، انھوں نے بھی شہادت پائی اور خوش نہ ہو، اے اہلِ کوفہ اُن ظلموں سے جو حسین علیہ السّلام کو تم نے پہنچائے۔ یہ امر عظیم تھا، حسینؑ کشتۂ نہر فرات ہے، جان میری حضرت پر قربان ہو اور جس نے حضرت کو قتل کیا آتشِ دوزخ اسکی جزا ہے۔

احتجاج میں بشیر بن جذلم سے اس طرح مروی ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السّلام متوجہ اہلِ کوفہ ہوئے اور اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو تو سب چُپ ہو رہے، تا آخر حدیث سید ابن طاؤسؒ نے کہا ہے کہ امام علیہ السّلام نے فرمایا ہم راضی برضا ہیں۔ آج تم سے نفع و نقصان کچھ نہیں چاہتے کتب معتبرہ میں مُسلم جصاص[1] سے روایت ہے کہ ابنِ زیاد نے کوفہ میں مجھ کو مرمتِ دارالامارۃ کے واسطے طلب کیا تھا۔ میں دروازہ قصر پر گچکاری کر رہا تھا۔ ناگاہ شور و شیون اطرافِ شہر سے بلند ہوا۔ میں نے ایک مزدور سے پوچھا

---

[1] یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس میں کئی باتیں خلافِ قیاس و درایت ہیں۔ مثلاً بچوں کا منہ میں خرمہ ڈالنا، حضرت زینبؑ کا محمل پر سر ٹپکنا، کیونکہ روایاتِ متواترہ سے ثابت ہے کہ ابنِ سعد نے شہزادیوں کو بے پردہ برہنہ اونٹوں پر داخلِ کوفہ کیا تھا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ محمل پر پردہ نہ ہوگا اور بچے اصحاب کے ہوں گے جنھوں نے خرمے منہ میں ڈال لیے، اگرچہ میں اس کو بھی بعید سمجھتا ہوں۔

الجزائری

یہ لوگ کیوں چلاتے ہیں؟ اُس نے کہا العیاذ باللہ، ایک خارجی نے یزید پر خروج کیا تھا۔ اس کا سر اس وقت لا رہے ہیں۔ میں نے کہا وہ خارجی کون تھا؟ کہا حسین بن علی (علیہما السّلام) یہ سنکر میں چپ ہو گیا مزدور باہر گیا تو میں نے اپنا منہ اس قدر پیٹا کہ قریب تھا میری آنکھیں پھوٹ جائیں، پھر ہاتھ دھو کر پشت قصر سے باہر نکلا، محلہ کناسہ میں پہنچا دیکھا کہ لوگ کھڑے ہیں اور اسیروں کا اور سرہائے شہدا کا انتظار کر رہے ہیں۔ ناگاہ قریب چالیس اونٹ نمودار ہوئے، ان پر اہلبیتِ اطہار علیہم السّلام سوار تھے اور امام زین العابدین علیہ السّلام کو ایک شترِ بے کجاوہ پر اس طرح دیکھا کہ رگہائے گلوئے مبارک سے خون ٹپک رہا تھا اور اشک جاری تھے اور اس مضمون کا مرثیہ پڑھ رہے تھے ـــــ اے امّتِ بد! حق تعالیٰ خیر و برکت نہ دے تم کو کہ تم نے ہمارے حق میں ہمارے جد کی کوئی رعایت نہ کی۔ جب ہم اپنے جد کے ہمراہ عرصۂ قیامت میں تمھارے سامنے آئیں گے، تو تم اس وقت کیا جواب دہی کرو گے۔ ہم کو شترانِ برہنہ پر سوار کر کے پھراتے ہو، گویا ہم نے تمھارے دین و آئین کو قائم نہیں کیا۔ اے بنی امیہ یہ کیا حال ہے کہ سامنے کھڑے ہو اور جواب نہیں دیتے اور خوشی سے تالیاں بجاتے ہو اور ہم کو قید کئے لئے جاتے ہو۔ کیا ہمارے جدِ بزرگوار رسولِ خدا نہیں ہیں؟ جنھوں نے تمام گمراہوں کو راہِ راست پر ہدایت کی۔ اے واقعۂ دشتِ کربلا تو نے غم و اندوہ ہم کو میراث میں دیا۔ جو ہم کو اسیر کر کے لئے جاتے ہیں، حق تعالیٰ ان کے پردوں کو چاک کرے۔ راوی کہتا ہے کہ اہلِ کوفہ کچھ خرمہ و نان اطفالِ صغار کے واسطے اونٹوں پر پھینکتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت اُمّ کلثومؑ نے فرمایا "اے اہلِ کوفہ صدقہ ہم پر حرام ہے اور وہ مخدومہ بچوں کے ہاتھ اور منہ سے چھین کر پھینک دیتی تھیں اور زنانِ کوفہ ان کی مصیبت پر گریہ کرتی تھیں، اس وقت حضرت اُمّ کلثومؑ نے فرمایا:- اے اہلِ کوفہ تمھارے مردوں نے ہم کو قتل کیا اور تمھاری عورتیں ہم پر روتی ہیں، ہمارے تمھارے درمیان بروزِ جزا خداوند عالم حکم کرے وہ احکم الحاکمین ہے۔ اس اثنا میں آوازِ گریہ و نالہ بلند ہوئی اور سر شہدا کے اونٹوں پر ظاہر ہوئے، آگے آگے سب سروں کے سرِ انور سید الشہدا، خامسِ آلِ عبا تھا جو نہایت منور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بہت مشابہ تھا۔ محاسن خضاب آلود تھے، اور چہرہ مثلِ ماہتاب تھا، ہوا کے جھونکوں سے ریشِ مقدس کو یمین و یسار حرکت ہوتی تھی۔ ناگاہ حضرت زینبؑ کی نگاہ اُس سرِ انور پر پڑی، اپنا سر چوبِ محمل پر دے مارا، قطراتِ خون مقنعہ کے نیچے ٹپکنے لگے، اور سرِ انور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ؎

أَخِيْ يَا هِلَالًا لَمَّا اسْتَتَمَّ كَمَالُهُ	غَالَهُ خَسْفُهُ فَأَبْدَا غُرُوْبَا
مَا تَوَهَّمْتُ يَا شَقِيْقَ فُؤَادِيْ	كَانَ هٰذَا مُقَدَّرًا مَكْتُوْبَا
يَا أَخِيْ فَاطِمُ الصَّغِيْرَةُ كَلِّمْهَا	فَقَدْ كَادَ قَلْبُهَا أَنْ يَذُوْبَا

یَا اَخِیْ لَوْ تَرٰی عَلِیًّا لَدَی الْاَسْرِ ... مَعَ الْیُتْمِ لَا یُطِیْقُ وُجُوْبًا
کُلَّمَا اَوْجَعُوْہُ بِالضَّرْبِ نَادَاکَ ... بِذُلٍّ یَفِیْضُ دَمْعًا مَسْکُوْبًا
یَا اَخِیْ ضُمَّہٗ اِلَیْکَ وَ قَرِّبْہُ ... وَسَکِّنْ فُؤَادَہُ الْمَرْعُوْبَا
مَا اَذَلَّ الْیَتِیْمَ حِیْنَ یُنَادِیْ ... بِاَبِیْہِ وَ لَا یَرَاہُ مُجِیْبًا

ترجمہ: "اے بھیا! اے ماہِ درخشاں ہنوز تو کمال کو نہیں پہنچا تھا کہ تو غروب ہوگیا۔ اے میرے پارۂ جگر! مجھے ہرگز گمان نہ تھا کہ میرے مقدر میں یہ لکھا تھا۔ اے بھائی! فاطمہ صغرٰیؑ سے کچھ بات کرو، قریب ہے کہ اس کا نازک دل پگھل جائے۔ اے بھائی! کاش تم اسیری کے عالم میں سید سجادؑ کو دیکھتے کہ علاوہ دردِ یتیمی کے زمین پر ٹھہرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ جس وقت یہ ملاعین اُسے ایذا پہنچاتے ہیں تم کو پکارتا ہے اور زار زار روتا ہے۔ اے بھائی میرے! اس کو سینہ سے لگالو اور اس کے دلِ غمگین کو تسلی دو یتیم کی یہ حالت کتنی دردناک ہے کہ وہ اپنے باپ کو آواز دے اور جواب نہ پائے۔" سید علی بن طاؤس علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ابنِ زیاد اپنے قصر میں بیٹھا اور اذنِ عام دیا، تاکہ سرِ امامؑ اُس بدانجام کے سامنے رکھا جائے۔ پس حرمِ شاہ با اطفالِ بے گناہ حاضر ہوئے۔ جنابِ زینبؑ باحالِ پریشاں ایک گوشہ میں بیٹھی تھیں۔ اُس شقی نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ زینبؑ دخترِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔ ابن زیاد اُن کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَحَکُمْ وَاَکْذَبَ اُحْدُوْثَتَکُمْ شکر ہے اُس خدا کا جس نے تمھیں ذلیل و رسوا کیا اور تمھارے دعووں کو جھٹلا دیا۔ حضرت زینبؑ نے جواب[1] دیا کہ اِنَّمَا یَفْتَضِحُ الْفَاسِقُ وَیَکْذِبُ الْفَاجِرُ وَھُوَ غَیْرُنَا۔ ذلیل ہوتا ہے فاسق اور جھوٹ بولتا ہے فاجر اور وہ ہم نہیں غیر ہے۔ یہ سنکر ابنِ زیاد بولا: کَیْفَ رَأَیْتِ صُنْعَ اللّٰہِ بِاَخِیْکِ وَبِاَھْلِ بَیْتِکِ۔ اے زینبؑ! تم نے دیکھا کہ اللہ نے تمھارے ساتھ اور تمھارے بھائی اور تمھارے گھر والوں کے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے جواب دیا: مَا رَأَیْتُ اِلَّا جَمِیْلًا ھٰؤُلَاءِ قَوْمٌ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمُ الْقَتْلَ فَبَرَزُوْا اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ وَسَیَجْمَعُ اللّٰہُ بَیْنَکَ وَبَیْنَھُمْ فَتُحَاجُّ وَتُخَاصَمُ فَانْظُرْ لِمَنِ الْفَلْجُ یَوْمَئِذٍ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَا ابْنَ مَرْجَانَۃَ۔ جو کچھ میں نے دیکھا امرِ جمیل ہے، یہ وہ لوگ تھے کہ جنابِ احدیت نے درجۂ اعلائے شہادت ان کے لیے مقرر کیا تھا، پس وہ اپنے مشاہدِ مقدسہ میں پہنچے اور عنقریب حق تعالیٰ تجھ کو اور اُن کو مقامِ محاسبہ

زینبؑ اور ابنِ زیاد کی گفتگو

[1] پورا جواب جو آپ نے فرمایا یہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا بِنَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَطَھَّرَنَا مِنَ الرِّجْسِ تَطْھِیْرًا... الخ۔ حمد ہے اُس خدا کی جس نے ہم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت بزرگی عنایت کی اور ہم کی نجاستوں کو دور رکھا ہے۔ اس کے آگے ہے انما یفتضح الفاسق الخ جیسا کہ آگے آئے گا۔ جزائری

میں حاضر کرے گا اور اُس وقت حجّت و مخاصمہ تیرے ساتھ ہوگا، اے پسرِ مرجانہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، دیکھنا کہ اس روز فتح و ظفر کون پاتا ہے؟ راوی کہتا ہے کہ وہ ملعون یہ سنکر نہایت طیش میں آیا اور جنابِ زینبؑ کے قتل کا ارادہ کیا۔ عمرو بن حریث نے کہا یہ عورت ہے اور عورت کے کلام پر مواخذہ نہ کرنا چاہیئے۔ ابنِ زیاد نے کہا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حسینؑ اور تمھارے دوسرے سرکش اعزّا کے قتل سے میرے دل کو ٹھنڈک پہنچائی۔ حضرتِ زینبؑ نے فرمایا: بیشک تو نے ہمارے بوڑھوں کو قتل کیا اور ہماری بیخ و بنیاد اور شاخ و فرع قطع کر ڈالی۔ اگر اسی طرح تیرے دل کو ٹھنڈک پہنچی ہے تو البتہ تو نے ٹھنڈک پائی۔ ابنِ زیاد نے یہ سنکر کہا یہ عورت ادیبہ ہے، قسم ہے زندگی کی اس کا باپ بھی ادیب و شاعر تھا۔ حضرت زینبؑ نے جواب دیا، عورت کو شاعری سے کیا سروکار۔ اور بروایت ابن نما، حضرت زینبؑ نے کہا عورت کو شاعری سے کیا کام؟ میں تعجب کرتی ہوں اُس شخص پر جو اپنے اماموں کے قتل سے تسکین پائے اور خوش ہو، باوجودیکہ جانتا ہو کہ بروزِ قیامت وہ اس سے انتقام لیں گے۔ **شیخ مفید** علیہ الرحمہ نے کہا کہ حضرتؑ کا سرِ مبارک اُس ملعون کے روبرو رکھا گیا، وہ شقی دیکھتا تھا اور تبسم کرتا تھا اور ایک چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی جسے حضرتؑ کے دندانِ مبارک پر مارتا تھا۔ زید بن ارقمؓ جو کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک مردِ مُسن تھے اس ملعون کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ یہ حال دیکھ کر انھوں نے کہا کہ اس لکڑی کو حسینؑ کے لب و دندان سے اٹھالے قسم لوحدہٗ لاشریک میں نے لبہائے سیّدِ عالم کو ان لبوں پر اتنی بار دیکھا کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر زید بے اختیار رونے لگے۔ ابنِ زیاد نے کہا۔ خدا تجھ کو رُلاتا رہے آیا حق تعالیٰ کی فتح پر روتا ہے، واللہ اگر تو سٹھیایا ہوا بڈھا نہ ہوتا تو میں تجھ کو قتل کر دیتا۔ زید بن ارقمؓ وہاں سے اٹھے اور گھر چلے گئے، اور بروایت محمد ابنِ ابی طالب بصدائے بلند روتے باہر نکلے اور کہتے تھے۔ غلام آزاد کا مالک ہوا ہے، اے گروہِ عرب تم سب آج سے غلام ہو، کیونکہ فرزندِ فاطمہ علیہا السّلام کو تم نے قتل کیا اور ابنِ مرجانہ کو اپنا امیر بنایا تاکہ وہ تمھارے اچھوں کو قتل کرے اور بزرگوں کو غلام بنا دے، ذلت و خواری پر تم راضی ہوئے۔ دوری و نفرین ہو اُس شخص کے لیے جو خواری پر راضی ہو۔

زید بن ارقم کا ابن زیاد کو جھڑکنا

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب حرمِ محترم امام امم کے ابنِ زیاد کے سامنے حاضر کیے گئے اُن میں جنابِ زینبؑ باحالِ پریشان و لباس خراب تھیں، آپ آکر ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابنِ زیاد نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے جو کنارے بیٹھی ہے اور اس کے گرد کنیزیں ہیں۔ حضرتِ زینبؑ نے جواب نہ دیا تا اینکہ تین مرتبہ اُس شقی نے اس کلام کا اعادہ کیا۔ ایک کنیز نے جواب دیا کہ یہ دخترِ بتولِ عذرا فاطمہ زہراؑ بنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ابنِ زیاد نے اُن کی طرف خطاب کر کے کہا: شکر ہے خدا کا کہ اُس نے تم کو ذلیل و

ذلیل و خوار کیا اور ہلاک کیا اور تمہاری باتوں کو دروغ گردانا۔ حضرتِ زینبؑ نے جواب میں فرمایا: شکر ہے اُس خدا کا جس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہم کو عزت عطا فرمائی اور رجس و نجاست سے پاک و پاکیزہ کیا اور ذلیل و رسوا فاسق و فاجر ہوتا ہے۔ (تا آخر حدیث)

سیدؒ ابن نماؒ نے کہا ہے کہ پھر ابنِ زیاد حضرت سجادؑ کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا یہ کون ہے؟ کہا علی بن الحسین علیہما السلام۔ ابنِ زیاد نے کہا کیا علیؑ بن الحسینؑ کو خدا نے قتل نہیں کیا؟ حضرتؑ نے فرمایا میرا ایک بھائی علیؑ تھا، لوگوں نے اس کو قتل کیا۔ اُس نے کہا بلکہ حق تعالیٰ نے اُسے قتل کیا۔ حضرتؑ نے یہ آیہ پڑھا: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔ یعنی حق تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو بوقت اُن کی موت کے اور جو نہیں مرتے بوقتِ خواب اُن کی روح قبض کرتا ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا، تیری بھی یہ مجال کہ مجھے جواب دیتا ہے۔ پھر ایک شقی سے کہا: اس کو لے جا کر قتل کرو۔ جب جنابِ زینبؑ نے یہ سنا تو فرمایا، اے پسرِ زیاد! تو نے ہمارے مردوں میں سے کسی کو باقی نہ رکھا، اگر اس کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو مجھے بھی قتل کر۔ شیخ مفیدؒ اور ابنِ نما علیہما الرحمہ نے روایت کی ہے کہ اس وقت حضرتِ زینبؑ نے اپنے دونوں ہاتھ سیّد سجادؑ کی گردن میں ڈال دیے اور کہا: اے ابنِ زیاد! اس قدر کشت و خون تجھ کو کافی نہیں ہے۔ یہ فرما کر گلے سے لپٹ گئیں۔ کہتی تھیں اگر تُو اس بیمار کو قتل کرتا ہے تو مجھے بھی قتل کر۔ ابنِ زیاد نے یہ دیکھ کر کہا قرابت کا بھی عجب حال ہوتا ہے واللہ مجھ کو گمان ہوتا ہے کہ یہ عورت علیؑ ابن الحسینؑ کے ساتھ اپنے قتل پر راضی ہے، چھوڑ دو اس کو کیونکہ یہ بیمار ہے۔ اور سیّدؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت سجادؑ نے فرمایا کہ اے عمّہ! سکوت فرمائیے، مَیں اس سے ایک بات کہتا ہوں، اور فرمایا: اَبِالْقَتْلِ تُهَدِّدُنِيْ يَا ابْنَ زِيَادٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْقَتْلَ لَنَا عَادَةٌ وَكَرَامَتُنَا الشَّهَادَةُ۔ اے ابنِ زیاد! تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے، نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے، اور بزرگی ہماری شہادت ہے۔ پھر ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ پہلوئے مسجدِ اعظم میں ایک خرابہ ہے اُس میں ان سب کو محبوس کرو۔ اُس وقت حضرتِ زینبؑ نے کہا، ہمارے پاس زنانِ عرب سے کوئی نہ آئے اِلّا کنیز یا امّ ولد کیونکہ وہ بھی اسیر ہیں۔

شیخ ابنِ نماؒ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ مَیں عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس گیا، وہ ملعون اُس وقت ایک لکڑی دندانِ مبارک امام حسین علیہ السّلام پر مارتا تھا اور کہتا تھا حسینؑ کے دانت کتنے اچھے ہیں۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ حرکتِ ناشائستہ نہ کر کیونکہ میں نے دیکھا جس مقام پر تو لکڑی رکھے ہے یہ بوسہ گاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔ اور سعید بن معاذ اور عمرو بن سہل سے روایت ہے۔ (یہ دونوں شخص بھی اس وقت حاضر تھے جب وہ شقی بیباک چشم و بینی و دندانِ مبارک پر حضرت

کے چھڑیاں لگا رہا تھا) زید بن ارقم نے کہا اٹھا لے اس لکڑی کو کیونکہ میں نے بچشم خود دیکھا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لبہائے مبارک اسی مقام پر رکھ کر بوسے دیتے تھے۔ یہ کہہ کر زید بن ارقم چیخ کر رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تجھ کو رلائے اے دشمنِ خدا! اگر تو بوڑھا اور سٹھیایا ہوا نہ ہوتا تو میں تجھ کو قتل کر دیتا۔ زید نے کہا میں تیرے سامنے ایک حدیث بیان کرتا ہوں وہ اس سے زیادہ تجھ پر شاق اور دشوار ہوگی۔ ایک روز میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا حسنؑ آپ کے داہنے زانو پر اور حسینؑ بائیں زانو پر بیٹھے تھے اور وہ حضرتؐ اپنا دستِ مبارک دونوں کے سروں پر رکھے تھے اور فرماتے تھے کہ خدا وندا! ان کو اور صالح المومنین (علیؑ) علیہ السلام کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں۔ پس اے ابن زیاد تو نے اپنے پیغمبرؐ کی امانت خوب محفوظ رکھی۔ راوی کہتا ہے کہ جب عبید اللہ ابنِ زیاد اور عمرو بن سعد بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام ایک جا جمع ہوئے، ابنِ زیاد نے عمرِ سعد سے کہا جو نامہ میں نے حسین علیہ السّلام کی لڑائی کے بارے میں میں نے تجھ کو لکھا تھا اس کو پیش کر، اُس نے کہا گم ہوگیا۔ ابنِ زیاد نے کہا ضرور پیدا کر، کیا تو ہمارے سامنے خود کو قتلِ حسین علیہ السّلام کے بارے میں معذور خیال کرتا ہے۔ عمرِ سعد نے جواب دیا۔ بیشک ایسا ہی ہے کیونکہ میں نے اس معاملہ میں تجھ کو پہلے ہی اس طرح نصیحت کی تھی جس طرح اپنے باپ سعد کو کرتا۔ اُس وقت عثمان بن زیاد، عبید اللہ ابنِ زیاد کا بھائی بولا کہ یہ سچ کہتا ہے واللہ میں بھی اس پر راضی تھا کہ اولادِ زیاد ہمیشہ تا قیامت ذلیل و خوار رہے لیکن حسین علیہ السّلام قتل نہ ہوں۔ عمر سعد نے کہا واللہ کسی شخص نے مجھ سے بدتر کام نہ کیا کہ میں نے اطاعت عبید اللہ ابنِ زیاد میں نافرمانی رب العزت کی، اور قطعِ رحم جائز رکھا۔

سیّد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ سرِ مبارکِ حضرت کوچہ و بازار میں پھرایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس مقام پر مصنف نے چند شعر کسی کے لکھے ہیں، ان کا مضمون یہ ہے کہ سرِ فرزند علیؑ و بتولؑ نوکِ نیزہ پر بلند کیا گیا ہے اور مسلمان دیکھتے رہے اور سنتے رہے اور کوئی منع کرنے والا یا رنجیدہ ہونے والا نہ تھا۔ اے فرزندِ رسولؐ! اندھی ہو وہ آنکھ جو تجھے اس حال میں دیکھے اور ناشنوا ہو، وہ کان جو اس واقعہ کو سُنے اور غمگین نہ ہو اور کوئی باغ و گلستان نہیں ہے جو آرزو تیری خوابگاہ ہونے کی نہ رکھتا ہو جن آنکھوں کے واسطے تو خواب و آرام تھا تو نے ان کو بیدار کیا، اور جو آنکھیں تیرے ہوتے نہ سوتی تھیں اُن کو تو نے اپنے مرنے سے سُلا دیا۔

سیّد علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ پھر ابنِ زیاد منبر پر گیا اور بعد حمد و ثنائے الٰہی کہنے لگا: شکر خدا کا حق تعالیٰ نے حق ظاہر کیا اور امیر المومنین یزید اور اس کے تابعین کی مددگاری کی اور معاذ اللہ کذاب ابن

کذّاب کو قتل کیا، یہاں تک وہ شقی کہنے پایا تھا کہ عبداللہ بن عفیف ازدی ایک مرد قریشی سے ملاقات امیر المومنین علیہ السلام اور اتقیاء سے تھے، ان کی ایک آنکھ جنگ جمل میں اور دوسری صفین میں گئی تھی۔ انہوں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اور ہمیشہ مسجد جامع میں تمام روز مشغول نماز رہتے تھے۔ اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ ابن سعید کے پاس کذّاب ابن کذّاب تو ہے اور جس نے تجھے عامل بنایا اور اس کا باپ ہے۔ اے دشمن خدا! پیغمبر زادوں کو اس شقی قتل کرتا ہے پھر منبر پر ایسا بے ادبی کا کلام کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر ابن زیاد غصّہ میں آیا اور کہا، یہ کون ہے؟ عبداللہ نے کہا: میں کہتا ہوں اے دشمن خدا جس ذریّتِ طاہرہ کو کہ حق تعالیٰ نے منزّہ کیا ہے اس کو تو نے قتل کیا اس پر تو اپنے کو مسلمان جانتا ہے۔ واغوثاہ کہاں ہیں اولادِ مہاجرین اور انصار جو اس طاغی سے جس کو سیّدِ عالمیاں نے ملعون بن ملعون کہا ہے انتقام لیں۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شقی یہ سنکر بہت طیش میں آیا، رگیں اس کی گردن کی پھول گئیں اور کہا اس کو میرے پاس لاؤ۔ یہ سنکر ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے لیکن اشرافِ قبیلۂ ازد جو بنی اعمام عبداللہ تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور عبداللہ کو اُن کے ہاتھوں سے چھڑا کر دروازۂ مسجد سے باہر کر دیا اور گھر تک پہنچا دیا۔ ابن زیاد نے کہا جاؤ اس اندھے کو پکڑ لاؤ۔ خدا اس کے دل کو مانند چشم کور کر دے۔ یہ خبر جب عبداللہ کی قوم کو پہنچی تو سب جمع ہو گئے اور قبائل یمن نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ یہ ماجرا ابن زیاد کو معلوم ہوا تو اس شقی نے قبیلۂ مضر کو محمد بن اشعث کے ہمراہ روانہ کیا اور ان سب کے قتل کا حکم دیا۔ راوی کہتا ہے کہ عبداللہ کے مکان پر جنگ شدید واقع ہوئی یہاں تک کہ ایک جماعت عرب مقتول ہوئی۔ ابن زیاد کے آدمی عبداللہ بن عفیف کے دروازے تک پہنچ گئے اور دروازہ توڑ ڈالا اور گھر میں داخل ہونا چاہا۔ دخترِ عبداللہ چلائی کہ بابا! لوگ اندر آیا چاہتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا خوف نہ کر میری تلوار مجھ کو دے۔ لڑکی نے تلوار بوڑھے اور اندھے باپ کے حوالے کی جس سے عبداللہ بن عفیف لوگوں کو اپنے سے دور کرنے لگے اور رجز پڑھنے لگے اور بیٹی کہتی تھی اے بابا! کاش میں مرد ہوتی تو تم سے ان ملاعین کو دور کرتی اور قاتلانِ عترتِ طاہرین سے لڑتی۔ غرض اشقیا مکان کے چاروں طرف پھرتے تھے مگر کوئی مجال نہ پاتے تھے جس طرف سے آتے تھے عبداللہ کی بیٹی خبر کر دیتی تھی۔ یہاں تک کہ ان کو جمع ہو کر گھیر لیا۔ اس وقت وہ دخترِ مومنہ فریاد و زاری کرنے لگی کہ ہائے افسوس! میرے باپ کو گھیر لیا اور کوئی ناصر و معین ان کا نہیں ہے۔ عبداللہ کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ اس حال میں بھی تلوار کو چاروں طرف گھماتے تھے اور کہتے تھے اگر میری آنکھیں ہوتیں تو عرصۂ حیات تم پر تنگ کرتا۔ آخر ان کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے جب اس ملعون نے دیکھا تو کہا شکر خدا کا کہ اس نے تجھ کو رسوا کیا۔ عبداللہ نے کہا اے دشمن خدا کس طرح تو نے مجھے ذلیل کیا۔ بخدا میری آنکھیں ہوتیں تو عرصۂ حیات تجھ پر تنگ کر دیتا۔ ابن زیاد نے کہا

اے دشمنِ خدا! تو عثمان بن عفّان کے حق میں کیا کہتا ہے۔ کہا: اے غلام بنی علاج، اے ابنِ مرجانہ تجھ کو عثمان سے کیا مطلب اس نے جو کچھ بھی کیا حق تعالیٰ اُس کے درمیان اور اُس کے قاتلین کے درمیان بعدل وراستی حکم کرے گا۔ مجھ سے اپنا اور اپنے باپ کا، یزید اور اس کے باپ کا حال پوچھ۔ ابنِ زیاد نے کہا واللہ میں تجھ سے کچھ نہ پوچھوں گا یہاں تک کہ تو چاشنیٔ مرگ چکھے۔ عبداللہ نے کہا: الحمد للہ ربّ العالمین میں حق تعالیٰ سے تیری ولادت کے قبل خواہاں تھا اور دعا کرتا تھا کہ بدترین خلق کے ہاتھ سے قتل ہوں۔ جب آنکھیں میری جاتی رہیں نا امید ہوگیا تھا، اور اب شکر کرتا ہوں کہ بعدِ نا امیدی جنابِ احدیت نے شہادت کی سعادت عنایت کی اور دعا میری مستجاب ہوئی۔ ابنِ زیاد نے قتل کا حکم دیا۔ آخر وہ مردِ صالح قتل کیا گیا اور بحکمِ ابنِ زیاد ان کا لاشہ ایک خرابہ میں دار پر لٹکا دیا گیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ جس وقت دیا و لان ابنِ زیاد نے عبداللہ بن عفیف کو دربار ہی میں گرفتار کرلیا تو انھوں نے اشرافِ ازد کو پکارا، سات سو آدمی ان کے قبیلہ کے جمع ہو کر چھڑا لے گئے۔ وقتِ شب عبداللہ کو ابنِ زیاد نے گھر سے پکڑوا کر ہلاک کیا اور زمینِ شورہ زار میں سولی دی۔

ابن نما نے روایت کی ہے کہ اس کے بعد ابنِ زیاد نے جندب بن عبداللہ ازدی کو جو مردِ پیر تھے طلب کیا اور کہا اے دشمنِ خدا تو اصحابِ ابوتراب سے نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں میں ان کے اصحاب سے ہوں اور بہانہ نہیں کرتا۔ ابنِ زیاد نے کہا: میں تیرے خون سے تقربِ خدا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا حق تعالیٰ تجھ کو تقرب و منزلت نہ دے گا اور اپنی رحمت سے دُور کرے گا۔ ابنِ زیاد نے کہا یہ مردِ معمّر ہے اور اس کی عقل زائل ہوگئی ہے۔ پس ان کو چھوڑ دیا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سرِ مبارک امام علیہ السّلام بحکمِ ابنِ زیاد کوچہ و بازار میں پھرایا گیا۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ جب سرِ انور نیزے پر میرے کوچہ سے گذرا، میں گھر کے غرفہ میں بیٹھا تھا، جس وقت کہ مقابل میرے آیا میں نے سنا کہ یہ آیۂ کریمہ پڑھتا تھا اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا٭ زید کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ آواز سنکر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میں نے پکار کر کہا یابن رسول اللہ آپ کا سرِ انور قصۂ اصحابِ کہف سے عجیب تر ہے۔

سیّد علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ابنِ زیاد نے خبرِ شہادت امام حسین علیہ السّلام اور آپ کے اہلبیتِ کرام کی یزید کو لکھ کر بھیجی، اور عمر بن سعید بن عاص کو بھی جو والیِ مدینہ تھا مطلع کیا۔ مفید علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں۔ ابنِ زیاد نے سرِ مبارک امام علیہ السّلام یزیدِ پلید کے پاس بھیجا اور عبدالملک بن ابوالحارث سلمی کو حکم دیا کہ مدینۂ منورہ میں جاکر عمر بن سعید شقی کو بشارتِ قتلِ حسین (علیہ السّلام) دے۔ عبدالملک

٭ سورۂ الکہف آیت ۹۔

عزم حسینؑ اور تلاوتِ قرآن

کہتا ہے، میں نے سوار ہو کر عزمِ مدینۂ منورہ کیا۔ جب مدینہ میں وارد ہوا تو ایک مردِ قریشی سے ملاقات ہوئی، اُس نے پوچھا کیا خبر لایا ہے، میں نے کہا خبر امیر کے پاس سُن لے گا۔ اُس نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ہ واللہ کہ حسین (علیہ السلام) قتل ہوئے۔ خلاصہ جب میں عمر بن سعید کے پاس پہنچا، اس نے کہا کیا خبر ہے؟ میں نے کہا ایک ایسی خبر ہے جو امیر کو خوش کرے حسینؑ قتل ہوئے۔ اس شقی نے کہا، مدینہ کے تمام محلّوں میں منادی کر۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس قدر نالہ و بکا اور شیون واویلا خانہ ہائے بنی ہاشم سے برپا ہوا کہ میں نے تمام عمر کبھی ایسا نالہ نہیں سنا تھا۔ پھر عمر بن سعید کے پاس آیا، اُس نے مجھ کو دیکھ کر تبسّم کیا اور اشعار عمرو بن معدیکرب پڑھے جن کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز ہماری عورتیں گریہ وزاری کرتی تھیں اور ایک روز ہمارے اعداء کی عورتیں فریاد و بکا کرتی ہیں۔ اس کے بعد کہا: یہ رونا اور نوحہ نالہ قتلِ عثمان کے بدلہ میں ہے۔ جس روز کہ عثمان قتل کئے گئے تھے۔ ہم سب روتے تھے، آج حسینؑ کے قتل سے یہ سب روتے ہیں، اس کے بعد منبر پر جا کر لوگوں کو قتلِ امام حسین علیہ السّلام سے مطلع کیا اور دعائے خیر یزید کے لیے کی۔

صاحبِ مناقب لکھتے ہیں کہ عمر بن سعید نے خطبہ پڑھا کہ یہ سانحہ ایک اور سانحہ کے عوض میں واقع ہوا، اور یہ صدمہ ایک اور صدمہ کے مقابلہ میں رُونما ہوا اور بہت سی مصیبتیں دوسری مصیبتوں کے نتیجہ میں رونما ہوئی ہیں۔ اس میں حکمتِ الٰہی ہے۔ بخدا میں راضی تھا اس امر پر کہ سرِ حسینؑ بدنِ حسینؑ پر ہوتا اور روح اُن کے جسم میں ہوتی اور وہ ہم کو گالیاں دیتے اور ہم ان کی مدح کرتے اور وہ ہم سے قطعِ رحم کرتے اور ہم ان سے وصلت کرتے جیسا کہ ان کی اور ہماری عادت تھی۔ اور جو امر کہ اُن کے لئے ہوا نہ ہوتا، لیکن کیا کریں جو شخص ہمارے اوپر تلوار کھینچے، اسے کیونکر دفع نہ کریں۔ یہ سنکر عبداللہ بن ثابت اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اگر فاطمہ زہرا زندہ ہوتیں اور حسینؑ کا کٹا ہوا سر دیکھتیں تو اللہ گریہ وزاری کرتیں۔ عمر بن سعید ثقفی اس بات سے غصّہ میں آیا، کہنے لگا ہم کو تجھ سے زیادہ فاطمہؑ سے خصوصیت ہے کیونکہ ان کا باپ ہمارا چچا ہے اور ان کا شوہر ہمارا بھائی ہے اور ان کا بیٹا ہمارا بیٹا ہے۔ اگر فاطمہ زہرا زندہ ہوتیں تو آنکھیں انکی گریاں اور دل ان کا بریاں ہوتا، مگر جس شخص نے ان کے بیٹے کو مارا ہے اور اپنے سے دفع کیا ہے اُس کو کچھ نہ کہتیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ عبداللہ بن جعفر طیّار کے پاس ان کا ایک غلام آزاد کردہ گیا اور خبرِ شہادت اُن کے دونوں فرزندوں کی بیان کی عبداللہ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ہ کہا اُس وقت ابو السلاسل غلام عبداللہ بن جعفر طیّار کا بولا کہ ہم کو حسینؑ سے یہی حاصل ہوا۔ عبداللہ نے

اپنی نعلین سے اس کو مارا اور کہا "اے پسرِ جاریۂ ناپاک تو نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے حق میں یہ کیا کلمہ کہا۔ بخدا اگر میں ہمراہ رکاب آنحضرت ہوتا ہرگز جدا نہ ہوتا، تا اینکہ جان اپنی فدا کرتا۔ موجب میری تسلّی کا یہ ہے کہ میرے فرزند باکمالِ صبر و شکیبائی میرے بھائی کی رفاقت میں شہید ہوئے۔ پھر اپنے اصحاب سے متوجہ ہو کر کہا قتلِ حسین علیہ السّلام مجھ پر بہت شاق اور گراں ہے، لیکن شکر خدا کا کہ اگرچہ میں ان کی خدمتِ سراپا سعادت سے دُور رہا لیکن میرے بیٹے رکاب ظفر انتساب میں حضرتؑ کے ساتھ ظفر یاب ہوئے۔ پس ام لقمان دخترِ عقیل خبرِ شہادت امام حسین علیہ السّلام سنکر نوحہ وزاری کرتی ہوئی نکلیں اور ان کی بہن امّ ہانی واسماء ورملہ اور زینب ساتھ تھیں اور اپنے کشتگانِ کربلا پر روتی تھیں اور یہ شعر پڑھتی تھیں ؎

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ ۔۔۔ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ

بِعِتْرَتِیْ وَبِاَهْلِیْ بَعْدَ مُفْتَقَدِیْ ۔۔۔ مِنْهُمْ اُسَارٰی وَقَتْلٰی ضُرِّجُوْا بِدَمٖ

اے قومِ ستمگر بروزِ محشر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو کیا جواب دو گے جس وقت وہ جناب تم سے خطاب کریں گے کہ میرے بعد تم نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ان میں سے بعض خاک وخون میں غلطیدہ اور بعض طوق وزنجیر میں اسیر ہوئے۔ اور وہ خیر خواہی اور نصیحت کو جو میں نے تمہارے لئے کی تھی اُس کی جزا یہی ہے کہ تم نے میرے بعد میری عترت کے ساتھ یہ سلوک اور اعمالِ زشت کئے۔

جس دن عمر بن سعید نے منبر پر چڑھ کر خبرِ شہادت حضرت امام حسینؑ لوگوں نے بیان کی اُس کی شام کو اہلِ مدینہ نے ایک منادی کی آواز سنی جو نظر نہ آتا تھا۔ اَیُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جَهْلًا حُسَیْنًا۔ اَبْشِرُوْا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْکِیْلِ * کُلُّ اَهْلِ السَّمَآءِ یَدْعُوْا عَلَیْکُمْ وَقَدْ لُعِنْتُمْ۔ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ مُوْسٰی صَاحِبِ الْاِنْجِیْلِ * اے لوگو! جنھوں نے نادانی سے حسینؑ کو قتل کیا حق تعالیٰ کے عذاب کی تم کو بشارت ہو۔ تمامی اہلِ آسمان تم کو نفرین کرتے ہیں اور تم بزبان حضرت داؤدؑ وحضرت موسیٰؑ وعیسیٰ علیہم السّلام ملعون ہو گئے۔

ابن نما سے مروی ہے کہ یزید نے محرز بن حریث بن مسعود کلبی کو جو بنی عدی بن حباب سے تھے، اور ایک مرد ہمدانی کو یہ دونوں بزرگوار ملک شام سے تھے مدینہ منورہ بھیجا تاکہ خبرِ شہادت امام حسین علیہ السّلام پہنچادیں۔ جب یہ مدینہ پہنچے اور حضرت کی شہادت کا اعلان کیا یہ خبر سنکر ایک لڑکی دخترانِ عبدالمطلب سے جس کا نام زینب بنت عقیل تھا باحالِ تباہ سر کے بال پریشاں کئے قاصدانِ یزید کے پاس روتی ہوئی آئی اور اشعارِ سابق اپنی زبان سے ادا کئے۔ اور شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ کہ اُس نے کہا میں حضرتِ امّ سلمہؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت نوحہ کرتی ہوئی داخل ہوئی کہ حسینؑ مقتول ہوئے۔

ام سلمہؓ نے کہا، حسینؑ کو قتل کیا، خدا ان ستمگاروں کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

مؤلف علیہ الرحمہ نے تاریخ بلاذری سے نقل کیا جس وقت سرِ انور امام حسین علیہ السّلام مدینۂ منوّرہ میں بھیجا گیا تو ہر گھر سے نالہ و شیون کی فریاد سنی گئی۔ یہ سنکر مروان نے کہا: ان کے کٹے ہوئے سر نے ہماری حکومت کی بنیادیں مستحکم کر دیں۔ پھر اس نے ایک چھڑی سے امام حسینؑ کے چہرۂ اقدس کے ساتھ بے ادبی کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھنا شروع کئے: ؎

یَا حَبَّذَ ابَرْدُكَ فِي الْيَدَيْنِ وَ لَوْنُكَ الْاَحْمَرُ فِي الْخَدَّيْنِ

كَاَنَّهٗ بَاتَ وَ بِمَجْدَيْنِ شَفَيْتُ مِنْكَ النَّفْسَ يَا حُسَيْنُ

یعنی اے حسینؑ! تمھارے کٹے ہوئے سر کی ٹھنڈک ہاتھوں کو اور تمھارے رخساروں کی سرخ رنگت آنکھوں کو کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو دین و دنیا کی عزت مل گئی۔ حسینؑ میرے دل میں تمہارے قتل سے ٹھنڈک پڑ گئی۔

نطری نے خصائص میں ابو قبیل سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ایک آواز آسمان و زمین کے درمیان میں سنی گئی کہ ایک قائل کہتا تھا۔ اے آلِ محمد کے فضائل جاننے والو! یہ پیغام لوگوں کو جلد پہنچا دو کہ اشرارِ بنی امیہ نے امام حسین فرزندِ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا اور مشرق تا مغرب تمام خلائق اپنی زبان سے اُن کی مصیبت میں نوحہ گر ہیں۔

سیّد علیہ الرّحمہ نے فرمایا کہ جب ابنِ زیاد بدنہاد کا خط یزید پلید کے پاس پہنچا اور وہ اس کے مضمون سے مطلع ہوا تو جواب میں لکھا کہ سرِ شہدا مع اطفال و عورات کے اس سمت کو روانہ کرے۔ ابنِ زیاد نے مخفر بن ثعلب عائذی کو طلب کیا اور سرِ شہدا اور مخدّراتِ عصمت کو اس کے سپرد کیا۔ وہ بدکردار اہلبیتِ اطہار اور دخترانِ سیّدِ ابرارؑ کو مثل اسیرانِ کفّار سر کوچہ و بازار پھراتا ہوا روانہ ہوا۔ مفید علیہ الرّحمہ نے لکھا ہے کہ ابنِ زیاد نے سرِ مبارک امامؑ اور دیگر شہدا زجر بن قیس کے ہمراہ جانبِ شام روانہ کئے اور اس کے ساتھ ابو بردہ بنِ عوف ازدی اور طارق بن ابو ظبیان کو کچھ اہلِ کوفہ کے ہمراہ یزید کے پاس دمشق روانہ کیا۔ صاحبِ مناقب نے ابن ابی قبیل سے روایت کی ہے کہ جب حضرت کا سرِ مبارک شام لے گئے۔ پہلی منزل پر پہنچ کر مشغولِ شراب ہوئے۔ ناگاہ ایک ہاتھ مع ایک قلمِ آہنی کے دیوار سے نمودار ہوا، اُس ہاتھ نے یہ چند سطریں خون سے لکھیں۔ ؎

اَتَرْجُوْ اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

یعنی جس اُمتِ بدکردار نے حسینؑ کو قتل کیا وہ بروزِ حساب اُس کے جدِّ امجد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم) سے شفاعت کی امید کیونکر رکھ سکتی ہے۔ اور صاحب کامل اور صاحب مناقب اور ابن نمانے ابومخنف سے نقل کیا ہے کہ عمر سعد نے حضرت کا سر خولی اصبحی کی تحویل میں دیا۔ وہ ملعون سر مطہر کو لے کر وقت شب روانہ ہوا، اور دروازہ قصر ابن زیاد کا بند پایا۔ اپنے گھر چلا گیا، اُس ملعون کی دو بیبیاں تھیں ایک قبیلۂ بنی اسد سے دوسری قبیلۂ خضرم سے، اُس کا نام نوار تھا۔ خولی وہ سر لے کر نوار کے پاس گیا، اُس نے پوچھا کیا لایا ہے، کہا میں تیرے لئے سرِ حسینؑ لایا ہوں۔ اس نے کہا وائے تجھ پر لوگ زر و سیم لاتے ہیں تو سر فرزند رسولؐ لایا ہے۔ اب میرا اور تیرا سر ایک بالین پر جمع نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر باہر چلی گئی۔ خولی کہتا ہے پھر اُس نے دوسری بیوی اسدیہ کو بلایا، اُس نے وہ سر ایک طشت میں رکھا۔ خولی کہتا ہے، خدا کی قسم! ابھی وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹی تھی کہ میں نے دیکھا کہ اس طشت سے جس میں سر رکھا تھا ایک نور کا عمود جانب آسمان بلند ہے اور طائران سفید اس کے اوپر اُڑ رہے ہیں۔

صاحب مناقب اور سیّد رحمہما اللہ نے کہا کہ ابن لہیعہ وغیرہ نے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں سے بقدر حاجت لکھی جاتی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا، میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ کہتا تھا۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو عفو کر اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے گناہوں کو تو نہ بخشے گا۔ میں نے کہا اے شخص خدا سے ڈر اور ایسا کلمہ ناامیدی کا نہ کہہ، اگر تیرے گناہ قطرات باراں اور برگ درختاں کی مانند بھی ہوں اور حق تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے تو البتہ آمرزیدہ رستگار ہوگا، کیونکہ وہ رحیم و غفار ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ میرے قریب آ تاکہ میں اپنا قصہ تجھ سے کہوں۔ میں اُس کے پاس گیا، اُس نے کہا کہ ہم پچاس آدمی امام حسینؑ کا سر مبارک شہر شام کو لئے جاتے تھے۔ راہ میں وقت شب سر مبارک صندوق میں رکھتے تھے اور خود گرد صندوق کے بیٹھتے تھے اور شراب پیتے تھے، اتفاقاً ایک روز سب نے شراب پی، میں نے نہ پی، رات کو ایک مرتبہ بجلی چمکی اور بادل گرجا۔ دروازے آسمان کھل گئے اور حضرت آدمؑ و حضرت نوحؑ و حضرت اسمٰعیلؑ و حضرت محمد مصطفےٰ علیہم السّلام آسمان سے نیچے اترے، اور ان بزرگوں کے ہمراہ جبرئیل امینؑ اور فرشتگان مقربین تھے۔ جبرئیل نے صندوق کے پاس جا کر سر مبارک نکالا، اور سینہ سے لگایا اور اس کے بوسے لئے، اور اسی طرح ایک ایک پیغمبر نے بوسہ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت روئے اور تمام انبیاء علیہم السّلام نے حضرتؐ کو تسلی اور تعزیت دی۔ اس وقت روح الامینؑ نے خدمت سیّد المرسلینؐ میں عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری پر مامور کیا ہے، اگر حکم ہو تو زمین میں زلزلہ ڈالوں اور زمین کا تختہ اُلٹ دوں جیسا کہ میں نے قوم لوط کے ساتھ کیا۔ آنحضرتؐ نے منع فرمایا اور کہا اے جبرئیل! میں اور یہ سب بروز قیامت خدا

کے سامنے پیش ہوں گے۔ راوی کہتا ہے کہ اُس کے بعد سب نے اس تابوت پر نماز پڑھی بعد ازاں فرشتوں کا ایک گروہ آیا اور انھوں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے ہم کو ان ملاعین کے قتل کا حکم دیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جو حکم ہوا ہے بجا لاؤ، پس اپنے حربوں سے میرے رفیقوں کو مارنا شروع کیا اور ایک فرشتہ نے حربہ میرے اوپر اٹھایا اور میری طرف بھی قصد کیا، اس وقت میں نے کہا الامان الامان یا رسول اللہؐ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، دُور ہو، خدا تجھ کو نہ بخشے صبح کو میں نے اپنے رفیقوں کو دیکھا تو وہ راکھ کا ایک ڈھیر بن گئے تھے۔

صاحب مناقب نے ابوجعفر ہمدانی سے اس حدیث کو تھوڑی زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے جس جگہ یہ ذکر تھا کہ یزید کے پاس سر مبارک کو لے جاتے تھے، یہاں مذکور ہے کہ جس جس نے آپ کو قتل کیا ہے اُس کے ہاتھ خشک ہو گئے اور آوازِ رعد و برق اس زور و شور سے میں نے سنی کہ کبھی نہ سنی تھی۔ اور مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا جب پیغمبرِ خداؐ تشریف لائے اس وقت آواز ہتھیاروں کی اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی سنی اور جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل اور روحانیان اور مقربان نازل ہوئے، اور مذکور ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء اور فرشتوں سے شکایت کی اور کہا ان ستمگاروں نے میرے فرزند دلبند اور نورِ نظر کو قتل کیا ہے اور ہر ایک نے سرِ انور کے بوسے لیے اور سینہ سے لگایا، اور باقی کلمات اگلی روایت سے قریب ہیں۔

بعض کتابوں میں مرقوم ہے کہ جب شہر بعلبک کے قریب پہنچے تو وہاں کے حاکم کو اطلاع دی، چنانچہ اس نے اپنے آدمی اسیرانِ اہلبیتؑ کے استقبال کو روانہ کئے۔ یہ لوگ چھ فرسخ شہر کے آگے اسیرانِ اہلبیتؑ سے ملے اور خوشیاں کرتے تھے۔ اُس وقت حضرت اُمِ کلثومؑ نے فرمایا: خداوندِ عالم تمھاری جمعیت کو ہلاک کرے اور ایسے شخص کو تم پر مسلط کرے جو تمھیں قتل کرے، اس وقت حضرت سید الساجدینؑ ان ملاعین کو دیکھ کر روئے اور اشعار بایں مضمون پڑھے کہ مصائب و مکروہات زمانے کے کم نہیں ہوتے۔ کب تک ہم کشاکش میں گرفتار رہیں گے۔ ہم کو شترانِ برہنہ پر لئے جاتے ہیں، گویا ہم اسیرانِ روم سے ہیں۔ اے قوم تم اپنے پیغمبرؐ سے منکر ہو گئے اور راہِ نجات کو چھوڑ دیا۔ بعدہٗ سیدؒ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب وہ اشقیاء مع سرہائے شہداء و مخدراتِ علیا قریب دمشق پہنچے حضرت اُمِ کلثومؑ نزدیک شمر گئیں اور کہا میری ایک حاجت ہے۔ اُس نے کہا بیان کیجیے۔ فرمایا ہم کو شہر میں ایسی راہ سے لیجا کہ تماشائی کم ہوں اور حکم دے کہ سرہائے شہداء کو ہم سے علیحدہ لے چلیں کیونکہ تماشائیوں کے اژدھام سے ہم رسوا ہو رہے ہیں۔ یہ سنکر شمر نے ازراہِ کفر و عناد اُس مخدومہ کے کہنے کے خلاف حکم دیا کہ سرہائے شہداء قیدیوں کے ہمراہ لے جائیں

اور ایسی راہ سے لے گئے جہاں تماشائیوں کا بڑا اژدھام تھا، اسی حالت میں دروازۂ دمشق تک پہنچے اور مسجدِ جامع کے دروازے پر جس مقام پر قیدی کھڑے ہوتے تھے وہاں کھڑا کیا۔

صاحبِ مناقب نے زید سے اور انھوں نے اپنے آبا سے نقل کیا ہے کہ سہل بن سعد نے کہا، ایک بار میں نے بیت المقدس کا سفر کیا۔ شام میں ایک ایسے شہر میں پہنچا جہاں نہریں اور درخت بہت تھے اور وہ مقام نہایت خوشنما اور آراستہ تھا اور ہر طرف خوشنما ریشمی پردے آویزاں تھے، اہلِ شہر خرم و شاداں تھے، عورتیں دف اور طبل بجا رہی تھیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اہلِ شام کے یہاں کوئی عید ایسی نہیں ہے جسے ہم نہ جانتے ہوں۔ ناگاہ میں نے دیکھا چند مرد باہم باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا آج کوئی عید ہے جو ہم کو معلوم نہیں۔ انھوں نے کہا اے شیخ تو اعرابی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا میں سہل ابن سعد ہوں میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے، لوگوں نے کہا اے سہل مقامِ تعجب ہے کہ آسمان سے خون نہیں برستا اور زمین دھنس نہیں جاتی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ انھوں نے کہا کہ سر امام حسین علیہ السلام کا عراق سے آتا ہے۔ میں نے کہا واعجباہ حسینؑ کا سر آتا ہے اور لوگ خوشیاں کرتے ہیں، کس طرف سے آئے گا؟ انھوں نے ایک دروازہ کی طرف اشارہ کیا جسے باب الساعات کہتے ہیں۔ اس عرصہ میں پے در پے نشان ظاہر ہوئے اور ایک سوار نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے دکھائی دیا، اس کی نوک پر ایک سر تھا، جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت سے نہایت مشابہ تھا، اور اُس سوار کے پیچھے شترانِ برہنہ پر کچھ بیبیاں ظاہر ہوئیں۔ میں ایک لڑکی کے قریب گیا اور اُس سے کہا، اے دختر تو کون ہے؟ اس نے کہا میں سکینہ بنتِ حسینؑ ہوں۔ میں نے کہا، آپ کو کوئی ضرورت ہو تو بیان کریں، میں سہل بن سعد آپ کے جد کا صحابی ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مستفید ہوا ہوں۔ فرمایا: اے سہل! اس نیزہ دار سے کہو کہ ذرا آگے بڑھ جائے۔ تاکہ لوگ سر کے دیکھنے میں مشغول ہو جائیں اور حرمِ رسولؐ کے تماشے سے باز رہیں۔ سہل کہتے ہیں میں یہ سنکر نیزہ دار کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ میری ایک بات مان لے اور چار سو دینار لے۔ اس نے مطلب پوچھا۔ میں نے کہا اس کو آگے لے چل۔ غرض اس نے قبول کیا اور سر کو آگے لے چلا۔ میں نے سب دینار اس کے حوالہ کیے۔

پھر وہ لوگ سرِ مبارک یزید کے پاس لے گئے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ یزید کی محفل میں گیا، میں نے دیکھا وہ ملعون تخت پر بیٹھا ہے، اُس کے سر پر مکلل تاج رکھا ہے جس میں یاقوت و موتی جڑے ہیں۔ چاروں طرف رؤسا اور بزرگانِ قریش گھیرے ہوئے ہیں۔ جس وقت حاملِ سر، سرِ مبارک لے کر آیا اس نے یہ شعر پڑھا ؎

اَوْقِرْ رِکَابِیْ فِضَّۃً وَّ ذَهَبَا ... اَنَا قَتَلْتُ السَّیِّدَ الْمُحَجَّبَا

قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ اُمًّا وَ اَبًا   وَخَيْرَهُمْ اِذْ يَنْسُبُوْنَ النَّسَبَا

یعنی میرے اونٹ سونے چاندی سے بھر دے کیونکہ ایک سردار بزرگ کو میں نے مارا ہے جو نسب میں پدر و مادر کی طرف سے بہترین خلائق تھا۔ یزید نے کہا اگر تو اُسکو ایسا جانتا تھا، پھر کیوں قتل کیا! کہا مجھے تجھ سے امیدِ انعام و جائزہ تھی۔ یزید نے اس کے لیے حکمِ قتل دیا۔ پس پھر سرِ اقدس امام علیہ السّلام طبقِ طلاء میں رکھ کر یزید کے پاس لائے۔ وہ شقی سرِ اقدس کی طرف مخاطب ہو کر کہتا تھا۔ اے حسینؑ تم نے اپنا انجام دیکھ لیا۔

سیّد علیہ الرحمہ نے نقل کیا جبکہ سرِ پُر نور حضرت امام حسین علیہ السّلام کا شام میں پہنچا۔ ایک شخص جو فضلائے تابعین سے تھا، اپنے اصحاب سے جدا ہو کر ایک ماہ پوشیدہ رہا۔ جب ظاہر ہوا تو لوگوں نے سبب پوچھا، اُس نے کہا کہ آیا تم نہیں جانتے کہ کیا مصیبتِ کبریٰ و سانحہ عظمیٰ نازل ہوا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار زبان پر جاری کئے ؎

جَاؤُا بِرَاسِكَ يَا ابْنَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ   قَتَلُوْا جِهَارًا عَامِدِيْنَ رَسُوْلًا
قَتَلُوْكَ عَطْشَانًا وَلَمَّا يَرْقَبُوْا   فِيْ قَتْلِكَ التَّاوِيْلَ وَالتَّنْزِيْلَا
وَيُكَبِّرُوْنَ بِاَنْ قُتِلْتَ وَاِنَّمَا   قَتَلُوْا بِكَ التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَا

ترجمہ: اے فرزندِ بتولؑ و سبطِ رسولؐ آپ کا سر لائے ہیں گویا پیغمبرِ خدا کو دیدہ و دانستہ قتل کیا، تجھ کو پیاسا مارا اور تیرے قتل میں تاویل و تنزیل کا لحاظ نہ کیا، تیرے قتل پر تکبیر کہتے ہیں، فی الحقیقت تیرے قتل سے اشقیاء نے تکبیر و تہلیل کو قتل کر دیا۔

سیّد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جس وقت اہلبیتِ اطہارؑ کو دروازہ مسجد جامع پر کھڑا کیا، ایک مردِ پیر اُن مظلوموں کے قریب جا کر کہنے لگا، شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو ہلاک کیا اور شہروں کو تمہارے شر و فساد سے پاک کیا اور امیر المومنین کو تم پر قابو دیا، اس وقت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا "اے شیخ! تو نے قرآن شریف میں یہ آیت پڑھی ہے قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى یعنی کہو اے محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) محبت میرے اقرباء کی مزدِ رسالت ہے۔ اس بوڑھے نے کہا پڑھی ہے۔ حضرت نے فرمایا: شیخ! وہ قربیٰ ہم ہی ہیں جن کی محبت حق تعالیٰ نے اجرِ رسالت قرار دی ہے اور تو نے یہ آیہ بھی پڑھا ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى[1] یعنی تم کو جو بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ و رسول اور ذوی القربیٰ کے لئے ہے اُس نے کہا پڑھا ہے حضرت نے کہا، اے شیخ ذوی القربیٰ ہم ہیں پھر ارشاد کیا کہ اس آیۂ کریمہ کی تلاوت کی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ

امام زین العابدین ...

[1] پ ۱۰ الانفال آیت ۴۱ —

الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ۝ (یعنی) حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اہلبیتؑ سے ناپاکی کو دُور رکھے اور تم کو یوں پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ بوڑھے نے کہا پڑھی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ اہلبیتؑ ہم ہی ہیں اور آیۂ تطہیر ہماری ہی شان میں نازل ہوئی ہے۔ بوڑھا یہ سنکر سکتہ میں رہ گیا اور متعجب ہوکر کہنے لگا، تم اہلبیتؑ رسولؐ ہو؟ حضرتؑ نے فرمایا: بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلبیتؑ ہم ہی ہیں۔ یہ سنکر مردِ پیر بہت رویا اور اُس نے عمامہ زمین پر پھینک دیا اور سر آسمان کی طرف بلند کرکے کہا۔ خداوندا! میں دشمنانِ اہلبیتؑ سے نہیں ہوں بلکہ میں بیزاری کرتا ہوں ہر جن و انس سے جو دشمنِ اہلبیتؑ ہو۔ یہ کہہ کر عرض کیا، آیا میری توبہ قبول ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں اگر تو توبہ و استغفار کرے جنابِ اقدسِ الٰہی قبول فرمائے گا، اور تو ہمارے ہمراہ ہے، پھر عرض کیا میں توبہ کرتا ہوں۔ جب یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس ملعون نے اس نیک انجام کے قتل کا حکم دیا اور قتل کروا دیا۔

کتاب مناقب میں مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن بن حکم مجلسِ یزید میں بیٹھا تھا، اُس نے دو شعر اس مضمون کے پڑھے کہ شاہِ کربلا نسب و حسب میں اِس غلامِ ناکس و فرومایہ (ابنِ زیاد) سے بہتر ہے۔ نسلِ سمیہ سنگریزہ ہائے بیاباں سے زیادہ ہوگئی لیکن نسلِ دخترِ رسولؐ قطع ہوگئی۔ یزید نے جواب دیا، خدا ابنِ مرجانہ پر لعنت کرے کہ اُس نے حسینؑ پسرِ فاطمہؑ کے قتل پر جرأت کی اگر میں وہاں موجود ہوتا تو جو چیز کہ حسینؑ مجھ سے خواہش کرتے قبول کرتا اور موت کو حتی الامکان اُن سے دُور کرتا اگرچہ میری اولاد ماری جاتی۔ لیکن تقدیرِ الٰہی میں یوں ہی مقدر ہوا تھا اور قضا سے چارہ نہیں، اور روایت میں یوں ہے کہ یزید نے آہستہ سے عبدالرحمٰن سے کہا، سبحان اللہ! تم اس جگہ بھی چپ رہ سکے؟ [1] مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے جس وقت سرہائے شہداء یزیدِ بے حیا کے سامنے رکھے گئے تو اُس نے حسبِ ذیل شعر پڑھا ؎

نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ رِجَالٍ اَعِزَّةٍ عَلَیْنَا ۔۔۔ وَهُمْ کَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا

یعنی ہم ان شخصوں کا سر قلم کرتے ہیں جو ہم پر غلبہ چاہتے ہیں اور پہلے بھی وہ سرکش و ظالم رہ چکے ہیں۔ یہ شعر سنکر یحییٰ بن حکم مروان کے بھائی نے سابقۃ الذکر دو شعر پڑھے، اس پر یزید نے اُس کے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا چپ رہ۔ پھر حاضرینِ مجلس سے خطاب کرکے کہا کہ یہ شخص (یعنی حسینؑ) مجھ پر فخر و

---

[1] اس سے ظاہر ہے کہ یزید کا سابقہ کلام محض مکاری پر مبنی تھا ورنہ حسینؑ سے لڑنے کے لیے لشکر یزید نے بھیجے تھے۔ مدینہ میں آپ کے سر کاٹنے کا حکم یزید نے بھیجا تھا، اگر اس معاملہ میں ابنِ زیاد نے یزید کی نافرمانی کی تھی تو اس کو سزا دینی چاہیے تھی حالانکہ کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ یزید نے اسے کوئی سزا دی ہو۔ جزائری

مباہات کرتا تھا اور کہتا تھا میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے اور میری مادر، مادرِ یزید سے بہتر ہے۔ اور میرے جد اُس کے جد سے بہتر ہیں اور میں یزید سے بہتر ہوں۔ پس انھیں باتوں نے اس کو قتل کیا، یہ جو اُس نے کہا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے تو میرے باپ اور اس کے باپ میں جنگ ہوئی، پس اللہ نے میرے باپ کے حق میں حسینؑ کے باپ کے بر خلاف فیصلہ کیا، اور یہ جو کہا کہ میری ماں کی ماں سے بہتر ہے پس اپنی جان کی قسم یہ سچ ہے فاطمہؑ بنتِ رسولؐ میری ماں سے بہتر ہے، اور جو یہ کہا کہ میرا جد اُس کے جد سے بہتر ہے۔ پس جو شخص کبھی ایمان بر خدا اور روزِ جزا رکھتا ہو وہ خود کو محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے افضل نہیں کہہ سکتا، اور یہ جو کہا اس نے کہ میں اُس سے بہتر ہوں، پس شاید یہ آیت انھوں نے نہیں پڑھی قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ ہ بارالہا! مالک الملک تو ہے جس شخص کو چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے۔ (سورۂ آلِ عمران آیت ۲۶)

ابن نما نے ربیعہ بن عمر سے نقل کیا ہے، اُس نے کہا کہ میں یزید کے پاس بیٹھا تھا کہ مخفر کی آواز آئی کہ یہ مخفر بن ثعلبہ لئیمان فاجر کو امیر کے پاس لایا ہے۔ یہ سنکر یزید نے جواب دیا کہ مخفر کی ماں نے مخفر سے بڑھ کر شریر تر و لئیم تر نہیں جنا ہے۔

سیّد علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اس کے بعد اہلبیتِ اطہارؑ کو رسن بستہ دربارِ یزید میں لائے۔ اس وقت حضرت زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا، اے یزید تجھ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، اگر رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ہم کو اس حال سے دیکھیں تو اُن کا کیا حال ہوگا۔ یہ سنکر یزید نے حکم دیا کہ رسّی کاٹ دو۔ پھر سرِ مبارک امام حسین علیہ السّلام کا اُس ملعون کے سامنے رکھا گیا اور مخدّرات کو اُس کے پیچھے بٹھلایا گیا تاکہ سر کو نہ دیکھیں، امام حسین علیہ السّلام کی نگاہ سرِ اقدس پر جا پڑی۔ اُس دن سے حضرتؑ کلّہ کو سغند کبھی نہ کھاتے تھے۔

ابنِ نما نے علیؑ ابن الحسینؑ سے روایت کی ہے، حضرتؑ نے فرمایا۔ ہم بارہ آدمی طوق و زنجیر میں مقیّد یزید کے پاس لائے گئے، جب ہم اُس ملعون کے آگے کھڑے ہوئے تو میں نے کہا، اے یزید تجھے خدا کی قسم کیا گمان کرتا ہے اگر جناب رسالتمآبؐ ہم کو اس ہیئت سے دیکھیں اور جناب فاطمہؑ دخترِ امام حسینؑ نے فرمایا، اے یزید! رسولِ خداؐ کی بیٹیاں قیدی بنی ہیں۔ یہ سنکر لوگ رونے لگے، اور اہلِ خانہ اُس ملعون کے بھی رونے لگے، یہاں تک کہ قصرِ یزید سے نالہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں پس میں نے اُس قید و طوق کی حالت میں کہا، مجھے اجازتِ کلام دیتا ہے۔ یزید نے کہا، کلام کرو لیکن (معاذ اللہ) مہملات بکنا۔ حضرت نے کہا میں جس مقام پر ہوں میرے لیے جہل کہنا سزاوار نہیں۔ اے یزید یہ بتلا کہ کیا گمان ہے

تیرا، اگر رسولِ خدا مجھ کو اس حال سے دیکھیں۔ یزید نے مصاحبوں کی طرف اشارہ کیا، انھوں نے زنجیر کھول دی۔

عبدالملک بن مروان نے ذکر کیا ہے۔ جس وقت سرِ اقدس امام حسین علیہ السّلام یزید کے پاس آیا۔ اُس شقی نے سرِ انور سے خطاب کیا اور کہا، اگر تم کو ابنِ مرجانہ سے قرابت ہوتی، تو تم جو اُس سے کہتے وہ مان لیتا، پھر اُس نے نفلق ھاما۔ الخ والا شعر پڑھا جس کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور جنابِ زین العابدین علیہ السّلام نے یہ آیت پڑھی: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ؀ (۶ سورۂ الحدید آیت نمبر ۲۲) جو مصیبت تم کو روئے زمین میں تمھارے نفسوں کو پہنچی ہے وہ کتابِ الٰہی میں مکتوب ہے۔ قبل اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں تحقیق کہ یہ بات حق تعالیٰ پر آسان ہے۔ لکھا ہے کہ جنابِ زینبؑ نے یہ حال دیکھ کر اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور ایسی آوازِ حزیں اور دلِ غمگیں سے روئیں کہ سننے والوں کے دل پھٹ گئے۔ آپ فرماتی تھیں: یاحسیناہ اے پیارے رسولِ خدا کے، اے فرزند مکّہ ومنیٰ کے، اے پارۂ جگر فاطمہ زہرا کے، اے دختر زادۂ مصطفےٰ! راوی کہتا ہے کہ زینبؑ کے نوحوں نے تمام اہلِ مجلس کو رُلایا اور یزید چُپ تھا۔ بعدہٗ زنانِ بنی ہاشم نے خانۂ یزید میں جاکر ماتم وبکا برپا کیا وہ عورتیں یہ نوحہ ہائے جانسوز کرتی تھیں کہ واحسیناہ، اے سردارِ اہلبیتؑ! اے فرزندِ رسولِ خدا! اے فریادرس بیواؤں اور یتیموں کے، اے شہیدِ اولادِ پیغمبرانؑ! یہ نوحے اتنے دردناک تھے کہ جس شخص نے سنا رونے لگا۔ بعدہٗ یزید ملعون نے ایک چوبِ خیزران منگوائی، اسے دندانِ مبارک پر لگاتا تھا۔ ابو برزہ اسلمی نے یہ حال دیکھ کر کہا۔ وائے تجھ پر اے یزید! تو دندانِ امام حسین علیہ السّلام پر چھڑی مارتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو میں نے دیکھا کہ حسنؑ وحسینؑ کے دانتوں کو چوستے تھے اور فرماتے تھے کہ تم دونوں سردارِ جوانانِ بہشت ہو۔ حق تعالیٰ تمھارے قاتل کو قتل کرے اور لعنت کرے اور دوزخ اُس کے واسطے ہو اور دوزخ بُری بازگشت ہے۔ (ابو برزہ صحابی کا اعتراض)
راوی کہتا ہے کہ یزید اس کلام کو سنکر غضب میں آیا اور حکم دیا کہ ابو برزہ صحابی کو دربار سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ ان کو لوگ گھسیٹ کر باہر لے گئے۔ یزید اُس وقت ابن زبعری کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

لَيْتَ اَشْيَاخِيْ بِبَدْرٍ شَهِدُوْا ۔۔۔ جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ
فَاَهَلُّوْا وَاسْتَهَلُّوْا فَرَحًا ۔۔۔ ثُمَّ قَالُوْا يَا يَزِيْدُ لَا تُشَلْ

محمد بن ابی طالب نے مقابل میں اس شعر کا بھی اضافہ کیا ہے ؎

لَسْتُ مِنْ خِنْدِفٍ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ ۔۔۔ مِنْ بَنِيْ اَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلْ

(یعنی) کاش کہ میرے بزرگ جو جنگِ بدر میں مارے گئے اس وقت موجود ہوتے اور دیکھتے کہ قبیلۂ خزرج تلواروں کے پڑنے سے کس طرح چیخ اٹھا ہے یقیناً یہ دیکھ کر خوشی سے وہ چلا اٹھتے ۔ میں خندف سے نہ ہوں گا اگر احمدؐ کے عمل کا اُن کی اولاد سے انتقام نہ لوں ۔ اور کتاب مناقب میں یوں ہے کہ میں عتبہ سے نہیں ہوں اگر انتقام نہ لوںؑ۔ سیدؒ وغیرہ نے لکھا ہے، پس زینبؑ دخترِ علیؑ کھڑی ہوئیں اور فرمایا شکر ہے خدا کا جو پروردگارِ عالم ہے اور درود پیغمبرؐ و اولادِ پیغمبرؐ پر، خدا نے سچ فرمایا ہے ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ؕ پس انجام بدکرداروں کا یہ تھا کہ انھوں نے تکذیب کی آیاتِ الٰہی کی، اور ہماری آیتوں سے تمسخر و استہزا کرتے تھے!

اے یزید! تو ہم پر زمین و آسمان تنگ کرکے اور قیدیوں کی طرح دربدر پھرا کے یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ نے ہم کو ذلیل کیا اور تجھ کو عزت بخشی، تو یہ سمجھتا ہے کہ تیری یہ وقتی کامیابی تیرے مقرب الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔ یہ دیکھ کر دنیا تیرے دام میں آگئی، تمام معاملات تیرے حق میں چک گئے۔ ہمارا ملک و سلطنت بھی تیرے قبضہ میں چلا گیا، مارے خوشی کے جامہ میں نہیں سماتا، ٹھہر تو جا! جلدی کیا ہے۔ تجھ کو خدائے برحق کا یہ فرمان یاد نہیں۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۔ کافروں کو ہم نے جو مہلت دی ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ اُن کے لئے اچھا ہے ہم نے اُن کو صرف اس لئے مہلت دی ہے کہ وہ گناہ زیادہ کریں، آخر میں اُن کے لئے رسوا کُن عذاب ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا، اے آزاد شدگان کے فرزند! کیا عدل و انصاف اسی کو کہتے ہیں کہ تیری بیبیاں اور کنیزیں چار دیواری میں باپردہ بیٹھیں اور خاتم المرسلین (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی بیٹیاں اسیر کرکے بے مقنع و چادر سر برہنہ دیار بدیار پھرائی جائیں تاکہ ہر جگہ کے لوگ ان کا نظارہ کریں، دور و نزدیک، شریف و ذلیل ہر ایک کی ان کے چہروں پر نگاہ پڑے۔ نہ تو اُن کے اعزہ میں اُن کا کوئی سرپرست ہو نہ کوئی ناصر و مددگار، ہاں جس کے دہن سے شہدائے پاک کے جگر کی بو آتی ہو، جس کا گوشت ہی ان کے خون سے بنا ہو، اس سے مہر و وفا کی امید بیکار ہے۔ جو ہم اہلبیتؑ کو بغض و کینہ بھری نظروں سے دیکھنے کا عادی ہو، اس سے ہر قسم کی عداوت بعید نہیں۔ تو حسین علیہ السلام کے پاکیزہ دندانِ مبارک پر چھڑی رکھے ہوئے ہے، وہ حسینؑ جو سید شباب اہل الجنۃ تھا۔ تو حسینؑ کے

(حاشیہ: دربار یزید میں جناب زینبؑ کا خطبہ — سورہ روم آیت نمبر ۱۰)

(حاشیہ: سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۷۸)

ل اور بعض روایات میں یہ شعر بھی اضافہ کیا ہے ۔

فَجَزَيْنَاهُمْ بِبَدْرٍ مِثْلَهَا وَأَقَمْنَا مِثْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

یعنی ہم نے ان کو بدر کا بدلہ دیا، اب دونوں برابر ہو گئے۔ (جزائری)

دانتوں پر بہ کمالِ بے حیائی چھڑی سے مار رہا ہے اور بڑی ڈھٹائی سے یہ کہہ رہا ہے کہ تیرے بزرگ تجھ کو اس حال میں دیکھ کر خوش ہوتے اور ہاتھ شل نہ ہونے کی تجھ کو دعا دیتے۔ کیوں نہ خوش ہوتے بیشک تو نے ذریتِ رسولؐ اور آلِ عبد المطلب کا خون بہا کر ہمارے دلوں پر بڑا کاری زخم لگایا ہے اور ہمارے ہرے بھرے باغ کو تہس نہس کر دیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو زمین کے درخشندہ تارے تھے۔ اب تو اپنے بزرگوں کو آواز دے رہا ہے، تیرا خیال ہے کہ وہ تجھ کو جواب دیں گے۔ گھبرا نہیں! تو بھی عنقریب وہیں پہنچنے والا ہے جہاں وہ گئے ہیں، جب تو وہاں پہنچے گا اس وقت تجھ کو اپنے اس کہنے کی قلعی کھلے گی۔ اس وقت تو تمنا کرے گا کہ کاش واقعتاً میں شل ہو گیا ہوتا تاکہ میں نے حسینؑ کے خون میں ہاتھ نہ بھرے ہوتے، اور گونگا ہو گیا ہوتا، تاکہ یہ بکواس نہ کی ہوتی۔ خدایا! تو ہمارا حق اس سے وصول فرما اور ہمارے اوپر ظلم کرنے والوں سے ہمارا انتقام لے اور جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے وارثوں کو مارا ہے ان پر اپنا غضب نازل فرما۔ اے یزید! خدا کی قسم، تو نے ہمارے گھر میں آگ نہیں لگائی بلکہ اپنے جسم کو جلایا ہے، اور ہمارے خاندان کے ٹکڑے نہیں اڑائے بلکہ اپنی ہی بوٹیاں نوچے جانے کا سامان کیا ہے، کیونکہ عنقریب تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے آنے والا ہے۔ جہاں تجھ سے آلِ رسولؐ کے خون میں ہاتھ رنگنے اور ان کے اہلِ حرم کی بے عزتی کرنے کا جواب طلب کیا جائے گا۔ یہ وہ مقام ہوگا جہاں ہمارے شہید اکٹھا ہوں گے اور تجھ سے ان کے خونِ ناحق کا بدلہ چکایا جائے گا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ *

"شہدائے راہِ خدا کو مُردہ نہ سمجھنا وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔" تیرے لئے اتنا بہت ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے مقدمہ کا حاکم ہوگا۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے دشمن ہونگے، جبرئیل ان کا حامی و مددگار ہوگا، ساتھ ہی اُن لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے گا جنھوں نے تیرے لئے زمین ہموار کی اور تجھ کو مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا ہے۔ مجھ پر اگرچہ مصیبتیں بہت پڑی ہیں پھر بھی میں تجھ کو بہت حقیر سمجھتی ہوں اس لئے تیری زجر و توبیخ دل پر لگ رہی ہے۔ کیا کروں کہ آنکھوں کے آنسو تھمتے نہیں اور جگر پاش پاش ہے (ورنہ تجھ کو اس سے بہتر جواب دیتی) اس سے بڑھ کر تعجب کی بات کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ گروہ اس گروہِ شیاطین کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے جسکا لقب "اولادِ طلقا" ہے۔ دیکھنا ان درندوں کے ہاتھوں سے ہمارے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اُن کے منہ سے ہمارے گوشت کی بو آ رہی ہے اور (کربلا کے) جنگل میں شہیدوں کے پاک و پاکیزہ اجسام پڑے ہیں۔ جہاں سوائے درندگانِ صحرا کے کوئی (شمع جلانے والا) نہیں۔ کیا ہے اگر آج تو نے ہم کو مالِ غنیمت سمجھا ہے۔

* (سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۶۹)

لیکن قریب ہے وہ وقت جب ہماری یہ صورتِ حال تیرے لئے گھاٹے کا باعث بنے گی کیونکہ اسوقت تیرا کیا تیرے سامنے آئے گا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے، لہٰذا تیرے کرتوتوں کی اللہ ہی سے فریاد ہے اور اُسی پر بھروسہ ہے۔ اے یزید! تیرے ترکش میں جتنے تیر ہوں اُن کو آزمالے، اور ہم پر ظلم وستم ڈھانے کی پوری کوشش کرلے۔ خدا کی قسم! تو رہتی دنیا تک نہ ہمارا ذکر مٹا سکے گا، نہ ہماری شریعت باطل کرسکے گا، نہ ہماری درازیٔ مدت تک پہنچ سکے گا، بلکہ رہتی دنیا تک یہ سانحہ تیرے لئے کلنک کا ٹیکہ بن کر رہ جائے گا۔ جو تیرے چھپائے نہ چھپے گا۔ تیرا یہ خیال کہ (تو کامران ہوا اور ہم کو شکست ہوئی) سریع الزوال ہے، جو یوں غائب ہوجائے گا جس طرح چقماق کے رگڑنے سے چنگاری اڑتی ہے اور غائب ہوجاتی ہے، تیری حکومت بہت جلد فنا ہونے والی ہے اور تیرا جماؤ پراگندہ ہونے والا ہے قریب ہے وہ دن جب منادی پکار کر کہے گا۔ "ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔ پس حمد ہے خدا کی جس نے ہمارے اوّل (محمد مصطفےٰ) صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سعادت اور ہمارے آخر (حسینؑ) کو شہادت ورحمت عطا فرمائی۔ اس بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اُن کے ثواب کو مکمل کرے اور اپنے مزید کرم کا مستحق قرار دے اور ہم کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور وہ بڑا رحیم وکریم ہے اور وہی ہمارا حاسب ونگہبان ہے۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد یزید نے اہلِ شام سے اہلبیتؑ کے مقدمہ میں مشورہ لیا۔ پس انھوں نے کہا کہ ان کو زندہ نہ رہنے دے۔ لیکن نعمان بن بشیر نے کہا جو پیغمبرؐ ان کے ساتھ کرتے تھے تو بھی عمل میں لا۔

مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یزید نے امام زین العابدین علیہ السّلام سے کہا، تمھارے باپ نے میرا قطع رحم کیا اور میرا حق نہ سمجھا اور سلطنت وریاست میں مجھ سے نزاع کی، لہٰذا تم نے دیکھا کہ خدا نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ حضرت سجادؑ نے فرمایا: مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۔ معنی اس آیت کے سابقاً مذکور ہوچکے۔ یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ تو اس کا جواب دے مگر وہ نہ دے سکا۔ پس یزید نے جواب دیا: مَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ۔ جو مصیبت تم کو پہنچی ہے وہ تمھارے ہاتھوں پہنچتی ہے، اور بہت سے گناہ خدا عفو کرتا ہے۔ صاحبِ مناقب کہتے ہیں کہ حضرتِ سجادؑ نے فرمایا: اے پسرِ معاویہ وہند وصخر ہمیشہ پیغمبری وامامت ہمارے اجداد کے لئے تیری ولادت کے قبل ہوتی رہی ہے، اور میرے جد علیؑ ابن ابی طالب کے دستِ مبارک میں روزِ بدر واُحد واحزاب علَم جنابِ رسالتمآبؐ تھا اور تیرے باپ دادا لشکرِ کفار میں ہمیشہ علَم کفر وشرک بلند کرتے رہے۔ اُس کے بعد آپؑ نے یہ اشعار اپنی زبان پر جاری فرمائے۔ ؎

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ   مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ
بِعِتْرَتِیْ وَبِاَھْلِیْ عِنْدَ مُفْتَقَدِیْ   مِنْھُمْ اُسَارٰی وَمِنْھُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمِ

تم کیا کہو گے جب پیغمبرِ خدا تم سے پوچھیں گے کہ تم نے میری عترت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا۔ بعدہٗ فرمایا: وائے ہو تجھ پر اے یزید! اگر تو سمجھے کہ کیا کچھ تجھ سے سرزد ہوا اور میرے باپ بھائی، اعمام اور دیگر اعزا کو قتل کر کے تو کس جرم کا مرتکب ہوا ہے، تو صحراؤں میں نکل جائے، خاکستر کا بچھونا بنائے اور واویلاہ وامصیبتاہ کی صدائیں بلند کرے۔ حسینؑ جگر گوشۂ علیؑ و فاطمہؑ ہے جس کا سر اور تیرے شہر کے دروازے پر لٹکایا گیا ہے حالانکہ یہی حسینؑ تم میں امانت پیغمبرِ خدا تھے۔ تجھ کو فردائے قیامت رسوائی و ندامت کی بشارت ہو۔

مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ فاطمہ کبریٰؑ سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں جس وقت ہم یزید کے روبرو گئے تو ہماری حالت اتنی تباہ تھی کہ یزید تک متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس وقت ایک مردِ شامی سُرخ رنگ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ اے یزید! اس لڑکی کو مجھے دے ڈال، یہ سنکر میں خوف سے کانپنے لگی، اور میں نے گمان کیا کہ یہ بھی ان کے مذہب میں شاید جائز ہو، میں دہشت سے پھوپھی زینبؑ کے دامن سے چمٹ گئی، لیکن وہ جانتی تھیں کہ یہ امر ہونے والا نہیں ہے۔ اور بروایت سید علیہ الرحمہ فاطمہ کبریٰؑ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا میرا باپ مر گیا اب میں کنیزی میں جاؤں گی۔ پھوپھی زینبؑ نے شامی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: قسم بخدا تو غلط کہتا ہے نہ تجھ کو اس کی مجال ہے نہ یزید کو۔ یزید اس بات سے غصہ میں آیا اور کہا: اے زینبؑ تم (معاذ اللہ) غلط کہتی ہو، مجھ کو قدرت ہے، اگر چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔ زینبؑ خاتون نے کہا کہ واللہ کہ تجھے خدا نے یہ اختیار نہیں دیا ہے۔ اِلّا یہ کہ تو اپنے مذہب و ملّت سے باہر ہو جائے اور کسی اور مذہب کو اختیار کرے۔ وہ ملعون برہم ہوا اور کہا مجھ سے اس طرح کا کلام کرتی ہو، تمھارے باپ اور بھائی دین سے خارج ہیں۔ زینبؑ نے فرمایا: ہمارے باپ اور بھائی کے دین سے تو اور تیرے باپ اور دادا نے ہدایت پائی (بشرطیکہ تو مسلمان ہو) اس ملعون نے کہا اے دشمنِ خدا تو جھوٹ کہتی ہے۔ زینبؑ نے کہا تجھ کو اپنی امارت کا اور نخوت و غرور ہے۔ جتنی چاہے بدزبانی کرے۔ یہ سنکر یزید کچھ شرمایا اور چپ ہو رہا۔ اتنے میں شامی نے پھر وہی سوال کیا۔ یزید نے کہا دور ہو، خدا تجھ کو موت دے۔ اور بعض کتب میں یوں ہے کہ جناب اُمِ کلثومؑ نے شامی سے کہا چپ رہ اے بدکردار! حق تعالیٰ تیری زبان کو قطع کرے اور آنکھوں کو اندھا کرے اور ہاتھ تیرے خشک کر دے، اور جہنم کو منزل و ماویٰ تیرا گردانے اولادِ رسولؐ اولادِ زنا کی خدمت گار نہیں ہوتی۔ راوی کہتا ہے بخدا

ھنوز اس مخدومہ کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ ان کی بد دعا بارگاہِ رب الارباب میں درجۂ اجابت کو پہنچی۔ یہ دیکھ کر زینبؑ نے فرمایا، شکر ہے حق تعالیٰ نے دنیا ہی میں پیش از آخرت تجھ کو معذب کیا، یہ سزا اس شخص کی ہے جو حرم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعرض ہو۔ روایت سید علیہ الرحمہ میں یوں ہے کہ شامی نے فاطمہ کبریٰؑ کے متعلق پوچھا یہ کون ہے؟ یزید نے کہا یہ فاطمہ کبریٰ بنت حسینؑ ہے اور یہ زینبؑ بنت علی ابن طالبؑ ہے۔ شامی نے کہا: کون حسینؑ؟ فرزند علیؑ و فاطمہؑ! یزید نے کہا ہاں۔ شامی نے کہا، خدا لعنت کرے تجھ پر اے یزید اپنے پیغمبر خدا کے فرزندوں کو قتل کیا اور اس کی ذریت کو قید کرتا ہے، خدا کی قسم میں نے جانا تھا کہ یہ اسیران روم ہیں۔ یزید نے کہا، واللہ تجھ کو بھی انھیں کے ساتھ ملحق کئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے حکم دیا اور اس شامی کو قتل کیا گیا۔

سید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے اس کے بعد یزید نے خطیب کو طلب کیا اور کہا منبر پر جا کر حسینؑ اور اُن کے باپ کی مذمت کر۔ وہ منبر پر گیا اور مذمتِ جناب امیر و امام حسین علیہما السّلام کرتا رہا، اور یزید بن معاویہ کی مدح میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اُس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے کہا، وائے تجھ پر اے خطیب رضائے مخلوق کے واسطے خالق کی ناراضی کو تو نے اختیار کیا، خدا تیری جگہ دوزخ مقرر کرے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ابن سنان خفاجی نے جناب امیر علیہ السّلام کی مدح میں کیا خوب شعر کہا ہے۔

أَعَلَى الْمَنَابِرِ تُعْلِنُونَ بِسَبِّهِ   وَبِسَيْفِهِ نُصِبَتْ لَكُمْ أَعْوَادُهَا

یعنی منبروں پر جناب امیر (علیہ السّلام) کو ناسزا کہتے ہو حالانکہ انہی کی تلوار سے منبر کی سیڑھیاں استوار ہوئیں۔ صاحبِ مناقب وغیرہ نے روایت کی ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ خطیب منبر پر جا کر لوگوں کے سامنے حضرت امیر و امام حسین (علیہما السّلام) کے عیوب بیان کرے۔ پس خطیب نے بعد حمد و ثنا علیؑ و حسینؑ کو بہت بُرا کہا اور یزید و معاویہ کی نہایت تعریف کی اور تمام محامد و مناقب ان کے لئے ثابت کئے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت علی بن الحسین علیہ السّلام نے پکار کر فرمایا: وائے ہو تجھ پر اے خطیب تو نے رضائے مخلوق کو غضبِ خالق کے بدلہ میں اختیار کیا اور اپنا مقام آتشِ جہنم میں مقرر کیا۔ بعدہٗ حضرت نے فرمایا۔ اے یزید مجھ کو اجازت دے کہ اس منبر پر جا کر چند کلمے اس طرح کے ذکر کروں جس میں رب العالمین کی رضا و خوشنودی اور ان حاضرین کے لئے ثواب و بہبودی ہو۔ یزید نے قبول نہ کیا۔ لوگوں نے درخواست کی کہ اے یزید ان کو اذن دے شاید کوئی اچھی بات ہم سنیں۔ یزید نے کہا اگر یہ منبر پر جائے گا تو مجھ کو اور آلِ ابوسفیان کو رسوا کر کے اترے گا۔ لوگوں نے کہا،

یا امیر اِس لڑکے سے کیا ہو سکے گا۔ یزید نے کہا، یہ اُس خاندان سے ہے جو عالمِ طفلی ہی میں آراستہ بعلم و کمال ہوتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ کافی دیر تک لوگ اصرار کرتے رہے، تا اینکہ یزید نے حضرتؑ کو اجازت دی۔ پس حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی ایک خطبہ ایسا دردناک پڑھا جس نے آنکھوں کو گریاں اور دلوں کو بریاں کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا: ایہا الناس! جنابِ احدیت نے اہلبیتِ رسالت کو چھ خصلتیں اور سات فضیلتیں تمام امت پر عنایت کی ہیں۔ جو خصلتیں عنایت کی ہیں وہ یہ ہیں: علم و حلم و سخاوت و فصاحت و شجاعت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت۔ اور فضیلتیں یہ ہیں کہ ہم میں سے سیدِ ابرار محمد مصطفٰیؐ (صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) ہیں اور ہم میں سے صدیقِ اکبر علی مرتضٰی ہیں، اور ہم میں سے جعفرِ طیّار اور حضرتِ حمزہ شیرِ خدا اور عمِّ رسولِ خدا ہیں، اور ہم میں سے سبطین اس امت کے حسنؑ و حسینؑ (علیہم السلام) ہیں۔ جو شخص ہم کو جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اُس کو میں اپنے حسب و نسب سے آگاہ کرتا ہوں کہ میں ہوں فرزندِ مکہ و منٰی، میں ہوں فرزندِ زمزم و صفا، میں ہوں فرزند اس شخص کا جس نے مقامِ ابراہیم کو چادر کے کونے سے اٹھایا، میں ہوں فرزند اُس شخص کا جو بہترینِ عالم تھا، میں ہوں فرزند اس شخص کا جو طواف اور سعی کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ میں ہوں فرزند جو تمام حج کرنے والوں اور لبیک کہنے والوں سے افضل ہے۔ میں ہوں فرزند اُس شخص کا جسکو اللہ نے ایک شب میں مسجد الحرام سے مسجد اقصٰی تک پہنچایا، میں ہوں فرزند اس کا جسکو جبرئیلؑ سدرۃ المنتہٰی تک لے گئے، میں ہوں فرزند اس کا جو مقام قربِ الٰہی میں پہنچا یہاں تک کہ قابَ قوسین او ادنٰی کی منزل پر فائز ہوا، میں ہوں فرزند اس کا جس نے ہمراہ ملائکہ آسمان پر نماز پڑھی ہے، میں ہوں فرزند اس کا جس کی طرف اللہ نے وحی کی، میں ہوں فرزند محمدِ مصطفٰیؐ کا، میں ہوں فرزند علی مرتضٰی کا، میں ہوں فرزند اس کا جس کی ذوالفقار کی برکت سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا گیا، میں ہوں فرزند اس کا کہ جس نے رسول اللہؐ کے سامنے دو شمشیروں اور دو نیزوں سے جہاد کیا، جس نے دو ہجرتیں اور دو بیعتیں کیں، جس نے بدر و حنین میں جہاد فرمایا اور طرفۃ العین کے لیے منکرِ خدا نہ ہوا، میں ہوں فرزندِ صالح المومنین وارثِ نبیین

لہ آپ نے فرمایا: اَنَا ابْنُ مَنْ ضَرَبَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِسَیْفَیْنِ وَطَعَنَ بِرُمْحَیْنِ وَھَاجَرَ الْھِجْرَتَیْنِ وَبَایَعَ الْبَیْعَتَیْنِ وَقَاتَلَ بِبَدْرٍ وَحُنَیْنٍ وَلَمْ یَکْفُرْ بِاللّٰہِ طَرْفَۃَ عَیْنٍ اَنَا ابْنُ صَالِحِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَارِثِ النَّبِیِّیْنَ وَقَامِعِ الْمُلْحِدِیْنَ وَیَعْسُوْبِ الْمُسْلِمِیْنَ وَنُوْرِ الْمُجَاھِدِیْنَ وَزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ وَتَاجِ الْبَکَّائِیْنَ وَاَصْبَرِ الصَّابِرِیْنَ وَاَفْضَلِ الْقَائِمِیْنَ مِنْ اٰلِ یٰسِیْنَ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

(ترجمہ اوپر ملاحظہ ہو۔ ج، ذ)

وتسلیع وقیع کنندہ ملحدین وسردار مسلمین و نور مجاہدین و زین العابدین و سرتاج گریہ کنندگان ، جو آلِ رسولِ ربّ العالمین صبر کرنے اور نماز پڑھنے میں سب سے افضل ہے ۔ میں ہوں فرزند اُس کا جو جبرئیل و میکائیل کی جانب سے مؤید و منصور ہوا، میں ہوں فرزند اُس کا جس نے ناموسِ مسلمین کی حمایت کی، میں ہوں فرزند اُس کا جس نے مارقین و قاسطین و ناکثین کو قتل کیا اور اپنے ناصبی دشمنوں سے جہاد کیا جو تمام قریش کا فخر تھا، جس نے سب سے پیشتر اجابت و دعوت خدا اور رسولؐ کی، جس نے ایمان میں تمام مومنین پر سبقت کی، جس نے سرکشوں کی کمر توڑ دی، جس نے مشرکین کو نابود کیا، جو منافقوں کے لئے اللہ کا تیر، حکمت عباد کا ترجمان، دینِ خدا کا ناصر، اس کا ولی امر، حکمتِ خدا کا بوستان اسکے علم کا دروازہ، صاحبِ جود و عطا، یکتا در حسن و بہا، پاک و پاکیزہ، مکیؐ، راضی برضا، شجاع، سردار، صابر، بہ کثرت روزے رکھنے والا، صاحبِ اخلاقِ پسندیدہ، بڑی نمازیں پڑھنے والے، کافروں کی نسل قطع کرنے والے، ان کی جماعتوں کو پراگندہ کرنے والا، دل و جگر کے اعتبار سے سب سے زیادہ مضبوط عزم و ارادہ میں سب سے زیادہ پکا، خودداری میں سب سے زیادہ اونچا، وہ شیر بیشۂ شجاعت جس نے گھتے ہوئے نیزوں میں سرکشوں کو یوں پیس کر رکھ دیا جس طرح چکی آٹا پیستی ہے، یوں اُڑا دیا جس طرح آندھی بھوسہ اُڑاتی ہے، شیرِ بیشۂ حجاز مردِ مردانِ عراق، مکیؐ و مدنی، حنیفی عقبی، بدری احدی شجری، مہاجری شاہ عرب حرب و ضرب، شیرِ بیشۂ جنگ و جہاد، وارثِ مشعرین والد سبطین یعنی حسنؑ و حسینؑ امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ میرے جدِ نامدار ہیں۔ میں ہوں فرزند فاطمہ زہرا، میں ہوں فرزندِ سیدۃ النساء، غرض اسی طرح فرماتے رہے تا اینکہ حضارِ مجلس میں شور و شیون عظیم برپا ہوا۔ اُس وقت یزید خائف ہوا کہ مبادا فساد برپا ہو۔ اس لئے مؤذن کو حکم دیا کہ اذان دے، پس اُس نے آپ کا قطعِ کلام کیا اور اذان کہی، جب مؤذن نے اللہ اکبر کہا، حضرتؑ نے فرمایا لَا شَیْءَ اَکْبَرُ مِنَ اللّٰہِ، کوئی چیز حق تعالیٰ سے برتر نہیں۔ جب اس نے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا، فرمایا شَھِدَ بِھَا شَعْرِیْ وَ بَشَرِیْ، وَ لَحْمِیْ وَ دَمِیْ میرا گوشت و پوست و خون گواہی دیتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ لیکن جب مؤذن نے کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، تو حضرتؑ نے یزید کی طرف نگاہ کر کے فرمایا: اے یزید! بتلا کہ یہ محمدؐ میرے جد ہیں یا تیرے، اگر ان کو اپنا جد سمجھتا ہے تو غلط و کفر ہے اور اگر میرا جد جانتا ہے تو بتلا کہ پھر تو نے کیوں اُن کی عترت کو قتل کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب مؤذن اذان و اقامت سے فارغ ہوا اس وقت یزید متوجہ نمازِ ظہر ہوا۔

منقول ہے کہ مجلس یزید میں ایک عالم علمائے یہود سے بیٹھا تھا، اُس نے پوچھا: اے یزید!

یہ جوان کون ہے؟ یزید نے کہا علی ابن الحسینؑ، اُس نے پوچھا کون حسینؑ؟ کہا حسینؑ بن علیؑ بن ابیطالبؑ، اس نے پوچھا اور حسینؑ کون ہے؟ یزید نے کہا ابنِ فاطمہؑ بنتِ محمدؐ۔ اُس عالم نے کہا سبحان اللہ، پس یہ شخص تمہارے پیغمبرؐ کا نواسہ تھا جس کو تم نے اتنی جلد قتل کر ڈالا، کیا بدسلوکی تم نے کی پیغمبرؐ کے بعد انکی عترت و اولاد سے! بخدا اگر موسیٰ بن عمران ہمارے درمیان میں کوئی نواسہ چھوڑ جاتے تو گمان یہ تھا کہ ہم اس کی پرستش کرتے اور تمہارا یہ حال ہے کہ کل ہی تمہارے پیغمبرؐ نے دنیا سے مفارقت کی اور آج تم نے اُن کے فرزند کو قتل کر ڈالا، بُرا حال ہو تمہارا۔ راوی کہتا ہے یہ سنکر یزید نے اُس کے مارنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے تین بار اُس کی گردن پر وار کیا، وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہتا جاتا تھا، چاہے مجھ کو مارو، چاہو قتل کر دو میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ جو شخص اپنے پیغمبرؐ کی اولاد کو قتل کرے وہ ہمیشہ ملعون رہتا ہے، جب تک زندہ ہے اور جب مرجاتا ہے حق تعالیٰ اُس کو داخلِ جہنم کرتا ہے[1]۔

صدوق علیہ الرحمہ نے امالی میں فاطمہ بنتِ امیرالمومنین علیہ السّلام سے نقل کیا ہے کہ یزید نے ہم کو ایسے خرابہ میں قید کیا تھا جہاں دن کی دھوپ رات کی اوس سے ہماری یہ حالت ہوگئی تھی کہ سب کے چہروں کی کھال اُدھڑ گئی تھی، اُن ایام میں جو پتھر بیت المقدس سے اُٹھایا جاتا تھا، اُس کے نیچے خون تازہ جوش زن نکلتا تھا اور دیواروں پر دھوپ سرخ رنگ نکلتی تھی جیسے کہ ایک چادر سرخ دیوار پر پڑی ہو، اور یہ حال اُس وقت تک رہا کہ حضرت زین العابدین علیہ السّلام نے ہمراہ مخدرات و سرہائے شہداء مراجعت کی اور سر اقدس حضرت امام حسین علیہ السّلام کربلا روانہ ہوا۔

حضرت سکینہؑ کا خواب

ابنِ نما علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ دمشق میں حضرتِ سکینہؑ نے خواب میں دیکھا کہ پانچ ناقے نور کے اُن پر پانچ شخص سوار اور اُن کے گرد ملائک اور ہر ناقے کے ہمراہ ایک خادم ہے۔ میں نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ خادم نے جواب دیا: اوّل حضرت آدمؑ صفی اللہ، دوسرے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ، تیسرے حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ، چوتھے حضرت عیسیٰؑ روح اللہ علیہم السّلام ہیں۔ میں نے پوچھا یہ حضرت کون ہیں؟ جو اپنے محاسن شریف کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں اور نہایت غم و الم سے کبھی زمین پر گرتے کبھی اٹھتے ہیں۔

---

[1] احتجاج طبرسی میں معتبر راویوں سے منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام دربار یزید میں گئے تو اُس ملعون نے کہا یا علی شکر ہے کہ خدا نے تمہارے باپ کو قتل کیا، حضرت نے فرمایا میرے باپ کو اشقیا نے قتل کیا۔ یزید نے پھر کہا کہ شکر خدا کا کہ اس نے حسینؑ کو قتل کیا اور مجھ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا، حضرت نے فرمایا جس شخص نے میرے باپ کو مارا خدا اُس پر لعنت کرے۔ یزید نے کہا یا علی! منبر پر جا کر اس فتح سے جو حق تعالیٰ نے امیرالمومنین کو عطا کی ہے لوگوں کو آگاہ کرو۔ یہ سنکر حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا جس کے الفاظ کم و بیش اوپر مذکور ہوئے۔ ج، ز

کہا وہ تمھارے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ حضرت کہاں جاتے ہیں؟ کہا تمھارے باپ کے پاس، میں نے بھی قصد کیا کہ حضرت کی خدمت میں جاؤں اور جو ظلم و ستم اُن کے بعد مجھ پر گذرے ہیں بیان کروں۔ دریں اثنا پانچ ہودج نور کے کہ جن پر پانچ بیبیاں بیٹھی تھیں نظر آئیں، میں نے اس خادم سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: اوّل حوا اُم البشر، دوسری آسیہ دختر مزاحم، تیسری مریم بنت عمران، چوتھی خدیجہ بنت خویلد۔ میں نے پوچھا پانچویں بی بی کون ہیں جو اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے ہیں۔ کبھی ضعف و ناتوانی سے گر پڑتی ہیں۔ کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں، کہا یہ تمھاری دادی فاطمہ زہرا دختر رسولِ خدا ہیں۔ میں نے کہا بخدا ضرور ان سے اپنی مصیبتیں عرض کروں گی۔ پھر میں اُن کے سامنے گئی اور بکمال ادب کھڑی ہوئی اور روتی رہی۔ میں نے عرض کی اے دادی اماں! خدا کی قسم اُمتِ جد نے ہمارے حق کا انکار کیا۔ اے دادی اماں خدا کی قسم اُمتِ جد نے ہماری جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ اے دادی اماں! خدا کی قسم امتِ جد نے ہماری ہتکِ حرمت کو جائز گردانا، اے دادی اماں! خدا کی قسم اُمت نے میرے باپ حسینؑ کو قتل کر ڈالا، یہ سنکر خاتونِ قیامت نے فرمایا۔ اے میری بیٹی سکینہ بس کر نہ رو کہ تو نے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور میرا جگر زخمی کر دیا۔ یہ تیرے باپ حسینؑ کا کُرتا میرے پاس ہے، اس کو میں جُدا نہ کروں گی یہاں تک کہ اپنے پروردگار کے سامنے جاؤں گی۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں نے چاہا کہ خواب کو چھپاؤں لیکن میں نے گھر والوں سے ذکر کیا تا آنکہ مشہور ہو گیا۔ اور سیّد علیہ الرحمہ نے بھی اسی کے مثل روایت کی ہے۔

سیّد و ابن نما علیہما الرحمہ نے محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ راس الجالوت سردار علمائے یہود نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا واللہ میرا نسب ستّر واسطوں سے حضرت داؤد علیہ السّلام تک پہنچتا ہے اس کے باوجود جب یہود مجھے دیکھتے ہیں میری بڑی تعظیم و توقیر کرتے ہیں، اور تمھارا حال یہ ہے کہ جس شخص کو تمھارے پیغمبر سے صرف ایک پشت کا فاصلہ تھا اُسے قتل کر دیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا جس دن میرے پدر بزرگوار کا سرِ اقدس یزید کے پاس لے گئے اُس ملعون نے ہر روز مجلس مقرر کی اور سرِ مبارک کو روبرو رکھواتا تھا اور شراب پیتا تھا۔ ایک دن بادشاہِ روم کا ایلچی جو اپنی قوم کا سردار و نجیب و شریف تھا دربارِ یزید میں حاضر تھا۔ اُس نے یزید سے پوچھا اے بادشاہِ عرب یہ سر کس شخص کا ہے؟ یزید نے کہا تجھ کو اس سے کیا کام،

لے حضرت سکینہ کے بین یہ تھے: یَا اُمَّتَاہُ جَحَدُوا وَاللہِ حَقَّنَا۔ یَا اُمَّتَاہُ بَدَّدُوا وَاللہِ شَمْلَنَا یَا اُمَّتَاہُ اِسْتَبَاحُوا وَاللہِ حَرِیْمَنَا یَا اُمَّتَاہُ قَتَلُوا وَاللہِ الْحُسَیْنَ اَبَانَا۔ (ج۔ ز)

دربارِ یزید میں نصرانی کا ایمان لانا۔

اس نے کہا ہمارا بادشاہ میرے واپس جانے پر یہاں کے متعلق استفسار کرے گا لہٰذا چاہتا ہوں کہ اس شخص سے بھی مطلع رہوں تاکہ وہ بھی اس خوشی میں تمہارے ساتھ شریک ہو۔ یزید نے کہا یہ سر حسینؑ ابن علیؑ کا ہے، رومی نے کہا مادرِ حسینؑ کون ہے؟ کہا فاطمہؑ بنتِ رسولؐ۔ یہ سنکر نصرانی نے کہا اے یزید! وائے تجھ پر اور تیرے دین پر، میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے۔ میرا باپ داؤد پیغمبر علیہ السّلام کی اولادؑ واحفاد سے ہے، میرے اور ان حضرات کے درمیان کئی پشتیں گذری ہیں لیکن نصاریٰ میری تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور میرے پاؤں کی خاک کو تبرک سمجھ کر لے جاتے ہیں اور تمہارا یہ حال ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نواسے کو قتل کیا ہے حالانکہ وہ تمہارے پیغمبرؐ سے صرف ایک ماں کا فاصلہ رکھتا ہے۔ تمہارا یہ مذہب کیا ہے؟ پھر اس نے کہا اے یزید تو نے کلیسائے حافر کا حال سنا ہے؟ اس نے کہا بیان کر ——— نصرانی نے بیان کیا کہ مابین عمان وچین ایک سمندر ہے جس کی مسافت سال بھر کی ہے، وہاں سوائے ایک شہر کے کوئی آبادی وشہر نہیں ہے، یہ شہر وسطِ بحر میں واقع ہے، اس کا طول ہشتاد در ہشتاد فرسخ ہے، ربع مسکون میں کوئی شہر اس سے بڑا نہیں ہے وہاں کافور اور یاقوت پیدا ہوتا ہے اور درخت عود وعنبر کے اُگتے ہیں۔ یہ شہر نصاریٰ کے قبضہ میں ہے، ان کے سوا کسی کو وہاں دخل نہیں ہے، اس شہر میں بہت سے کلیسا ہیں لیکن سب سے بڑا کلیسائے حافر ہے۔ اس کی محراب میں ایک سونے کی قندیل آویزاں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم رکھا ہوا ہے، اس بنا پر وہاں تمام سال تمام نصاریٰ کا اژدھام رہتا ہے۔ خاص وعام اس کی زیارت کے لیے آتے اور اس کو چومتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ یہ حال ہے ان کے گدھے کے سُم کے متعلق جس کے متعلق ان کا گمان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس پر سوار ہوتے تھے، اور تم نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کردیا، خدا تم میں اور تمہارے دین میں برکت نہ دے۔ یزید نے کہا اس نصرانی کو قتل کرو تاکہ یہ مجھے اپنے ملک میں رسوا نہ کرے، نصرانی نے جب یزید کا یہ ارادہ معلوم کیا تو کہا مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ یزید نے کہا ہاں، کہا اے یزید سن لے کہ آج شب کو میں نے تیرے پیغمبرؐ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، اے نصرانی! تم اہلِ جنت سے ہو، پس میں اس کلام سے متعجب ہوا اور اس کا بھید مجھ پر نہ کھلا، اب میں گواہی دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمدؐ پیغمبر برحق ہیں، بعدہٗ دوڑ کے سرِ امام حسین علیہ السّلام کو سینہ سے لگالیا اور بوسے لیتا تھا اور روتا تھا یہاں تک کہ مارا گیا۔

صاحب مناقب نے لکھا ہے اور ابومخنف وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے کہ یزید نے حکم دیا کہ سرِ مبارک قصر کے دروازے پر لٹکایا جائے اور اہلبیتؑ کو گھر میں بلوایا، جب اہلبیتؑ یزید کے گھر میں گئے تو تمام

زنانِ آلِ سفیان رونے لگیں اور حسینؑ پر نوحہ کرتی استقبال کو آئیں اور تمام پُر تکلف لباس وزیور اتار ڈالے اور تین روز ماتم برپا رکھا اور ہند دختر عبداللہ بن عامر زنِ یزید جو پیشتر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں تھی پردوں کو ہٹا کر باہر نکلی اور دربارِ عام میں باہر نکل آئی، اس نے چیخ کر کہا: اے یزید! تو نے سرِ فرزندِ رسولؐ میرے دروازے پر لٹکایا ہے۔ یزید یہ حال دیکھ کر دوڑا اور چادر اس کے سر پر ڈال دی اور کہا: اے ہند تو بیشک نواسۂ رسولؐ و سیّدِ قریش پر گریہ و نوحہ کر، خدا لعنت کرے ابنِ زیاد پر اس نے حسینؑ کے قتل میں عجلت کی۔

سیّد وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت سیّد الساجدین علیہ السلام ایک روز بازارِ دمشق میں جا رہے تھے منہال بن عمر حضرت کو راہ میں ملے، انھوں نے پوچھا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت نے جواب دیا ہمارا وہی حال ہے جو بنی اسرائیل کا تھا، آلِ فرعون میں کہ وہ ان کے مَردوں کو مار ڈالتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اے منہال عرب عجم پر فخر کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ عرب سے تھے اور قریش باقی عرب پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں اور ہم کو جو اہلِ بیتِ محمدؐ ہیں قتل کرتے ہیں اور ہمارا حق چھینتے ہیں اور آوارہ وطن کرتے ہیں۔ پس فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ہ اے منہال ہمارا حال کتنا دردناک ہے، خدا بھلا کرے مہیار کا اُس نے کیا خوب شعر کہا ہے ؎

يُعَظِّمُوْنَ لَهُ اَعْوَادَ مِنْـــبَرِهِ وَتَحْتَ اَرْجُلِهِمْ اَوْلَادُهُ وُضِعُوْا
بِاَيِّ حُكْمٍ بَنُوْهُ يَتْبَعُوْنَكُمْ وَفَخْرُكُمْ اَنَّكُمْ صَحْبٌ لَهُ تَبَعٌ

یعنی، منبر کی سیڑھیوں پر تو یہ لوگ رسول اللہؐ کی تعظیم کرتے ہیں (درود و سلام بھیجتے ہیں) اور اپنے پیروں تلے اُن کی اولاد کو روندتے ہیں، اے اشقیاء کس دلیل سے اولادِ پیغمبرؐ تمھاری متابعت کریں حالانکہ تمھارا سارا فخر و مباہات رسولِ خدا کی صحابیت و تابعیت پر ہے، یہ تو اُن کی آلِ اطہار ہیں۔

سیّد علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ایک دن یزید نے اپنی محفل میں علی ابن الحسین اور عمرو بن حسن علیہم السلام کو طلب کیا۔ اس وقت عمرو کا سنِ شریف گیارہ برس کا تھا۔ یزید نے عمرو سے کہا میرے بیٹے خالد سے کشتی کرو گے، عمرو نے کہا کشتی نہیں البتہ ایک چھری مجھ کو اور ایک اُس کو دیدے، پھر میں اُس سے لڑونگا، یزید نے کہا: شِنْشِنَةٌ اَعْرِفُهَا مِنْ اَخْزَمٍ هَلْ تَلِدُ الْحَيَّةُ اِلَّا الْحَيَّةَ ہ کیوں نہ ہو شیر کا بچہ شیر ہی[1] ہوتا ہے یہ طبیعت تیرے واسطے موروثی ہے۔ اس کے بعد یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا وہ تین مطلب جن کے ایفا کا میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا بیان کریں۔ حضرت نے فرمایا:

---

[1] یہ ترجمہ محاورہ کے اعتبار سے ہے ورنہ حیہ سانپ کو کہتے ہیں۔

اوّل یہ ہے کہ میرے باپ کا سرِ انور مجھ کو دکھلا دے کہ میں زیارت کروں اور حضرت سے وداع ہوں۔ دوسری حاجت یہ ہے کہ جو اسباب ہمارا چھینا گیا ہے واپس کر دے۔ تیسرے یہ کہ اگر میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو کوئی شخص اہلبیت کے واسطے مقرر کر جو ان کو وطن تک پہنچا دے۔ یزید نے کہا آپ کے باپ کا سر ہرگز نہ دکھلاؤں گا لیکن آپ کے قتل سے دست بردار ہوا، اور عورتوں کے لیے کوئی شخص آپ کے سوا نہ ہوگا۔ اور جو اسباب لوٹا گیا ہے میں اس کے عوض سہ چند، چہار چند مال دیدوں گا۔ حضرت نے فرمایا تیرا مال مجھ کو درکار نہیں، میں صرف اپنا سامان چاہتا ہوں، کیونکہ اس میں مقنعہ اور قمیض و پیرہن اور قلادہ اور چرخہ ہماری جدہ ماجدہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کا ہے۔ پس اُس نے حکم دیا اور وہ سب چیزیں آپ کے حوالہ کر دی گئیں، اس کے بعد یزید نے اہلبیتؑ کو مدینۂ منوّرہ روانہ کیا۔

ابن نماؒ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے سرِ انور امام حسین علیہ السّلام کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ عمر بن سعد نے اسے مدینہ میں دفن کر دیا۔ منصور بن جمہور کہتا ہے کہ میں جب خزانۂ یزید میں داخل ہوا تو وہاں میں نے ایک سُرخ رنگ کا صندوق پایا، اُس نے اپنے غلام سے کہا کہ اس کو حفاظت سے رکھو، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی اُمیّہ کا کوئی بڑا خزانہ ہے لیکن جب اس کو کھولا گیا تو اس میں سرِ انور امام حسین علیہ السّلام کا نظر آیا، جس کی ریشِ مبارک میں اثر خضاب تھا۔ یہ دیکھ کر ابن جمہور نے غلام سے ایک کپڑا منگوایا اُس میں لپیٹ کر دمشق میں قریب دروازہ فرادیس متصل تیسرے برج کے جانب مشرق دفن کر دیا۔ اور اہلِ مصر سے ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ حضرت کا سرِ انور مصر میں دفن ہے اور اس مقام کو مشہدِ کریم کہتے ہیں جو زیارت گاہِ خلائق ہے اور قبّہ وہاں کا مُطلّاؔ و مذہبؔ ہے۔ لوگوں کی حاجات بر آتی ہیں جس کی وجہ سے لوگ انواع و اقسام کی نذورات و ہدایہ چڑھاتے ہیں اور یہ یقین جانتے ہیں کہ حضرت کا سرِ اقدس یہیں مدفون ہے۔ مؤلف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اصح اقوال یہ ہے کہ حضرت کا سرِ اقدس شہروں میں پھرائے جانے کے بعد کربلا لایا گیا اور بدن کے ساتھ خاک میں سونپا گیا۔ سیّد علیہ الرحمہ نے سرِ مبارک کے احوال میں لکھا ہے کہ سرِ اطہر کربلا لایا گیا اور جسمِ انور کے ساتھ مدفون ہوا۔ شیعیانِ اہلبیتؑ کا عمل اسی پر ہے اور سوائے احادیثِ مذکورہ کے اور اخبار بھی وارد ہوئی ہیں جو بوجہِ طوالت ترک کی گئیں۔

صاحبِ مناقب نے لکھا ہے کہ حافظ ابوالعلا نے ذکر کیا ہے کہ یزید نے سرِ حسین علیہ السّلام غلامانِ بنی ہاشم و ابوسفیان کے غلاموں کے ہمراہ مدینۂ منوّرہ بھیجا اور اہلبیتِ کرام کو زاد و راحلہ و سامان

سرِ انور کے متعلق روایات

۱؎ سنہری ہے۔

سفر دے کر رخصت کیا اور جو امور کہ حضرت کے مدینہ سے تعلق رکھتے تھے اُن کے اجرا کا حکم دیا۔ سر انور کو عمر بن سعد عاملِ مدینہ کے پاس بھجوایا، اس نے کہا، کاش! یزید میرے پاس نہ بھیجتا، اور حکم دیا کہ بقیع میں قبرِ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے نزدیک دفن کیا جائے۔ اور بعض علما نے روایت کی ہے کہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر لطف و مہربانی فرماتے ہیں۔ جب بیدار ہو حسن بصری کو طلب کیا اور خواب کی تعبیر پوچھی۔ حسن بصری نے کہا، ایسا معلوم ہوتا ہے تو نے اہلبیتؑ رسولؐ کے ساتھ نیکی کی ہے، اُس نے کہا میں نے سرِ امام حسین علیہ السّلام خزانۂ یزید میں پایا تھا، میں نے اس کو دیبا کی پانچ چادروں میں لپیٹا اور اپنے اصحاب کے ہمراہ اس پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔ حسن بصری نے کہا پیغمبرؐ تجھ سے اس امر کی وجہ سے راضی ہوئے۔ یہ سنکر سلیمان نے حسن بصری کو انعام دیا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ سب اقوالِ اہلسنت ہیں۔ ہمارے علما میں مشہور ہے کہ سرِ انور ہمراہ تنِ اطہر مدفون ہے، امام زین العابدین علیہ السلام اپنے ہمراہ لے گئے تھے اور بہت سی روایتیں با ایں مضمون بھی وارد ہوئی ہیں کہ سرِ انور قریب قبر امیر المومنین علیہ السلام مدفون ہے، اور ان احادیث میں سے بعض آئندہ بھی مذکور ہوں گی۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ اور صاحبِ مناقب نے لکھا ہے کہ یزید نے اہلبیتؑ سے پوچھا کہ اگر منظور ہو دمشق میں اقامت کریں۔ لیکن انھوں نے قبول نہ کیا اور کہا ہم کو مدینہ بھجوا دے وہ مقام ہمارے جد رسالتمآبؐ کی ہجرت کا ہے۔ پس یزید نے نعمان بن بشیر کو جو اصحاب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھے، کہا ان کا سامان اور زادِ راہ مہیا کرو اور کوئی شخص امین و صالح اہلِ شام سے مع چند سوار خدمتگاران کے ساتھ کرو۔ بعد ازاں جناب سید السّاجدین علیہ السّلام کو بلوا کر کہا کہ حق تعالیٰ ابنِ مرجانہ پر لعنت کرے۔ اگر حسینؑ سے میرا سامنا ہوتا جو مجھ سے طلب کرتے ضرور دیتا اور تا امکان ان کی موت نہ چاہتا اگرچہ اس میں میرے فرزند مارے جاتے لیکن تقدیر الٰہی میں یہ مقرر ہوا تھا جو میں نے دیکھا، پس جو حاجت آپ کو درپیش ہوا کرے مجھ کو لکھ بھیجا کریں[1] اور اس شامی کو تاکید کر دی کہ سفر میں ان کا خیال رکھا جائے۔ غرض اہلبیت اطہارؑ روانہ ہوئے، جس مقام پر منزل کرتے تھے فرستادگانِ یزید جدا ہو جاتے تھے اور نگہبانی کرتے رہتے تھے اور ان کی خدمت گذاری میں کوئی کمی نہ کرتے تھے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ حارث بن کعب نے فاطمہ دختر علی علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی بہن زینبؑ خاتون سے کہا کہ اس شامی نے ہماری بہت خدمت کی ہے، لہٰذا اس کے ساتھ کچھ سلوک کرنا چاہیئے۔ انھوں نے فرمایا بخدا

[1] سابقہ گزر چکا ہے کہ یہ یزید کی شاطرانہ چال تھی اس میں خلوص کو کوئی دخل نہ تھا۔ جزائری

ہمارا ہاتھ تنگ ہے مگر اپنا زیور دیئے دیتی ہوں. پس میں نے دست بند اور بازو بند اپنی بہن کو بھجوا دیا اور کمی و قلت سے عذر خواہی کی اور کہا، جو خدمتیں تو نے کی ہیں ان میں سے چند خدمتوں کا یہ عوض ہے. شامی نے کہا اگر میں نے بطمع دنیا خدمت کی ہوتی اس سے بھی کم میں میری رضا تھی لیکن میں نے خالصاً لوجہ اللہ و نظر بقرابتِ رسولؐ آپ کی خدمت کی ہے۔

سید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب اہلبیتؑ کرام شام محنت انجام سے روانہ عراق ہوئے، اثنائے راہ میں امیرِ قافلہ سے درخواست کی کہ ہم کو کربلا کی راہ سے لے چل، جس وقت کہ مقتلِ سید الشہداءؑ میں پہنچے اتفاقاً اُس مقام میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ مع ایک جماعت بنی ہاشم اور سادات کے زیارتِ قبرِ حسین علیہ السلام کیلئے آئے ہوئے تھے، اتنے میں قافلۂ اہلبیتِ اطہارؑ وارد ہوا، پس سب نے گریہ کناں اور سینہ زناں ملاقات کی اور نوحہ ہائے جانکاہ اور گریہ ہائے دلسوز کئے اور کئی روز یہی حال دشتِ نینوا میں شور رستخیز برپا رہا اور اطراف کی عورتیں جمع ہوئیں اور شریکِ نالہ و زاری رہیں۔ ابوحباب کلبی نے گچکاروں سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں جب ہم صحرائے کربلا میں وقتِ شب نزدیک مقتل حسین علیہ السلام آتے تھے تو جنوں کے نوحہ کی آواز کان میں آتی تھی، وہ نوحہ یہ تھا۔ ؎

مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِیْنَہٗ فَلَہٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ ۔۔۔ اَبَوَاہُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ جَدُّہٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ

یعنی: پیغمبرِ خداؐ حسینؑ کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے تھے، رخسارۂ حسینؑ پر نور عیاں ہے۔ ان کے پدر و مادر بزرگوار سادات قریش سے ہیں اور اُن کے جد بہترین اجداد ہیں۔

الغرض اس کے بعد اہلبیت علیہم السلام کربلا سے عازم مدینۂ منورہ ہوئے، بشیر بن جذلم کہتا ہے کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک مقام پر نزولِ اجلال فرمایا اور اسباب اتروایا اور خیمہ بپا کیا اور حرم محترم خیموں میں اُترے، امامؑ نے مجھ سے فرمایا اے بشیر رَحِمَ اللّٰہُ اَبَاکَ یعنی خدا رحمت کرے تیرے باپ پر وہ شعر گوئی میں مہارت رکھتا تھا، تو بھی شعر کہتا ہے؟ میں نے عرض کیا، یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی شعر کہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مدینہ میں جا کے ایک مرثیہ میرے پدرِ بزرگوار کی شان میں انشا کر۔ بشیر کہتا ہے میں نے گھوڑے کو مہمیز کیا اور داخلِ مدینہ ہوا، جب متصلِ مسجدِ رسولؐ پہنچا تو میں نے صدائے نالہ و فریاد بلند کی اور دو شعر بایں مضمون پڑھے۔ ؎

یَا اَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ بِھَا ۔۔۔ قُتِلَ الْحُسَیْنُ فَاَدْمُعِیْ مِدْرَارٗ

اَلْجِسْمُ مِنْہُ بِکَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ ۔۔۔ وَالرَّاْسُ مِنْہُ عَلَی الْقَنَاۃِ یُدَارٗ

اے اہلِ مدینہ اب مدینہ رہنے کے قابل نہ رہا، حسینؑ مارے گئے اس مصیبت سے سیلابِ اشک میری آنکھوں سے

ابو حباب کلبی سے روایت وورود

رواں ہے جسمِ مطہر اُن حضرات کا خاک و خون میں پڑا تھا اور سرِ مبارک نیزہ پر شہر بشہر پھرایا جاتا تھا۔ پھر میں نے کہا کہ اُن کے فرزندِ ارجمند علی بن الحسینؑ اپنی پھپھیوں اور بہنوں کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں اور میں اُن کا بھیجا ہوا ہوں۔ بشیر کہتا ہے۔ پردگیانِ عصمت سے کوئی مخدّرہ باقی نہ رہی جو میری آواز سنکر با موہائے پریشاں و نوحہ کناں سر و سینہ پیٹتی ہوئی گھر سے باہر نہ نکل آئی ہو، اور کبھی ایسا رونا مدینہ میں نہ ہوا تھا، اور کوئی روز مسلمانوں پر اُس دن سے زیادہ تلخ و دشوار نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی امام حسینؑ پر یہ نوحہ پڑھ رہی تھی:" ایک خبر دینے والے نے ہمارے آقا کی وفات کی خبر ہم کو دی اور مجھ کو درد میں مبتلا کیا اور بیمار کر دیا۔ پس لے میری دونوں آنکھوں مصیبتِ فرزندِ رسولؐ اور جگر گوشۂ بتولؑ پر سیلِ اشک رواں کر دو، کیونکہ ان کی شہادت نے عرشِ الٰہی میں زلزلہ ڈال دیا اور بزرگی و دین کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ پھر اس لڑکی نے مجھ سے کہا کہ اے شخص تو نے ہمارے داغوں کو تازہ کر دیا اور ہمارے زخموں پر نمک چھڑکا، رحمتِ خدا تجھ پر، تو کون ہے؟ میں نے کہا میں بشیر بن جذلم ہوں، امام زین العابدین علیہ السّلام نے مجھے بھیجا ہے اور وہ حضرتؑ ہمراہ اہلِ بیتؑ یہاں سے قریب فلاں مقام پر اُترے ہیں، یہ سنتے ہی عورتوں نے مجھ کو وہیں چھوڑا اور دوڑتی ہوئی جانبِ اہلبیتؑ روانہ ہوئیں اور میں اُن کے پیچھے گھوڑا دوڑائے جاتا تھا، جب خیمہ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آدمیوں کا اتنا ہجوم و اژدحام ہے کہ راہ نہیں ملتی، میں گھوڑے سے اُترا اور صفیں کاٹتا ہوا بدقّتِ تمام درِ خیمہ تک پہنچا، امام زین العابدین علیہ السّلام خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ آپکے دستِ مبارک میں ایک رومال تھا جس سے آنسو پونچھتے جاتے تھے، ایک خادم نے حضرتؑ کے پیچھے کرسی رکھی، اس پر حضرت بیٹھ گئے اور کمالِ رقّت سے حضرت ضبط نہ کر سکتے تھے، مرد و زن میں شور و شیون اور صدائے واحسینا بلند تھی، ہر طرف سے لوگ پُرسا دیتے تھے۔ اس کے بعد جناب سیّد الساجدینؑ نے سب کو اشارے سے خاموش کیا، جب جوشِ گریہ موقوف ہوا حضرتؑ نے حسبِ ذیل خطبہ شروع کیا۔

خطبۂ حضرت سجادؑ بیرونِ مدینہ

" شکر و سپاس حق تعالیٰ کے لیے سزاوار ہے جو پروردگارِ جہاں اور رحیم و مہربان و مالکِ روزِ جزا اور خالقِ کائنات ہے، وہم و عقل سے اتنا بلند کہ اونچے آسمانوں سے بھی بلند تر اور حضور و شہود کے لحاظ سے اتنا نزدیک کہ سرگوشیوں کو سننے والا، اس کا شکر کرتا ہوں مصیبتوں اور درد و سوزش و مشقت ہائے بزرگ اور رنجہائے شاق پر، ایہا النّاس! حق تعالیٰ کی حمد ہے کہ اُس نے عظیم الشان مصائب سے ہمارا امتحان لیا، ایسے مصائب جن سے اسلام میں رخنہ پڑ گیا۔ حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ مع عترتِ اطہار مارے گئے اور سرِ اقدس ان حضرت کا نیزہ پر شہر بشہر پھرایا گیا۔ ان کے اہلِ حرم کو اسیر کیا گیا، کوئی

مصیبت اس مصیبتِ عظمیٰ کو نہیں پہنچتی ۔ ایہا النّاس! کون شخص تم میں سے بعد قتلِ حسینؑ خوش ہوگا اور کون آنکھ آنسو بہانے میں قصور و بخل کرے گی۔ ہفت طبقہ آسمان گریہ کناں ہیں اور دریا جوش زن ہیں اور اطرافِ زمین کو تزلزل ہے اور اشجار پراگندہ ہیں اور مچھلیاں دریا میں متلاطم ہیں اور ملائکہ مقربین میں نالہ و شیون برپا ہے اور جمیع اہلِ آسمان مشغولِ گریہ و بکا ہیں۔ ایہا النّاس! کونسا دل ہے جو قتل حسین علیہ السّلام سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوا، اور کونسا جگر ہے جو اس غم میں بیقرار نہیں اور کون گوش شنوا ایسا ہے جو اس رخنۂ اسلام کو سُن سکتا ہے۔ ایہا النّاس! ہم اولادِ رسولؐ آوارہ و بے وطن دیار بدیار کوچہ و بازار میں پھرائے گئے جس طرح اسیرانِ ترک و کابل پھرائے جاتے ہیں، گویا ہم ذرّیت و آلِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے نہ تھے، حالانکہ کوئی گناہ ہم سے سرزد نہ ہوا تھا، اور کوئی رخنہ اسلام میں ہم سے نہ ہوا تھا، اس طرح کا حادثہ سلف میں ہم نے نہیں سنا تھا۔ یہ بدعت تازہ ہے، واللہ کہ اگر پیغمبرِ خدا ان کو ہمارے قتل اور قطعِ نسل کا حکم دیتے جس طرح کہ حضرت نے ہماری اطاعت کی وصیّت کی تھی۔ تب وہ اس ظلم کے زیادتی نہ کرتے جو ہم پر روا رکھا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ صد افسوس! اس مصیبتِ عظیم پر ہم ان مصائب کا اجر جنابِ احدیت سے چاہتے ہیں۔ وہ منتقمِ قوی و غالب ہے۔ اس اثنا میں صوحان بن صعصعہ بن صوحان جو مشلول و زمین گیر تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور عذر اپنا بیان کیا۔ امام علیہ السلام نے اس کا عذر قبول کیا اور خوش ہو کر فرمایا "خدا تیرے باپ پر رحم کرے"۔

بیانِ کثرتِ گریہ و زاری

سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام فراقِ والدِ بزرگوار میں چالیس برس روتے رہے اور ہر روز روزہ رکھتے تھے، اور شب کو احیاء کرتے تھے اور وقتِ افطار جب غلام آب و طعام سامنے لاتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ تناول فرمائیے، حضرت فرماتے تھے قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَائِعًا۔ قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَطْشَانًا فرزندِ رسولِ خدا بھوکا و گرسنہ مارا گیا۔ فرزندِ رسولِ خدا تشنہ لب شہید ہوا۔ یہی مکرر فرماتے تھے اور روتے تھے۔ یہاں تک کہ قطراتِ اشک سے آب و طعام ممزوج ہو جاتا تھا اور اسی حالت سے حضرت نے تا وفات بسر کی۔

غلام حضرت سیّد السّاجدینؑ سے منقول ہے، وہ کہتا ہے، ایک روز میرے آقا جانبِ صحرا تشریف لئے جاتے تھے، اور میں حضرت کے پیچھے تھا، اس دشت میں حضرت نے ایک پتھر پر سجدہ کیا اور گریہ و زاری کی اور ہزار مرتبہ فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَعَبُّدًا وَّ رِقًّا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِیْمَانًا وَّ صِدْقًا ہ اس کے بعد سرِ مبارک اٹھایا، محاسنِ شریف آنسوؤں سے تر تھے، میں نے عرض کیا، اے آقا! گریہ آپ کا ابھی کم نہیں ہوا، فرمانے لگے وائے ہو تجھ پر حضرت یعقوبؑ خود پیغمبر تھے اور پیغمبر کے

فرزند تھے ان کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے صرف ایک بیٹے کو خدا نے غائب کر دیا، پس ان کا حال غم و الم سے یہ ہوا کہ بال سر کے سفید اور کمر خمیدہ ہو گئی اور بصارت جاتی رہی باوصفیکہ ان کا فرزند دنیا میں زندہ موجود تھا، اور میرے باپ، بھائی اور سترہ اعزا و اقربا میری آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے اور خاک و خون میں غلطاں پڑے رہے، میرا غم و الم کس طرح کم ہو؟

مصابیح میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن الحسین ؑ سے پوچھا کہ جناب سفر شام میں کس چیز پر سوار تھے؟ فرمایا: شتر بے کجاوہ پر اور سر امام حسین علیہ السلام ایک نیزہ پر تھا اور عورتیں ہمارے پیچھے ایسے برہنہ اونٹوں پر سوار تھیں جن پر کجاوہ و محمل نہ تھی اور ستمگر نیزے ہاتھوں میں لئے ہمارے گرداگرد تھے۔ جب ہم میں سے کوئی روتا تھا اشقیا نیزے مارتے تھے، دمشق کے پہنچنے تک یہ حال رہا، جب داخلِ دمشق ہوئے، ایک شامی نے پکار کر کہا: اے اہلِ شام! یہ اہلبیت ملعون ہیں۔ (معاذ اللہ)

اور ابنِ بابویہ علیہ الرحمہ نے امالی میں ابنِ زیاد کے دربان سے نقل کیا ہے کہ جب سر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا ابنِ زیاد کے پاس آیا تو اُس ملعون نے ایک طشتِ طلا میں اپنے سامنے رکھوایا اور ایک چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی جسے حضرت ؑ کے دندانِ مبارک پر لگاتا تھا اور کہتا تھا: اے ابا عبداللہ! تم کس قدر جلد بوڑھے ہو گئے۔ بعض حاضرینِ مجلس نے کہا کہ اس حرکتِ ناشائستہ سے باز رہ کہ میں نے دیکھا ہے جس جگہ تو لکڑی رکھتا ہے وہاں پر حبیبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) بوسہ لیتے تھے۔ اس ملعون نے کہا آج کا دن روزِ بدر کے بدلے کا دن ہے۔ بعدہٗ حضرتِ سجادؑ کی گردن میں طوق ڈال کر اہلِ حرم کے ہمراہ قید خانہ بھیجا اور میں ان کے ساتھ تھا جس راہ سے یہ لوگ گذرتے تھے، زن و مرد روتے تھے اور اپنے منہ پر طمانچے مارتے تھے تاآنکہ اہلِ بیت ؑ کو محبوس کیا۔ اس کے بعد ابنِ زیاد نے امام زین العابدین علیہ السلام کو مع اہلبیت بلوایا اور سرِ انور امام حسین علیہ السلام کا منگوایا اور اہلبیت ؑ سے خطاب کر کے کہا۔ شکر ہے خدا کا جس نے تم کو ذلیل اور قتل کیا اور تمھاری تکذیب کی۔ زینب خاتون نے جواب دیا۔ شکر ہے خدا کا جس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ذریعہ ہم کو معزز اور مکرم کیا اور پاک و طاہر گردانا، اور ذلیل و رسوا وہ ہوتا ہے جو فاسق ہو اور جھوٹا اور دروغ گو وہ ہے جو فاجر ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا: زینب ؑ! تم نے دیکھا کہ حق تعالیٰ نے تمھارے ساتھ کیا کیا؟ حضرت زینب ؑ نے جواب دیا: جن کے لئے قتل مقدر ہوا تھا وہ اپنے مشاہد اور قتل گاہ میں پہنچے اور حق تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو اور ان کو جمع کرے گا اُس وقت یہ مقدمہ فیصل ہو گا۔ یہ سنکر وہ لعین غضب میں آیا اور حضرت زینب ؑ کے قتل کا ارادہ کیا۔ عمرو بن حریث نے منع کیا۔ پھر حضرتِ زینب ؑ نے فرمایا: اے پسرِ زیاد! جو کچھ تو نے کیا

کیا یہ کافی نہیں ہے کہ ہمارے مردوں کو قتل کیا اور بنیاد ہماری مٹا دی اور تعظیم ہماری ضائع کی اور ہمارے بچوں اور عورتوں کو قید کیا، اگر یہ تیرے لئے موجبِ سکون ہے تو نے سکون پایا۔ پھر اُس نے حکم دیا کہ انکو قید خانہ میں لے جاؤ۔ پھر اس نے منادیوں کو تمام شہروں میں بھیجا تاکہ شہادتِ امام حسینؑ کی خبر ہر طرف مشتہر کریں۔ اس کے بعد اہلبیت کو مع سرِ انور جانبِ شام روانہ کیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جس دن اہلبیت اسیر کر کے شام کی طرف روانہ کئے گئے تو لوگوں نے رات بھر جنوں کے نوحہ کرنے کی آواز سنی۔ پھر راوی کہتا ہے جب ہم دمشق پہنچے اور ذریتِ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے پردہ و بے نقاب واردِ شہر ہوئی۔ اہلِ شام کہتے تھے کہ ہم نے ان اسیروں سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا، وہ پوچھتے تھے تم کون ہو؟ اس وقت حضرتِ سکینہ دخترِ حسین علیہ السلام نے جواب دیا۔ ہم اسیرانِ آلِ محمدؐ ہیں۔ اس کے بعد دروازۂ مسجد پر جس جگہ اسیروں کا شمار ہوتا تھا اہلبیت کو ٹھہرایا گیا۔ امام زین العابدین علیہ السّلام ان دنوں جوان تھے، ایک پیر مرد شامی آکر کہنے لگا، شکر ہے کہ خدا نے تم کو ہلاک کیا اور فساد رفع ہوا۔ اسی طرح کلماتِ بے ادبانہ کہتا رہا۔ جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو حضرت نے فرمایا: اے شیخ کیا تو نے قرآن میں اس آیت کو نہیں پڑھا ہے: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ اس نے کہا پڑھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جن کی دوستی کو اجرِ رسالت ٹھہرایا ہے وہ ہم ہی ہیں۔ پھر فرمایا: یہ آیت تو نے پڑھی ہے: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ، کہا پڑھی ہے۔ حضرت نے کہا، خدا نے جن کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہ ہم ہیں۔ پھر فرمایا: تو نے یہ آیت پڑھی ہے: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔ اس نے کہا ہاں پڑھی ہے، حضرت نے فرمایا جن اشخاص کی پاکیزگی کی گواہی خدا نے دی ہے وہ ہم ہیں۔ یہ سنکر شامی نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھایا، تین بار کہا بارِ الہٰا میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور کہا خداوندا! میں دشمنان اور قاتلانِ امام حسین علیہ السلام سے بیزاری کرتا ہوں۔ میں نے قرآن پڑھا تھا، اور اب تک ان باتوں سے مطلع نہ تھا۔

ازاں بعد اہلبیت کو دربارِ یزید میں لے گئے اور آوازِ گریہ و شیون خانۂ یزید سے بلند ہوئی، اور یزید کی سب عورتیں اور معاویہ کی بیٹیاں روتی اور ماتم کرتی تھیں، ادھر سرِ مبارک امام حسین علیہ السّلام یزید کے سامنے رکھا گیا۔ حضرت سکینہ نے یزید سے فرمایا، بخدا میں نے تجھ سے زیادہ کسی کو سنگ دل اور کافر اور شریر و ظالم نہیں پایا۔

کتابِ اَمالی شیخ ابن بابویہ علیہ الرحمہ میں مذکور ہے کہ قاسم نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ جب سرِ انور امام حسین علیہ السلام مجلسِ ابنِ زیاد میں آیا، میں وہاں موجود تھا، پس وہ ملعون چھڑی حضرت

حضرت کے دندانِ مبارک پر لگاتا اور کہتا تھا کہ کیا اچھے ان کے دانت ہیں۔ زید بن ارقم نے اس وقت کہا چھڑی اٹھالے کہ میں نے پیغمبرِ خدا کو دیکھا ہے اس مقام کے بوسے لیتے تھے۔ اس ملعون نے کہا تو بڈھا خرف ہے۔ پس زید اُٹھ کھڑے ہوئے اور دامن کشاں چلے گئے۔ اس کے بعد اہلبیت علیہم السّلام کو اس کے سامنے لائے۔ اُس ملعون نے حکم دیا کہ امام زین العابدینؑ کو قتل کریں۔ پس حضرت نے فرمایا اگر تجھ کو ان مستورات سے قرابت ہو تو کسی کو ان کے ساتھ کر تاکہ ان کو پہنچا دے، اس وقت شقی منفعل ہو کر کہنے لگا تمہیں ان کو پہنچا دوگے۔ پس حق تعالیٰ نے قتل سے حضرت کو محفوظ رکھا۔ راوی کہتا ہے کہ کوئی امر شنیع تر اس سے میں نے نہیں دیکھا کہ سرِ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام اس شقی کے سامنے رکھا تھا، اور وہ چھڑی لگاتا تھا۔ ایضاً کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ زید بن ارقم اس روز ابن زیاد کے پاس سے یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ میں نے پیغمبرِ خدا سے سنا ہے، فرماتے تھے خداوندا میں نے حسینؑ کو تجھے اور تیرے نیک بندوں کو سونپا۔ پس تم نے امانتِ رسولؐ کی کیسی محافظت کی۔

تفسیرِ قمی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے، فرماتے ہیں جس وقت امام زین العابدین علیہ السّلام کو مجلسِ یزید میں لائے تو اُس نے حضرت کی طرف نگاہ کی اور کہا مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ یعنی جو مصیبت کہ تم کو پہنچی ہے پس بسبب ان افعال کے ہے جو تمہارے ہاتھوں سے ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ آیہ ہماری شان میں نہیں ہے۔ ہمارے حق میں یوں وارد ہوا ہے کہ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۚ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ۔ یعنی کوئی مصیبت زمین میں اور تمہارے نفوس میں نہیں پہنچتی مگر یہ کہ قبل از ظہور وہ کتاب میں مسطور ہے اور یہ امر خدا پر آسان ہے تاکہ جو تم سے چلا جائے اس پر محزون و ملول نہ ہو اور جو تم کو ملے اُس پر شاد و خرم نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا پس ہم ہیں کہ امور فوت شدہ پر غمگین نہیں ہوتے اور جو چیز کہ ہم کو حاصل ہوتی ہے اُس سے شاد نہیں ہوتے۔

کتاب قرب الاسناد میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب سرِ انور امام حسینؑ کا مع اہلبیتؑ طاہرین داخل دربارِ یزید ہوا، اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مسلسل بزنجیر و طوق تھے، اس وقت یزید کہنے لگا اے علی ابن الحسینؑ شکر ہے کہ خدا نے تمہارے باپ کو قتل کیا۔ حضرت نے فرمایا لعنت خدا کی اُس شقی پر جس نے میرے باپ کو قتل کیا۔ یہ سنکر وہ شقی غضبناک ہوا اور آنحضرتؑ کے قتل کا حکم دیا۔ پس امام علیہ السلام نے فرمایا، اگر تو مجھے قتل کرتا ہے پس کون ہے جو دختران رسول اللہؐ کو وطن پہنچائے گا، سوا میرے کوئی ان کا محرم نہیں ہے۔ وہ شقی کہنے لگا تمہیں پہنچاؤ گے۔ پھر ایک سوہان منگا کر اپنے ہاتھوں سے

طوق کاٹا اور کہا، تم جانتے ہو کس لیے میں نے اپنے ہاتھ سے تمھارے طوق کو قطع کیا، حضرت نے فرمایا ہاں اس لئے کہ سوا تیرے کسی کی منت میری گردن پر نہ ہو، کہنے لگا بخدا یہی مقصود تھا، پھر اس شقی نے اس آیت کو پڑھا: اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ حضرت نے فرمایا یہ آیت ہماری شان میں نہیں ہے آپ نے دوسری آیت تلاوت کی اور فرمایا ہم وہ لوگ ہیں جو قضائے الٰہی پر راضی ہیں اور امورِ فوت شدہ پر غم نہیں کرتے اور جو دنیا سے حاصل ہوتا ہے اُس پر خوش نہیں ہوتے۔

کتاب رجال کشی میں مذکور ہے کہ راوی کہتا ہے کہ میں خدمتِ بابرکت امام رضا علیہ السّلام میں حاضر تھا، اتنے میں علی بن حمزہ و ابنِ سراج و ابنِ مکاری حضرت کی خدمت میں آئے۔ علی مذکور نے اِس گفتگو کے بعد جو بابِ امامت میں حضرت سے واقع ہوئی، عرض کیا ہم نے آپ کے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ تجہیز و تکفین امام کی امام ہی کرتا ہے (لہٰذا آپ نے بغداد کے قید خانہ میں اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کیونکر کی) حضرت نے فرمایا بتلاؤ کہ حسین ابن علی امام تھے یا نہ تھے؟ کہا امام تھے، حضرت نے پوچھا پس ان کی تجہیز کس نے کی۔ کہا امام زین العابدین علیہ السّلام نے۔ حضرت نے فرمایا وہ تو ابنِ زیاد کی قید میں تھے۔ اس نے کہا قید سے تشریف لائے، اور کسی کو خبر نہ ہوئی اور بعد تجہیز پھر گئے۔ حضرت نے فرمایا پس جیسا کہ امام زین العابدین علیہ السّلام سے یہ امر ہوا کہ کربلا میں تشریف لائے اور اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کی۔ اسی طرح صاحب الامر علیہ السلام سے بھی ممکن ہے کہ بغداد میں آئیں اور اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کریں۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ پوری حدیث باب الرد علی واقفیہ میں مذکور ہے۔

کتاب کافی میں عبداللہ ازدی سے مروی ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام جب اشقیاء نے قصد کیا کہ نعشِ مطہر پر گھوڑے دوڑائیں اور بدنِ نازنین سبطِ سید المرسلینؐ کو پامالِ سُمِ اسپاں کریں۔ اس وقت فضہ نے خدمتِ حضرتِ زینبؑ میں عرض کیا اے سیدہ سفینہ غلام آزاد کردہ جناب رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کشتی جب دریا میں ٹوٹ گئی اور وہ ایک جزیرہ میں پہنچا، اتفاقاً وہاں ایک شیر دیکھا، اس نے شیر سے خطاب کر کے کہا، میں آزاد کردہ رسولِ خدا ہوں، اس شیر نے جونہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک سنا تو وہ سفینہ کے آگے ہمہمہ کرتا ہوا چلا اور اس کو راہ بتلا دی اور خود ایک طرف بیٹھ گیا، مجھ کو بھی اجازت دیجئے کہ شیر کے پاس جاؤں اور اس کو مطلع کروں کہ فرزند رسولؐ کا لاشہ یہ ملعون پامال کرنے والے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ یہ کہہ کر فضہ شیر کے پاس گئیں اور کہا یا ابا الحارث! یہ سنکر شیر نے سر اٹھایا۔ فضہ نے کہا تو جانتا ہے کہ یہ لوگ جسدِ اطہر امام حسینؑ کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ آپ کی لاش کو گھوڑوں سے پامال کریں گے۔ راوی کہتا ہے شیر یہ بات سنکر چلا، یہاں تک کہ قریب نعشِ اطہر کے پہنچا اور اپنے ہاتھ لاشہ پر

رکھے، جس وقت وہ اشرار قریب نعش سید الشہدا گئے اور شیر کو اس حال سے دیکھا، عمر سعد نے کہا یہ فتنہ ہے اس کو برانگیختہ نہ کرو اور پھر چلو اس وقت سب بھر گئے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حدیث سفینہ چند سند سے باب معجزات نبیؐ میں مذکور ہوئی ہے۔

کتابِ مذکور میں مصقلہ سے مروی ہے، وہ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے، حضرت کی ایک زوجہ جو قوم بنی کلب سے تھیں عزا اور ماتم میں مصروف ہوئیں اور ان کے ساتھ اور عورتیں و خادم شور و شیون اور نوحہ کرنے لگیں اور اس قدر روئیں کہ آنکھیں خشک ہوگئیں اور اشک باقی نہ رہے لیکن ایک کنیز روتی تھی اور مسلسل اشک اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔ اس خاتون نے کنیز کو طلب کیا اور پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ تیرے آنسو موقوف نہیں ہوئے اور ہماری آنکھیں خشک ہوگئیں۔ اس نے کہا میں نے تھوڑے سے ستو کھائے اس سبب سے میرے آنسو جاری ہیں۔ انھوں نے کہا تھوڑا کھانا اور ستو تیار کر، پس خود کچھ کھایا پیا اور فرمایا کہ مطلوب یہ ہے کہ کھانے سے رونے کی قوت میں اضافہ ہو۔

روایت ہے کہ جب ہنگام سرِ انور امام حسین علیہ السلام جانب شام بے گئے، اثنائے راہ میں بوقتِ شام ایک یہودی کے گھر قیام کیا، جب اشقیاء شراب پی کر مست ہوئے تو انھوں نے بیان کیا کہ ہمارے پاس امام حسینؑ کا سر ہے، اس یہودی نے کہا مجھ کو دکھلاؤ۔ انھوں نے صندوق کھولا، یکایک ایک نور سرِ مطہر سے آسمان کی جانب بلند ہوا، یہودی یہ دیکھ کر حیران و متعجب ہوا، اور اس نے سرِ مبارک کو طلب کیا اور اس سے خطاب کر کے کہا۔ اے حسینؑ! اپنے جدِ امجد سے میری شفاعت کیجیے گا۔ سرِ امام حسین علیہ السّلام سے آواز آئی کہ میری شفاعت صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ پھر اس یہودی نے اپنے عزیز و اقربا، کو جمع کیا اور سرِ مبارک ایک طشت میں رکھا اور گلاب و کافور و مشک و عنبر اس پر چھڑکا اور اپنی اولاد و اقربا، سے کہا کہ یہ سر دختر زادۂ محمد کا ہے، اور کہتا تھا افسوس! نہ تو میں نے تیرے جدِ امجد محمدؐ کو پایا، نہ تجھ کو زندہ پایا تا کہ تیرے سامنے اسلام لاتا اور تیرے آگے مقاتلہ اور جہاد کرتا، اگر میں مسلمان ہوں تو روزِ قیامت میری شفاعت کرنا، پس قدرتِ الٰہی سے سرِ فرزند رسالت پناہی بزبانِ فصیح گویا ہوا اور تین مرتبہ کہا، اگر تو مسلمان ہوجائے تو میں تیرا شفیع ہوں۔ اور خاموش ہوگیا۔ پس وہ یہودی مع اقربا، اسلام سے مشرف ہوا۔ لکھا ہے کہ یہ یہودی راہب مقام قنسرین میں تھا جو برکت سرِ مبارک امام حسین علیہ السلام سے مشرف باسلام ہوا، اور اس کا ذکر اشعار میں بھی آیا ہے اور جوہری جرجانی نے مرثیۂ امام حسینؑ میں ذکر کیا ہے۔

کتابِ کامل الزیارت میں حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو ہم لوگوں نے مدینہ میں ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا تھا کہ آج اس اُمت

فرس میں بزرگی کا ارشاد

پر ایک بلا نازل ہوئی ہے کہ اس کے بعد کبھی یہ لوگ خوشی نہ دیکھیں گے یہاں تک کہ قائم آلِ محمد ظاہر ہوں اور اپنے اعداء سے انتقام لیں، اہلِ مدینہ اس آواز کے سننے سے خائف و ہراساں ہوئے اور کہا یقیناً کوئی حادثہ دنیا میں حادث ہوا ہے جو ہم کو معلوم نہیں ہے۔ جب خبرِ شہادت سیدالشہداء اُن کو پہنچی حساب کیا تو معلوم ہوا جس شب کہ یہ آواز سنی تھی وہ شبِ شہادت تھی، اور اسی دن کو امام تشنہ کام شہید ہوئے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کب تک حضرت اور ہم لوگ اس خوف و مصیبت میں مبتلا رہیں گے؟ فرمایا کہ اس وقت تک کہ ستر فرزند ایک باپ کے ہلاک ہوں گے اور وقت ستر کا پہنچے۔ اس وقت بہت سی علامتیں پے درپے ظاہر ہوں گی، جو شخص اس زمانے کو پائے گا اس کی آنکھ خنک ہوگی۔ پس جب وقت امامِ مظلوم کو شہید کیا تو ایک شخص آیا اور اُس نے لشکر کے درمیان ایک نعرہ مارا، لوگوں نے اس کو منع کیا اس نے کہا میں کس طرح چُپ رہوں، مَیں اپنی آنکھوں سے پیغمبرِ خدا کو دیکھ رہا ہوں، آپ کبھی زمین کو دیکھتے ہیں اور کبھی تمھارے جنگ وجدال پر نظر کرتے ہیں۔ بس میں اپنے اوپر خوف کرتا ہوں کہ مبادا اہلِ زمین پر نفرین کریں اور میں بھی تمھارے ہمراہ ہلاک ہو جاؤں۔ یہ سنکر کچھ لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص دیوانہ ہے اور کچھ تشنبہ ہو گئے اور انھوں نے کہا ہم نے غضب کیا کہ سیدِ جوانانِ جناں کو پسرِ سمیہ کے واسطے قتل کر ڈالا۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا فدا ہو میری جان آپ پر وہ شخص کون تھا؟ حضرت نے فرمایا وہ جبرئیل تھا، اور اگر خدا کا اذن ملتا تو وہ ایسا نعرہ مارتے کہ ان اشقیاء کی نجس روحیں فوراً واصلِ جہنم ہو جاتیں، لیکن ان کو مہلت ملی ہے کہ گناہ زیادہ کریں اور ان کے لئے عقاب وعذاب مہیا ہے۔ میں نے عرض کیا میری جان قربان ہو کیا فرماتے ہیں آپ اُس شخص کے حق میں جو زیارتِ حسین علیہ السلام کی استطاعت رکھتا ہو اور نہ کرے۔ حضرت نے فرمایا، اُس شخص نے پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ہم کو آزردہ کیا اور حقیر و خفیف جانا، اور جو شخص کہ زیارت حضرتؑ کی کرے حق تعالیٰ اس کے حوائج کا کفیل ہوتا ہے اور اُس کے مطالبِ مہماتِ دنیوی برلاتا ہے اور اس کو روزی عطا کرتا ہے۔ جو کچھ زیارت میں خرچ ہوتا ہے اس کا عوض عنایت کرتا ہے اور پچاس برس کے گناہ عفو فرماتا ہے۔ پس جب وقت مراجعت کرے گا کوئی گناہ نامۂ اعمال میں باقی نہ رہے گا جو بخشا نہ جائے اور اگر سفر میں اس کو سفرِ آخرت نصیب ہوتا ہے تو اس پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُس کی قبر میں دروازے بہشت اس کے لئے کھولتے ہیں اور تاقیامت روح اس کی مسرور رہتی ہے اور اگر صحیح وسالم رہے تو اُس کے لئے دروازہ رزق کا کھولا جاتا ہے، اور ہر درہم کے بدلے جو اس نے سفرِ زیارت میں خرچ کیا ہزار درہم مقرر کئے جاتے ہیں اور حق تعالیٰ نے تیری

طرف نگاہِ مرحمت کی ہے اور اس کو تیرے واسطے ذخیرہ کیا ہے اور حق تعالیٰ کا شکر ہے۔

کتابِ مناقب میں مذکور ہے کہ کتابِ احمر میں اوزعی سے نقل کیا ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام شام میں یزید کے پاس گئے اس ملعون نے ایک خطیب کو حکم دیا کہ اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر جا اور اس کے آباؤ اجداد کے افعال و کردارِ ناشائستہ اور جو نافرمانی و سرکشی کہ انھوں نے ہمارے ساتھ کی ہے بیان کر، خطیب یہ سنکر منبر پر گیا اور اس نے کوئی بدی و عیب باقی نہ رکھا جو (معاذ اللہ) اہلبیتؑ کے لئے بیان نہ کیا ہو، جب خطیب منبر سے اترا اس وقت امام زین العابدین علیہ السلام کھڑے ہوئے، پہلے تعریف و ثنائے خداوندِ عالم بیان کی پھر درود و سلام رسولِ خدا پر بھیجا۔ پھر فرمایا مَعَاشِرَ النَّاسِ مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِي فَانَا اُعَرِّفُهُ نَفْسِي۔ لوگو! جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا اُسے میں اپنے کو پہچنوائے دیتا ہوں۔ اَنَا ابْنُ مَكَّةَ وَمِنٰى میں مکہ و منیٰ کا فرزند ہوں، اَنَا ابْنُ الْمَرْوَةِ وَالصَّفَا، میں مروہ و صفا کا فرزند ہوں۔ اَنَا ابْنُ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰى میں محمد مصطفیٰ کا فرزند ہوں۔ اَنَا ابْنُ مَنْ لَا يَخْفٰى میں اُس کا فرزند ہوں جو پوشیدہ نہیں ہے۔ اَنَا ابْنُ مَنْ عَلٰى فَاسْتَعْلٰى فَجَازَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى میں اُس کا فرزند ہوں جو بلند ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ سدرۃ المنتہٰی سے بھی آگے بڑھ گیا۔ وَكَانَ مِنْ رَبِّهٖ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى اور اپنے رب سے اس کا فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم رہ گیا۔ اَنَا ابْنُ مَنْ صَلّٰى بِمَلَائِكَةِ السَّمَاءِ مَثْنٰى مَثْنٰى میں اس کا فرزند ہوں جس کے پیچھے ملائکہ آسمان نے دو دو رکعت نماز پڑھی۔ اَنَا ابْنُ مَنْ اُسْرِيَ بِهٖ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى میں اس کا فرزند ہوں جس کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی جانب لے جایا گیا۔ اَنَا ابْنُ عَلِيِّ نِ الْمُرْتَضٰى میں علی مرتضیٰؑ کی نشانی ہوں۔ اَنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ میں فاطمہ زہراؑ کا لال ہوں۔ اَنَا ابْنُ خَدِيجَةَ الْكُبْرٰى میں خدیجۃ الکبریٰ کی یادگار ہوں۔ اَنَا ابْنُ الْمَقْتُولِ ظُلْمًا میں اُس کا فرزند ہوں جس کو بجور و جفا قتل کر ڈالا گیا اَنَا ابْنُ الْمَجْزُوزِ الرَّاْسِ مِنَ الْقَفَا میں اُس کا فرزند ہوں جس کو پسِ گردن سے ذبح کیا کیا گیا۔ اَنَا ابْنُ الْعَطْشَانِ حَتّٰى قَضٰى میں اُس پیاسے کا فرزند ہوں جس کو آخر دم تک پانی کا قطرہ نہ ملا، اَنَا ابْنُ طَرِيحِ كَرْبَلَا میں اس کا فرزند ہوں جو کربلا کی ریتی پر خاک و خون میں لوٹا اَنَا ابْنُ الْمَسْلُوبِ الْعِمَامَةِ وَالرِّدَا میں اس کا فرزند ہوں جس کا عمامہ و ردا بعد شہادت لوٹ لیا گیا۔ اَنَا ابْنُ مَنْ بَكَتْ عَلَيْهِ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ میں اس کا فرزند ہوں جس پر ملائکہ آسمانی نے گریہ کیا۔ اَنَا ابْنُ مَنْ نَاحَتْ عَلَيْهِ الْجِنُّ فِي الْاَرْضِ وَالطَّيْرُ فِي الْهَوَا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس پر جنوں نے زمین پر، مرغانِ ہوا نے فضا میں نوحہ کیا۔ اَنَا ابْنُ مَنْ رَاْسُهٗ عَلَى السِّنَانِ يُهْدٰى میں اس کا فرزند ہوں جس کا

سر اقدس نیزہ پر رکھ کر تحفہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ اَنَا ابْنُ مَنْ حُرَمُهُ مِنَ الْعِرَاقِ اِلَی الشَّامِ تُسْبیٰ میں اُس کا فرزند ہوں جس کے اہلِ حرم عراق سے شام تک قیدی بنا کر لے جائے گئے (اس کے بعد فرماتے ہیں) اَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ وَلَهُ الْحَمْدُ اِبْتَلَانَا اَهْلَ الْبَیْتِ بِبَلَاءٍ حَسَنٍ حَیْثُ جَعَلَ رَایَةَ الْهُدیٰ وَالْعَدْلِ وَالتُّقیٰ فِیْنَا وَجَعَلَ رَایَةَ الضَّلَالَةِ وَالرَّدیٰ فِیْ غَیْرِنَا۔ اے لوگو! شکر ہے خدا کا کہ اُس نے ہم اہلبیتؑ کا اچھی طرح امتحان لیا، اور ہم کو ہدایت عدل و تقویٰ کا علم عنایت کیا ہے جس طرح ہمارے حریف کو گمراہی و ہلاکت کا نشان دیا ہے۔ فَضَّلَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ بِسِتِّ خِصَالٍ۔ ہم اہلبیت کو اللہ نے چھ خصلتوں سے ممتاز کیا ہے۔ فَضَّلَنَا بِالْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالشُّجَاعَةِ وَالسَّمَاحَةِ وَالْمَحَبَّةِ الْمَحَلَّةِ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ اس نے ہم کو علم و حلم و شجاعت و سخاوت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت و عزتؑ دے کر ہم کو فضیلت دی ہے۔ وَاٰتَانَا مَا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ اور ہم کو وہ کچھ دیا ہے جو ہم سے پیشتر عالمین میں سے کسی کو نہیں دیا فِیْنَا مُخْتَلَفُ الْمَلَائِکَةِ وَتَنْزِیْلُ الْکُتُبِ۔ ہم میں ملائکہ کی آمد و رفت ہے اور ہم میں کتب آسمانی نازل ہوئی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اسی قسم کے کلمات حضرت فرماتے رہے تا اینکہ موذن نے تکبیر کہی، حضرت نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس چیز کی جس کی تو گواہی دیتا ہے، پس موذن نے جس وقت کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حضرتؑ نے فرمایا: اے یزید! محمدؐ میرے جد ہیں یا تیرے؟ اگر اپنا جد جانتا ہے تو جھوٹا ہے اور اگر میرا جد کہتا ہے، پس کیوں تو نے میرے باپ کو قتل کیا اور اُن کے حرم کو قید کیا۔ اس کے بعد لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: ایہا النّاس! تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ اُس کا باپ و دادا پیغمبرِ خدا ہو! پس صدائے گریہ و بکا اہلِ مجلس میں بلند ہوئی۔ اس وقت ایک مرد نے شیعیانِ امامؑ سے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہؐ! کس طرح سے آپ نے بسر کی؟ اور وہ منہال بن عمرو طائی اور بروایت دیگر مکحول صحابیِ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت نے فرمایا: ہم نے اس طرح سے بسر کی جیسے بنی اسرائیل نے آلِ فرعون میں بسر کی تھی کہ وہ ان کے فرزندوں کو ذبح کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ عرب و عجم پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں اور قریش تمام عرب پر فخر و مباہات کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں، اور اولادِ محمدؐ کا یہ حال ہے کہ وہ سب بے یار و مددگار تباہ و برباد ہیں۔ میں اپنے دشمنوں کی کثرت و غلبہ اور اپنی پریشانی و پراگندگی کی اللہ

لے دوسری روایت کی بنا پر چھٹی چیز جو حضرت کے بیان کے مطابق اہلبیتؑ کو عطا کی ہوئی ہے وہ فصاحت ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ (جزائری)

شکایت کرتا ہوں۔

کتاب نسب میں یحییٰ بن حسین سے روایت ہے کہ یزید نے امام زین العابدین علیہ السّلام سے کہا عجب بات ہے کہ آپ کے باپ نے اپنے تمام بیٹوں کا نام علیؑ رکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے باپ کو اپنے پدر بزرگوار سے بحد الفت تھی اس لئے اس نام کو مکرّر رکھا۔ اور کتاب احمر میں مذکور ہے کہ یزید نے جناب زینبؑ سے کہا کچھ کلام کرو۔ اس مخدومہ نے حضرت سجادؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ بات کریں گے، پس حضرتؑ نے یہ شعر پڑھے۔ ؎

لَا تَطْمَعُوْا اَنْ تُهِيْنُوْنَا فَنُكْرِمُكُمْ ۔۔۔ وَاَنْ نَكُفَّ الْاَذٰى عَنْكُمْ تُؤْذُوْنَا

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَا لَا نُحِبُّكُمْ ۔۔۔ وَلَا نَلُوْمُكُمْ اَنْ لَا تُحِبُّوْنَا

یعنی "اے یزید! تو ہم سے اس کی امید نہ رکھ کہ تو تو ہماری توہین میں کوئی کوشش فروگذاشت نہ رکھے اور ہم تیری تعظیم کریں، تو ہم کو ہر طرح کی اذیت دے اور ہم تیرا لحاظ کریں۔ خدا جانتا ہے کہ ہم تجھ کو دوست نہیں رکھتے اور نہ تجھ کو اس پر ملامت کرتے ہیں کہ تو ہم کو کیوں دوست نہیں رکھتا" یزید نے کہا اے لڑکے تو سچ کہتا ہے ولیکن تمہارے باپ اور دادا نے چاہا کہ امارت و ریاست ہم میں رہے۔ شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور خون ان کے بہائے۔ حضرت نے فرمایا: تیرے پیدا ہونے سے پہلے ہمیشہ سے نبوّت و امارت ہمارے باپ اور دادا کے واسطے تھی۔ راوی کہتا ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السّلام نے اپنی قرابت پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یزید پر ظاہر کی، اس وقت یزید نے خادم کو حکم دیا کہ ان کو باغ میں لے جا اور قتل کر اور وہیں دفن کر دے۔ خادم اس مخدوم دوجہاں کو باغ میں لے گیا اور قبر کھودنے میں مشغول ہوا اور جناب سیّد الساجدینؑ نماز میں مشغول ہوئے، جب قبر تیار ہو گئی اور اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو غیب سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور ایک ایسی ضرب لگی کہ منہ کے بل گر پڑا اور ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ پس خالد پسر یزید نے یہ ماجرا دیکھ کر اپنے باپ سے جا کر کہا۔ یزید نے یہ سنکر کہا کہ جلّاد کو وہاں گاڑ دیں اور زین العابدینؑ کو چھوڑ دیں۔ اس وقت امام زین العابدین علیہ السّلام دوبارہ وہاں قید کر دیئے گئے جہاں پر آج کل مسجد ہے۔

کتاب عیون الاخبار الرضا میں فضل سے مروی ہے کہ اس نے کہا، میں نے سنا ہے امام رضا علیہ السّلام فرماتے تھے جب سر انور امام حسین علیہ السّلام کا شام میں یزید کے پاس گیا، شقی نے ... کہ سر انور نیچے رکھ کر اوپر دستر خوان بچھایا اور اس ملعون نے اپنے رفقاء کے ساتھ کھانا کھایا اور شراب پی۔ جب فارغ ہوا تو حکم دیا کہ سر امامؑ کو طشت میں رکھ کر تخت کے نیچے رکھیں اور وہ ملعون خود تخت پر بیٹھا اور

شطرنج کھیلنا شروع کیا، اور امام حسین علیہ السّلام اور ان کے پدرِ بزرگوار اور جدِّ نامدار کا مذاق اڑاتا تھا اور ہنستا تھا اور جب حریف سے بازی جیت لیتا تھا تو تین مرتبہ شراب پیتا تھا اور تلچھٹ اس کا متصل طشت زمین پر پھینکتا تھا۔ جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص ہمارا شیعہ ہو اس کو چاہیئے کہ شراب و شطرنج سے پرہیز کرے، اور جو شخص فقاع و شطرنج دیکھے امام حسینؑ کو یاد کرے اور یزید و آلِ زیاد پر لعنت کرے کہ حق تعالیٰ اس کے گناہوں کو محو فرمائے گا اگرچہ وہ مانند ستارہ ہائے آسمان کے ہوں۔ ایضاً کتاب مذکور میں امام رضا علیہ السّلام سے منقول ہے کہ فقاع اسلام میں پہلے جس شخص کے لئے بنایا گیا وہ یزید ملعون تھا۔ جب اُس کی محفل میں لائے وہ شقی دستر خوان پر بیٹھا ہوا تھا جو امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس پر بچھایا گیا تھا، وہ ملعون خود بھی پیتا تھا، اور اپنے یاروں کو بھی پلاتا تھا اور کہتا تھا پیو کہ یہ شراب مبارک ہے اور اس کی برکت یہ ہے کہ ہم اسے پیتے ہیں اور ہمارے دشمن کا سر ہمارے سامنے ہے اور اُس پر دستر خوان رکھا گیا ہے اور ہم کھانا کھا رہے ہیں اور ہمارے دل مطمئن ہیں۔ پس حضرت نے فرمایا جو شخص ہمارا محب اور شیعہ ہو اُس کو لازم ہے کہ وہ فقاع سے اجتناب کرے، کیونکہ یہ شراب ہمارے اعدا کی ہے۔

بصائر الدرجات میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام یزید کے پاس مع اہلبیتِ اطہارؑ گئے تو اس ملعون نے ان سب کو ایک خرابہ میں اُتارا۔ یہ دیکھ کر اہلبیتؑ اطہار آپس میں کہنے لگے کہ ہم کو اس لئے اس ویرانہ میں قید کیا ہے کہ چھت اس کی ہم پر گر پڑے اور ہم ہلاک ہو جائیں۔ نگہبانوں نے یہ بات سنکر بزبانِ رومی آپس میں کہا کہ دیکھو یہ لوگ گھر کے گرنے کا خوف کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ کل قتل کر دیئے جائیں گے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ کوئی ہم میں سے سوا میرے رومی زبان نہ جانتا تھا۔

کتاب امالی میں ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امام زین العابدینؑ بعد شہادت پدرِ بزرگوار داخل دمشق ہوئے۔ ابراہیم بن طلحہ اپنے سر کو ڈھانپے محمل پر سوار سامنے آیا اور اُس نے حضرت سے کہا، اے علی بتلاؤ! کون غالب آیا؟ حضرتؑ نے فرمایا۔ اگر تجھے منظور ہے کہ معلوم کرے کون غالب ہوا تو بوقتِ نماز اذان و اقامت کہہ اور دیکھ کس کی آواز قیامت تک بلند رہے گی۔

کامل الزیارت میں یزید بن عمرو بن طلحہ سے منقول ہے وہ کہتا ہے میں ایک روز مقام حیرہ میں خدمتِ امام جعفر صادق علیہ السّلام میں حاضر تھا، حضرت نے فرمایا کہ کیا تجھے منظور ہے کہ میں نے جو

وعدہ کیا تھا وفا کروں (یعنی زیارت قبرِ جناب امیر المومنین علیہ السّلام) میں نے کہا: جی ہاں !
پس جناب امام جعفر صادقؑ اور اسماعیل سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا تا اینکہ مقامِ ثوبہ میں جو
درمیان حیرہ و نجف ہے گذرے پس وہ دونوں بزرگوار اُترے اور میں بھی اُترا۔ پس جناب امام جعفر
صادقؑ نے اور اسماعیل نے نماز پڑھی اور میں نے بھی متابعت کی۔ پس حضرت نے اسماعیل سے کہا
اُٹھ اور اپنے جدِ مظلوم امام حسینؑ پر سلام کر، میں نے عرض کیا قربان ہو جان میری، کیا امام حسین علیہ
السّلام کربلا میں نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا: کربلا میں ہیں لیکن ان کا سرِ مبارک جب شام لے گئے تو ہمارے
دوستوں میں سے ایک شخص نے وہ سرِ اقدس چُرا کر پہلوئے حضرت امیر المومنینؑ میں دفن کر دیا۔ ایضاً
کتاب کامل الزیارت میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: جب ابنِ زیاد ملعون نے
سرِ امام حسین علیہ السّلام کو شام بھیجا تو اس کو دوبارہ کوفہ واپس کر دیا گیا۔ ابنِ زیاد نے کہا اس کو کوفہ
سے باہر لے جاؤ تا کہ اہلِ کوفہ اس پر گرویدہ اور مفتون نہ ہوں پس حق تعالیٰ نے اس سرِ مطہر کو نزدیک
امیر المومنینؑ کے پہنچایا پس سرِ اقدس ساتھ جسم اور جسم ساتھ سر کے ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے فقرہ
آخر کے کئی احتمال لکھے ہیں۔ پہلے یہ کہ اگرچہ سرِ اطہر بظاہر وہاں مدفون ہے لیکن کربلا میں بدن کے ساتھ
ملحق ہوا۔ دوسرے یہ کہ سر بدن کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا جیسا کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔
تیسرے یہ کہ جناب امیرؑ کا بدن اس سرِ مطہر کے اپنے بدن کے مثل ہے کیونکہ دونوں ایک ہی نور سے مخلوق
ہوئے ہیں اس سبب سے حضرت نے فرمایا کہ سر ساتھ بدن اور بدن ساتھ سر کے ہے، واللہ اعلم۔ پھر
مصنف نے فرمایا کہ تہذیب و کافی میں دیگر احادیث اس مضمون کے وارد ہوئے ہیں کہ سرِ مبارک امام
حسین علیہ السّلام اپنے والدِ بزرگوار کی قبر کے نزدیک مدفون ہے۔

کتاب کامل الزیارات میں الو زائدہ سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ
السّلام نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو کبھی کبھی میرے پدرِ بزرگوار کی زیارت کو جاتا ہے حالانکہ
تو بادشاہ کے پاس رہتا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ کوئی ہمارے ساتھ دوستی رکھے اور ہماری بزرگی سمجھے
اور ہمارے ان فضائل و حقوق کا اقرار کرے جو اس امت پر واجب ہیں۔ میں نے کہا قسم بخدا میں اس
عمل سے سوائے خوشنودیٔ خدا و رسولؐ کچھ نہیں چاہتا اور کسی کے غصہ و خفگی کی پرواہ نہیں کرتا، اور
جو تکالیف اس کے سبب سے مجھے پہنچتی ہیں مجھ پر دشوار نہیں۔ حضرت نے فرمایا قسم بخدا یونہی ہے۔
میں نے بھی عرض کیا قسم بخدا یونہی ہے۔ حضرت نے بھی اس کلمہ کا تین مرتبہ اعادہ فرمایا، اور میں نے
بھی۔ تب حضرت نے فرمایا تجھ کو بشارت ہو! تجھ کو بشارت ہو!! تجھ کو بشارت ہو!!! اب میں تجھ سے

ایک حدیث جو مکنونات الہیٰ سے ہے بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب ہم کربلا میں بلائے عظیم میں گرفتار ہوئے اور میرے والد بزرگوار اپنے یار و انصار اور بھائی بیٹوں کے ہمراہ صحرائے کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کے حرم محترم اسیر جفا ہوئے اور شترانِ بے کجاوہ پر سوار کئے گئے اور متوجہ کوفہ ہوئے اس وقت میں بہ نگاہِ حسرت اپنے باپ بھائیوں کی برہنہ لاشوں کو دیکھ رہا تھا، جو زمینِ گرمِ کربلا پر بے کسی کی حالت میں پڑی ہوئی تھیں، اس کا میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ میری جان نکل جائے، یہ حالت میری پھوپھی زینبؑ نے دیکھ لی، آپ نے فرمایا اے میرے باپ، دادا، بھائی کی یادگار! میں دیکھتی ہوں کہ تیری روح جسم سے مفارقت کیا چاہتی ہے۔ میں نے کہا پھوپھی جان! میری یہ حالت کیوں نہ ہو در آنحالیکہ میرے آقا حسینؑ، بھائی اور چچا اور بنی عم سب خاک و خون میں غلطاں برہنہ بے گور و کفن پڑے ہیں اور کوئی ان کے قریب نہیں جاتا گویا یہ لوگ دیلم سے ہیں۔ جناب زینبؑ نے کہا یہ امر تجھ کو غمگین نہ کرے قسم ہے خدا کی ایک عہد رسولؐ خدا سے تیرے جد، باپ و چچا کے لئے ہوا تھا اور حق تعالیٰ نے اس اُمت کے کچھ لوگوں سے، جن کو زمین کے فراعنہ نہیں جانتے، مگر آسمان والے ان کو خوب جانتے پہچانتے ہیں، یہ عہد لیا ہے کہ وہ ان خاک پر بکھرے ہوئے اعضاء کو اور ان خون میں آغشتہ لاشوں کو اکٹھا کر کے دفن کریں گے، اور تیرے باپ سید الشہداءؑ کے مزار پر ایک ایسا علم نصب کریں گے جو بمرورِ روز و شب سربلند رہے گا۔ ائمہ کفر و ضلالت ہر چند اس کو سرنگوں کرنا چاہیں گے، مگر ان کی کوششوں کا اُلٹا اثر یہ ہوگا کہ یہ علم سربلند تر اور اس مزار کا نشان روشن تر ہوتا جائے گا۔ میں نے کہا وہ عہد کون سا ہے۔ جناب زینبؑ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اُمِ ایمن نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت ختمی مرتبت خانۂ حضرت فاطمہ زہراؑ میں تشریف لائے۔ شہزادی نے آپ کے لئے حریرہ تیار کیا، اور امیر المومنین علیہ السّلام نے آپ کے سامنے ایک طبق میں کھجوریں پیش کیں، میں بھی ایک کاسہ میں تھوڑا دودھ اور مکھن لے آئی۔ چنانچہ سرورِ عالمؐ، میری شہزادیؑ، امیر المومنینؑ و حسنینؑ سب نے وہ حریرہ و کھجوریں اور دودھ و مکھن نوش فرمایا۔ جب رسولؐ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) دسترخوان سے بلند ہوئے تو حضرت علی مرتضیٰؑ نے آپ کے ہاتھ پر پانی ڈالا، رسولؐ اللہ نے ہاتھ دھو کر چہرۂ مبارک پر مل لیا پھر آپ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے چہروں پر محبت بھری نظر ڈالی اور آپ کے چہرۂ انور سے خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ پھر آپ نے جانبِ آسمان نگاہ کی۔ تھوڑی دیر دیکھتے رہے، پھر قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیئے، پھر سجدۂ خالق میں گر گئے اور بہ آوازِ بلند رونا شروع کیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا، اب بھی نگاہیں زمین کی جانب تھیں، اور

آنکھوں سے آنسو موسلا دھار برس رہے تھے۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السّلام سخت بے چین ہو گئے اور میں بھی پریشان ہو گئی۔ مگر آپ کی ہیبت کی وجہ سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس گریہ و بکا کا سبب دریافت کر سکے۔ جب حضرتؐ کا گریہ کسی طرح نہ رکا تو علیؑ و فاطمہؑ نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ کے رونے کا کیا سبب ہے آپ کی حالت نے ہمارے دلوں کو مجروح کر دیا۔ حضرتؐ نے جواب میں فرمایا اے برادر! میں تم لوگوں کو دیکھ کر اس وقت کمال مسرور ہوا۔ اور مزاحم بن عبدالوارث کی حدیث کے مطابق حضرتؐ نے فرمایا: اے میرے حبیب! تم لوگوں کو دیکھ کر اس وقت مجھ کو وہ خوشی لاحق ہوئی جیسی اس سے پیشتر کبھی نہیں ہوتی تھی۔ میں تم سب کو دیکھ خوش ہو رہا تھا۔ اور تمھارے وجود کی اللہ نے مجھے جو نعمت عنایت کی ہے اس پر اس کا حمد و شکر بجا لا رہا تھا، اتنے میں جبرئیل امین نازل ہوئے، اور انھوں نے کہا کہ خداوندِ عالم جو تمھارے دل میں ہے اس سے واقف ہے اور تمھارے اس سرور کو دیکھ رہا ہے جو تم کو اپنی بیٹی بھائی اور دونوں نواسوں کو دیکھ کر لاحق ہوا ہے۔ لہٰذا اس نے اس نعمت کو آپ کے لئے مکمل کیا اور اس عطیہ میں اور اضافہ فرمایا۔ بہ ایں معنیٰ کہ مجھے یہ مژدہ دے کر بھیجا ہے کہ یہ لوگ اور ان کی ذرّیت ان کے محب اور شیعہ سب کے سب آپ کے ساتھ جنّت میں وہاں ہوں گے جہاں آپ ہوں گے، آپ کے اور ان کے درمیان جدائی نہ ہو گی، ان کی زندگی وہاں اسی طرح ہو گی جس طرح تمھاری زندگی، اور یہ اسی طرح موردِ انعام و اکرامِ باری تعالیٰ ہوں گے جس طرح تم ہو گے، اور ان کو خدا کی بارگاہ سے اتنا ملے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ بلکہ تمھاری رضا سے بھی بڑھ کر عطا ہو گا۔ اور یہ سب نوازشِ ان پر اس بنا پر ہو گی کہ دارِ دنیا میں ان پر بڑی بلائیں نازل ہوں گی، اور ویسے لوگوں کے ہاتھوں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے کوئی تعلق نہ ہو گا لیکن وہ خود کو تمھاری ملّت کی طرف منسوب کرتے ہوں گے اور تمھاری امّت ہونے کے دعویدار ہوں گے۔ مصائب جھیلنا پڑیں گے، ان لوگوں کے ہاتھوں تمھارے تمام اہلبیتؑ اس طرح قتل کر دیئے جائیں گے کہ ان کے مقتل جدا جدا ہوں گے، قبریں بھی دور دور ہوں گی۔ اللہ نے آپ کے لئے اور ان کے لئے یہی اختیار کیا ہے۔ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: خدا نے میرے اہلبیتؑ کے لئے جو کچھ اختیار فرمایا اس کو سنکر میں نے اس کی حمد کی اور اس کی رضا پر تم لوگوں کے لئے راضی ہوا۔ پھر جبرئیل امین نے مجھ سے کہا: اے محمّد! تمھارا یہ بھائی تمھارے بعد مظلوم واقع ہو گا۔ تمھاری امّت اس پر سرکشی کرے گی، تمھارے دشمنوں کے ہاتھوں یہ بڑی سختیاں جھیلے گا ازاں بعد ایک شخص بدترینِ خلائق جو نسل پے کنندہ ناقہ صالح ہے اس سرزمین میں جو اس کا دار الہجرۃ ہو گا اس کو قتل کرے گا۔ یہ سرزمین اس کی اور اس کی اولاد کے شیعوں کا ٹھکانا ہو گی جہاں وہ سب مبتلائے تکالیف و مصائب

ہوں گے اور آپ کا یہ نواسہ (حسینؑ) اپنے اہلبیتؑ اور نیکوکارانِ اُمّت کی ایک جماعت کے ساتھ کنارۂ نہرِ فرات، اس سرزمین پر قتل کر دیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ اس سرزمین کی وجہ سے تمھارے اور تمھاری ذرّیت کے اعداء پر اُس دن شدید عذاب ہوگا، جس دن کہ عذاب و حسرتوں کی کوئی انتہا نہ ہوگی، اس کے بعد جبرئیلؑ نے کہا: وَھِیَ اَطْھَرُ بِقَاعِ الْاَرْضِ وَاَعْظَمُھَا حُرْمَۃً وَ اِنَّھَا لَمِنْ بَطْحَاءِ الْجَنَّۃِ یہ زمین تمام زمینوں سے پاکیزہ تر، محترم تر ہے اور یہ صحرائے جنّت کا ایک حصّہ ہے۔ پس جب وہ روز ہوگا جس میں تمھارا یہ محبوب نواسہ اور اُس کے گھر والے قتل کئے جائیں گے اور ملعون و کافر لوگوں کے لشکر ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوں گے اس دن زمین و پہاڑ تھرّا اٹھیں گے، سمندروں کی موجیں متلاطم ہوں گی، ساتوں آسمان اور اُن کے رہنے والے ہیجان میں آجائیں گے اور اس طرح اپنے غم و غصّہ اور غضب کا اظہار کریں گے جو تمھاری اور تمھاری اولاد پر ظلم و ستم اور ان کی ہتکِ حرمت کی وجہ سے ہوگا، اس روز کائنات کی کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جو خداوندِ عالم سے اہلبیتِ مظلوم جو خلقِ خدا پر اس کی حجّت ہیں کی نصرت کے لئے اجازت نہ طلب کرے۔ اس وقت خداوندِ عالم ان سے فرمائے گا کہ میں زمین و زمانہ کا حقیقی بادشاہ اور قادرِ مطلق ہوں، نہ مجھ سے کوئی بھاگ سکتا ہے نہ میرے انتقام کو کوئی روک سکتا ہے۔ مجھے اپنی عزّت و جلال کی قسم جن لوگوں نے میرے برگزیدہ پیغمبرؐ پر ظلم کیا اور اس کی ہتکِ حرمت کی اور اس کی عترت کو قتل کیا اور اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پسِ پشت ڈالا اور اس کے اہلبیتؑ پر ظلم کیا، ان پر ایسا عذاب کروں گا کہ تمام عالم میں کسی پر نہ ہوگا۔ اس وقت تمام زمین و آسمان کے رہنے والے ان لوگوں پر لعنت کریں گے، جنھوں نے تمھاری عترت پر ظلم کیا ہے اور اُن کی حرمت ضائع کی، اور جب یہ برگزیدہ ہستیاں اپنی قتل گاہوں میں پہنچیں گی تو خداوندِ عالم خود اپنے دستِ قدرت سے ان کی روحیں قبض فرمائے گا۔ اور ساتویں آسمان سے بہت سے فرشتے ہاتھوں میں یاقوت و زمرد کے برتن لئے ہوئے جن میں آبِ حیات ہوگا اور حلّہ ہائے بہشت اور خوشبوہائے جنّت لے کر نازل ہوں گے اور اُن کے لاشوں کو آبِ حیات سے غسل دے کر حلّہ ہائے بہشت سے کفن دیں گے، خوشبوؤں سے حنوط کریں گے اور صف بستہ ہو کر ان پر نماز پڑھیں گے اور اس کے بعد حق تعالیٰ ایک قوم کو تمھاری اُمّت سے اٹھائے گا وہ کافر نہیں ہیں، اور نہ شریک ہوں گے اس قتل میں اور نہ وہ قول و فعل و نیت سے شریک ہوں گے، وہ اُن کے جسد ہائے مطہر کو دفن کریں گے اور ایک نشانی قبرِ سیّد الشہداءؑ کی، اس صحرا میں قائم کریں گے تاکہ وہ نشانی ہو نجات کی مومنین کے واسطے، اور ہزار فرشتے ہر آسمان سے شب و روز نازل ہوا کریں گے اور ضریحِ مبارک کو احاطہ کریں گے اور دُرود اُس پر بھیجیں گے اور اُس کے زائروں کے لئے تسبیح و استغفار کریں گے، اور جو لوگ تمھاری اُمت سے تمھارے تقرب اور رضائے خدا کیلئے

یہاں آئیں گے فرشتے ان سب کے نام اور اُن کے آبا و اقرباء اور اہلِ دیار کے نام لکھیں گے۔ وَیُوسِمُونَ فِی وُجُوهِهِم بِمِیسَمِ نُورِ عَرشِ اللّٰهِ هٰذا زائرُ قَبرِ خَیرِ الشُّهَداءِ وَابنِ خَیرِ الاَنبِیاءِ۔ اور ان کے چہروں پر عرشِ الٰہی کے نور سے لکھ دیں گے کہ "یہ خیر شہداء اور فرزندِ خیر انبیاء کی قبر کا زائر ہے۔ جب قیامت کا روز ہوگا تو وہ نور اس طرح چمکے گا کہ سب کی آنکھوں میں چکاچوند ہو جائے گی اور اس نور سے وہ عرصۂ محشر میں پہچانے جائیں گے۔ گویا میں دیکھتا ہوں اے محمدؐ کہ تم میرے اور میکائیل کے درمیان کھڑے ہو اور علیؑ آگے آگے ہیں اور بے شمار فرشتے ہمارے ساتھ ہیں اور ہم جس کے چہرہ پر یہ نور دیکھتے ہیں اسکو خلق سے جدا کر لیتے ہیں اور اس روز کے ہول و شدت سے نجات دیتے ہیں اور یہ عنایات حق تعالیٰ کی اس شخص کے حال پر ہیں جو تمھاری اور تمھارے بھائی اور نواسوں کی زیارت محض برائے خدا کرے۔ کچھ دنوں کے بعد کچھ بدبخت انسان جو مستحقِ غضب اور عذابِ الٰہی ہیں اس مرقدِ منوّر کے مٹانے کے درپے ہوں گے۔ پس حق تعالیٰ ان کو اس بات پر قدرت نہ دے گا۔ پھر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ ان باتوں نے مجھے رلایا اور غمگین کیا۔ جناب زینبؑ فرماتی ہیں کہ جب ابنِ ملجم ملعون نے میرے پدرِ بزرگوار کو ضربت لگائی اور میں نے آثارِ موت پیشانی پر دیکھے یہ حدیث بہ زبانِ اُمّ ایمن میں نے بیان کی اور عرض کیا کہ چاہتی ہوں یہ حدیث آپ کی زبان سے سنوں۔ فرمایا اے بیٹی! حدیث یوں ہی ہے، جیسے اُمّ ایمن نے نقل کی۔ گویا میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری بہنیں اس شہر میں اسیر اور مقید ہیں اور لوگوں سے خائف و ترساں ہیں۔ اے دخترؑ! تم پر لازم ہے کہ قدم جادۂ صبر و شکر سے باہر نہ رکھنا۔ قسم اس کی جس نے انس و جن کو پیدا کیا ہے کہ آج روئے زمین میں کوئی تمھارے اور تمھارے شیعوں کے سوا خدا کا دوست نہیں ہے۔ اور جس وقت کہ پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے یہ حدیث ہم سے بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس روز شیطانِ رجیم بکمالِ خوشی اُڑے گا اور اپنے گروہ کے ساتھ زمین پر دوڑے گا اور کہے گا کہ اے گروہِ شیاطین! ہم ذریتِ آدم سے اپنے مطلب کو پہنچے اور ان کے ہلاک کرنے میں انتہا کر دی، اور ان سب کو ہم نے مستحقِ آتشِ جہنم گردانا سوا اُن لوگوں کے جو متوسل بہ اہلبیتؑ ہیں۔ پس تم لوگ فرزندانِ آدم کو ان کے بارے میں بہکایا کرو اور ان کی عداوت پر ترغیب دیا کرو تاکہ گمراہی و کفر خلق مستحکم ہو جائے اور کوئی ان میں سے نجات نہ پائے اور شیطان دروغ گو نے سچ کہا کہ تم لوگوں کی عداوت کے ساتھ کوئی عملِ صالح نفع نہیں دیتا اور تمھاری محبت میں کوئی گناہ سوائے کبیرہ ضرر نہیں پہنچاتا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب یہ حدیث بیان کر چکے تو فرمایا کہ اس حدیث کو یاد رکھو اگر ایک سال اس کی طلب میں تو مسافرت کرتا تب بھی کم تھا۔

قطب راوندی نے خرائج میں سلیمان بن مہران اعمش سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ایک سال میں نے اثنائے طوافِ خانۂ کعبہ میں ایک شخص کو دیکھا وہ اس طرح سے دعا کرتا تھا کہ خدایا میرے گناہوں کو بخش دے اور میں بہ یقین جانتا ہوں کہ تو نہ بخشے گا۔ میں اس کلام کو سنکر لرز گیا اور میں نے کہا اے مرد تو حرمِ خدا و رسولؐ میں ایسے ایام متبرک اور راہِ بزرگ میں کیوں حق تعالےٰ کی مغفرت سے ناامید ہوتا ہے۔ اُس نے کہا میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ میں نے کہا تہامہ کے پہاڑ سے زیادہ بڑا ہے! اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا بیان کر۔ اُس نے کہا حرم کعبہ سے باہر چلو۔ ہم آپس میں باہر گئے تو اُس نے کہا کہ میں لشکرِ نحس عمر بن سعد میں اُن چالیس آدمیوں میں تھا جو سرِ امام حسین علیہ السّلام کوفہ سے لے کر یزید کے پاس گئے تھے۔ راہِ شام میں متصل ایک دیرِ نصرانی کے اُترے اور وہ سر ہمارے ساتھ نیزہ پر تھا اور نگہبان ساتھ تھے، ہم بیٹھے تھے اور کھانے میں مشغول تھے ناگاہ ایک ہاتھ دیر کی دیوار سے نکلا اور اس نے یہ شعر لکھا:

أَتَرْجُوْ اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا — شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

آیا جس اُمت نے کہ حسینؑ کو قتل کیا کیا وہ روزِ قیامت اس کے جدّ سے شفاعت کی امیدوار ہوسکتی ہے، وہ شقی کہتا ہے کہ ہم اس حالت سے نہایت خوفناک ہوئے اور بعض لوگوں نے ہاتھ بڑھایا کہ اُس ہاتھ کو پکڑیں لیکن وہ غائب ہوگیا۔ پھر ہم کھانا کھانے میں مشغول ہوئے کہ ایک بار ہاتھ پھر نمودار ہوا اور یہ شعر لکھا

فَلَا وَاللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ شَفِيْعٌ — وَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْعَذَابِ

پس خدا کی قسم شفاعت کرنے والا اُن کا کوئی نہیں ہے اور وہ روزِ قیامت گرفتارِ عذاب ہونگے۔ پھر بعض لوگ اُس ہاتھ کی جانب گئے اور وہ غائب ہوگیا۔ پھر ہم کھانے کی طرف متوجہ ہوئے اس کے بعد پھر وہ ہاتھ نکلا اور یہ شعر لکھا کہ

وَقَدْ قَتَلُوا الْحُسَيْنَ بِحُكْمِ جَوْرٍ — وَخَالَفَ حُكْمُهُمْ حُكْمَ الْكِتَابِ

اور امام حسین علیہ السلام کو بحکم ظلم و ستم قتل کیا اور حکم ان کا خلافِ حکمِ کتاب مجید تھا۔ پس میں نے کھانا موقوف کیا کیونکہ مجھ کو گوارا نہ ہوا۔ اس کے بعد ایک راہب نے اُس دیر سے سر نکالا اور دیکھا کہ سرِ انور امام حسین علیہ السلام سے ایک نور ساطع ہے اور اُس نے ہمارے لشکر کو دیکھا کہ پس راہب نے نگہبانوں سے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے کہا عراق سے آتے ہیں۔ ہم لوگ حسینؑ سے لڑنے گئے تھے۔ راہب نے کہا، کون حسینؑ فرزندِ فاطمہؑ تمھارے پیغمبرؐ کا نواسہ اور تمھارے پیغمبر کے ابنِ عم کا بیٹا!

انھوں نے کہا ہاں! اس نے کہا وائے تم پر واللہ اگر عیسیٰؑ کا کوئی بیٹا ہوتا ہم اس کو آنکھوں پر بٹھاتے، پھر اس راہب نے کہا میری ایک بات مان لو۔ اپنے سردار سے کہو کہ میرے پاس دس ہزار درہم ہیں، اپنے آباؤ اجداد سے میراث میں نے پائی ہے اس کو تمھارا امیر مجھ سے لے لے اور یہ سر تھوڑی دیر کے لئے مجھ کو دیدے جب تم لوگ جانے لگو گے میں اسے واپس کردوں گا۔ عمرِ سعد نے قبول کر لیا اور کہا کہ سر حوالے کر دو۔ یہ لوگ راہب کے پاس آئے اور مال طلب کیا، اُس نے دو ہمیان پانچ پانچ ہزار درہم کی ان کے آگے رکھیں۔ عمرِ سعد نے صراف کو بلوا کر روپے پرکھوائے اور داروغہ کے پاس رکھوا دیئے اور سرِ اقدس راہب کو دلوا دیا۔ راہب نے سرِ اطہر کو لے کر دھویا اور پاک کیا اور مشک و کافور مل کر حریر کے کپڑے میں لپیٹ کر ایک حجرے میں رکھا اور نوحہ وگریہ شروع کیا مسلسل روتا رہا تا اینکہ ہمارے لوگوں نے سر طلب کیا۔ پس مخاطب بسرِ انور ہو کر کہنے لگا کہ اے سر بخدا میں اپنی جان کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا فردائے قیامت اپنے جد پیغمبرِ خدا کی روبرو گواہی دینا کہ میں کلمہ گو ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ ایک ہے اور محمد مصطفیٰؐ اس کے بندہ اور رسولؐ ہیں۔ اے حسینؑ تمھارے سامنے میں مسلمان ہوتا ہوں اور میں تمھارا غلام ہوں، اور ان لوگوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمھارے رئیس سے ایک بات کہوں اور سر اُس کے حوالہ کروں، پس عمرِ سعد کے نزدیک گیا اور اُسے خدا کا واسطہ دیا کہ اس سر کو ذلت و خواری سے نہ لے جا اور صندوق سے باہر نہ نکال۔ اس ملعون نے اس وقت قبول کر لیا۔ پس راہب نے سرِ اقدس دیدیا اور خود دیر سے اُتر کر کوہستان میں جا چھپا اور سجادہ نشین و مشغولِ عبادتِ رب العالمین ہوا، اور ادھر عمرِ سعد وہاں سے چلا اور سر کو اسی ذلت و بے اعتنائی سے ساتھ لیا، جب دمشق کے نزدیک پہنچا تو اپنے آدمیوں سے کہا منزل کرو اور خازن سے ہمیانیاں طلب کیں جب کھولیں تو دیکھا کہ وہ درہم ٹھیکریاں ہو گئے تھے اور سکّہ ان کا ایک طرف یہ لکھا تھا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (سورہ ابراہیم آیت ۴۲)

اور دوسری جانب یہ لکھا تھا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ یعنی سبحانہٗ تعالیٰ کو ظالموں کے افعال و اطوار سے غافل نہ جان اور قریب ہے کہ ظالمین معلوم کریں گے کہ بازگشت ان کی کہاں ہو گی۔ عمرِ سعد نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ دنیا و آخرت دونوں خراب و رائیگاں ہوئے۔ پھر اپنے غلاموں سے کہا کہ انھیں نہر میں ڈال دو۔

عمرِ سعد دوسرے روز دمشق میں داخل ہوا اور سرِ انور یزید کے پاس لے گیا۔ جب قاتلِ حسینؑ یزید کے پاس گیا اُس نے یہ شعر پڑھے ؎

اِملَأ رِکَابِی فِضَّۃً وَّ ذَھَبَا   اِنِّی قَتَلتُ المَلِکَ المُحَجَّبَا
قَتَلتُ خَیرَ النَّاسِ اُمًّا وَّ اَبَا

"میرے پالانِ شتر کو سیم و زر سے بھر دے، میں نے ایک بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے جو حسب و نسب میں سب سے بہتر تھا۔" یزید نے یہ سنکر کہا "اس کو قتل کرو" اور کہا "اگر تو جانتا تھا کہ حسینؑ نسب میں بہترین خلائق ہیں تو تُو نے انھیں کیوں قتل کیا۔" پس سرِ انور کو ایک طشت میں رکھوایا اور حضرتؑ کے دندانِ مبارک کو دیکھ کر اشعار پڑھنے لگا (جن کا ذکر سابقاً گذر چکا ہے) اس وقت زید بن ارقم وہاں آئے اور دیکھا سرِ انور کو یزید نے طشت میں رکھا ہے اور چھڑی دندانِ مبارک پر لگاتا ہے۔ پس زید نے کہا اس لکڑی کو اٹھالے، میں نے بارہا پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا ہے کہ وہ ان دانتوں کو چُومتے تھے۔ یزید نے کہا اگر تو بڈھا اور سٹھیایا ہوا نہ ہوتا تو میں تجھ کو قتل کر دیتا۔

اس وقت ایک یہودی جو اپنی قوم کا سردار تھا یزید کے دربار میں آیا۔ اُس نے پوچھا یہ سر کس کا ہے؟ یزید نے کہا "ایک خارجی کا۔" اس نے پوچھا "وہ کون ہے؟" کہا "حسینؑ۔" کہا "کس کا بیٹا؟" کہا "علیؑ کا۔" کہا "اس کی ماں کون ہے؟" کہا "فاطمہؑ" کہا "کون فاطمہؑ؟" یزید نے جواب دیا "رسولؐ کی بیٹی۔" یہودی نے کہا "تمھارے رسولؐ کی بیٹی؟" یزید نے کہا "ہاں۔" اس نے کہا خدا تجھے جزائے خیر نہ دے کل تمھارے پیغمبرؐ موجود تھے اور آج تم نے ان کے نواسے کو قتل کیا۔ وائے تم پر میں حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد ہوں باوجودیکہ تیس پشتوں سے زیادہ گذر چکی ہیں جب یہود مجھ کو دیکھتے ہیں نہایت تعظیم و توقیر و تواضع و فروتنی کرتے ہیں۔ بعدہٗ جانبِ طشت متوجہ ہوا اور سرِ مبارک کے بوسے لئے اور کلمۂ شہادتین پڑھا اور چلا گیا۔ یزید نے اس کے قتل کا حکم دیا اور قتل کر ڈالا۔ پھر جس مکان میں شراب پیتا تھا اس کے مقابل ایک قُبّہ تھا، وہاں شہداء کے سر رکھوائے اور مجھ کو معین کیا۔ میرے دل میں یہ سب باتیں تھیں جس کی وجہ سے میری نیند جاتی رہی۔ جب دوسری شب ہوئی آدھی رات کو ایک آواز آسمان سے آئی کوئی کہتا تھا کہ اے آدمؑ نیچے آؤ۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ ہمراہ بہت سے فرشتوں کے اترے، پھر ایک صدا سنی کہ اے ابراہیمؑ نیچے آؤ اور خلیل اللہ ہمراہ بہت سے ملائکہ کے نازل ہوئے پھر منادی نے کہا کہ اے موسیٰؑ نازل ہو کلیم اللہ بہت سے فرشتوں کے ساتھ نیچے آئے پھر ندا آئی کہ اے عیسیٰؑ زمین پر آؤ روح اللہ بہت سے فرشتوں کے ساتھ اترے اس مرتبہ آوازِ عظیم سُنی کہ اے محمد مصطفٰےؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائیے پس حبیبِ خدا نے ملائکۂ کثیر کے ہمراہ نزول فرمایا اور سب فرشتوں نے اُس قبہ کو گھیر لیا اور پیغمبرؐ قبہ میں داخل ہوئے اور سر کو اٹھا لیا ایک روایت میں ہے کہ حضرت نیزۂ سرِ حسین علیہ السلام کے نیچے بیٹھے اور سرِ مبارک

نیزہ سے حضرت کی گود میں گرا۔ حضرتؑ نے سر کو لے لیا اور حضرت آدمؑ کے پاس گئے اور کہا اے پدر بزرگوار! دیکھیے میرے بیٹے کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا گیا۔ راوی کہتا ہے اس بات کے سننے سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اُس وقت حضرتؑ نے جبرئیل سے عرض کیا کہ میں زلزلہ پر مُوکل ہوں فرمایئے تو زمین کو ہلادوں اور ایک نعرہ ایسا ماروں کہ یہ اشقیاء ہلاک ہوجائیں۔ حضرتؐ نے منع فرمایا۔ روح الامین نے عرض کیا، یا محمدؐ ان چالیس ملعونوں کو جو میرا قدس پر معین ہیں ہلاک کرنے کی اجازت دیجیے۔ حضرت نے اجازت دی، اور جبرئیل امین ہر ایک کو نفسِ آتشیں پھونکتے تھے۔ پھر وہ میرے پاس آئے اور کہا تو دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ پیمبرؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، خدا اس کو نہ بخشے، مجھ کو چھوڑ دیا اور چلے گئے چنانچہ سرِ حسینؑ اُس تاریخ سے ناپید ہوا اور حال اس کا معلوم نہ ہوا، اور عمرِ سعد جانب رے گیا، اور اپنی حکومت کو پہنچنے نہ پایا کہ حق تعالیٰ نے اُس کو ہلاک کیا۔ سلیمان اعمش کہتا ہے، جب وہ یہ نقل کر چکا تو میں نے کہا دور ہو میرے پاس سے مبادا میں تیری آگ میں جل جاؤں، اور وہاں سے میں چلا آیا، معلوم نہیں کہ اس کا کیا حال ہوا۔

قطب راوندی نے کتاب خرائج میں منہال بن عمر سے روایت کی وہ کہتا ہے بخدا حسینؑ کا سر میں نے دمشق میں دیکھا اور ایک شخص سامنے سرِ مبارک کے سورۂ کہف پڑھ رہا تھا جب اُس نے یہ آیت پڑھی کہ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ یا گمان کرتا ہے تو کہ اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم ہماری نشانیوں سے عجیب تھے، اس وقت سرِ فرزندِ رسالت پناہی بقدرتِ کاملۂ الٰہی گویا ہوا اور بفصاحت لسان و طلاقت بیان، کہا کہ میرا قتل ہونا اور میرے سر کا نیزہ پر رکھا جانا اصحابِ کہف سے عجیب تر ہے۔

پ۱۵ سورۂ الکہف آیت ۹۔

کتابِ محاسن میں عمر بن علی بن حسینؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے، زنانِ بنی ہاشم نے سیاہ کپڑے اور پلاس کا لباس پہنا اور سردی گرمی سے کچھ پروا نہ کرتے تھے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام ان کے واسطے طعام عزا تیار کرتے تھے۔

کتابِ مجالس مفید علیہ الرحمہ میں عبداللہ بن عامر سے منقول ہے کہ جب خبرِ شہادتِ امامؑ مدینۂ منورہ پہنچی اسماء دخترِ عقیل بن ابی طالب چند عورتوں کے ہمراہ نکلیں اور مرقد منور سرور دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر گئیں اور فریاد وزاری کی بعد ازاں متوجہ مہاجرین و انصار ہو کر یہ شعر بایں مضمون پڑھے کہ تم کیا کہو گے اس وقت جبکہ بروزِ حساب جنابِ رسالتمآبؐ تم سے خطاب کریں گے اور کہیں گے کہ میری اولاد کو تم نے چھوڑ دیا غائب ہو گئے تھے، ان کو تم نے ظالموں کے ہاتھوں میں سپرد کر دیا۔ اب

برزخ و قیامت تم میں سے کسی کی شفاعت نہ ہوسکے گی اور سچی بات سننے کے قابل ہوتی ہے اور حق ولی امر کے پاس مجتمع ہوتا ہے اور فرمائیں گے آیا میری عترتِ اطہارؑ کو ظالمانِ جفاکار کے حوالہ کر دیا پس کوئی تم میں سے برائے شفاعت نزدیک جنابِ احدیت کے نہ کیا جائے گا کوئی شخص روزِ عاشورہ اجل سے نہ بچا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نوحہ کو سنکر اس قدر گریہ و بکا ہوا کہ اس سے زیادہ گریہ کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

کتاب تہذیب میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں چار مسجدیں امام حسین علیہ السّلام کے قتل کی خوشی میں تجدید کی گئیں، مسجدِ اشعث و مسجدِ جریر و مسجدِ سماک و مسجدِ شبث ربعی۔

بعض تالیفات میں روایت ہے کہ ایک نصرانی سفیرِ بادشاہِ روم یزیدِ شوم کے پاس آیا، اس وقت سرِ اطہرِ امام حسین علیہ السّلام اس کی محفل میں تھا۔ نصرانی نے جب سرِ امام دیکھا تو شور و نالہ بلند کیا تا اینکہ اس کے محاسن اشکوں سے تر ہوگئے۔ پھر اس نے کہا اے یزید میں حینِ حیاتِ سرورِ کائناتؐ مدینہ میں بغرضِ تجارت آیا تھا۔ میں نے چاہا کچھ تحفہ حضرتؐ کے واسطے لے جاؤں۔ اصحاب سے پوچھا کیا چیز جنابِ رسالتمآبؐ کو محبوب و مرغوب ہے لوگوں نے کہا خوشبو حضرتؐ دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے مشک کے دو نافہ اور تھوڑا سا عنبرِ اشہب لیا اور حضرتؐ کی خدمت میں لے گیا۔ اس روز پیغمبرؐ اپنی زوجہ امِ سلمہؓ کے گھر میں تھے۔ غرض جب میں نے جمالِ باکمال حضرتؐ کا مشاہدہ کیا چہرۂ نورانی سے ایک نور ساطع نظر آیا اور دل کو فرحت تازہ اور مسرت بے اندازہ حاصل ہوئی اور خود بخود محبت و الفت آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی میرے دل میں آئی، میں نے سلام کیا اور مشک و عنبر حضرت کے سامنے رکھا۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ایک ہدیۂ محقر ہے جو حضرت کی خدمت میں لایا ہوں۔ فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ عرض کیا کہ عبدالشمس۔ فرمایا اپنا نام بدل ڈال میں تیرا نام عبدالوہاب رکھتا ہوں۔ اگر تو اسلام قبول کرے تو میں تیرا تحفہ بھی قبول کروں۔ میں نے حضرتؐ کی طرف بغور نگاہ کی تو معلوم ہوا کہ آپ ہی وہ رسولِ برحق ہیں جن کی بشارت حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے ہم کو دی تھی اور کہا تھا کہ: إِنِّي مُبَشِّرٌ لَكُمْ بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ میں بشارت دیتا ہوں تم کو ایک پیغمبر کی جو میرے بعد مبعوث ہوگا۔ اس کا نام احمد ہے۔ پس میں اسی وقت ایمان لایا اور روم کو مراجعت کی اور اپنے اسلام کو لوگوں سے چھپاتا رہا یہاں تک کہ اس بات کو ایک مدت گذر گئی، میں چار بیٹوں اور چار بیٹیوں کے ساتھ مسلمان ہوں اور بادشاہِ روم کا وزیر ہوں اور کوئی عیسائی میرے حال سے مطلع نہیں، اور سن اے یزید کہ جس روز میں خدمتِ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں شرف اندوز ہوا آپ خانۂ امِ سلمہؓ میں تھے۔ جس بزرگوار کا سر

تیرے روبرو رکھا ہے اس کو کمسن میں نے دیکھا تھا۔ یہ حجرہ کے دروازے سے نانا کے پاس آیا، پیغمبرِ خداؐ نے اس بچہ کو دیکھتے ہی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور کہا اے محبوب میرے آ! اور آغوش میں لے لیا اور گود میں بٹھایا اور اس کے لبوں کو چومنے لگے۔ آپ امام حسینؑ کے دانتوں کو چوستے تھے اور فرماتے تھے اے حسینؑ! دور ہے رحمتِ الٰہی سے جو تجھے قتل کرے اور جو تیرے قتل میں مدد کرے، یہ فرماتے تھے اور روتے تھے۔ دوسرے روز میں پیغمبرِ خداؐ کے ساتھ مسجد میں تھا کہ حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ آکر کہنے لگے یا جدّاہ! ہم دونوں بھائی آپس میں زور آزمائی کرنا چاہتے ہیں کہ معلوم کریں کہ کس کا زور زیادہ ہے، پیغمبرِ خداؐ نے فرمایا اے میرے محبوب تم ایسا نہ کرو بلکہ تم دونوں جاؤ اور کچھ لکھو جس کا خط اچھا ہوگا اس کا زور زیادہ ہے۔ پس دونوں نورِ دیدۂ رسولؐ گئے اور ایک ایک سطر لکھ لائے وہ تختی حضرتِ پیغمبرِ خداؐ کے ہاتھ میں دی، جنابِ رسولِ خداؐ تھوڑی دیر دونوں کی طرف دیکھتے رہے اور نہ چاہا کہ کسی کا دل ٹوٹے کہا اے پیارو! اپنے باپ کے پاس جاؤ وہ تمہارا فیصلہ کردیں اور دیکھیں کہ کس کا خط اچھا ہے۔ یہ سنکر دونوں شہزادے اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں گئے اور پیغمبرِ خداؐ بھی ساتھ تشریف لے گئے جب خانۂ فاطمہؑ میں داخل ہوئے تھوڑی دیر کے بعد پیغمبرِ خداؐ باہر آئے اور سلمانِ فارسی بھی باہر نکلے میرے تھا سلمانؓ کی دوستی اور محبت تھی۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ ان صاحبزادوں کے والد ماجد نے کیا کہا اور کس کا خط اچھا ٹھہرا، سلمانؓ نے کہا پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے خط کو ترجیح نہ دی اس واسطے کہ خیال کیا اگر حسنؑ کے خط کو اچھا کہوں گا حسینؑ غمگین ہوں گے اور اگر حسینؑ کے خط کو بہتر کہوں گا حسنؑ ملول ہونگے۔ پس ان کو ان کے باپ کے پاس بھیجا۔ میں نے کہا اے سلمانؓ! تمھیں قسم دیتا ہوں اُس دوستی اور برادری کی جو ہمارے اور تمھارے درمیان میں ہے کہو کہ ان کے باپ نے کیا کہا! تب سلمانؓ نے بیان کیا کہ جس وقت وہ دونوں گلِ گلزارِ نبوت اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں گئے تو آپ نے بغور اُن کے حال میں نظر کی، آپ کا دل بھی متاثر ہوا اور نہ چاہا کہ ایک کا دل توڑیں کہا اپنی ماں کے پاس جاؤ وہ تمھارے درمیان حکم کریں۔ پس وہ نبی زادے اپنی ماں کے پاس گئے اور تختی پیش کی اور کہا اے اماں! ہمارے نانا نے ہم کو لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا جس کا خط اچھا ہو اُس کا زورِ قوت زیادہ ہے پس ہم دونوں نے لکھا اور حضرت کے پاس لے گئے، پس ہم دونوں کو بابا کے پاس بھیجا انھوں نے بھی کچھ نہ کہا، اب آپ کے پاس بھیجا ہے۔ جنابِ فاطمہؑ نے یہ سنکر تامل کیا اور دل میں کہا ان کے نانا نے اور باپ نے دل شکنی ان کی نہ چاہی میں کیا کروں، اور کس طرح ان کا فیصلہ کروں۔ آخر آپؑ نے فرمایا کہ اے میرے نورِ چشمو! میں اپنے موتیوں کا ہار تمھارے سروں کے اوپر توڑتی ہوں۔ پس تم میں سے جو اس کے موتی زیادہ چنے گا اُسی کا خط اچھا ہے اور اسی کا زور زیادہ ہے۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ اس ہار

میں سات موتی تھے، پس آپ نے دونوں بچوں کے سر پر وہ ہار توڑا فوراً امام حسن علیہ السلام نے تین موتی اٹھالئے اور تین موتی حسینؑ نے ایک موتی پڑا رہ گیا۔ دونوں نے چاہا کہ اس موتی کو اٹھائیں کہ جبرئیل بحکم ربِ جلیل زمین پر نازل ہوئے اور اپنے بازو سے اس موتی کے دو حصّے کر دیئے چنانچہ ان دو گوہرِ صدفِ عصمت اور شب چراغِ اکلیلِ امامت نے ایک ایک حصّہ اٹھا لیا۔ اے یزید! دیکھ رسولِ خدا نے ان کی دل شکنی کے خوف سے ایک کے خط کو دوسرے پر ترجیح نہ دی اور اسی طرح جناب امیرالمومنین علیہ السلام اور سیدہ نساء عالمین نے اور اسی طرح خداوندِ جہاں آفرین اور مالکِ آسمان و زمین نے بھی ان کی خاطرداری میں دانۂ مروارید کو شق کیا اور تو یہ سلوک پیغمبرؐ کے نواسے کے ساتھ کرتا ہے۔ وائے تجھ پر اور تیرے دین پر، مجدہ نصرانی نے اٹھ کر سر کو گود میں لے لیا اور بوسے دیئے اور اشک ہائے آبدار چشمِ گہر بار سے برسائے اور کہتا تھا کہ اے حسینؑ اپنے جد محمد مصطفیٰؐ اور والد علی مرتضیٰؑ اور والدہ فاطمہ زہراؑ کے سامنے میری گواہی دینا۔

خونِ حسینؑ سے پرندوں کا خون آلودہ ہونا

اہلبیت سے مروی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور نعشِ مبارک خاکِ کربلا میں پڑی تھی اور خون مثلِ فوارہ حلقومِ بریدہ سے جاری تھا، ایک جانور سفید اڑتا ہوا آیا اور حضرت کا خون اپنے بدن پر ملا، جب اڑا تو وہ خون اس کے بال و پر سے ٹپکتا تھا، وہ طائر جب اور پرندوں کے پاس پہنچا اور ان سب کو شاخہائے درخت پر سایہ میں دیکھا کہ فکرِ آب و دانہ میں مشغول ہیں، ان سے کہا کہ وائے تم پر! تم دنیا کے لہو و لعب میں مصروف ہو اور حسین علیہ السّلام کربلا میں اس لو اور دھوپ اور گرمیِ آفتاب میں زمینِ گرم پر لب تشنہ ذبح کئے پڑے ہیں اور خاک و خون میں غلطاں ہیں اور فوارہ ہائے خون آپ کے بدن سے رواں ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی تمام طیور جانب کربلا روانہ ہوئے، جب اس دشتِ بلاخیز میں پہنچے اور اپنے سید و مولا اور سردار آقا امام حسین علیہ التحیۃ والثناء کو اس حال میں دیکھا کہ جگر دردمند کباب اور دلِ تنگ آب ہو جائے، دیکھا کہ آپ کی نعشِ مبارک بے سر و بے غسل و کفن پڑی ہے جنگل کی ہوا نے گرد کی چادر اس پر بچھا دی ہے اور وہ بدنِ نازنین جو زینتِ آغوشِ سید المرسلینؐ تھا گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوا ہے۔ وحوشِ صحرا اس کے پرسہ خواں ہیں اور جنات اس پر نوحہ گر ہیں ایک نور جسمِ انور سے صفحۂ دشت پر پھیلا ہوا ہے اور زمین و آسمان کے مابین اس کی روشنی ہے۔ طیور نے یہ حال دیکھ کر فریاد و فغاں اور گریہ و زاری کی اور سب کے سب خونِ ناحق میں غلطاں ہوئے اور اڑ کر ایک ایک سمت کو روانہ ہوئے اور باشندگانِ بلاد کو مطلع کیا، اتفاقاً ایک ان میں سے مدینۂ منورہ پہنچا اور اس نے روضۂ مبارک خاتم الانبیاءؐ کا طواف کیا اور قطراتِ خون اس کے پروں سے ٹپکتے تھے اور وہ شیون کرتا تھا کہ آگاہ ہو حسینؑ کربلا میں شہید ہوئے۔ خبردار ہو حسینؑ کربلا میں ذبح کئے گئے، وہاں کے سب طائر جمع ہوئے اور انھوں نے بھی فرزندِ سیدِ عالمؐ کا نوحہ و ماتم کیا اہلِ مدینہ

یہ حال اُن بے زبانوں کا دیکھتے تھے اور اس جانور کے پَروں سے خون ٹپکتا پاتے تھے لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا تا اینکہ جب خبر قتلِ امام حسین علیہ السّلام پہنچی معلوم ہوا کہ وہ طائر مقبول پیغمبرؐ کو خبر شہادت جگر گوشۂ بتول اور نور دیدۂ رسولؐ سے اطلاع دیتا تھا۔ منقول ہے کہ ان دنوں ایک مردِ یہودی مدینہ میں تھا جس کی بیٹی اندھی، بہری، لولی، لنگڑی اور کوڑھی اور زمین گیر تھی، یہودی نے اس کو شہر کے باہر ایک باغ میں رکھا تھا، طائرِ مذکور اسی باغ میں ایک درخت پر آکے بیٹھا اور تمام شب گریہ وزاری اور اضطراب و بیقراری کرتا رہا۔ یہودی اس روز کسی کام کو شہر کو گیا تھا رات کو کسی سبب باغ میں نہ آسکا تھا وہ لڑکی بسبب تنہائی اور باپ کی جدائی کے تمام شب بیدار و بیقرار رہی کیونکہ اسکے باپ کا معمول یہ تھا کہ وہ رات کو اسے قصے سناتا تھا اور اسے تسلی و تشفی دیتا تھا تب اُسے نیند آتی تھی غرض صبح کو آوازِ حزیں اس جانور کی لڑکی نے سنی، افتاں و خیزاں اس درخت کے نیچے گئی اور طائر کے نالہائے غمگیں کا اپنے دلِ محزوں سے جواب دیتی تھی۔ اس اثناء میں ایک قطرۂ خون اس طائر کے پَر سے ٹپکا اور اس کی آنکھ پر پڑا آنکھ فوراً کھل گئی بعدہٗ ایک قطرہ دوسری آنکھ پر گرا اور وہ بھی روشن ہوگئی۔ اسی طرح ایک اور قطرہ ہاتھوں پر پڑا اور ایک قطرہ پاؤں پر گرا اور ہاتھ اور پاؤں اچھے ہوگئے، اور جب قطرہ گرتا تھا وہ تمام بدن میں مل لیتی تھی، تھوڑی دیر میں وہ لڑکی بالجملہ بالکل صحیح و سالم ہوگئی۔ صبح کو جب اس کا باپ آیا دیکھتا کیا ہے کہ ایک لڑکی باغ میں پھر رہی ہے، اس نے نہ پہچانا پوچھا کہ میری ایک لڑکی اس باغ میں تھی جو چل پھر نہ سکتی تھی۔ لڑکی نے کہا میں ہی تیری لڑکی ہوں۔ یہودی نے یہ سنکر اتنا تعجب کیا کہ غش کر گیا، جب ہوش میں آیا اٹھا اور لڑکی نے پورا واقعہ بیان کیا۔ پھر وہ اپنے باپ کو اس طائر کے پاس لے گئی۔ دیکھا کہ ایک جانور درخت پر بیٹھا ہے اور مصیبتِ امام تشنہ دہن پر نالہ و شیون کر رہا ہے۔ یہودی نے اس سے خطاب کر کے کہا کہ تجھ کو قسم دیتا ہوں اُس ذات کی جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے کہ بقدرتِ الٰہی گویا ہو اور بتلا دے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ سنکر وہ طائر بحکمِ خدا گویا ہوا اور اس نے کہا کہ میں ایک روز بوقت دوپہر دوسرے طائروں کے ہمراہ آشیانہ میں بیٹھا تھا، ایک بدلا ایک طائر ہمارے پاس آکر کہنے لگا، اے جانورو! تم بے فکر خوش و خرم ہو اور رسولِ خدا کا نواسہ حسینؑ زمینِ گرم کربلا پر پڑا ہوا ہے۔ اور اس کا سرِ مبارک نیزہ پر اٹھایا گیا ہے اور حرمِ محترم پا برہنہ و بے ردا و چادر اسیرِ قوم ستمگر ہوئے ہیں۔ جب ہم نے یہ باتیں دردناک اس کی زبان سے سنیں بیتابانہ سب اُڑ کر کربلا پہنچے، دیکھا نعش مبارک اپنے خون میں غلطاں ہے اور خون سے غسل ہوا ہے، اور جنگل کی خاک نے کفن پہنایا ہے۔ ہم سب اس خون میں لوٹنے لگے اور فریاد و ماتم کرنے لگے پھر ہر ایک طائر ایک ایک سمت کو روانہ ہوا

میں مہمان آیا۔ یہودی یہ حال سنکر حیران و متعجب ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر حسینؑ خدا کے نزدیک صاحب قدر و منزلت نہ ہوتا خون اس کا ہر درد کی شفا نہ ہوتا۔ پھر وہ یہودی مع اپنی لڑکی کے مسلمان ہوا اور پانچ سو خویش و اقوام اس کے اسلام سے مشرف ہوئے۔

ایک مردِ اسدی سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جب لشکرِ بنی امیہ نے کوچ کیا، میں کنارِ نہرِ علقمہ زراعت کرتا تھا، پس اس قدر عجائب میں نے وہاں دیکھا جن کا ذکر تحریر و تقریر میں نہیں آسکتا ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جب وہاں ہوا چلتی تھی بوئے مشک و عنبر میرے مشام میں پہنچتی تھی اور جب ٹھہر جاتی تھی تو ستارے دکھائی دیتے تھے کہ آسمان سے زمین پر اُتر رہے ہیں اور زمین سے آسمان پر جارہے ہیں اور میں اپنے متعلقین کے ساتھ تنہا تھا اور کوئی نہ پاتا تھا کہ کیفیت ماجرا اس سے پوچھتا، وقتِ غروب آفتاب ایک شیر جانبِ قبلہ سے آتا تھا، میں اس کو دیکھ کر گھر پھر جاتا تھا، جب صبح ہوتی تھی اور آفتاب طلوع کرتا تھا میں گھر سے نکلتا تھا اس وقت شیر کو قبلہ کی طرف جاتا دیکھتا تھا، ایک دن مجھے خیال آیا کہ یہ لوگ خارجی تھے جنھوں نے ابنِ زیاد پر خروج کیا تھا لیکن ان نعشوں سے عجیب کرامتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ آج رات کو دیکھنا چاہیے دیکھوں یہ شیر ان نعشوں کو چھیڑتا ہے یا نہیں۔ جب شام ہوئی تو حسبِ معمول شیر آیا، میں اس کی صورت دیکھ کر ڈرا اور دل میں کہا کہ اگر یہ آدمی کا گوشت کھاتا ہوگا تو ضرور میرا قصد کرے گا۔ پس روبرو اس کے کھڑا ہوا وہ لاشوں کے اوپر سے گذرتا تھا تا اینکہ ایک نورانی لاشہ پر سے جو نور و ضیا میں مشابہ آفتابِ عالمتاب تھا، یہ شیر اس کے پاس گیا اور بیٹھ گیا، میں نے کہا اب یہ لاش کو کھائے گا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ اس پر اپنا منہ ملنے لگا اور نوحہ کرنے لگا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ عجیب ماجرا ہے پس میں وہاں مزید نگرانی کرتا رہا یہاں تک کہ رات خوب تاریک ہوگئی ناگاہ جنگل سے بہت سی شمعیں نمودار ہوئیں جن سے تمام صحرا روشن و منور ہوگیا اور فریاد و نالہ و ماتم اور نوحۂ غم بلند ہوئی میں اس آواز کی تلاش میں چلا، معلوم ہوا کہ زمین کے نیچے ہے اور ایک ان نوحہ کرنے والوں سے یہ کہتا تھا کہ واحسینا واماماہ۔ یہ سنکر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں ان لوگوں کے نزدیک گیا اور اُن کو قسم خدا و رسولؐ دے کر پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم جنوں کی عورتیں ہیں۔ میں نے کہا کہ تم کیا کرتی ہو، انھوں نے کہا ہم شب و روز عزائے امام حسین علیہ السلام کرتے ہیں، جن کو پیاسا ذبح کیا گیا۔ میں نے کہا یہی حسینؑ ہیں جن کے پاس شیر بیٹھا ہے۔ کہا ہاں! پس میں وہاں سے روتا ہوا پھرا۔

منقول ہے کہ سکینہ دخترِ امام حسین علیہ السلام نے یزید سے کہا کہ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے، اگر تو سنے تو بیان کروں۔ کہا بیان کر۔ سکینہ نے کہا کہ شب کو بعد فراغِ نماز میں نے دعائیں پڑھیں

اور بہت روئی اور خستہ ہوگئی، ذرا آنکھ لگی تھی کہ میں نے دیکھا گویا آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور ایک نور آسمان سے زمین پر پہنچا ہے اور حورانِ جنت اتری ہیں اور ایک باغ خورم و تر و تازہ وہاں ہے۔ اس کے درمیان ایک قصر ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ پانچ بزرگوار اس مکان میں داخل ہوئے ہیں ان کے ساتھ ایک خادم ہے، میں نے پوچھا یہ قصر کس کا ہے؟ اس نے کہا تیرے باپ حسینؑ کا، حق تعالیٰ نے ان کو ان کے صبر کے عوض میں بے شمار درجات عطا فرمائے ہیں۔ میں نے کہا یہ بزرگوار کون ہیں؟ کہا اول آدمؑ صفی اللہ، دوسرے نوحؑ نجی اللہ، تیسرے ابراہیمؑ خلیل اللہ، چوتھے موسیٰؑ کلیم اللہ۔ میں نے پوچھا پانچویں بزرگ کون ہیں جو اپنے محاسن ہاتھ میں لئے ہوئے غمگین و محزون ہیں اور گریہ و نالہ کرتے ہیں۔ کہا اے سکینہ تم ان کو نہیں جانتی ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ تمہارے جد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ میں نے کہا یہ سب بزرگوار کہاں جاتے ہیں، کہا تمہارے باپ حسینؑ کے پاس جاتے ہیں۔ میں نے دل میں کہا جدِ عالی کے پاس جا کر دل کا احوال بیان کروں گی۔ پس وہ حضرت آگے چلے گئے اور میں نہ پہنچ سکی اور متفکر ہوئی۔ اسی اثناء میں اپنے جد علی ابن ابی طالبؑ کو میں نے دیکھا کہ ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نے فریاد کی یا جداہ! میرے باپ آپ کے بعد قتل کر ڈالے گئے۔ پس حضرت بہت روئے اور مجھ کو سینہ سے لگایا اور کہا، اے بیٹی! صبر و شکیبائی اختیار کر اور مدد و اعانت جناب احدیت کی جانب سے ہے پھر تشریف لے گئے اور میں نہ جانتی تھی کہ کہاں جاتے ہیں۔ پس میں متعجب کھڑی رہی، ناگاہ آسمان کے دروازے کھلے اور میں نے دیکھا کہ فرشتے میرے باپ کے سرِ انور پر اتر رہے ہیں اور اوپر جا رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ یزید پلید نے جب یہ جگر سوز خواب سنا تو اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگا، ظالم کہتا تھا مالی و للحسینؑ یعنی میں نے حسینؑ کو کیوں قتل کیا! اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ سکینہ نے کہا بعدہٗ میرے سامنے ایک بزرگوار آئے جن کا چہرہ چودھویں کی رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، میں نے خادم سے پوچھا یہ کون ہیں! کہا تمہارے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں نے حضرتؐ کے قریب جا کر عرض کیا یا جداہ! قسم بخدا کہ ہمارے مردوں کو قتل کیا گیا اور ہمارے خون بہائے گئے اور ہماری حرمت ضائع کی گئی اور شترانِ بے کجاوہ پر سوار کیا گیا اور یزید کے پاس لے گئے۔ پس حضرت نے مجھے اٹھا کر سینہ سے لگایا اور آدمؑ و نوحؑ اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، دیکھتے ہو کہ میری امت نے میرے فرزند کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا۔ بعد ازاں اس خادم نے کہا اے سکینہ فریاد و فغاں کم کر کہ تو نے رسول اللہؐ کو رلایا، پھر خادم میرا ہاتھ پکڑ کر قصر میں لے گیا وہاں پانچ بیبیاں با وقار و حشمت دیکھیں جن کے چہروں سے نور ساطع تھا، ان کے درمیان ایک خاتون بزرگ

صاحبِ شکوہ وتجمل بال پریشاں کئے سیاہ کپڑے پہنے تھیں اُن کے ہاتھ میں ایک خون بھرا کُرتا تھا، جس وقت وہ بی بی کھڑی ہوتی تھیں سب بیبیاں بھی کھڑی ہوجاتی تھیں۔ میں نے خادم سے پوچھا کہ یہ بیبیاں کون ہیں؟ اس نے کہا کہ اے سکینہ یہ حوّا ام البشر ہیں اور یہ مریم دخترِ عمران ہیں اور یہ خدیجہ دخترِ خویلد ہیں اور یہ ہاجرہ اور یہ سارہ ہیں اور وہ جو کُرتہ خوں آلود ہاتھ میں لئے ہیں جن کے بیٹھنے سے سب بیبیاں بیٹھ جاتی ہیں اور کھڑے ہونے سے سب کھڑی ہوجاتی ہیں وہ تمھاری دادی فاطمہ زہراؑ سیدۂ عالم ہیں۔ پس مَیں ان کے نزدیک گئی اور کہا اے دادی بخدا میرے بابا قتل ہوئے اور میں اس کمسنی میں یتیم ہوگئی۔ پس انھوں نے مجھے چھاتی سے لگایا اور ڈاڑھیں مار مار کر روئیں اور سب عورتیں روئیں اور سب نے کہا اے فاطمہ! حق تعالیٰ تمھارے اور یزید کے درمیان بروزِ جزا حکم کرے گا۔ لکھا ہے یزید نے اس خواب کی کچھ اعتنا نہ کی۔

ہند زوجۂ یزید کا خواب

ہند زوجۂ یزید سے منقول ہے وہ کہتی ہے کہ میں اپنی خوابگاہ میں تھی، میں نے دیکھا ایک دروازہ آسمان کا کھل گیا اور ملائکہ سرِ انورِ امام حسینؑ پر گروہ در گروہ اترتے تھے اور کہتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اس اثنا میں ایک ابر نمودار ہوا اس میں بہت سے آدمی تھے اور ایک بزرگوار باچہرۂ تاباں ورخسارہ درخشاں ان کے درمیان تھے وہ دَوڑتے ہوئے حسینؑ کے سر کی طرف آئے اور جھک کر دندانِ حسینؑ چومنے لگے، کہتے تھے اے میرے فرزند تجھ کو قتل کیا، تجھ کو نہ پہچانا، تجھ کو پانی تک نہ دیا۔ اے میرے فرزند! میں تیرا جد رسولِ خدا ہوں اور یہ تیرا باپ علی مرتضیٰؑ ہے اور یہ تیرا بھائی حسن مجتبیٰؑ اور یہ تیرا چچا جعفر طیارؑ اور یہ عقیلؑ اور یہ حمزہؑ و عباسؑ ہیں۔ اسی طرح ایک ایک کا نام اپنے اہلبیت سے لیتے تھے۔ ہند کہتی ہے میں اس خواب کو دیکھ کر بہت ڈری اور بعالمِ پریشانی بیدار ہوئی، ناگہاں ایک نور دیکھا کہ سرِ امام حسین علیہ السّلام پر پھیلا ہے پس میں نے یزید کو ڈھونڈا کیا دیکھا کہ وہ ایک خانۂ تاریک میں اپنا منہ دیوار کی طرف کئے ہوئے نہایت غم میں کہتا تھا کہ مَالِیْ وَلِلْحُسَیْنِ مجھ کو حسینؑ سے کیا کام تھا۔ اس وقت میں نے اپنا خواب اس کے سامنے بیان کیا، وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔

راوی کہتا ہے صبح کو یزید نے حرمِ محترم کو بلایا اور پوچھا اگر منظور ہو یہاں اقامت کیجیے وگرنہ مدینہ کو مراجعت فرمائیں اور آپ کو میں صلہ اور جائزہ دیتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا اولاً ہم چاہتے ہیں کہ عزاداریِ حسینؑ میں نوحہ و ماتم کریں، کہا بہتر ہے اور ان کے واسطے مکانات خالی کرا دیے اور کوئی عورت ہاشمی و قریشی باقی نہ رہی جس نے سیاہ کپڑے پہنے نہ ہوں۔

منقول ہے کہ اہلِ حرم سات دن نوحہ و بکا میں مشغول رہے اور آٹھویں دن ان کو بلوا کر رہنے

اور سفر کرنے میں اختیار دیا اُنھوں نے مراجعت کو اختیار کیا، یزید نے آراستہ محلیں حاضر کیں، اور ریشمی فرشوں پر اموال انڈیل دیئے اور جناب اُمِّ کلثوم سے کہا کہ جو مصائب آپ کو پہنچے ہیں اُن کے بدلہ یہ اموال قبول کرلیں۔ جناب اُمِّ کلثوم نے یہ سنکر فرمایا کہ اے یزید! تو کتنا بے حیا اور ڈھیٹ ہے! تو نے میرے بھائی اور گھر والوں کو قتل کر ڈالا اس پر اُن کا خوں بہا دیتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اُمِّ کلثوم جب مدینہ جانے لگیں تو روتی تھیں اور یہ اشعارِ دلفگار پڑھتی تھیں ؎

(۱) مَدِینَۃَ جَدِّنَا لَا تَقْبَلِینَا — فَبِالْحَسَرَاتِ وَالْاَحْزَانِ جِئْنَا
(۲) اَلَا فَاخْبِرْ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَنَّا — بِاَنَّا قَدْ فُجِعْنَا فِیْ اَبِیْنَا
(۳) وَاِنَّ رِجَالَنَا بِالطَّفِّ صَرْعٰی — بِلَا رُؤُسٍ قَدْ ذَبَحُوا الْبَنِیْنَا
(۴) وَاَخْبِرْ جَدَّنَا اَنَّا اُسِرْنَا — وَبَعْدَ الْاَسْرِ یَا جَدُّ سُبِیْنَا
(۵) وَرَہْطُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَضْحَوْا — عَرَایَا بِالطُّفُوْفِ مُسَلَّبِیْنَا
(۶) وَقَدْ ذَبَحُوا الْحُسَیْنَ وَلَمْ یُرَاعُوْا — جَنَابَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْنَا
(۷) فَلَوْ نَظَرَتْ عُیُوْنُکَ لِلْاُسَارٰی — عَلٰی اَقْتَابِ الْجِمَالِ مُحَمَّلِیْنَا
(۸) رَسُوْلَ اللّٰہِ بَعْدَ الصَّوْنِ صَارَتْ — عُیُوْنُ النَّاسِ نَاظِرَۃً اِلَیْنَا
(۹) وَکُنْتَ تَحُوْطُنَا حَتّٰی تَوَلَّتْ — عُیُوْنُکَ ثَارَتِ الْاَعْدَاءُ عَلَیْنَا
(۱۰) اَفَاطِمُ لَوْ نَظَرْتِ اِلَی السَّبَایَا — بَنَاتُکِ فِی الْبِلَادِ مُشَتَّتِیْنَا
(۱۱) اَفَاطِمُ لَوْ نَظَرْتِ اِلَی الْحَیَارٰی — وَلَوْ اَبْصَرْتِ زَیْنَ الْعَابِدِیْنَا
(۱۲) اَفَاطِمُ لَوْ رَاَیْتِنَا سَہَارٰی — وَمِنْ سَہَرِ اللَّیَالِی قَدْ عَمِیْنَا
(۱۳) اَفَاطِمُ مَا لَقِیْتِ مِنْ عِدَاکِی — وَلَا قِیْرَاطَ مِمَّا قَدْ لَقِیْنَا
(۱۴) فَلَوْ دَامَتْ حَیَاتُکِ لَمْ تَزَالِیْ — اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ تَنْدُبِیْنَا
(۱۵) وَعَرِّجْ بِالْبَقِیْعِ وَقِفْ وَنَادِیْ — ءَ ابْنَ حَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَا
(۱۶) وَقُلْ یَا عَمِّ یَا الْحَسَنَ الْمُزَکّٰی — عِیَالُ اَخِیْکَ اَضْحَوْا ضَایِعِیْنَا
(۱۷) اَیَا عَمَّاہُ اِنَّ اَخَاکَ اَضْحٰی — بَعِیْدًا عَنْکَ بِالرَّمْضَا رَہِیْنَا
(۱۸) بِلَا رَاْسٍ تَنُوْحُ عَلَیْہِ جَہْرًا — طُیُوْرٌ وَالْوُحُوْشُ الْمُوْحِشِیْنَا
(۱۹) وَلَوْ عَایَنْتَ یَا مَوْلَایَ سَاقُوْا — حَرِیْمًا لَا یَجِدُوْنَ لَہُمْ مُعِیْنَا
(۲۰) عَلٰی مَتْنِ النِّیَاقِ بِلَا وِطَاءٍ — وَشَاہَدْتَ الْعِیَالَ مُکَشَّفِیْنَا

(۲۱) مَدِيْنَةَ جَدِّنَا لَا تَقْبَلِيْنَا — فَبِالْحَسَرَاتِ وَالْاَحْزَانِ جِئْنَا

(۲۲) خَرَجْنَا مِنْكِ بِالْاَهْلِيْنَ جَمْعًا — رَجَعْنَا لَا رِجَالَ وَلَا بَنِيْنَا

(۲۳) وَكُنَّا فِي الْخُرُوْجِ بِجَمْعِ شَمْلٍ — رَجَعْنَا حَاسِرِيْنَ مُسَلَّبِيْنَا

(۲۴) وَكُنَّا فِي اَمَانِ اللهِ جَهْرًا — رَجَعْنَا بِالْقَطِيْعَةِ خَائِفِيْنَا

(۲۵) وَمَوْلَانَا الْحُسَيْنُ لَنَا اَنِيْسٌ — رَجَعْنَا وَالْحُسَيْنُ بِهٖ رَهِيْنَا

(۲۶) فَنَحْنُ الضَّائِعَاتُ بِلَا كَفِيْلٍ — وَنَحْنُ النَّائِحَاتُ عَلٰى اَخِيْنَا

(۲۷) وَنَحْنُ السَّائِرَاتُ عَلَى الْمَطَايَا — نُشَالُ عَلٰى جِمَالِ الْمُبْغِضِيْنَا

(۲۸) وَنَحْنُ بَنَاتُ يٰسٓ وَطٰهٰ — وَنَحْنُ الْبَاكِيَاتُ عَلٰى اَبِيْنَا

(۲۹) وَنَحْنُ الطَّاهِرَاتُ بِلَا خِفَاءٍ — وَنَحْنُ الْمُخْلَصُوْنَ الْمُصْطَفُوْنَا

(۳۰) وَنَحْنُ الصَّابِرَاتُ عَلَى الْبَلَايَا — وَنَحْنُ الصَّادِقُوْنَ النَّاصِحُوْنَا

(۳۱) اَلَا يَا جَدَّنَا قَتَلُوْا حُسَيْنًا — وَلَمْ يَرْعَوْا جَنَابَ اللهِ فِيْنَا

(۳۲) اَلَا يَا جَدَّنَا بَلَغَتْ عِدَانَا — مُنَاهَا وَاشْتَفَى الْاَعْدَاءُ فِيْنَا

(۳۳) لَقَدْ هَتَكُوا النِّسَاءَ وَحَمَلُوْهَا — عَلَى الْاَقْتَابِ قَهْرًا اَجْمَعِيْنَا

(۳۴) وَزَيْنَبُ اَخْرَجُوْهَا مِنْ خِبَاهَا — وَفَاطِمُ وَالِهٌ تُبْدِي الْاَنِيْنَا

(۳۵) سُكَيْنَةُ تَشْتَكِيْ مِنْ حَرِّ وَجْدٍ — تُنَادِي الْغَوْثَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَا

(۳۶) وَزَيْنُ الْعَابِدِيْنَ بِقَيْدِ ذُلٍّ — وَرَامُوْا قَتْلَهُ اَهْلُ الْخَئُوْنَا

(۳۷) فَبَعْدَهُمْ عَلَى الدُّنْيَا تُرَابٌ — فَكَاْسُ الْمَوْتِ فِيْهَا قَدْ سُقِيْنَا

وَهٰذِيْ قِصَّتِيْ مَعْ شَرْحِ حَالِيْ
اَلَا يَا سَامِعُوْنَ ابْكُوْا عَلَيْنَا

ترجمہ: (۱) اے ہمارے نانا کے مدینہ تو ہم کو قبول نہ کر کیونکہ ہم غم و اندوہ لے کر آئے ہیں (۲) اے مدینہ رسولِ خدا کی خدمت میں ہماری طرف سے عرض کر کہ ہم اپنے والد بزرگوار کی مصیبت میں گرفتار ہوئے، (۳) اے مدینہ! ہمارے مرد کربلا میں بے سر پڑے ہیں اور فرزند ہمارے ذبح ہو گئے (۴) ہمارے جد کو خبر کر کہ ہم گرفتار کر کے قیدی بنائے گئے۔ (۵) اور اے خدا کے رسولؐ! آپ کا خاندان کربلا میں بے گور و کفن پڑا ہے، ان کے کپڑے تک چھین لے گئے (۶) اور حسینؑ کو شہید کیا اور آپ کی رعایت ہمارے باب میں کی (۷) اے رسول اللہؐ! کاش آپ اپنی آنکھوں سے اِن قیدیوں کو پالانِ شتر پر سوار دیکھتے (۸) یا رسول اللہؐ!

پردہ و حجاب کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ لوگ ہمارے تماشے کے لئے آئے (۹) یا رسول اللہ! آپ ہماری حفاظت و نگہداشت فرماتے تھے، آپ کے بعد دشمنوں نے ہم پر ہجوم کیا ہے (۱۰) اے فاطمہؑ کاش آپ اپنی بیٹیوں کو دیکھتیں کہ کس طرح شہر بشہر اسیر کر کے پھرائی گئیں (۱۱) اے فاطمہؑ! کاش ہم سرگشتوں کی طرف آپ دیکھتیں اور کاش زین العابدینؑ کی حالت کو ملاحظہ فرماتیں (۱۲) اے فاطمہؑ! کاش آپ دیکھتیں کہ راتوں کی بیداری نے ہم کو اندھا کر دیا۔ (۱۳) اے فاطمہؑ! جو مصائب ہم نے دشمنوں کے ہاتھوں برداشت کئے ہیں ان مظالم سے کہیں سوا ہیں جو آپ نے اپنے دشمنوں سے اٹھائے تھے۔ (۱۴) اے فاطمہؑ! اگر آپ زندہ ہوتیں تو ہماری حالت دیکھ کر قیامت تک روتیں اور نوحہ کرتیں (۱۵) ذرا البقیع میں جا کر فرزند حبیب خدا کو پکارو (۱۶) اور کہو کہ اے چچا حسنؑ مجتبیٰ آپ کے بھائی کے عیال و اطفال مار ڈالے گئے۔ (۱۷) اے چچا! آپ کا مانجایا آپ سے دور کربلا کی ریگ پر (۱۸) بغیر سر کے آرام کر رہا ہے جس پر پرندہ و درندہ نوحہ بکا کر رہے ہیں (۱۹۔ ۲۰) اے آقا! کاش کہ آپ وہ منظر دیکھتے جبکہ بے یار و مددگار اہل حرم کو شتران بے کجاوہ پر تشہیر کیا جا رہا تھا اس وقت آپ اپنے عیال و اطفال کو سر برہنہ دیکھتے (۲۱) اے ہمارے نانا کے مدینے! اب تجھ میں رہنے کے قابل نہیں رہے کیونکہ بڑے رنج و غم کو لے کر آئے ہیں (۲۲) جب ہم تجھ سے نکلے تھے تو تمام اہل و عیال کے ساتھ نکلے تھے اور اب جو پلٹے ہیں تو نہ مردوں کا سایہ ہمارے سروں پر ہے نہ بچے ہماری گودیوں میں ہیں (۲۳) مدینہ سے نکلتے وقت ہم سب اکٹھا ہو کر نکلے تھے لیکن جب پلٹے تو سر برہنہ ہو چکے تھے ہماری چادریں چھینی جا چکی تھیں (۲۴) مدینہ سے نکلتے وقت ہم اللہ کی امان میں تھے جب پلٹے تو خائف و ترساں ہیں (۲۵) جب ہم نکلے تھے ہمارا والی و وارث حسینؑ ہمارے سر پر موجود تھا اور اب ان کو کربلا میں دفن کر کے آرہے ہیں۔ (۲۶) ہم وہ خانماں برباد ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں ہے۔ ہم اپنے بھائی کے نوحہ گر ہیں (۲۷) ہم وہ ہیں جن کو شتران برہنہ پر دربدر پھرایا گیا (۲۸) ہم لیٰسین وطٰہٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ہم اپنے باپ کی نوحہ گر ہیں (۲۹) ہم وہ پاکیزہ مخدرات ہیں جن کی طہارت پردہ خفا میں نہیں ہے۔ ہم خالص برگزیدہ ہیں (۳۰) ہم بلاؤں پر صبر کرنے والے ہیں۔ ہم صدق و صفا والے ہیں (۳۱) اے نانا! آپ کی امت نے حسینؑ کو مار ڈالا اور آپ کی کوئی رعایت نہ کی (۳۲) اے نانا! دشمن اپنی مراد کو پہنچ گئے اور ہمارے بارے میں انھوں نے اپنی شقاوت کی انتہا کر دی (۳۳) انھوں نے عورتوں کی بے حرمتی کی اور بہ ظلم و قہر ان کو اونٹوں پر پھرایا۔ (۳۴) انھوں نے زینبؑ کو خیمے سے باہر نکالا فاطمہؑ گریاں ہیں (۳۵) سکینہ سوزش غم سے فریاد کناں ہے اور پروردگار عالم کو مدد کے لئے پکار رہی ہے (۳۶) خیانت کاروں نے زین العابدینؑ کو ذلت کے ساتھ

ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہنائی ہیں اور ان کے قتل کا ارادہ کیا (۳۷) ان مرنے والوں کے بعد زندگانی دنیا پر خاک ہے کیونکہ اسی دنیا کے خاطر ہم کو موت کا جام پلایا گیا۔ (۳۸) یہ ہے میری داستانِ غم اور میری شرحِ حال اے سننے والو! ہم پر گریہ و بکا کرو۔

راوی کہتا ہے کہ زینبؑ جگر سوختہ مسجدِ رسولؐ کا دروازہ پکڑ کر پکارتی تھیں کہ یا جدّاہ! میں بھائی حسینؑ کی خبرِ شہادت لائی ہوں اور سیلابِ اشکِ خون آنکھوں سے بہاتی تھیں اور ایک گھڑی آرام نہ لیتی تھیں اور گریہ و نوحہ موقوف نہ کرتی تھیں اور جب علی ابن الحسینؑ کو دیکھتی تھیں غم و الم اُن کا دوگنا ہو جاتا تھا۔

کتاب طرائف میں مسند احمد حنبل سے نقل کیا ہے کہ اُمِّ سلمہؓ زوجۂ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ سے مروی ہے کہ جب خبرِ شہادت سیّد الشہداء علیہ السّلام ان معظمہ کو پہنچی تو انھوں نے اہلِ کوفہ پر لعنت کی اور فرمایا کہ حسین علیہ السلام کو قتل کیا، خدا ان کو قتل کرے اور حسین علیہ السّلام کو فریب دیا اور ذلیل کیا، خدا اُن پر لعنت کرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک شب جناب فاطمہ علیہا السّلام خدمتِ رسولؐ میں ایک دیگ کھانے کی لائیں جس میں کوئی غذا آپ نے تیار نہیں کی پس آپ نے وہ طعام ایک طبق میں نکال کر آنحضرتؐ کے سامنے رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ تیرے ابنِ عم کہاں ہیں ؟ جناب سیّدہ نے عرض کیا گھر میں ہیں۔ فرمایا جاؤ اور ان کو اور دونوں فرزندوں کو لے آؤ۔ اُمِّ سلمہ کہتی ہیں کہ فاطمہ حسنینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آئیں اور اُن کے پیچھے جناب امیر المومنین علیہ السّلام تھے۔ آنحضرتؐ نے حسنینؑ کو گود میں بٹھایا اور جانبِ راست امیر المومنین علیہ السّلام اور جانبِ چپ سیدہ علیہا السلام بیٹھیں، اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضرتؐ نے ایک چادر جو خیبر سے آئی تھی میرے نیچے سے کھینچی ہم اسے بچھایا کرتے تھے۔ جناب رسالتمآبؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُسے اوڑھ لیا اور دونوں کنارے چادر کے پکڑے اور دستِ راست بطرفِ آسمان بلند کیا اور کہا اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا۔ یعنی خداوندا یہ سب میرے اہلبیتؑ ہیں پس ناپاکی ان سے دُور رکھ اور اُن کو طاہر و مطہر رکھ۔

شارحِ دیوان حضرتِ امیر علیہ السّلام نے ہشام کلبی سے نقل کیا ہے کہ جب جناب سیّد الشہداء علیہ السّلام درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ایک ہاتف کی دہشتناک آواز آسمان سے سنی گئی وہ یہ شعر پڑھتا تھا، اَیُّھَا الْقَاتِلُوْنَ جَھْلًا حُسَیْنًا۔ الخ[1]

[1] اشعار اور ترجمہ کے لیے دیکھیے صفحہ۔

(جزائری)

مصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض افاضل کے خط سے لکھا پایا انھوں نے شہید علیہ الرحمہ کے خط سے نقل کیا کہ جب سرہائے شہداء مع اہلبیتِ اطہار دربارِ یزید میں وارد ہوئے یزید نے بایں مضمون اشعار پڑھے ؎

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الرُّؤُسُ وَاَشْرَقَتْ تِلْكَ الشُّمُوسُ عَلٰی رُبِیْ جَیْرُوْنِ

صَاحَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ صَحْ اَوْلَا تَصِحْ فَلَقَدْ قَضَیْتُ مِنَ النَّبِیِّ دُیُوْنِیْ

یعنی جب یہ سر قصر جیرون کی بلندیوں سے ظاہر ہوئے اور یہ آفتاب روشن ہوئے تو زاغ نے آواز دی پس میں نے کہا کہ تو آواز دے یا نہ دے میں نے پیغمبرؐ سے اپنا بدلہ لے لیا۔

دعواتِ راوندی میں مذکور ہے کہ جب علی بن الحسین علیہما السّلام یزید ملعون کے پاس گئے۔ اس لعین نے حضرت کے قتل کا قصد کیا اور اپنے روبرو حضرت کو کھڑا کیا اور حضرت سے کلام کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ کوئی کلمہ حضرت کی زبان سے ایسا نکلے کہ موجب اُن کے قتل کا ٹھہرے لیکن جناب امام اُس کے سوال کے موافق جواب دیتے رہے اور ہاتھ سے تسبیح کو حرکت دیتے رہے۔ پس یزید پلید نے کہا میں تم سے بات کرتا ہوں اور تم مجھے جواب دیتے ہو اور انگلیوں سے تسبیح کے دانوں کو بھی حرکت دیتے ہو یہ کیونکر درست ہوسکتا ہے، حضرت نے فرمایا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے اور انھوں نے میرے جدِّ عالی مقدار سے روایت کی ہے کہ وہ جناب جب نمازِ فجر سے فارغ ہوتے تھے تو کسی کلام کئے بغیر فرماتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُسَبِّحُكَ وَاُمَجِّدُكَ وَاَحْمَدُكَ وَاُهَلِّلُكَ بِعَدِّ مَا اُدِیْرُ بِهٖ سُبْحَتِیْ خداوندا! میں تیری تسبیح و تمجید و تحمید و تہلیل کرتا ہوں بمقدار اس تسبیح کی حرکت کے۔ آنحضرت یہ فرماکر لوگوں سے کلام کرتے تھے اور تسبیح کو گردش دیتے جاتے تھے بغیر اس کے کہ کچھ پڑھیں اور فرماتے تھے کہ یہ ثواب میں محسوب ہے اور تا وقتِ خواب حرزِ امانِ الٰہی ہے اور وقتِ خواب پھر وہی کلمات فرماتے تھے اور تسبیح کو سرہانے رکھ دیتے تھے اور شام سے صبح تک ان کے لئے ذخیرۂ ثواب ہوتا تھا۔ پس میں نے بھی اپنے جدِّ بزرگوار کے اتباع میں یہ عمل کیا۔ یزید نے کہا میں تم میں سے جس کے ساتھ کلام کرتا ہوں ایسا جواب پاتا ہوں جو اس کے موافق ہی ہوتا ہے۔ پس حضرت کے قتل سے درگذرا۔

نوادر علی بن اسباط میں باسناد کثیرہ مذکور ہے کہ جب مصعب بن زبیر عبدالملک بن مروان سے جنگ کے لئے تیار ہوا، جناب سید الشہداء علیہ السّلام کی قبر اطہر پر آکر کھڑا ہوا اور

۱؎ اشعار اور ترجمہ کے لئے دیکھئے ص — جزائری

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی تسبیح اور یزید پلید کا اعتراض

کہا یا ابا عبداللہ! اگرچہ ان لوگوں نے آپ کے حق کو غصب کیا، لیکن آپ کے دین کو متغیر نہ کر سکے۔ اس کے بعد ایک شعر بدین مضمون پڑھتا ہوا وہاں سے پھرا کہ جو بزرگوار ہاشمی کربلا میں تھے اپنے آبائے کرام کی راہ پر چلے۔

کتابِ مذکور میں باسنادِ متعددہ منقول ہے جب خبرِ شہادتِ امام حسین علیہ السّلام شہروں میں شائع ہوئی ایک لاکھ عورتیں حضرت کی زیارت کو گئیں، ان میں سے کسی کے اولاد نہ ہوتی تھی۔ پس بہ برکتِ زیارت فرزندِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب صاحبِ اولاد ہوئیں۔

باب ۳

اُن چیزوں کے بیان میں جو بعد شہادت امام حسین علیہ السلام مانند گریہ آسمان و زمین و کسوف ماہ و خورشید ظاہر ہوئیں

تفسیر علی بن ابراہیم میں مروی ہے کہ ایک شخص دشمنانِ خدا و رسولؐ سے جناب امیر علیہ السّلام کے سامنے سے گذرا حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی فما بکت علیھم السّماء والارض وما کانوا منظرین۔ یعنی ان پر آسمان و زمین نہ روئے اور ان کو مہلت نہ ملی۔ بعدہٗ امام حسین علیہ السّلام اُن حضرت کے سامنے گئے، ان کو دیکھ کر فرمایا، لیکن اس پر آسمان و زمین روئیں گے اور فرمایا زمین و آسمان نہیں روئے مگر یحییٰ ابن ذکریا اور حسین بن علیؑ پر۔

کتاب قرب الاسناد میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا حسینؑ کی زیارت کو جاؤ اور ان پر ظلم نہ کرو کیونکہ وہ سردارِ جوانانِ بہشت اور سردارِ جوانانِ شہدا شبیہ یحییٰ بن ذکریا ہیں اور ان دونوں پر زمین و آسمان نے گریہ کیا اور حدیث ابن شبیب میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ زمین و آسمان نے حسینؑ کے شہید ہونے پر گریہ کیا۔

شیخ ابوجعفر طوسیؒ نے کتاب امالی میں ابی فاختہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں اور ابوسلمہ سراج اور یونس بن یعقوب اور فضل بن یسار خدمتِ سراپا برکت امام محمد باقرؑ میں حاضر تھے، میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں میں اہلِ خلاف کی مجلسوں میں جاتا ہوں پس میں اسوقت آپ کا خیال کرتا ہوں اُس حالت میں کیا پڑھنا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا جس وقت تو اُن کی محفل میں جائے تو اس طرح پڑھ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الرَّخَاءَ وَالسُّرُوْرَ، تو اپنے مطلب کو پہنچے گا۔ میں نے عرض کیا میں فدا ہوں جب امام حسینؑ کو یاد کروں کیا کہوں؟ فرمایا تین مرتبہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ بعدازاں حضرت ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جس وقت امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے ہفت طبقہ آسمان و ہفت طبقہ زمین اور جو کچھ کہ ان کے درمیان میں تھا اور جو کچھ کہ بہشت و دوزخ میں تھا اور جو کچھ کہ دیکھا جاتا ہے اور جو کچھ کہ نہیں دیکھا جاتا سب اُن حضرت پر روئے مگر تین چیزیں نہ روئیں۔ میں نے کہا فدا ہوں، وہ تین چیزیں کون سی ہیں جو اُن حضرت پر نہ روئیں؟ فرمایا بصرہ و دمشق و اولادِ حکم بن ابی عاص۔

کتابِ اَمالی اور علل الشرائع میں جبلہ مکیہ سے روایت ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے میثم تمار سے جو محبان و یارانِ حیدرِ کرار سے تھے سُنا وہ کہتے تھے قسم خدا کی کہ یہ امت فرزندِ پیغمبر کو محرم کی دسویں تاریخ کو قتل کرے گی اور دشمنانِ خدا اُس روز کو روزِ برکت قرار دیں گے اور یہ امر ہونے والا ہے اور حق تعالیٰ کے علم میں گذرا ہے اور یہ ایک عہد ہے جو حق تعالیٰ کے علم میں گذرا ہے اور یہ ایک عہد ہے جو حق تعالیٰ نے جنابِ امیر علیہ السلام سے لیا ہے اور مَیں نے اپنے مولا علیؑ کی زبانِ معجز بیان سے سُنا ہے، اور انھوں نے فرمایا کہ تمامی کائنات حتیٰ کہ وحوشِ صحرا میں، مچھلیاں دریا میں اور طیور ہوا میں اس شہیدِ مظلوم پر روئیں گے اور چاند سورج اور ستارے اور آسمان و زمین اور مومنین اور فرشتے آسمان و زمین کے اور رضوان و مالک اور حاملِ عرشِ بریں اس پر گریہ کریں گے اور آسمان سے خون اور راکھ برسے گی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لعنتِ خدا قاتلانِ حسینؑ پر واجب ہوئی ہے جیسا کہ مشرکوں اور یہودیوں اور فرنگیوں اور مجوس پر واجب ہوئی۔ جبلہ کہتی ہے میں نے میثمؒ سے کہا کہ لوگ کس طرح سے روزِ قتلِ حسینؑ کو روزِ برکت قرار دیں گے۔ یہ سنکر وہ روئے اور کہا ایک حدیث مخالفین نے وضع کی ہے کہ اس روز توبہ آدم و داؤد علیہما السلام کی مقبول ہوئی اور یونسؑ مچھلی کے شکم سے نکلے حالانکہ یہ باتیں ماہِ ذوالحجہ میں واقع ہوئی تھیں اور گمان کرتے ہیں کشتی نوحؑ آج کے دن جُودی پر ٹھہری حالانکہ یہ امر ذی الحجہ کی اٹھارویں کو ہوا تھا اور سمجھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے واسطے دریا اس روز شق ہوا حالانکہ یہ واقعہ ربیع الاوّل میں ہوا تھا، بعدہٗ میثمؒ نے کہا اے جبلہ جان لو کہ حسینؑ بن علیؑ بروزِ قیامت سردار ہوں گے اور اصحابِ حضرت سب شہداء سے بہتر ہیں۔ اے جبلہ جب تو دیکھے کہ آفتاب سرخ ہوا اور برنگِ خونِ تازہ ہو گیا۔ جان تو کہ حسینؑ شہید ہوئے۔ جبلہ کہتی ہے کہ ایک روز میں نکلی اور میں نے دھوپ کو دیوار پر مانند رنگین چادر کے سرخ دیکھا۔ پس میں رونے پیٹنے لگی اور کہنے لگی کہ بخدا حسینؑ ابن علیؑ قتل ہوئے۔

کتاب کامل الزیارت میں ابوبصیر نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے میرے والد بزرگوار کو مدینہ سے شام بلوایا پس حضرت حسبِ طلب ہشام متوجہ شام ہوئے۔ جب ہشام کے پاس پہنچے تو اس نے کہا یا اباجعفر! آپ کو ایک ایسے مسئلہ کے دریافت کے لئے بلوایا ہے جس کو میرے سوا کسی شخص نے آپ سے نہ پوچھا ہوگا اور کسی کو سوا آپ کے اس قابل نہیں پاتا ہوں کہ اس کا درست جواب دے۔ حضرت نے فرمایا پوچھ جو تیرا جی چاہے۔ ہشام نے کہا بتلایئے جو شخص شبِ قتلِ علی علیہ السّلام کوفہ میں موجود نہ تھا اس کو حضرت کے قتل سے کس طرح خبر ہو گئی۔

اور کس علامت سے لوگوں نے اس شب کو حضرت کا قتل ہونا معلوم کیا، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ شبِ قتلِ علیؑ تا وقتِ صبح جس پتھر کو اٹھایا جاتا تھا کہ اس کے نیچے تازہ خون ملتا تھا، اور شبِ قتلِ ہارونؑ و موسیٰؑ علیہما السّلام کی بھی یہی کیفیت تھی، جس رات حضرت یوشع بن نون مارے گئے، جس رات حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے، جس شب ان کے وصی شمعون بن حمون کو قتل کیا گیا زمین سے خون اُبلا تھا، اور اسی طرح شبِ شہادت حضرت علیؑ اور شبِ شہادت حضرت امام حسین بن علی علیہما السّلام زمین سے خون اُبلا اور لوگوں کو خبر ہوگئی۔ ہشام اس کلام سے غصہ میں آیا اور اُس کا رنگ متغیر ہوگیا اور اُس نے میرے والدِ ماجد کے قتل کا ارادہ کیا۔ میرے والدِ عالی وقارؑ نے فرمایا کہ اے ہشام! خلق پر امام کی اطاعت و خیر خواہی واجب ہے، اور میں نے تیرے سوال کے جواب میں محبتِ علیؑ کا اظہار کیا اس کا سبب یہ ہے کہ میں ان کو اپنا امام مفترض الطاعۃ جانتا ہوں اور تجھ کو بھی لازم ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھے۔ ہشام نے کہا آپ اپنے متعلقین کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں پس حضرت روانہ ہوئے اور ہشام نے اس وقت حضرت سے کہا کہ مجھ سے کہ مادام الحیات یہ حدیث کسی سے نہ کہوں گا۔ اس حدیث کو راوی نے بسط و طول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

کتابِ مذکور میں ساکنانِ بیت المقدس میں سے ایک شخص سے مروی ہے وہ کہتا ہے ہم سب لوگ بیت المقدس اور اس کے اطراف میں شبِ شہادت امام حسین علیہ السلام کو پہچان گئے لوگوں نے پوچھا کس طرح سے اُس نے کہا کہ اُس شب جس جگہ سے پتھر اٹھایا یا ڈھیلا اٹھایا اس کے نیچے خون جوش مارتا تھا اور تمام دیواریں سرخ ہوگئی تھیں اور تین روز برابر آسمان سے خون برستا رہا اور شب کو یہ منادی سنی کہ کوئی شخص یہ اشعار پڑھتا تھا۔ ؎

أَتَرْجُوا أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا ... شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ
مَعَاذَ اللهِ لَا نِلْتُمْ يَقِينًا ... شَفَاعَةَ أَحْمَدَ وَأَبِي تُرَابِ
قَتَلْتُمْ خَيْرَ مَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا ... وَخَيْرَ الشَّيْبِ طُرًّا وَالشَّبَابِ

ترجمہ: کیا وہ امت جس نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے اُن کے جد کی شفاعت کی امیدوار ہو سکتی ہے؟ خدا کی پناہ! تمہارا جرم اتنا سنگین ہے کہ تم کو حضرت رسالتمآبؐ اور ابوترابؑ کی شفاعت نصیب ہوگی؛ کیونکہ تم نے اس کو قتل کیا ہے جو ہر اُس شخص سے جو سواری پر سوار ہو اور ہر بوڑھے، اور جوان سے بہتر تھا۔" اُس کے بعد راوی کہتا ہے کہ تین روز سورج کو گہن رہا اور ستارے دن کو نکلتے تھے، تھوڑے عرصے کے بعد خبرِ قتلِ شہیدِ کربلا ہم کو پہنچی اور ہم کو معلوم ہوا کہ یہ حوادث اسی روز واقع ہوئے تھے۔

کتاب مذکور میں زہری سے منقول ہے کہ اُس نے کہا کہ جب امام حسین علیہ السّلام قتل ہوئے کوئی سنگریزہ بیت المقدس میں ایسا نہ تھا کہ اس کے نیچے خونِ تازہ نہ پایا گیا ہو، اور عمرِ سعد سے بھی اسی طرح نقل ہے۔

کتاب مذکور میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ انس و جن و وحوش و طیور امام حسین بن علی علیہما السّلام پر زار زار روئے اور محمد بن حسین سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

کتابِ مذکور میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ میرے ماں باپ فدا ہوں حسینؑ پر یہ جانب پشتِ کوفہ شہید ہوگا۔ بخدا میں دیکھتا ہوں کہ قسم قسم کے جانورانِ وحشی اسکی قبر کی طرف اپنی گردنیں اٹھائے اس پر گریہ و نوحہ کرتے ہیں اور صبح سے شام تک روتے ہیں۔ جب یہ امرِ عظیم واقع ہوگا تم کو لازم ہے (کہ ترکِ زیارت کرکے) اس پر ظلم نہ کرنا۔

کتابِ مذکور میں حسین بن ثویر اور ابن ظبیان وابی سلمہ سراج سے مروی ہے یہ سب کہتے ہیں کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سُنا فرماتے تھے کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے ساتوں طبق آسمان کے اور ساتوں طبق زمین کے اور جو کچھ ان کے درمیان اور جو اُن کے اوپر ہے اور جو مخلوقات بہشت میں ہے اور جو مخلوقات دوزخ میں ہے اور جو چیز دیکھنے میں نہیں آتی ہے یہ سب حضرت پر روئے اور محمد بن حسین سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

کتابِ مذکور میں یونس وابی سلمہ سراج ومفضل سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے ہم نے سُنا آپ فرماتے تھے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تمام مخلوقاتِ خدا اُن حضرات پر روئی مگر تین چیزیں نہیں روئیں میں نے پوچھا وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ فرمایا بصرہ، دمشق اور آلِ عثمان۔

کتابِ مذکور میں حسین بن ثور سے منقول ہے کہ اس نے کہا میں اور ظبیان اور مفضل اور ابو سراج چراغِ شبستانِ حقائق امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے، اس وقت یونس بول رہے تھے، وہ سن میں ہم سے زیادہ تھے پھر راوی ایک طولانی حدیث ذکر کرکے کہتا ہے کہ بعدہٗ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وہی ارشاد فرمایا جس کا ذکر سابقہ حدیث میں گذر چکا ہے۔

کتابِ مذکور میں زرارہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے زرارہ آسمان چالیس دن حسینؑ پر خون رویا اور زمین چالیس دن سیاہ اشکوں

سے روئی اور آفتاب اس طرح رویا کہ اس کو چالیس دن گہن رہا اور اس کی رنگت سرخ ہو گئی، اور پہاڑ ریزہ ریزہ و پراگندہ ہو گئے اور دریا جوش میں آئے اور فرشتے چالیس دن اُس جناب پر روئے اور ہماری عورتوں میں سے کسی نے اس وقت تک سر میں خضاب نہ کیا اور تیل نہ ڈالا اور کنگھی نہ کی اور سرمہ نہ لگایا جب تک عبید اللہ بن زیاد کا سر نہ آیا اور اُس کے بعد بھی ہم اُن حضرت پر گریہ و بکا کرتے رہے اور ہمارے جد امام زین العابدین علیہ السّلام جب اُس جناب کو یاد کرتے تھے اس قدر روتے تھے کہ آپ کے محاسن شریف اشک سے تر ہو جاتے تھے اور جو شخص دیکھتا تھا اُسے رحم آتا تھا اور اُن کے رونے سے روتا تھا اور جو فرشتے ضریح امام حسین علیہ السّلام کے قریب ہیں اُس جناب پر روتے ہیں اور اُن کے رونے سے اور فرشتے جو آسمان اور درمیان آسمان و زمین کے ہیں وہ بھی روتے ہیں اور جب روح پاک امام حسین علیہ السّلام کے بدنِ مطہر سے جُدا ہوئی تو جہنم نے ایک ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا شق ہو جائے اور جس وقت کہ روحِ نجس عبید اللہ بن زیاد اور یزید بن معاویہ کی نکلی تھی جہنم نے ایسا نعرہ مارا تھا کہ اگر اس کے خازن بحکمِ خدا اس کو نہ روکتے یقیناً ساکنانِ زمین کو جلا دیتی اور اگر اجازت ملتی سب کو نگل جاتی لیکن دوزخ تحتِ حکمِ الٰہی ہے اور اُس کے دروازے بند ہیں اور دوزخ نے اپنے خازنوں کی نافرمانی بارہا کی مگر اُن کو اس کے روکنے کی طاقت نہ رہی تا اینکہ جبرئیل امین نے اپنے بازو سے اُس کا شعلہ روکا اُس وقت وہ ساکن ہوئی اور دوزخ امام حسینؑ پر گریہ و نوحہ کرتی تھی اور ان کے قاتلوں پر جوش و خروش کا مظاہرہ کرتی تھی، اگر حجت ہائے الٰہی روئے زمین پر نہ ہوں زمین اپنے ساکنوں کو ہلاک کرنے میں کافی ہے اور زلزلے زیادہ نہیں ہوں گے مگر جب قیامت نزدیک پہنچے گی، اور کوئی آنکھ و اشک پیشِ خدا اُس آنکھ سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ جو امام حسینؑ پر روئے اور اشک جاری کرے اور جو شخص حضرت کے لئے روتا ہے حضرت فاطمہ زہرا کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور اُن کی مدد کرتا ہے اور پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر احسان کرتا ہے اور ہمارا حق ادا کرتا ہے اور روزِ قیامت سب کی آنکھیں گریاں ہوں گی لیکن جو لوگ کہ میرے جد کی مصیبت پر روئے ہیں ان کی آنکھیں خنک اور چہرے شگفتہ اور بشاش ہونگے اور جس وقت کہ لوگ خوف و خطر اور ہولِ روزِ محشر میں مبتلا ہوں گے امام حسین پر رونے والے حق تعالیٰ کی پناہ میں ہوں گے جب خلق حساب کے واسطے حاضر کی جائے گی اس وقت امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں عرش کے نیچے اور سایۂ رب العالمین میں داخل ہوں گے

اور ان کو حساب کی کچھ پروا نہ ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ اور یہ قبول نہ کریں گے اور مجلسِ سیّد الشہداء علیہ السّلام کو بہشت پر ترجیح دیں گے اور بہشت کی حوریں ان کو پیام بھیجیں گی اور ولدان مخلدین اشتیاق و انتظار ظاہر کریں گے مگر یہ لوگ بہ سبب اس بزرگی اور خوشی کے جو اس مجلس میں پائیں گے حور و غلمان کی طرف رُخ نہ کریں گے اور ان کے دشمنوں کی پیشانی پکڑ کر جہنم کی طرف کھینچا جائے گا۔ وہ لوگ کہیں گے کہ کوئی ہمارا شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی ہمارا دوست ہے جو اس وقت مصیبت میں کام آئے اور وہ مراتب و درجات ان لوگوں کے دیکھیں گے مگر نزدیک نہیں پہنچ سکیں گے اور فرشتے ان کی ازواجِ مطہرہ کا پیامِ شوق اور خازنانِ بہشت کا کلامِ ذوق لادیں گے اور جو نعمتیں بہشتِ عنبر سرشت میں ان کے لئے مقرر ہیں ان کا ان کے روبرو ذکر کریں گے مگر وہ جواب دیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بہشت میں آئیں۔ پس فرشتے یہ جواب وہاں پہنچا دیں گے اور حورانِ جناں ان کے درجات کا حال سنکر اور اُس مجلس و قرب و منزلتِ امام حسینؑ معلوم کر کے زیادہ مشتاق ہوں گی اور وہ شکرِ خداوندِ عالمیان ادا کریں گے اور کہیں گے کہ شکر ہے خدا کا کہ ہم کو اُس نے روز کے مصائب و شدائد سے محفوظ رکھا اور جس چیز سے کہ ہم ڈرتے تھے نجات دی، پھر ان کے لئے سواریاں حاضر کی جائیں گی، پس وہ سوار ہوں گے اور شکرِ الٰہی اور دُرود رسالت پناہی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بجا لاتے ہوئے بہشتِ بریں میں اپنے درجات و منازل میں پہنچیں گے۔

کتابِ مذکور میں ابوبصیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں خدمتِ امام جعفر صادق علیہ السّلام میں حاضر تھا کہ حضرت کا ایک صاحبزادہ آپ کے پاس آیا حضرت نے اس کو مرحبا کہہ کر سینہ سے لگایا اور پیار کیا اور فرمایا خدا اُن لوگوں کو حقیر و ذلیل کرے جنھوں نے تم کو ذلیل و حقیر کیا اور خدا انتقام لے اُن لوگوں سے جنھوں نے تمھارے ساتھ عداوت و کینہ رکھا اور خدا چھوڑ دے ان لوگوں کو جنھوں نے تم کو چھوڑ دیا، اور لعنت کرے ان پر جنھوں نے تم کو شہید کیا، اور خدا یار و مددگار اور نگہبان ہے۔ کس قدر رونا عورتوں کا اور انبیاء اور مومنین اور شہداء اور ملائکہ آسمان کا تمہارے اوپر ہوتا رہا ہے۔ اے ابوبصیر! میں جب ذریتِ حسینؑ کو دیکھتا ہوں میرا حال اس قدر متغیر ہوتا ہے کہ میں بسبب اس جور و ستم کے جو انکے پدرِ عالی مقدار پر کئے گئے ان کو یاد کر کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اے ابوبصیر! جب فاطمہؑ حسینؑ پر روتی ہیں اور نالہ و فریاد کرتی ہیں تو جہنم سے آوازِ خروش بلند ہوتی ہے اور جب خازنانِ

دوزخ آواز اس مخدومۂ عالم کی سنتے ہیں جہنم کو روکتے ہیں کہ مبادا شعلہ زن ہو اور اس کا دھواں باہر نکلے اور تمام اہلِ زمین کی آنکھیں جلادے جب تک سیدۂ عالم، عالمِ گریہ و بکا میں رہتی ہیں تو فرشتے محافظت دوزخ کرتے رہتے ہیں اور شعلہ ہائے جہنم کو پھیرتے رہتے ہیں اور دروازوں کو بند کردیتے ہیں تاکہ ساکنانِ زمین محفوظ رہیں اور دوزخ ساکن نہیں ہوتی جب تک کہ وہ سیدۂ عالم چپ نہ ہوجائیں اور قریب ہوتا ہے کہ تمام سمندر جوش ماریں اور متلاطم ہوکر ایک دوسرے سے مل جائیں لیکن ہر قطرۂ دریا پر ایک فرشتہ مؤکل ہے جب یہ فرشتے اس مخدومۂ جہاں کی آواز سنتے ہیں، دریاؤں کو روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں اور بازوؤں سے اُن کا جوش تھامے رہتے تاکہ اہلِ زمین غرق نہ ہوجائیں اور تمام ملائکہ ہمیشہ ترساں اور ہراساں اور ان مخدومہ کے رونے سے گریاں و نالاں رہے ہیں اور تضرع وزاری درگاہِ باری میں کرتے ہیں اور بخوفِ عذاب اہلِ زمین تسبیح و تقدیس کی آوازیں بلند کرتے ہیں، اور اگر ان میں سے ایک کی آواز ساکنانِ زمین کو پہنچے تو وہ بے ہوش ہوجائیں اور پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں اور زمین کو زلزلہ آجائے۔

میں نے عرض کیا مولا! میں آپ پر فدا ہوں، یہ امرِ عظیم ہے، فرمایا جو میں نے ذکر نہیں کیا اس سے بھی زیادہ عظیم ہے۔ پس فرمایا اے ابوبصیر کیا تو نہیں چاہتا ان لوگوں سے ہو جو گریہ و زاری میں فاطمہؑ کی مدد کرتے ہیں، پس یہ کلمہ سنکر میں رونے لگا اور اس قدر رویا کہ بات نہ کرسکتا تھا۔ بعد ازاں حضرت نماز کے لئے گئے اور دعا میں مشغول ہوئے، میں حضرت کو اس حال میں چھوڑ کر جدا ہوا اور کھانا نہ کھاسکا رات کو مجھے نیند بھی نہ آئی دوسرے دن ترساں و ہراساں حضرت کی خدمت میں گیا جب میں نے دیکھا کہ وہ جناب ساکن ہیں تو میں بھی ساکن ہوا اور شکرِ جناب باری کیا کہ اس بارے کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔

غمِ سیدہؑ کا طرزِ عمل گریہ و زاری

کتابِ مذکور میں ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ ایک روز امیر المومنین علیہ السّلام برآمد ہوئے اور مسجد میں اصحاب اطیاب کے جھرمٹ میں آکر بیٹھے اس وقت امام حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے روبرو کھڑے ہوئے، حضرت نے اپنے دستِ شفقت ان کے سرِ مبارک پر رکھ کر فرمایا اے میرے فرزند حق تعالیٰ نے ایک جماعت کا ذکر قرآنِ مجید میں اس عبارت سے بیان فرمایا کہ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ[۴۴] کہ آسمان و زمین ان پر نہ روئیں گے اور ان کو مہلت نہ ملے گی بخدا کہ تجھے قتل کریں گے۔ اور آسمان و زمین تیرے اوپر روئیں گے، اور ابن ابی خطاب سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

۴۴ سورۂ الدخان آیت ۲۹

کتابِ مذکور میں ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے تھے کہ آسمان و زمین امام حسین علیہ السّلام کے شہید ہونے سے روئے اور سُرخ ہو گئے اور کبھی آسمان و زمین کسی شخص کے لئے نہیں روئے ہیں مگر یحییٰ بن زکریا اور حسینؑ شہید کربلا کے لئے۔

کتابِ مذکور میں علی بن مسہر قرشی سے نقل ہے وہ کہتا ہے میری دادی امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھیں وہ بیان کرتی تھیں کہ حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک سال نو مہینے آسمان خون کے مانند سُرخ رہا۔ اس طرح سے کہ آسمان دکھائی نہ دیتا تھا۔

کتابِ مذکور میں عبد الخالق بن عبد ربہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے میں نے سنا کہ وہ فرماتے تھے لَمْ نَجْعَلْ لَہٗ مِن قَبْلُ سَمِیًّا نہ حسینؑ ابن علیؑ کا کوئی سمی و ہمنام پیشتر ہوا تھا، یہ یحییٰؑ بن زکریاؑ کا کوئی ہمنام تھا اور آسمان کسی پر نہیں رویا صرف ان دو شخصوں پر چالیس دن روتا رہا۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا آسمان کا رونا کیا ہے؟ فرمایا آسمان بوقتِ طلوع و غروب سُرخ ہوتا تھا[۱]

کتابِ مذکور میں مروی ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے آسمان سے خاک سُرخ برسی۔

کتابِ مذکور میں علی بن الحسینؑ سے منقول ہے کہ آسمان جب سے خلق ہوا نہیں رویا مگر یحییٰ بن زکریا اور حسینؑ ابن علیؑ پر، راوی نے پوچھا آسمان کا رونا کیا ہے، فرمایا جب کوئی کپڑا زیرِ آسمان رکھ دیتے تھے لہو کے دھبے اُس پر پڑ جاتے تھے[۲]۔

کتابِ مذکور میں حنان سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے عرض کیا کہ زیارت امام حسین علیہ السّلام کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کیونکہ میں نے بعض لوگوں سے سُنا ہے کہ حضرت کی زیارت ایک حج اور ایک عمرہ کے برابر ہے۔ حضرت نے فرمایا تعجب نہ کر جس نے یہ کہا ہے درست نہیں کہا لیکن حضرت کی زیارت کیا کر اور اُس جناب پر جفا نہ کر کہ وہ سردار جوانانِ بہشت اور سردار جوانانِ شہداء اور شبیہ یحییٰؑ بن زکریا ہیں اور ان دونوں بزرگوں

---

[۱] اس مضمون کی متعدد روایات بحار میں متفرق طرق و اسناد سے مروی ہیں۔ مکرر ہونے کی وجہ سے ان کو حذف کیا گیا ہے۔ جزائری

[۲] مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام سے قبل شاید آسمان کے کنارے طلوع و غروب کے وقت اس قدر سُرخ نہیں ہوتے تھے جتنا کہ اس وقت کے بعد سے ہونے لگے۔ جزائری

پر آسمان و زمین روئے ۔ اور روایت عبد الصمد بن محمدؒ و ابن بزیع میں بھی اسی طرح منقول ہے ۔ مصنّف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں لکھا ہے کہ حضرت نے جو یہ فرمایا کہ یہ بات اس شخص نے غلط کہی ہے از راہِ تقیہ کے فرمایا۔ [1]

کتابِ مذکور میں حسین بن زیاد نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ قاتل یحییٰ بن زکریا ولد الزنا تھا اور قاتلِ حسینؑ بھی ولد الزنا تھا، اور آسمان کسی پر نہ رویا تھا مگر یحییٰ اور حسینؑ پر، میں نے عرض کی آسمان کس طرح رویا، فرمایا آفتاب سُرخی پر طلوع کرتا تھا اور سرخی میں غروب کرتا تھا۔

کتابِ مذکور میں داؤد رقی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں امام جعفر صادق علیہ السّلام کی دولت سرا میں بیٹھا تھا ایک کبوتر راعبی حضرت کے مکان میں بول رہا تھا اور میں دیکھ رہا تھا حضرت دیر تک میری طرف نظر کرتے رہے اس کے بعد فرمایا تو جانتا ہے یہ جانور کیا کہتا ہے میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں بخدا کچھ نہیں جانتا فرمایا قاتلانِ حسینؑ پر نفرین کرتا ہے، پھر فرمایا اس جانور کو پالا کرو۔ اور جاموراتی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

کتابِ مناقب میں نضرہ ازدیہ سے مروی ہے وہ کہتی ہے کہ وقتِ شہادت امام حسین علیہ السّلام آسمان سے اتنا خون برسا کہ کپڑے رنگین ہو گئے اور ہمارے برتن خون سے لبریز ہو گئے اور قرطہ بن عبد اللہ کہتا ہے کہ ایک روز دوپہر کو بارش ہوئی جس سے سفید کپڑا سرخ ہو گیا۔ میں نے دیکھا وہ خون تھا۔ جب اونٹ پانی پینے کے لئے صحرا کو گئے پانی سب خون ہو گیا تھا معلوم ہوا کہ وہ روزِ شہادت حسین علیہ السلام تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ آسمان حسینؑ پر چالیس دن خون رویا۔ اور زرارہ نے بھی ان حضرت نے نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے آسمان یحییٰؑ بن زکریا اور حسینؑ ابن علیؑ پر چالیس روز رویا اور سوا ان کے کسی پر نہیں رویا۔ میں نے کہا آسمان کا

---

[1] علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اگرچہ اس روایت کو تقیہ پر محمول فرمایا ہے مگر میرے نزدیک اس کے دو معنی اور ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ زیارت امام حسین علیہ السلام حج و عمرہ واجب کے برابر نہیں ہے (یعنی اس کی مُسقط نہیں ہے) اگرچہ ثواب میں اس سے زیادہ ہے جس طرح جواب سلام واجب ہے مگر ابتداء سلام (جو مستحب ہے) اس کا ثواب ۹۹ درجہ زیادہ ہے۔ دوسرا یہ کہ حضرت کی زیارت کا ثواب صرف ایک حج و عمرہ کے برابر نہیں ہے بلکہ وہ ستر حجوں اور عمروں کے برابر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بجا لائے گئے ہوں جیسا کہ فریقین شیعہ سنی کی کتابوں سے ثابت ہے، لہٰذا امام کی نفی (یعنی ایک حج و عمرہ کے برابر نہیں ہے) درست ہے۔

جزائری

رونا کیا ہے؟ فرمایا آفتاب برنگِ سُرخ طلوع و غروب کرتا تھا اور اُمِ سلیم سے روایت ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے آسمان سے اتنا خون برسا کہ دیواریں اور گھر سُرخ ہو گئے، اور کتاب الاھانتہ میں ایک روایت ایسی مذکور ہے اور تفسیر قشیری میں سدی سے منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے آسمان نے ان حضرت پر گریہ کیا اور اس کے رونے کی علامت یہ تھی کہ اس کے کنارے سُرخ ہو گئے تھے۔ محمد ابن سیرین نے کہا ہے ہم کو خبر پہنچی ہے کہ آسمان پر شفق پیش از شہادت امام حسین علیہ السّلام ظاہر نہ ہوتی تھی، اور تاریخ نسوی میں محمد سے مروی ہے انھوں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ سرخی افق کی کس سبب سے ہے۔ پھر خود ہی کہا کہ روزِ شہادت امام حسین ظاہر ہوتی ہے اور صاحبِ مناقب نے ابوعیسیٰ ترمذی سے اسی طرح روایت کی ہے۔ اور مناقب میں اسود بن قیس نے روایت کی ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے ایک سُرخی جانبِ مشرق سے اور ایک جانب مغرب سے ظاہر ہوئی اور بیچ آسمان میں دونوں مل گئیں۔ چھ مہینے یہی حال رہا اور تاریخ نسوی میں ابوقبیل سے مروی ہے کہ جب حسین علیہ السّلام شہید ہوئے سورج کو گہن لگا حتیٰ کہ ستارے دن کو بوقتِ دوپہر ظاہر ہو گئے اور ہم لوگوں کو گمان ہوا کہ قیامت برپا ہو گئی اور ابنِ لہیعہ نے ابن قبیل سے اسی طرح روایت ہے۔ علی بن مسھر نے اپنی جدہ سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں شہادتِ امام حسین علیہ السلام میں سیانی لڑکی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ حسینؑ کی شہادت کے وقت آسمان کئی دن ہم رنگ خون رہا۔ اور نضرہ ازدیہ سے منقول ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے آسمان سے خون برسا اور صبح کو تمام چیزیں خون سے بھری پائیں، اور اُمِ حبّان سے مروی ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ تین دن تاریکی رہی اور جو شخص آپ کی زعفران مُنہ پر لگاتا تھا جل جاتا تھا اور جو پتھر بیت المقدس میں اٹھاتے تھے اس کے نیچے خون تازہ پاتے تھے۔

مناقب میں حرز خاص صحیح مسلم سے اس آیت کی تفسیر میں یوں منقول ہے کہ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ہ جب حسینؑ شہید ہوئے آسمان رویا اور اُس کا رونا اس کا سرخ ہونا ہے۔ اور ثعلبی میں اپنی تفسیر میں اس آیت کی روایت کی ہے کہ شفق کی سرخی قبلِ قتلِ امام حسین علیہ السلام نہ تھی۔ ایضاً ثعلبی نے اس حدیث مرفوع ذکر کی ہے کہ ایام قتل حسینؑ خون برسا۔

شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ نے امالی میں عمار بن ابی عمارہ سے نقل کیا ہے کہ روزِ قتلِ

حسینؑ خونِ تازہ آسمان سے برسنا۔ ایضاً۔ امالی ابن بابویہ میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جب حسینؑ کو صحرائے کربلا میں زخمی و مجروح کیا گیا اور وہ ستمگر سر کاٹنے کے لئے حضرت کے قریب گئے، تو ایک منادی نے جنابِ احدیت کی طرف سے عرش پر سے اہلِ زمین کو ندا کی اے اُمتِ سیہ کار اپنے پیغمبر کے بعد تم نے ان کے اہلبیتؑ پر ظلم و ستم کئے حق تعالیٰ تم کو توفیق عید قربان و عید رمضان کی نہ دے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ بخدا توفیق نہیں پاتے اور ہمیشہ توفیق نہ پائیں گے جبتک کہ قائمِ آلِ محمدؐ ظاہر نہ ہو۔ کتاب علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ مؤلف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں لکھا ہے کہ ان کے توفیق نہ پانا، یا بسببِ اشتباہ ہلال کے ہے کہ اکثر اوقات ان مہینوں میں چاند مشتبہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اکثر علماء یہی معنی سمجھے ہیں یا اس راہ سے ہے کہ امامِ حق ظاہر نہیں اس لئے نمازِ عید کامل نہیں ہوتی یا اشتراط امامؑ کے قول کی بناء پر منعقد نہیں ہوتی، یا یہ معنی کئے جائیں کہ یہ حکم اہلِ خلاف کے واسطے مخصوص ہے کہ وہ توفیقِ عیدین نہ پائیں گے۔ مؤلفِ بحار علیہ الرحمہ نے آخری معنی کو اختیار کیا ہے۔

کتاب جدِ کو میں محمد بن اسماعیل رازی نے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اہلِ باطل کے حق میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ ان کو توفیق روزہ کی نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا ان کے حق میں فرشتوں کی بد دعا قبول ہوئی ہے۔ میں نے عرض کی وہ کس طرح میں آپ پر فدا ہوں۔ فرمایا کہ جب حسین بن علی علیہما السّلام کو شہید کیا تو ایک فرشتہ نے ندا کی کہ اے امتِ جفا کار قاتلِ عترتِ احمد مختارؐ حق تعالیٰ تم کو روزہ اور فطرہ کی توفیق نہ دے۔ ایک اور حدیث میں بجائے صوم و فطر فطر و اضحیٰ مذکور ہے۔

ایضاً کتابِ امالی ابن بابویہ میں مفضل بن عمر نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کی ہے اُن حضرت نے اپنے جدِ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام ایک روز اپنے بھائی حسن علیہ السّلام کے پاس گئے اور ان کو دیکھ کر رونے لگے۔ امام حسنؑ نے پوچھا یا ابا عبداللہ کیوں روتے ہو؟ امام حسینؑ نے کہا اُس ظلم کو یاد کر کے روتا ہوں جو آپ پر ہوگا۔ امام حسنؑ نے کہا ظلم جو مجھ پر ہوگا وہ اسی قدر ہے کہ مجھ کو زہر دیں گے اور اسی سے میں وفات پاؤں گا لیکن کوئی مصیبت تمہاری شہادت کے برابر نہیں ہے۔ یا ابا عبداللہ! تیس ہزار نامرد جو اپنے کو ہمارے جد کی امت جانتے ہوں گے اور وہ دینِ اسلام کے مدعی ہوں گے۔ تمہارا خون بہانے اور اہلِ حرم

کی ہتکِ حرمت کرنے اور ان کا مال و اسباب لُوٹنے کے لئے کمربستہ ہوں گے اُس وقت بنی اُمیہ لعنتِ ابدی میں گرفتار ہوں گے اور تمہارے لئے آسمان خون اور راکھ برساکر روئے گا اور تمام چیزیں حتیٰ کہ چرند جنگل میں، مچھلیاں دریا میں تم پر گریہ کریں گی۔

کتاب کامل الزیارت میں عروۃ بن زبیر سے روایت ہے کہ جن ایام میں عثمان بن عفان نے ابوذر غفاری علیہ الرحمہ کو مدینہ سے ربذہ بھیجا لوگوں نے ان بزرگوار کو تسلی دینے کے لئے کہا کہ اے ابوذرؓ! تم کو بشارت ہو کیونکہ راہِ خدا میں آپ پر جو مصیبت بھی نازل ہو تھوڑی ہے۔ یہ سُنکر جناب ابوذرؓ نے جواب دیا ہاں! یہ کچھ نہیں ہے لیکن تمہارا کیا حال ہو گا جب حسینؑ بن علیؑ قتل کئے جائیں گے یا ذبح کئے جائیں گے۔ قسم خدا کی کوئی حادثہ بعد از شہادت سردارِ اوصیا اس سے زیادہ عظیم نہ ہو گا اور حق تعالیٰ اپنے غضب کی شمشیر اس امت پر اس طرح کھینچے گا کہ پھر کبھی اسے نیام میں نہ کرے گا اور ایک عوض لینے والا اُس کی اولاد میں پیدا کرے گا وہ لوگوں سے بدلہ لے گا۔ پھر ابوذرؓ نے فرمایا: ایہا النّاس اگر تم کو اس انقلابِ عظیم کی اطلاع ہو جو وقتِ شہادتِ حسینؑ زمین و آسمان، دریاؤں اور پہاڑوں میں ظاہر ہو گا تو تم اتنا گریہ کرو کہ تمہاری جانیں نکل جائیں، جس آسمان سے روحِ مطہر امام حسینؑ گذرے گی ستّر ہزار فرشتے دہشت سے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور شدّتِ خوف سے ان کے بدن قیامت تک کانپتے رہیں گے اور جو ابر ہوا میں اُڑتا ہے اور رعد و برق رکھتا ہے وہ حسینؑ کے قاتل پر لعنت کرتا ہے اور ہر روز روحِ پاک حسینؑ کی اپنے جد کے پاس جائے گی اور دونوں آپس میں ملاقات کریں گے۔

باب ۴

ملائکہ کا حسین علیہ السّلام کی مدد کو آنا اور آپ کی شہادت پر گریہ زاری کرنا اور تمام انبیاء اور فاطمہ زہرا کا نوحہ و ماتم

شیخ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے ابان بن تغلب سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ چار ہزار فرشتے امام حسین علیہ السّلام کی مدد کے لئے آسمان سے نازل ہوئے لیکن حضرت نے اُن کو لڑنے کی اجازت نہ دی وہ واپس چلے گئے، پھر اُس وقت نازل ہوئے جب حضرت شہید ہو چکے تھے اس وقت سے تابہ قیامت وہ حسینؑ پر ژولیدہ مُو خاک بسر گریہ و بکا کرتے رہیں گے اُن کا سردار ایک فرشتہ ہے جس کو منصور کہتے ہیں۔ ایضاً کتاب کامل الزیارات میں بسند دیگر ابی الخطاب سے اسی طرح روایت ہے۔

امالی شیخ طوسیؒ میں محمدؐ بن حمران سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب امام حسین علیہ السّلام پر وہ حادثۂ عظیم واقع ہوا فرشتوں نے جنابِ باری میں تضرع وزاری کی کہ پروردگارا! ان اہلِ جفا نے تیرے برگزیدہ اور تیرے پیغمبرؐ کے فرزند حسینؑ پر یہ ظلم و ستم کیا۔ اُس وقت جنابِ احدیت نے نشانِ ظفر نشان حضرت صاحب الزمانؑ کے فرشتوں کو دکھلائے اور فرمایا میں اس شخص کے ہاتھوں سے خونِ حسینؑ کا انتقام لوں گا۔

کتاب علل الشرائع میں ثمالی سے روایت ہے اُس نے کہا میں نے امام محمدؐ باقر علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی یابن رسول اللہؐ! آیا آپ امام بحق نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں! میں نے عرض کی پس امامِ دوازدہم کو کس واسطے قائم کہتے ہیں اور کسی امام کو قائم نہیں کہتے ہیں۔ فرمایا جب میرے جدؐ حسینؑ شہید ہوئے فرشتوں نے جنابِ احدیت میں رو رو کر عرض کی کہ اے معبود! تو ایسے شقی سے تغافل فرماتا ہے جس نے بہترین مخلوقات کو مارا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے ان کو وحی کی کہ ساکن رہو، قسم ہے اپنی عزت و بزرگی کی میں ان سے انتقام لوں گا ہر چند بعد مدت عمل میں آئے گا، بعدہٗ جنابِ احدیت نے نسلِ حسینؑ سے نو اماموں کی صورتیں فرشتوں کو دکھلائیں اور تمام ملائکہ ان کے جمالِ باکمال کے مشاہدہ سے مسرور و محظوظ ہوئے۔ ان صورتوں میں سے ایک کو ملائکہ نے دیکھا کہ

حالتِ نماز میں قائم ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو قائم ہے اس کے ہاتھوں سے میں حسینؑ کے خون کا بدلہ لونگا۔

کتاب کامل الزیارت میں روایت ہے کہ جو فرشتہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا اور اُس نے حضرت کو شہادتِ امام حسین علیہ السّلام کی خبر دی تھی وہ فرشتہ دریاؤں کا تھا اور یہ اس طرح سے ہوا تھا کہ ایک فرشتہ فرشتگانِ جنّت سے اُترا اپنے بازو کھول کر ایک نعرہ مارا کہ اے ساکنانِ دریا لباسِ غم پہنو! کیونکہ جگر گوشۂ رسولؐ ذبح کیا جائے گا۔ پھر وہ اس مقامِ مقدس کی خاکِ پاک اٹھا کر آسمان پر لے گیا۔ پس کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جس نے اُس مٹی کو نہ سونگھا ہو اور ہر فرشتہ کے پاس اُس خاک کا نشان باقی رہا اور ہر ایک نے قاتلانِ امام پر اور ان کے تابعین پر لعنت کی۔

کتابِ مذکور میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم لوگ امام حسین علیہ السّلام کی زیارت کو نہیں جاتے، چار ہزار فرشتے تا روزِ قیامت ان کی ضریحِ مقدس کے قریب گریاں بیٹھے ہیں۔

کتابِ مذکور میں بسندِ دیگر ان حضرت سے اسی طرح روایت ہے۔[1] ایضاً کتاب مذکور میں امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے، فرمایا کہ چار ہزار فرشتے گرد و خاک آلود اور ژولیدہ مُو تا روزِ قیامت حسینؑ کی مصیبت میں روتے رہیں گے۔

کتابِ مذکور میں ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کے لئے خدا کی طرف سے مؤکل ہیں جو حضرت کے یومِ شہادت سے جب تک خدا چاہے حضرت پر دُرود و سلام بھیجتے رہیں گے اور خاک آلودہ اور ژولیدہ مُوئے رہیں گے۔ ایضاً کتاب محاسن میں ابو بصیر نے امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ چار ہزار فرشتے غبار آلودہ ژولیدہ مُو امام حسین علیہ السّلام کی قبر پر تا قیامت گریہ کرتے رہیں گے اور جو شخص حضرت کی زیارت کو آتا ہے اُس کا استقبال کرتے ہیں اور جو زائر بیمار ہو جاتا ہے اس کی عیادت کرتے ہیں اور جو زائر مر جاتا ہے اُس کے جنازہ کی مشایعت کرتے ہیں اور اُس کے واسطے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ایضاً کتابِ مذکور میں عبدالملک بن مقرن نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کی ہے، آپ نے فرمایا جب تم زیارتِ امام حسینؑ

---

[1] اس مطلب کی بکثرت روایات وارد ہوئی ہیں جن کے اسناد مختلف مطلب واحد ہے لہٰذا ان کو بجہت تکرار مطلب ترک کیا گیا۔ جزائری

کو جاؤ تو لازم ہے اس وقت خاموش رہو اور بیکار کی باتیں نہ کرو کیونکہ حرم حسینؑ میں فرشتہائے پاسبانِ شب و روز ان فرشتوں کے پاس آتے ہیں جو قبرِ حسین علیہ السّلام کے نگہبان ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں مگر فرشتہائے پاسبانِ حرم بسبب شدّتِ گریہ و بُکا ان کو جواب نہیں دیتے ہیں. پس یہ منتظر رہتے ہیں تا اینکہ زوالِ آفتاب ہوتا ہے یا صبح ہو جاتی ہے اُس وقت وہ بات کرتے ہیں اور آسمان کی خبریں پوچھتے ہیں لیکن ان دُو وقتوں کے درمیان کوئی بات نہیں کرتے اور ایک گھڑی بھی گریہ زاری سے نہیں رکتے نہ آرام کرتے ہیں وہ تم کو دیکھتے رہتے ہیں اور جو کچھ دعائیں پڑھتے ہو سنتے ہیں وہ میں نے عرض کی وہ فرشتوں سے کیا پوچھتے ہیں؟ اور کون سے فرشتے پوچھتے ہیں؟ آیا جو قبرِ منوّر پر موکل ہیں وہ پوچھتے ہیں؟ یا جو نگہبان روز و شب ہیں؟ حضرت نے فرمایا جو فرشتے مؤکل قبر شریف ہیں وہ نگہبانوں سے پوچھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے اور یہ ہمیشہ آسمان پر آتے جاتے رہتے ہیں. یہ اسمٰعیل فرشتے سے جو ہوا پر موکل ہے ملاقات کرتے ہیں اور بسا اوقات جہاں رسالت مآبؐ و فاطمہ زہراؑ و حسن مجتبیٰؑ و حسین علیہم السّلام سیّد الشہداء اور جو ائمہ نجباء ہے اس دارِ بقا میں تشریف فرما ہیں اُن کی خدمت میں باریاب ہوتے ہیں. پس حضراتِ معصومینؑ ان ملائکہ سے بہت سی چیزیں پوچھتے ہیں اور جو لوگ حائر حسینی میں حاضر ہیں اُن کا استفسار حال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو اپنی دعا کی خوشخبری دو پس یہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم کس طرح بشارت دیں وہ تو ہمارا کلام نہیں سنتے. پس حضراتِ معصومین فرماتے ہیں کہ تم ان کے واسطے برکتیں ہدیہ کرو اور ان کے لئے دعا مانگو کہ یہی خوشخبری ہے اور جب یہ مراجعت کرنے لگیں اپنے بازوؤں سے ان کو احاطہ کرو تاکہ یہ تمہاری آہٹ پائیں اور ہم اپنے محبّوں کو اس کے سپرد کرتے ہیں جس کے پاس کوئی امانت ضائع نہیں ہوتی اور اگر لوگوں کو حسینؑ کی زیارت کا ثواب معلوم ہو جائے تو اُس کے لئے آپس میں قتال کرنے لگیں اور اپنا مال اس راہ میں بیچیں آگاہ ہو کہ جب حضرتِ فاطمہ زہراؑ ان کی طرف نگاہ کرتی ہیں اور ہزار پیغمبر اور ہزار صدیق اور ہزار شہید اور ہزار فرشتے ان کے ہمراہ روتے ہیں، اور اس عزاداری میں ان کے شریک مددگار ہوتے ہیں اور وہ مخدومہ اس طرح فریاد و فغاں کرتی ہیں کہ تمام فرشتے ان کے ساتھ روتے ہیں اور اور آپ ساکت نہیں ہوتیں تا اینکہ پیغمبرِ خداؐ تشریف فرما ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں، اے بیٹی! تو نے تمام اہلِ آسمان کو اتنا رُلایا کہ ملائکہ نے عبادت چھوڑ دی، بس کر تاکہ یہ مشغولِ ذکرِ الٰہی ہوں اور حق تعالیٰ تیرے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے اور وہ مخدومہ روضۂ حسینؑ میں تم لوگوں پر نظر رحمت کرتی ہیں اور دعائے خیر اُن کے لئے کرتی ہیں پس آنحضرتؐ کی زیارت میں کوتاہی نہ کرنا چاہیئے

کیونکہ اس کے حسنات و درجات بے شمار ہیں۔

ایضاً کتاب مذکور میں ابو عبیدہ بزار سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں آپ پر فدا ہوں آپ حضرات کی بقا کا زمانہ اس دارِ فنا میں بہت کم ہوتا ہے اور وفاتیں آپ کی بہت قریب اور نزدیک ہوتی ہیں حالانکہ احتیاجِ خلائق آپ کی طرف بہت ہے۔ حضرت نے فرمایا ہم میں سے ہر ایک کے واسطے ایک صحیفہ اور نامہ ہوتا ہے۔ اس میں جس چیز کی احتیاج امام کو مادام الحیات ہوتی ہے لکھی ہوتی ہے اور جن چیزوں کا اس کو حکم ہوتا ہے جب وہ ختم ہو جاتی ہیں، امام جانتا ہے کہ اُس کی عمر تمام ہوئی پس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے قریب آتے ہیں اور خبرِ وفات اس کی ظاہر کرتے ہیں اور جو درجات و منازل اس کے لئے خدا کے نزدیک ہیں اس کو بتاتے ہیں۔ امام حسین علیہ السّلام نے جب اپنا صحیفہ پڑھا اُس صحیفہ میں جو چیزیں کہ آنے والی تھیں اور جو امر کہ باقی رہنے والے تھے وہ سب مرقوم تھے، اور وہ امر جو باقی رہے تھے یہ تھے کہ فرشتوں نے جناب احدیت سے حضرت کی مدد کی اجازت طلب کی، چنانچہ یہ باذنِ خدا اس وقت نیچے اترے اور اُس وقت پہنچے جب آپ شہید ہو چکے تھے۔ پس فرشتوں نے دعا کی کہ خداوندا! تو نے ہم کو اترنے کی اور مدد کرنے کی اجازت دی، جب ہم نیچے اُترے تو نے حسینؑ کو اپنے جوارِ رحمت میں ساکن کیا۔ پس حق تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ تم اس مرقدِ منوّر کے مجاور رہو جب حسینؑ کو دیکھو کہ قبر سے نکلے اس وقت ان کی مدد کرنا اب ان کی مصیبت اور اپنی کم خدمتی پر گریاں و نالاں رہو اور تم اُن کی عزاداری کے لئے مخصوص کئے گئے ہو قربۃً الی اللہ حسرتِ نارسائی سے روتے ہیں اور جب حضرت رجعت کریں گے یہ انصار و مددگار ہوں گے۔ کتاب کافی میں جریر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ایضاً کتاب کامل الزیارات میں صفوان جمال سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے راہِ مدینہ میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا کہ یا ابن رسولؐ اللہ! کیا سبب ہے کہ میں ہمیشہ آپ کو غمگین و ملول و شکستہ پاتا ہوں۔ فرمایا کہ جو کچھ میں سنتا ہوں اگر تو سنتا تو اس امر کے پوچھنے سے باز رہتا۔ میں نے عرض کیا آپ کیا چیز سنتے ہیں! آپ نے فرمایا میرے کان میں ان فرشتوں کے رونے کی آواز آتی ہے جو حسینؑ کی ضریح کے گرد ہیں، وہ قاتلانِ حسینؑ مظلوم پر لعنت کرتے ہیں، میں جنوں کے نوحے سنتا ہوں۔ پس کون شخص ہوگا جو ان حالات کو دیکھے اور کھانا اور سونا اس کو گوارا ہو۔

کامل الزیارات میں اسحٰق بن عمار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام کی خدمت میں میں نے عرض کی کہ میں شب عرفہ حائر حسین علیہ السلام میں تھا اور نماز پڑھ رہا تھا میں نے اُس جگہ پچاس ہزار کے قریب خوش رو نوجوان دیکھے سب نے رات کو نماز پڑھی صبح کو میں سجدہ میں تھا جب میں نے سر اُٹھایا ان میں سے کسی کو نہ پایا۔ حضرت نے فرمایا جب امام حسین علیہ السّلام صحرائے کربلا میں گرفتارِ اشقیاء تھے اس وقت پچاس ہزار فرشتے حضرت پر گذر کر جانب آسمان گئے تھے پس حق تعالیٰ نے اُن سے خطاب کیا کہ تم میرے حبیبؐ کے نواسہ پر بوقتِ شہادت گذرے اور تم نے اس کی مدد نہ کی اَب زمین پر جاؤ اور اُس کی قبر پر تا روزِ قیامت ژولیدہ مُو اور غبار آلودہ رہو۔

ایضاً کتاب مذکور میں ابان بن تغلب سے ماثور ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا چار ہزار فرشتے امام حسین علیہ السّلام کی مدد کے لئے آسمان سے اُترے مگر امام حسینؑ نے ان کو نصرت کرنے کی اجازت نہ دی، وہ واپس چلے گئے جب دوبارہ نیچے اُترے اُس وقت حضرت شہید ہو چکے تھے۔ پس وہ فرشتے غبار آلود بال پریشاں کئے ہوئے نزدیکِ قبرِ امامؑ مجتمع ہیں تا قیامت حضرت پر روتے رہیں گے۔ اُن کا سردار ایک فرشتہ ہے جس کا نام منصور ہے، جو زائر زیارت کے لئے جاتا ہے۔ فرشتے اُس کا استقبال کرتے ہیں جب زائر رخصت ہوتا ہے یہ اُس کی مشایعت کرتے ہیں، اگر بیمار ہوتا ہے اُسکی عیادت کرتے ہیں اور اگر وفات پاتا ہے تو اس کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں اور اُس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور یہ سب منتظرِ ظہورِ امام صاحب العصر والزمان عجل اللہ فرجہ ہیں۔

کتابِ مناقب وجامع ترمذی وکتاب سدی وفضائل سمعانی میں اُم سلمہؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضرت کا سر مبارک گرد و غبار میں اَٹا ہوا تھا، میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی مقتلِ حسینؑ میں حاضر تھا۔

ابنِ فورک نے فصول میں اور ابو یعلی نے مسند میں اور عامری نے ابانہ میں لبند ہائے کثیرہ روایت کی ہے کہ ایک روز حسینؑ وقتِ وحی جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس آئے اور حضرت کی پشتِ مبارک پر سوار ہو گئے۔ اس وقت حضرتؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ جبرئیلؑ نے پوچھا یا حضرت آپ حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں؟ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے فرزندوں کو نہ چاہوں۔ جبرئیلؑ امین نے عرض کیا آپ کی اُمت اس کو آپ کے بعد شہید کرے گی اور ہاتھ بڑھا کر ایک سفید

ام سلمہ کا خواب

خاک ہاتھ میں لی اور کہا یہ وہ خاک ہے جس پر آپ کا فرزند شہید ہوگا اور اس کا نام طف، ہے یعنی کنارِ دریا۔

ایضاً کتاب سالم بن جعد میں اس طرح مذکور ہے کہ وہ فرشتہ میکائیل تھا اور مسند ابی یعلی میں یوں ہے کہ یہ فرشتہ مینہ کا تھا اور احمد بن حنبل نے مسند میں انس سے اور غزالی نے کیمیائے سعادت میں اور ابن بطہ نے کتاب الابانہ میں پندرہ سند سے روایت کی ہے۔ و نیز ابن حسین تمیمی نے بھی روایت کی ہے کہ ابنِ عباس کہتے ہیں ایک روز میں سو رہا تھا ناگہاں ایک شور و فغاں اور غلغلہ اُمّ سلمہ کے گھر سے اُٹھا آپ فرماتی تھیں اے دخترانِ عبدالمطلب میری فریاد کو پہنچو اور میرے ساتھ گریہ و زاری کرو کہ تمہارا آقا جو سردارِ جوانانِ بہشت تھا قتل ہو گیا کسی نے پوچھا آپ کو کہاں سے معلوم ہوا۔ جناب اُمّ سلمہ نے فرمایا، میں نے ابھی ابھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو با موئے پریشان و حال تباہ خواب میں دیکھا ہے، میں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میرا فرزند حسینؑ مع اپنے اہلبیتؑ کے اس وقت شہید ہوا ہے، اور میں ان سب کو دفن کر کے آ رہا ہوں پس میری آنکھ کھل گئی جب میں نے تربتِ حسینؑ کو دیکھا تو وہ خون ہو گئی ہے یہ خاک جبرئیلِ امین کربلا سے لائے تھے اور جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ خون ہو جائے جانیے کہ آپ کا فرزند شہید ہوا، اور آنحضرت صلعم نے اُس خاک کو میرے پاس رکھوایا تھا کہ اس کو شیشہ میں رکھ چھوڑو جب یہ خاک خون ہو جائے تو جاننا کہ حسینؑ شہید ہوئے پس میں نے اس وقت اس شیشہ کو دیکھا اس میں خونِ تازہ جوش مار رہا ہے۔

کتاب اماثی نیشاپوری میں مذکور ہے کہ زرہ ایک زنِ نوحہ گر تھی اُس نے حضرتِ سیدہؑ کو خواب میں دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کی قبرِ مبارک پر کھڑی روتی ہیں، پھر آپ نے مجھ کو یہ اشعار پڑھنے کا حکم فرمایا ؎

أَیُّهَا الْعَیْنَانِ فِیْضَا ... وَاسْتَهِلَّا لَا تَغِیْظَا
وَ ابْکِیَا بِالطَّفِّ مَیْتاً ... تُرِکَ الصَّدْرُ رَضِیْضَا
لَمْ اُمَرِّضْهُ قَتِیْلًا ... لَا وَلَا کَانَ مَرِیْضًا

(ترجمہ) اے میری دونوں آنکھو! سیلِ اشک بہاؤ اور اس میں کمی نہ کرو، کربلا کے اس شہید پر روؤ جس کے سینہ کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلا گیا میں (عالمِ ظاہر میں) اس کے پاس نہ تھی جو اُس کی تیمارداری کرتی، وہ تو مارا گیا مریض نہ تھا۔

کتاب کافی میں کرام سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے (واقعۂ کربلا سے متاثر ہوکر) قسم کھائی اور اپنے اور خدا کے درمیان عہد کیا کہ تا قیامِ قائم آلِ محمدؐ ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی دن کو کھانا نہ کھاؤں گا۔ پس خدمتِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک شخص نے آپ کے شیعوں سے عہد کیا ہے دن کو کھانا نہ کھائے جب تک کہ قیامِ امام صاحب العصر نہ ہو۔ فرمایا اے کرام روزہ رکھو لیکن عیدین و ایامِ تشریق اور سفر اور مرض میں افطار کرو، جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے آسمان و زمین اور جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے سب نے جنابِ کبریائی میں نالہ و استغاثہ کیا اور کہا کہ خداوندا! ہم کو حکم دے کہ خلق کو ہلاک کر دیں کیونکہ انھوں نے تیری حرمت کو ہتک کیا اور تیرے اولیاء کو قتل کیا۔ پروردگارِ عالم نے وحی کی اے فرشتو اور اے طبقہ ہائے آسمان ٹھہرو اور ساکن رہو۔ بعدازاں ایک حجاب کو ان کے اوپر کھولا، انھوں نے پسِ پردہ محمدؐ مصطفےٰ اور بارہ وصی ان کے مشاہدہ کیے پس حق تعالیٰ نے قائمؑ آلِ محمدؐ کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا کہ اے آسمان و زمین اور اے فرشتو! اس شخص کے ہاتھ سے میں حسینؑ کی نصرت کروں گا۔

کتاب معراج میں اعمش نے امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے اور ان حضرت نے اپنے والدِ بزرگوار سے انھوں نے اپنے جدِ امجد سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآب صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس شب مجھ کو آسمان پر لے گئے جب میں پانچویں آسمان پر پہنچا تو وہاں میں نے صورت علی ابن ابی طالب کو مشاہدہ کیا۔ میں نے جبرئیلِ امین سے پوچھا یہ کیسی صورت ہے۔ جبرئیل نے کہا فرشتے زیارتِ علیؑ کے مشتاق ہوئے تھے، انھوں نے درگاہِ علی اعلیٰ میں عرض کی کہ بار الہا! بنی آدم علیؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور ہم محروم رہتے ہیں ہمیں بھی امام ہمام کی زیارت سے شادکام رکھ۔ جنابِ احدیت نے ان کی آرزو کے مطابق اپنے نور سے صورتِ علی علیہ السّلام پیدا کی، پس روز و شب گویا علیؑ ان کے روبرو ہیں اور فرشتے صبح شام ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اعمش کہتا ہے کہ جب ابنِ ملجم ملعون نے حضرت کے سرِ اقدس پر ضربت لگائی ویسی ہی ضربت صورتِ آسمانی میں بھی ظاہر ہوئی۔ پس فرشتگانِ سمٰوات شام و سحر اس صورتِ نور پر نظر کر کے قاتل ستمگر پر لعنت کرتے ہیں اور جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے فرشتوں نے نالہ و فغاں کیا اور آپ کی صورتِ مثالی کو پانچویں آسمان پر لے گئے اور اس کو حضرت علی علیہ السّلام کی شبیہ کے سامنے لاکر رکھا جس وقت کہ فرشتے اوپر سے نیچے آتے ہیں اور آسمانِ پنجم پر زیارتِ علی و حسین علیہما السّلام کے لئے اترتے

آسمان پر حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کی تصاویر

ہیں۔ یزید و ابنِ زیاد اور قاتلانِ حضرت پر تا دمِ قیامت لعنت کرتے رہیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ حدیث اسرارِ مکنونہ اور علومِ مخزونہ سے ہے، جو شخص اس کے سننے کا اہل نہ ہو اس سے چھپانا چاہیئے۔

باب ۵

جناب امّ سلمہ رضی اللہ عنہ کے خواب کے بیان میں

مجالس شیخ مفیدؒ اور امالی شیخ طوسیؒ میں غیاث بن ابراہیم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز امّ سلمہؓ روتی اور فریاد کرتی اٹھیں جب ان سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میرا فرزند حسینؑ آج قتل ہوگیا۔ جب سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی میں نے آپ کو خواب میں کبھی نہ دیکھا تھا مگر آج شب کو غمگین و ملول دیکھا۔ میں نے خواب میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا کیا حال ہے، فرمایا آج کی رات کو حسینؑ اور اس کے اصحاب کی قبریں تیار کرتا رہا ہوں۔

کتاب امالی شیخ ابن بابویہ میں وہب بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی طرح روایت کی ہے۔ کتاب امالی میں شیخ طوسی علیہ الرحمہ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز گھر میں سو رہا تھا ناگاہ جناب امّ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گھر سے صدائے فریاد بلند ہوئی یہ سن کر میں باہر نکلا اور امّ المومنین کے گھر آیا۔ میں نے دیکھا کہ مدینہ کے مرد و زن وہاں جمع ہیں میں نے نزدیک جاکر پوچھا اے امّ المومنین! آپ کس لئے فریاد و فغاں کر رہی ہیں؟ مگر آپ نے مجھکو جواب نہ دیا اور زنان بنی ہاشم کی طرف منہ کر کے فرمایا! اے دختران عبد المطلب میری مدد کرو اور میرے رونے میں میرا ساتھ دو قسم خدا کی تمہارا سردار سید جوانان بہشت اور نواسۂ رسولؐ اور گل گلزار پیغمبرؐ حسینؑ شہید ہوا میں نے کہا اے امّ المومنین! یہ خبر آپکو کیسے معلوم ہوئی۔؟ فرمایا اس وقت پیغمبر خداؐ کو میں نے خواب میں دیکھا بال پریشان کئے با حال تباہ تشریف لائے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا، فرمایا کہ آج میرا فرزند حسینؑ اور اس کے اصحاب طالبیتؑ شہید ہوگئے اور میں ان کے دفن میں مصروف تھا اس وقت فارغ ہوا ہوں۔ جب خواب سے میں بیدار ہوئی گھبرائی ہوئی سراسیمہ جانب حجرہ دوڑی، مجھ کو کوئی ہوش نہ تھا، میں اس خاک کی طرف دوڑی جو جبرئیلؑ کربلا سے لائے تھے، اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ لہو ہو جائے تو سمجھنا کہ تمہارا فرزند حسینؑ شہید ہوگیا۔ یہ خاک حضرت نے مجھے دی تھی، اس وقت میں نے دیکھا شیشہ میں خون تازہ جوش مار رہا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ امّ سلمہؓ نے اس کو شیشی سے لے کر اپنے چہرہ پر ملا اور نوحہ و ماتم برپا کیا۔ آخر خبر پہنچی کہ امام حسین علیہ السلام اسی دن شہید ہوئے، اور عمر بن ثابت نے کہا ہے کہ ایک روز امام محمد باقر علیہ السلام کی دولت سرا میں حاضر تھا اور اس حدیث کو بروایت سعید بن جبیر میں نے ذکر کیا ——— حضرت نے فرمایا مجھ

سے عمرو بن ابی سلمہؓ نے بھی اپنی ماں اُمِّ سلمہؓ سے اسی طرح روایت کی ہے اور پہلی روایت میں مذکور ہے کہ ابنِ عباسؓ نے کہا دوسری رات کو میں نے بھی جنابِ رسالت پناہ کو ژولیدہ مُو اور غبار آلود دیکھا میں نے جب پوچھا، فرمایا تو نہیں جانتا کہ میں حسینؑ اور اس کے اصحاب کو دفن کر کے آیا ہوں۔

سدیر نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا جبرئیل امین خدمتِ سیدالمرسلینؐ میں خاکِ مشہدِ حسینؑ لائے تھے بعدہٗ امامؑ نے فرمایا کہ وہ خاکِ پاک اب ہمارے پاس ہے۔

بعض کتبِ مناقب میں عمارؓ سے روایت ہے کہ ابنِ عباسؓ نے بوقتِ دوپہر جنابِ سیّدالبشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں باموہائے ژولیدہ اور صورتِ غبار آلود دیکھا آپ اپنے ہاتھ میں ایک شیشہ خون سے مملو لئے ہیں، مَیں نے پوچھا: یارسول اللہؐ! یہ خون کیسا ہے؟ فرمایا! یہ خونِ حسینؑ ہے آج تمام روز اس کو میں نے جمع کیا پس ابنِ عباسؓ نے اس تاریخ کو ضبط کیا بعدہٗ معلوم ہوا کہ شہادت امام علیہ السّلام اُسی روز واقع ہوئی تھی۔

سلمہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ مَیں جنابِ اُمِّ سلمہؓ کے پاس گئی میں نے دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا: میں نے پیغمبرِ خداؐ کو خواب میں اِس صورت سے دیکھا کہ سرِ مبارک اور محاسن شریف گرد و غبار سے اٹے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا ابھی میں قتل گاہِ حسینؑ میں تھا، اور وہیں سے آتا ہوں۔

ھدائینی نے کہا پیغمبرِ خداؐ نے اُمِّ سلمہ کو ایک   جس میں کربلا کی خاک تھی، اور فرمایا جب یہ خاک خونِ تازہ ہو جائے اس وقت حسینؑ شہید ہوگا۔ سلمیٰ کہتی ہے کہ ایک روز خانۂ اُمِّ سلمہؓ سے نوحہ و نالہ بلند ہوا پس سب سے پہلے وہاں گئی اور ماجرا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ سرِ مبارک گرد و غبار آلود ہے۔ میں نے کہا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا، لوگوں نے میرے فرزندِ دلبند پر چڑھائی کی اور اُسے شہید کر ڈالا، مَیں اس کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔ اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ یہ سنکر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں دَوڑی اور شیشی دیکھی۔ مَیں نے دیکھا کہ خونِ تازہ اس میں جوش مارتا تھا۔ سلمیٰ کہتی ہے میں نے دیکھا اُمِّ سلمہؓ اس شیشی کو آگے رکھے ہوئے تھیں۔

کتاب طرائف میں کتاب جمع بین الصحیحین سے نقل ہے کہ لوگوں نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں روتے دیکھا، پوچھا کیا حال ہے رسول اللہ! فرمایا حسینؑ میرا فرزند دلبند ابھی شہید ہوا ہے۔

*

بابِ ۶

امام حسین علیہ السّلام کی شہادت جنوں کا نوحہ و ماتم

بعض معتبر کتابوں میں ہند بنتِ جون سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اصحاب اُمِ معبد کے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے، اس کی ایک لاغر گوسفند نے حضرت کے دوہنے کی برکت سے بہت دودھ دیا چنانچہ یہ واقعہ لوگوں میں مشہور و معروف ہے اس کے بعد حضرت نے مع اصحاب کے وہاں آرام کیا اُس روز گرمی بشدت تھی جب تمازتِ آفتاب کم ہوئی حضرت فرشِ خواب سے اٹھے اور پانی منگوایا ہاتھ دھو کر کُلّی کی، کنارِ خیمہ ایک عوسج کا درخت خاردار تھا آپ نے تین مرتبہ اپنے دہنِ مبارک سے اس کے نیچے کُلّی کی۔ جب وضو سے فارغ ہوئے، حضرت نے فرمایا اس درخت سے بہت سے امورِ عجیب ظاہر ہوں گے۔ پس اصحاب نے بھی وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی۔ ہند کہتی ہے میں اور میرے خاندان کی دوسری لڑکیاں اُس وقت تک نماز کی کیفیت سے ناواقف تھیں اس لئے اس کو دیکھ کر ہم متعجب ہوئے جب صبح کو ہم اٹھے اس جگہ نظر کی تو دیکھا کہ وہ ایک نہایت بلند درخت ہو گیا اور اُس کے کانٹے بھی گر گئے اور شاخیں نکل آئیں اور سبز و شاداب ہو گئیں، بعدہٗ پھل لایا، ہر پھل قد میں بڑے کمات جتنا، رنگ میں ورس جیسا تھا جس کی خوشبو عنبر جیسی تھی اور مزا شہد جیسا تھا۔ جو بھوکا پیاسا اس کو کھاتا سیر و سیراب ہو جاتا تھا اور جو بیمار کھاتا تھا شفا پاتا تھا اور جو محتاج و صاحبِ مطلب کھاتا تھا تو نگر ہو جاتا تھا اور مطلب اس کے بر آتے تھے اور جس اونٹ اونٹنی یا بکری کو کھلاتے تھے فربہ و تیار و شیر دار ہو جاتی تھی اور جس روز و تاریخ سے کہ حضرت وہاں تشریف فرما ہوئے تھے ہم اپنے مال و اموال میں برکت اور زیادتی پاتے تھے، جب ہمارے شہر میں ارزانی و آبادی اور سبزہ بہت زیادہ ہوا ہم نے اس درخت کا نام "مبارک" رکھا۔ دور و نزدیک سے برابر لوگ ہمارے پاس آتے تھے اور اس درخت کے سایہ میں اترتے تھے اور اس کی پتیاں سفر کے لیے لے جاتے تھے اور جنگلوں میں جہاں ان کو کھانا پانی نہ ملتا تھا اس کو بجائے آب و طعام صرف کرتے تھے، کئی برس اسی طرح گزرے ناگاہ ایک روز ہم نے دیکھا کہ اس کے میوے گر گئے، پتے بھی جھڑ گئے۔ یہ حال دیکھ کر ہم سخت غمگین ہوئے، کئی روز کے بعد ہم کو خبرِ وحشت اثر وفاتِ سیّد البشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہنچی معلوم ہوا کہ جس دن درخت متغیر ہوا تھا اسی روز یہ واقعۂ عظمیٰ اور مصیبتِ کبریٰ واقع ہوئی

تھی ، بعدہٗ اُس درخت نے پھر میوہ دیا جو پہلے میووں کی طرح بڑا اور خوش مزا تھا۔ وہ درخت اس کے بعد تیس برس تک ایک حال پر رہا، ناگاہ ایک روز صبح کو ہم نے دیکھا کہ اس درخت میں تمام کانٹے پیدا ہو گئے اور اُس کے پتے گر گئے اور ڈالیوں میں تر و تازگی باقی نہیں رہی اور میوے بھی سب گر گئے ہیں۔ تھوڑی مدت کے بعد خبرِ وفات جناب امیر المومنین علیہ السلام آئی۔ پھر اس میں میوہ مطلق نہ لگا لیکن ہم اور دیگر قبیلہ ہائے عرب ہمیشہ اس کے پتے توڑ کر بیماروں کو دوائیں دیتے تھے اور اُن سے علاج کرتے تھے۔ ایک عرصہ اس حال پر گذرا پھر ایک صبح کو ہم اٹھے اور دیکھا کہ اس درخت سے خونِ تازہ نکل کر زمین پر بہ رہا ہے۔ اُس کے پتے بھی کمہلا گئے اور ہر پتے سے خونِ تازہ کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ ہم نے کہا یقیناً کوئی بڑا واقعہ واقع ہوا ہے۔ تمام شب ہم سب غمگین و ہراساں رہے اور کسی اہم خبر کے منتظر تھے۔ جب رات کی تاریکی چھائی تو اس درخت کے نیچے سے نالہ و شیون کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی عورت یہ کہہ کر رو رہی ہے یَا ابْنَ النَّبِیِّ وَ یَا ابْنَ الْوَصِیِّ وَ یَا مِنْ بَقِیَّةِ سَادَاتِنَا الْاَکْرَمِیْنَ۔ اے فرزندِ نبیؐ و وصیؑ اے یادگارِ ساداتِ کرام۔ اور اسی قسم کی آوازیں اور صدائیں بلند تھیں جو ہماری سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد خبرِ ہوشربا واقعۂ کربلا ہم کو پہنچی، پھر وہ درخت بالکل خشک ہو گیا اور شاخیں اُس کی ہوا اور بارش کی وجہ سے ٹوٹ گئیں اور اس کا مطلق نشان باقی نہ رہا۔

عبداللہ بن محمد انصاری کہتا ہے کہ مدینۂ منورہ میں مجھ سے دعبلِ خزاعی سے ملاقات ہوئی اُن سے جب یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے بھی اس کی صحت بیان کی اور کہا کہ میرے باپ نے میرے دادا سے، انھوں نے اپنی ماں سعیدہ دخترِ مالکِ خزاعی سے روایت کی ہے کہ عہدِ جناب امیر علیہ السّلام میں میں نے اس درخت کو دیکھا تھا اور اُس کا میوہ کھایا تھا اور اُس شب جنّات کا نوحہ سنا تھا، ان کو زنانِ جن کا یہ شعر بھی یاد تھا۔ ؎

یَا ابْنَ الشَّهِیْدِ وَ یَا شَهِیْدًا عَمُّهٗ ۔۔۔ خَیْرُ الْعُمُوْمَةِ جَعْفَرُ الطَّیَّارِ

عَجَبٌ لِمَصْقُوْلٍ اَصَابَكَ حَدُّهٗ ۔۔۔ فِی الْوَجْهِ مِنْكَ وَ قَدْ عَلَاكَ غُبَارٗ

اے فرزندِ شہید! وائے وہ شہید جن کے چچا بہترین اعمام حضرت جعفرِ طیار تھے۔ تعجب ہے اُس شمشیرِ برّاں پر جس نے تیرے چہرے کو زخمی کیا اور اب وہ چہرہ غبار آلود ہے۔ اس کے بعد دعبل کہتے ہیں کہ اس شعر کو میں نے اپنے اشعار میں تضمین بھی کیا ہے اور وہ یہ ہے۔ ؎

زُرْ خَیْرَ قَبْرٍ بِالْعِرَاقِ یُزَارٗ ۔۔۔ وَ اعْصِ الْحِمَارَ فَمَنْ نَهَاكَ حِمَارٗ

لَو لَا آزِرْ لَكَ یَا حُسَیْنُ لَكَ الْفِدَاءُ — قَومِي وَمَنْ عَطَفَتْ عَلَیْهِ نِزَارُ
وَلَكَ الْمَوَدَّةُ فِي قُلُوبِ ذَوِي النُّهٰی — وَعَلٰی عَدُوِّكَ مَقْتَةٌ وَدِمَارٌ
یَا ابْنَ الشَّهِیدِ وَیَا شَهِیدًا عَمُّهُ — خَیْرُ الْعُمُومَةِ جَعْفَرُ الطَّیَّارُ

یعنی عراق میں جو بہترین قبر ہے اُس کی زیارت کر اور اُس کارِ خیر سے منع کرنے والے گدھے کی مخالفت کر۔ اے حسینؑ! میری ساری قوم آپ پر فدا ہو جس پر آپ کی نظر توجہ ہو وہ لائقِ زیارت ہے (آپ کی شان تو بلند ہے) صاحبانِ خرد و ہوش کے دل میں آپ کی محبت ہے اور آپ کے دشمن کے لئے ذلت و خواری ہے۔ اے شہید کے فرزند شہید کربلا آپ کے چچا خیر الاعمام ہیں۔

ابنِ نما نے مثیر الاحزان میں لکھا ہے کہ جن اُس امام جن و بشر پر نوحہ کرتے تھے اور بہت سے اصحاب رسالتمآبؐ مثلاً مسور بن مخزومہ وغیرہ اُن کی فریاد و بکا سنتے تھے۔ صاحب ذخیرہ نے عکرمہ سے نقل کی ہے کہ لوگوں نے شبِ شہادت امام حسین علیہ السلام کسی کی آواز سنی لیکن کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔ اُس نے یہ اشعار پڑھے ۔ ایھا القاتلون جھلاً حسیناً الخ (یہ اشعار سابقاً گزر چکے ہیں) یعنی اے قاتلانِ حسینؑ ازراہِ جہل و گمراہی تم کو بشارت ہو کہ بروزِ قیامت عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو گے۔ تمامی اہلِ آسمان و گروہِ پیغمبران و فرشتگان ان شہدا کے حال پر گریہ کرتے ہیں اور تم بزبان سلیمانؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ ملعون ہوئے۔

مروی ہے کہ ایک ہاتف کی آواز شب کو سنی گئی جو یہ شعر پڑھتا تھا ۔

اِنَّ الرِّمَاحَ الْوَارِدَاتِ صُدُوْرُهَا — نَحْوَ الْحُسَیْنِ تُقَاتِلُ التَّنْزِیْلَا
وَیُهَلِّلُوْنَ بِاَنْ قُتِلْتَ وَاِنَّمَا — قَتَلُوْا بِكَ التَّكْبِیْرَ وَالتَّهْلِیْلَا
فَكَاَنَّمَا قَتَلُوْا اَبَاكَ مُحَمَّدًا — صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ اَوْ جِبْرِیْلَا

یعنی جو نیزے کہ حسینؑ کو مارے ہیں حقیقت میں وہ قرآن کو مارے ہیں اور یہ کفار حسینؑ کو قتل کر کے خوشی میں تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کرتے ہیں حالانکہ ان کو نہیں معلوم کہ انھوں نے تکبیر و تہلیل کو قتل کیا اور گویا کہ سید المرسلینؐ اور جبرئیلِ امینؑ کو شہید کیا۔

ابنِ جوزی نے کتاب النور فی فضائل الایام والشہور میں لکھا ہے کہ جن حضرت پر روتے تھے اور رخساروں پر طمانچے مارتے تھے اور انھوں نے فرزندِ رسولؐ کے غم میں سیاہ لباس پہنا تھا۔

کتاب الابانہ ابن بطہ میں مذکور ہے کہ نوحہ جنات سے یہ سنا گیا ۔

اَیَا عَیْنُ جُوْدِیْ وَلَا تَجْمُدِیْ — وَجُوْدِیْ عَلَی الْهَالِكِ السَّیِّدِ

فَبِالطَّفِّ اَمْسیٰ صَرِیعاً فَقَدْ — نَمَا رُزِئْنَا الْغَدَاةَ اِلّا بِاَمْرٍ بَدِی

اے آنکھ آنسو بہا اُس سردار کی مصیبت پر جو صحرائے کربلا میں بخاک و خون غلطاں ہوا اور ہم پر ایک مصیبتِ عظیم اس شہادت سے نازل ہوئی اور نوحہ جنات سے زنانِ جن غم والم سے روتی ہیں اور گریہ وزاری میں زنانِ بنی ہاشم کی یاری و مددگاری کرتی ہیں اور امام حسین علیہ السّلام پر نوحہ کرتی ہیں اور اپنے رخساروں پر طمانچے مارتی ہیں اور سیاہ کپڑے پہنتی ہیں۔ ؎

اُن کے نوحوں میں سے ایک یہ ہے :۔

اَحْمَرَّتِ الْاَرْضُ مِنْ قَتْلِ الْحُسَیْنِ — کَمَا اَحْمَرَّ عِنْدَ سُقُوْطِ الْجُوْنَةِ الْعَلَقِ

یَاوَیْلَ قَاتِلِهٖ یَاوَیْلَ قَاتِلِهٖ فَاِنَّهٗ — فِیْ سَعِیْرِ النَّارِ یَحْتَرِقِ

یعنی حسینؑ کے قتل سے زمین یوں سُرخ ہوگئی جس طرح غروبِ آفتاب کے وقت شفق سُرخ ہوجاتی ہے۔ لعنت ہے اُن کے قاتل پر وہ آتشِ جہنم میں جل رہا ہے۔ نیز جنوں کے نوحوں میں سے ایک یہ بھی ہے ؎

ابکی ابن فاطمة الذی من قتله شاب الشعر — ولقتله زلزلتم ولقتله خسف القمر

میں پسرِ فاطمہؑ پر روتی ہوں جن کے قتل کے غم نے سیاہ بال سفید کر دیے اور ان کے قتل سے زمین میں زلزلہ آگیا اور چاند کو گہن لگ گیا۔ اور جو جن حضرت کی نصرت کے لئے آئے تھے اُن کا یہ نوحہ تھا ؎

وَاللّٰهِ مَاجِئْتُکُمْ حَتّٰی بَصُرْتُ بِهٖ — بِالطَّفِّ مُنْعَفِرَ الْخَدَّیْنِ مَنْحُوْرًا

خدا کی قسم میں نے کربلا کے میدان میں حسینؑ مظلوم کو مذبوح اور خاک و خون میں لتھڑا ہوا دیکھا ہے۔

طبری نے لکھا ہے کہ جب اہلِ کین قتلِ سرورِ دیں و اہلبیتِ طاہرینؑ اور اصحابِ اکرمین سے فارغ ہو کر متوجہ شام ہوئے پہلی منزل میں جو اُترے تو اُن کو فرشتوں کی یہ آواز سنائی دی ؎

اَیُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جَهْلًا حُسَیْنًا الخ

یعنی اے قاتلانِ حسینؑ از روئے نادانی بشارت ہو کہ تم کو عذابِ آخرت کی تمام اہلِ آسمان انبیاء اور فرشتے تم کو نفرین کرتے ہیں اور تم بزبانِ ابنِ داؤد و موسیٰ و صاحبِ انجیل ملعون ہو۔

کتاب کامل الزیارت میں عبداللہ بن حسانِ کنانی سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ جن نوحہ امام حسین علیہ السّلام میں یہ شعر پڑھتے تھے۔ ؎

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْقَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ — مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ

بِاَهْلِ بَیْتِیْ وَاِخْوَانِیْ وَمَکْرُمَتِیْ — مِنْ بَیْنَ اُسَرِیْ وَقَتْلٰی ضُرِّجُوْا بِدَمٍ

یعنی کیا کہو گے پیغمبرِ خداؐ کے جواب میں جب وہ حضرت فرمائیں گے کہ اے آخر امم تم نے میرے اہلبیتؑ و

برادران ناموس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور کس قصور میں ان کو خاک و خون میں غلطاں کیا اور قید کیا۔

کتابِ مذکور میں حضرت امام رضا علیہ السّلام سے نقل ہے کہ جب حضرت سید الشہداء علیہ السّلام متوجہ عراق ہوئے ایک رات حضرت کے اصحاب نے کسی نادیدہ شخص کو یہ رجز یہ اشعار پڑھتے سنا۔ ؎

یَا نَاقَتِي لَا تَذْعَرِي مِنْ زَجْرِي وَشَمِّرِي قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ

بِخَيْرِ رُكْبَانٍ وَخَيْرِ سَفْرِ حَتّٰى تَحَلِّي بِكَرِيمِ النَّجْرِ

بِمَاجِدِ الْجَدِّ رَحِيبِ الصَّدْرِ آبَانَهُ اللّٰهُ لِخَيْرِ أَمْرِ

ثُمَّ أَبْقَاهُ بِبَقَاءِ الدَّهْرِ

یعنی اے میرے ناقہ زجر و نہیب سے خوف نہ کر اور قبل طلوعِ فجر پہنچا دے ہم کو بہترین شہسواران و مسافران کے پاس جو کریم و عالی نسب اور جواد و بزرگ ہے خدا اُس کو بہترین امور کے لئے موفق گردانے اور ہمیشہ باقی رکھے۔ پس حضرت سید الشہداء علیہ آلاف التحیۃ والثنا نے اس کہنے والے کے جواب میں یہ شعر فرمائے ؎

سَأَمْضِي وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَى الْفَتٰى إِذَا مَا نَوٰى حَقًّا وَجَاهَدَ مُسْلِمًا

وَوَاسَى الرِّجَالَ الصَّالِحِينَ بِنَفْسِهِ وَفَارَقَ مَثْبُورًا وَخَالَفَ مُجْرِمًا

فَإِنْ عِشْتُ لَمْ أَنْدَمْ وَإِنْ مِتُّ لَمْ أُلَمْ كَفٰى بِكَ مَوْتًا أَنْ تُذَلَّ وَتُرْغَمَا

(ترجمہ گذر چکا ہے)

کتابِ مذکور میں عمرو بن عکرمہ سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ مدینہ منورہ میں بعد شب شہادت امام حسین علیہ السّلام جب صبح ہوئی تو ہمارے ایک غلام نے منادی کی یہ صدا سُنی کہ اے قاتلانِ حسینؑ تم کو عذابِ الٰہی کی بشارت ہو تمام اہلِ آسمان و پیغمبران و فرشتگان تم پر لعنت کرتے ہیں اور تم بزبانِ سلیمانؑ و عیسٰیؑ روح اللہ ملعون ہوئے۔

کتابِ مذکور میں داؤد رقی سے منقول ہے، اُس نے اپنی جدّہ سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو جنّات نے یہ شعر حضرت کے نوحے میں پڑھے۔ ؎

يَا عَيْنُ جُودِي بِالْعِبَرْ وَابْكِي فَقَدْ حَقَّ الْخَبَرْ

اِبْكِي ابْنَ فَاطِمَةَ الَّذِي وَرَدَ الْفُرَاتَ فَمَا صَدَرْ

اَلْجِنُّ تَبْكِي شَجْوَهَا لَمَّا أَتٰى مِنْهُ الْخَبَرْ

قُتِلَ الْحُسَيْنُ وَرَهْطُهُ تَعْسًا لِذٰلِكَ مِنْ خَبَرْ

فَلَأَبْكِيَنَّكَ حُرْقَةً عِنْدَ الْعِشَاءِ وَالسَّحَرْ

وَلَا يُبْكِيَنَّكَ مَا جَرَىٰ ‏ ‏ ‏ ‏ عَرَقٌ وَمَا حَمَلَ الشَّجَرُ

یعنی اے آنکھ! آنسو بہا کیونکہ خبرِ شہادت برحق ہوئی۔ پس فاطمہؑ پر رود جو فرات کے کنارہ ایسا اترا کہ پھر وہاں سے نہ نکلا۔ جب سے یہ خبر پہنچی ہے جن اس پر گریہ کر رہے ہیں۔ ہائے یہ کیسی خبر ہے کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب مارے گئے۔ اے حسینؑ میں آپ پر صبح و شام روؤں گا اور اس وقت تک روؤنگا جب تک کہ رگوں میں خون کی روانی اور درختوں میں برگ و بار باقی ہیں۔

کتاب امالی ابنِ بابویہ میں حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے اُس نے کہا ایک روز اُمِ سلمہؓ زوجہ پیغمبرِ خدا نے کہا جب سے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ میں نے جنات کی آواز نہ سنی تھی آج کی شب نوحہ جنات میں نے سنا یقین ہے مجھ کو میرا فرزند حسینؑ شہید ہوا ہے۔ ایک جنیّہ کو میں نے سنا وہ یہ بین کرتی تھی: ؎

أَلَا يَا عَيْنُ انْهَمِلِي بِجُهْدٍ ‏ ‏ ‏ ‏ فَمَنْ يَبْكِي عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِي

عَلَىٰ رَهْطٍ تَقُودُهُمُ الْمَنَايَا ‏ ‏ ‏ ‏ إِلَىٰ مُتَجَبِّرٍ فِي مُلْكِ عَبْدٍ

یعنی اے آنکھ! خوب گریہ کر کیونکہ میرے علاوہ اس وقت اور کون ہے جوان شہیدوں پر گریہ کرے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو موت لے جا رہی ہے ایک ظالم کے پاس، غلام کی سلطنت میں۔

کتاب کامل الزیارۃ میں ابنِ ابی الخطاب سے اسی طرح روایت ہے۔ کتابِ مناقب میں امالی نیشاپوری اور طوسی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ ایضاً مناقبِ قدیم میں عمرو بن ثابت سے بھی اسی طرح نقل ہے۔

کتاب مجالس شیخ مفیدؒ اور امالی شیخ ابوجعفر طوسیؒ میں ایک مرد تمیمی سے روایت ہے جو ایک بلندی پر سکونت رکھتا تھا۔ وہ کہتا ہے میں نے اپنے باپ سے سنا کہ میں شہادتِ حسین علیہ السّلام سے آگاہ نہ تھا۔ گیارہ محرم کی رات کو اپنے ایک دوست کے ہمراہ ایک ٹیلہ پر بیٹھا تھا کہ میں نے ایک ہاتف کی آواز سنی جو یہ شعر پڑھ رہا تھا: ؎

وَاللّٰهِ مَا جِئْتُكُمْ حَتَّىٰ بَصُرْتُ بِهِ ‏ ‏ ‏ ‏ بِالطَّفِّ مُنْعَفِرَ الْخَدِّ بِنْ مَنْحُورًا

وَحَوْلَهُ فِتْيَةٌ تَدْمِي نُحُورُهُمْ ‏ ‏ ‏ ‏ مِثْلَ الْمَصَابِيحِ يَمْلُوْنَ الدُّجَىٰ نُوْرًا

وَقَدْ حَثَثْتُ قَلُوصِي كَيْ أُصَادِفَهُمْ ‏ ‏ ‏ ‏ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَتَلَاقِيَ الْخُرْدَ الْحُوْرَا

فَعَاقَنِي قَدَرُ اللّٰهِ بَالِغُهُ ‏ ‏ ‏ ‏ وَكَانَ أَمْرًا قَضَاهُ اللّٰهُ مَقْدُوْرًا

كَانَ الْحُسَيْنُ ضِيَاءً سِرَاجًا يُسْتَضَاءُ بِهِ ‏ ‏ ‏ ‏ اللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَقُلْ زُوْرًا

صَلَّی الْاِلٰهُ عَلٰی جِسْمٍ تَضَمَّنَهٗ　　قَبْرُ الْحُسَیْنِ حَلِیْفِ الْخَیْرِ مَقْبُوْرًا
مُجَاوِرًا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْ غُرَفٍ　　وَلِلْوَصِیِّ وَالطَّیَّارِ مَسْرُوْرًا

یعنی قسم بخدا جب میں تمہارے پاس آیا ہوں تو میں نے حسینؑ کو صحرائے کربلا میں بخاک و خون غلطیدہ دیکھا ہے اور حضرت کے گرد بہت سے جوان ہم نے دیکھے جن کی گردنوں سے خون جاری تھا اور ہر شخص سے چراغ کی طرح نور ساطع تھا جو چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ ہم نے اپنے ناقوں کو دوڑایا کہ شاید اُن تک پہنچیں اور اُن کو قبل اس کے کہ وہ حورانِ بہشت کو اپنی آغوش میں لیں ہم پالیں۔ مگر تقدیر نے نہ چاہا اور تقدیر الہیٰ شدنی ہے اور خدا جانتا ہے کہ حسینؑ شمع انجمنِ ہدایت تھے اور حق تعالیٰ اس ضریحِ مطہر پر رحمت نازل کرے جس میں حسینؑ خوشخو دفن ہیں۔ الغرض حسینؑ غرفہائے بہشت عنبر سرشت میں احمد مختارؐ و حیدر کرارؑ و جعفر طیارؑ کی صحبت میں مسرور و شادکام ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا تو کون ہے؟ خدا تجھ پر رحم کرے! اُس نے کہا میں سردارِ قبائل جن ہوں جو نصیبین میں رہتے ہیں اور ہم امام حسین علیہ السلام کی مدد کو گئے تھے کہ اُن پر اپنی جان فدا کریں۔ جب حج سے فارغ ہو کر وہاں پہنچے تو حضرت کو شہید پایا۔

کتاب کامل الزیارت میں منقول ہے کہ پانچ شخص کوفہ سے بقصدِ نصرت امام حسین علیہ السلام چلے اور بوقتِ شام قریہ شاہی میں اُترے ناگاہ دو آدمی اُن کے سامنے آئے، ایک جوان تھا دوسرا بوڑھا، انھوں نے سلام علیک کی، مردِ پیر نے کہا کہ میں جنات سے ہوں اور یہ میرا بھتیجا ہے۔ امام مظلوم کی نصرت کا ارادہ ہے۔ پھر کہنے لگا کہ میں خیال رکھتا ہوں کہ اُڑ کر جاؤں اور تمہارے لئے خبر لاؤں۔ سب نے کہا بہتر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ جن ایک دن اور رات غائب رہا اس کے بعد اُس کی آواز ہم نے سنی لیکن اس کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی اور اُس نے بھی وہی شعر پڑھے (جو اُوپر گذر چکے ہیں) جب وہ ختم ہو چکا تو انسانوں میں سے بعض نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھے۔ ؎

اذھب فلا زال قبر انت ساکنه　　الی القیمة یسقی الغیث ممطورا
وقد سلکت سبیلاً کنت سالکه　　وقد شربت بکاس کان مقدورا
وفتیة فرغوا للّٰه انفسهم　　وفارقوا المال والاحباب والدورا

یعنی جا! تجھ پر خدا کی رحمت ہو میں بھی اسی راستہ پر جاتا تھا مگر میں تیری بات سے دھوکہ کھا گیا۔ اس عرصہ میں ان لوگوں نے جان و مال اور اولاد و احباب چھوڑ کر جوارِ رحمتِ یزدانی اور عزتِ جاودانی میں خود کو پہنچا دیا۔

کتاب مذکور میں ابن زیاد تندی سے مروی ہے کہ بعد شہادت شہدائے کربلا صبح کو گچکاروں

نے اپنے گھروں میں جنات کی آواز سنی اور وہ حضرت کی مدح میں یہ اشعار پڑھتے تھے۔ ؎

مَسَحَ الرَّسُولُ جَبِيْنَه فَلَهٗ بَرِيْقٌ فِي الْخُدُوْدِ

اَبَوَاهُ مِنْ اَعْلٰى قُرَيْشٍ جَدُّهٗ خَيْرُ الْجُدُوْدِ

یعنی پیغمبرِ خدا نے اپنا ہاتھ پیشانیِ حسینؑ پر پھیرا اور بوسے دیئے۔ پس اُن کا چہرہ مبارک نورانی ہوا اور اُن کے والدِ بزرگوار اور مادرِ نامدار بہترین قریش سے ہیں اور جدِ امجد اُن کے بہترین اجداد ہیں۔ ایضاً کتابِ مناقبِ قدیم میں ابی حباب کلبی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

باب (۷)

مرثیوں کے بیان میں

مترجم عرض کرتا ہے کہ یہ باب عربی مرثیوں پر مشتمل ہے اور چونکہ اس کا ترجمہ محاوراتِ اُردو میں دلچسپ نہ تھا اور بالکل قلم انداز کرنا بھی مناسب نہ سمجھا اس لئے بعض مراثی جو کہ زبان وحی ترجمان اہلبیت علیہم السّلام پر گذرے یا جو حضورِ ائمہؑ میں پڑھے گئے یا جو عوام کے قریب الفہم ہیں مذکور ہوتے ہیں۔

امالی میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ابراہیم بن راحہ سے نقل کیا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کے حال میں سب سے پہلا مرثیہ عقبہ بن عمرو سہمی نے کہا جو یہ ہے: ؎

اذا العین قرّة فی الحیوة وانتم تخافون فی الدنیا فاظلم نورها

مررت علی قبر الحسین بکربلا ففاض علیه من دموعی غزیرها

فما زلت ارثیه وابکی شجوه ویسعد عینی دمعها وزفیرها

وبکیت من بعد الحسین عصائبا اطافت به من جانبیها قبورها

سلام علی اهل القبور بکربلا وقلّ لها منی سلام یزورها

سلام باصال العشی وبالضحی تؤدیه نکباء الریاح ومورها

ولا برح الوفاد زوار قبره یفوح علیهم مسکها وعبیرها

یعنی اگر زندگانی دنیا میں آنکھوں کو ٹھنڈک ہو اور (اے آلِ محمدؐ) تم ستائے جاؤ تو آنکھوں میں ٹھنڈک کے بدلے ظلمت آجاتی ہے۔ میں کربلا میں قبرِ حسینؑ کی طرف سے گذرا تو میری آنکھ سے اشکوں کا سیلاب بہہ نکلا میں ہمیشہ ان کا مرثیہ پڑھتا رہوں گا اور ان پر روتا رہوں گا اور میری آنکھ اشکوں کو روانی دینے میں مدد کرے گی۔ حسین علیہ السلام کے بعد اُس گروہ پر میں گریہ کروں گا جن کی قبریں تربتِ حسینؑ کے دونوں جانب ہیں۔ میرا سلام ہو کربلا کے ان اہلِ قبور پر، اور میرا سلام جو اُن تک پہنچے وہ اُن کے مرتبہ کو دیکھتے ہوئے بہت تھوڑا ہے۔ میرا سلام ان پر شام و سحر بادِ مخالف اور غبار اڑانے والی ہوا پہنچاتی ہے۔ ہمیشہ اس قبر پر زائروں کا جھرمٹ رہے اور وہ اس پر مشک وعنبر چھڑکتے رہیں۔

بعض مؤلفاتِ متاخرین میں ہے کہ دعبلِ خزاعی نے بیان کیا میں اپنے سیّد و آقا حضرت امام رضا علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت میں عشرہ محرم الحرام میں حاضر ہوا۔ حضرت کو ملول و غمگین پایا۔ اصحابِ حضرت

کے گرد مجتمع تھے ، حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا مَرْحَبًا بِنَاصِرِنَا بِیَدِهٖ وَلِسَانِهٖ اے دعبل مرحبا !
اے ہمارے مددگار دست وزبان سے پھر مجھ کو اپنی مجلس میں کشادہ جگہ دی اور اپنے پہلو میں بٹھا کر فرمایا :
اے دعبل میں چاہتا ہوں تو کچھ اشعار پڑھ کیونکہ یہ دن ہم اہلبیتؑ کے لیے غم کے ہیں اور ہمارے دشمنوں
کے لئے ایام مسرت ہیں خصوصاً بنی اُمیہ کے واسطے ۔ اے دعبل جو شخص ہماری مصیبت پر روئے اور رلائے
اگرچہ ایک شخص کو رلائے اجر اُس کا حق تعالیٰ پر ہے ۔ اے دعبل جس کی آنکھ سے ہماری مصیبت میں آنسو
گرے حق تعالیٰ اس کو ہمارے گروہ میں محشور کرے گا ۔ اے دعبل ! جو شخص میرے جد بزرگوار امام حسین
علیہ السلام پر روئے خداوند عالم اس کے گناہوں کو ضرور بخش دے گا ۔ پھر حضرت امام علیہ السلام نے ایک
پردہ ہمارے اور حرم محترم کے درمیان باندھا اور مخدراتِ عصمت کو پسِ پردہ بٹھایا ۔ تاکہ مصیبت امام مظلوم
پر وہ بھی گریہ کریں اس کے بعد مجھ سے خطاب کیا کہ اے دعبل حسینؑ کا مرثیہ پڑھ کہ تو ہمارا مداح اور مددگار
ہے ۔ جب تک تو زندہ ہے حتی المقدور ہماری نصرت میں قصور نہ کر ۔ دعبل کہتا ہے کہ یہ سنکر میرے آنسو
بھر آئے اور میں رونے لگا پھر میں نے یہ اشعار پڑھے ۔ **مرثیہ**

أَفَاطِمُ لَوْ خِلْتِ الْحُسَيْنَ مُجَدَّلًا ۔۔۔ وَقَدْ مَاتَ عَطْشَانًا بِشَطِّ فُرَاتِ

اے فاطمہؑ اگر آپ دیکھتیں حسینؑ کو خاک پر پڑا ہوا جس وقت کہ کنارِ فرات پیاسا قتل ہوا تھا

إِذًا لَلَطِمْتِ الْخَدَّ فَاطِمُ عِنْدَهٗ ۔۔۔ وَأَجْرَيْتِ دَمْعَ الْعَيْنِ فِي الْوَجَنَاتِ

اُس وقت آپ اپنا منہ پیٹتیں اور اشک چشمہائے مبارک سے رخسار پر بہاتیں

أَفَاطِمُ قُومِي يَا ابْنَةَ الْخَيْرِ وَانْدُبِي ۔۔۔ نُجُومُ سَمٰوَاتٍ بِأَرْضِ فَلَاةٍ

اے فاطمہؑ ! اٹھئے اور اے بیٹی خیر البشر کی نوحہ کیجئے کہ ستارہائے آسمان جنگل کی خاک پر پڑے ہیں

قُبُورٌ بِكُوفَانَ وَأُخْرَىٰ بِطَيْبَةٍ ۔۔۔ وَأُخْرَىٰ بِفَخٍّ نَالَهَا صَلَوَاتٌ

اہلبیتؑ کی تمام قبریں متفرق ہیں ایک کوفہ میں ، دوسری مدینہ میں ، بعض ان میں سے مقام فخ میں
ہیں ۔ درود اُن پر ہو (فخ وہ جگہ ہے جہاں حسینؑ بن علیؑ بن حسنؑ شہید کئے گئے ۔)

قُبُورٌ بِبَطْنِ النَّهْرِ مِنْ جَنْبِ كَرْبَلَا ۔۔۔ مُعَرَّسُهُمْ مِنْهَا بِشَطِّ فُرَاتِ

ان میں سے کتنی قبریں دریا کے کنارے کربلا میں ہیں ۔ ان کے مزار فرات کے کنارے بنے ہوئے ہیں

تَوَفَّوْا عِطَاشًا بِالْفُرَاتِ فَلَيْتَنِي ۔۔۔ تَوَفَّيْتُ فِيهِمْ قَبْلَ حِينِ وَفَاتِي

وہ لوگ تشنہ کام لب فرات جاں بحق تسلیم ہوئے ۔ کاش کہ میں اُن کے ساتھ اپنی
موت سے پہلے مرجاتا ۔

إِلَى اللهِ أَشْكُو لَوْعَةً عِنْدَ ذِكْرِهِمْ ۔۔۔ سَقَتْنِي بِكَأْسِ الذُّلِّ وَالْفَظِعَاتِ

ان کے ذکر پر لوگ (دشمنانِ آلِ محمدؐ) جو جامِ ذلت مجھ کو پلاتے ہیں میں اس کی تلخی کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔

إِذَا فَخَرُوا يَوْمًا أَتَوْا بِمُحَمَّدٍ ۔۔۔ وَجِبْرِيلَ وَالْقُرْآنِ وَالسُّوَرَاتِ

وَعَدُّوا عَلِيًّا ذَا الْمَنَاقِبِ وَالْعُلَى ۔۔۔ وَفَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ خَيْرَ بَنَاتِ

وَحَمْزَةَ وَالْعَبَّاسَ ذَا الدِّينِ وَالتُّقَى ۔۔۔ وَجَعْفَرَنِ الطَّيَّارَ فِي الْحُجُبَاتِ

جس وقت کہ اہلبیت فخر کرتے ہیں تو وہ جناب رسالتمآبؐ اور جبرئیلِ امین اور سورہائے قرآن اور صاحبِ مناقب علی علیہ السّلام اور فاطمہ زہراؑ سیدہ زنانِ عالم اور حمزہؓ و عباسؓ جو صاحبانِ دین و تقویٰ ہیں اور جعفرِ طیار جو بہشت میں پرواز کرتے ہیں کا ذکر کرتے ہیں۔

سَأَبْكِيهِمْ مَا حَجَّ لِلّٰهِ رَاكِبٌ ۔۔۔ وَمَا نَاحَ قُمْرِيٌّ عَلَى الشَّجَرَاتِ

میں اُن پر اُس وقت تک روتا رہوں گا جب تک کہ حجاج زیارتِ کعبہ سے مشرف ہوتے رہیں گے اور جب تک قمری درختوں پر نوحہ کرتی رہے گی۔

فَيَا عَيْنُ أَبْكِيهِمْ وَجُودِي بِعَبْرَةٍ ۔۔۔ فَقَدْ آنَ لِلتَّسْكَابِ وَالْهَمَلَاتِ

پس اے آنکھ! ان پر گریہ کر اور آنسو بہا کر یہ وقت آنسوؤں کے بہانے کا ہے

بَنَاتُ زِيَادٍ فِي الْقُصُورِ مَصُونَةٌ ۔۔۔ وَآلُ رَسُولِ اللهِ مُنْهَتِكَاتِ

زیاد کی بیٹیاں اپنے محلوں میں محفوظ ہیں اور اولاد امجاد رسولؐ اللہ کی بے پردہ ہیں۔

وَآلِ زِيَادٍ فِي حُصُونٍ مَنِيعَةٍ ۔۔۔ وَآلِ رَسُولِ اللهِ فِي الْفَلَوَاتِ

اولادِ زیاد قلعہ ہائے بلند میں ہیں اور آلِ رسولِ خدا جنگلوں میں سرگرداں ہیں۔

دِيَارُ رَسُولِ اللهِ أَصْبَحْنَ بَلْقَعًا ۔۔۔ وَآلِ زِيَادٍ تَسْكُنُ الْحُجُرَاتِ

خانہ ہائے پیغمبرِ خدا ویران و برباد ہوئے اور آلِ زیاد اپنے گھروں میں آباد ہیں۔

وَآلُ رَسُولِ اللهِ نُحْفٌ جُسُومُهُمْ ۔۔۔ وَآلِ زِيَادٍ غُلَّظُ الْقَصَرَاتِ

آلِ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نحیف و ضعیف ہے اور آلِ زیاد توانا اور قوی ہے

وَآلُ رَسُولِ اللهِ تُدْمَى نُحُورُهُمْ ۔۔۔ وَآلُ زِيَادٍ آمِنُوا السَّرَبَاتِ

آلِ رسول اللہؐ کے گلوں سے خون جاری ہے، اور آلِ زیاد فارغ البال اور بے خوف و خطر ہیں۔

وَآلُ رَسُولِ اللّٰہِ تُسْبیٰ حَرِیْمُھُمْ　　　وَآلُ زِیَادٍ رَبَّۃُ الْحَجَلَاتِ

حرم محترم رسولِ خدا کے اسیر ہوئے　　　اور آلِ زیاد حجرہ نشین ہیں

سَاَبْکِیْھِمْ مَا ذَرَّ فِی الْاَرْضِ شَارِقٌ　　　وَنَادیٰ مُنَادِی الْخَیْرِ لِلصَّلٰوَاتِ

میں اُن حضرات کے واسطے رویا کروں گا جب تک کہ آفتاب زمین پر تاباں رہے اور منادی خیر وصلاح نماز کے واسطے ندا دے۔

وَمَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَحَانَ غُرُوْبُھَا　　　وَبِاللَّیْلِ اَبْکِیْھِمْ وَبِالْغَدَوَاتِ

اور جب تک آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے میں اُن پر ہر صبح و شام روتا رہوں گا

مُصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پورا قصیدہ مع شرح الفاظ باب حالات امام رضا علیہ السّلام میں مذکور ہوگا۔

مرثیۂ ابنِ حمّاد

مُصَابُ شَھِیْدِ الطَّفِّ جِسْمِیْ اَنْحَلَا　　　وَکَدَّرَ مِنْ دَھْرِیْ وَعَیْشِیْ مَاحَلَا

شہید کربلا کے مصائب نے میرے بدن کو ناتوان اور عیشِ شیریں کو مکدّر کردیا

فَمَا ھَلَّ شَھْرُ الْعَشْرِ اِلَّا تَجَدَّدَتْ　　　بِقَلْبِیْ اَحْزَانٌ تُوَسِّدُنِی الْبَلَا

پس ہلالِ عاشور کے نمایاں ہوتے ہی میرے دل میں تمام رنج والم تازہ ہو گئے جنھوں نے مجھے بلاؤں کے سپرد کردیا

وَاَذْکُرُ مَوْلَایَ الْحُسَیْنَ وَمَا جَریٰ　　　عَلَیْہِ مِنَ الْاَرْجَاسِ فِیْ طَفِّ کَرْبَلَا

میں یاد کرتا ہوں اپنے آقا حسینؑ ابن علیؑ کو اور جو کچھ اُن پر قومِ پلید سے دشتِ کربلا میں گذرا

فَوَاللّٰہِ لَا اَنْسَاہُ بِالطَّفِّ قَائِلاً　　　لِعِتْرَتِہِ الْغُرِّ الْکِرَامِ وَمَنْ تَلَا

اَلَا فَانْزِلُوْا فِیْ ھٰذِہِ الْاَرْضِ اعْلَمُوْا　　　بِاَنِّیْ بِھَا اُمْسِیْ صَرِیْعًا مُجَدَّلاً

پس قسم بخدا نہیں بھولتا مجھے امام مظلوم کا وہ کلام جو صحرائے کربلا میں اپنے اہلبیتِ کرام سے فرماتے تھے کہ اُترو اس زمین پر کہ یہاں کہ اسی زمینِ خونخوار میں میں خاک وخون میں تڑپوں گا۔

وَاُسْقیٰ بِھَا کَاْسَ الْمَنُوْنِ عَلیٰ ظَمَاءٍ　　　وَیُصْبِحُ جِسْمِیْ بِالدِّمَاءِ مُغَسَّلاً

اور اس زمینِ کربلا میں شربتِ مرگ شدتِ تشنگی میں پیوں گا اور یہاں میرے جسم کے لہو سے غسل ہو گا

وَلَھْفِیْ لَہٗ یَدْعُوْ اللِّئَامَ تَامَّلُوْا　　　مَقَالِیْ یَا شَرَّ الْاَنَامِ وَاَرْذَلَا

اور افسوس صد افسوس کہ وہ جناب فریاد کرتے تھے کہ میرے کلام میں تامل اور فکر کرو ؛ اے بدترین خلائق۔

أَلَمْ تَعْلَمُوْا أَنِّیْ ابْنُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ — وَوَالِدِیَ الْکَرَّارُ لِلدِّیْنِ کَمَّلَا

آیا تم نہیں جانتے کہ میں فرزندِ دخترِ محمدؐ ہوں اور باپ میرا حیدرِ کرّار ہے جس نے دین کو کامل کیا ہے۔

فَهَلْ سُنَّةً غَیَّرْتُهَا أَوْ شَرِیْعَةً — وَهَلْ کُنْتُ فِیْ دِیْنِ الْإِلٰهِ مُبَدِّلَا

پس آیا میں نے سنتِ نبوی اور شریعتِ محمدی کو متغیر کیا ہے یا دینِ خدا تبدیل کیا ہے۔

أَمْ أَحْلَلْتُ مَا قَدْ حَرَّمَ الْمُصْطَفٰی أَحْمَدُ — وَحَرَّمْتُ مَا قَدْ کَانَ قَبْلُ مُحَلَّلَا

یا جس چیز کو رسولِ خدا نے حرام کیا تھا میں نے حلال کیا ہے یا حرام کیا ہے اُس چیز کو جو پیشتر حلال تھی

فَقَالُوْا لَهٗ دَعْ مَا تَقُوْلُ فَإِنَّنَا — سَنُسْقِیْكَ کَأْسَ الْمَوْتِ غَصْبًا مُعَجَّلَا

پس اُن ظالموں نے کہا ان باتوں کو چھوڑدو، ہم زبردستی بہت جلد تمھیں جامِ مرگ پلائیں گے۔

کَفِعْلِ أَبِیْكَ الْمُرْتَضٰی لِشُیُوْخِنَا — وَنَشْفِیْ صُدُوْرًا مِنْ ضَغَائِنِکُمْ مُلَا

جیساکہ تمھارے باپ علی مرتضیٰؑ نے ہمارے بزرگوں کے ساتھ سلوک کیا ہم بھی ویسا ہی کرکے تسکین دیں گے اپنے سینوں کو جو تمھارے کینہ سے بھرے ہیں۔

فَثَنٰی إِلٰی نَحْوِ النِّسَاءِ جَوَادَهٗ — وَآخِرُ أَنَّهٗ مِنْهَا الْفُؤَادُ قَدِ امْتَلٰی

پھر حضرت نے باگ گھوڑے کی خیمہ واہلبیتِ اطہار کی طرف پھیری اور دلِ اقدس اس امامِ مظلوم کا غم و الم سے بھرا تھا۔

وَنَادٰی أَلَا یَا أَهْلَ بَیْتِیْ تَصَبَّرُوْا — عَلَی الْفَقْرِ بَعْدِیْ وَالشَّدَائِدِ وَالْبَلَاءِ

اور پکارے کہ اے میرے اہلبیت صبر کرو اُن بلاؤں اور سختیوں پر جو میرے بعد تم کو پہنچیں گی۔

فَإِنِّیْ لِهٰذَا الْیَوْمِ أَرْحَلُ عَنْکُمْ — عَلَی الرَّغْمِ مِنِّیْ لَا مَلَالًا وَلَا قِلٰی

کیونکہ میں بہ مجبوری تمھارے پاس سے جارہا ہوں، نہ تم سے رنجیدہ ہوکر نہ بگڑ کر

فَقُوْمُوْا جَمِیْعًا أَهْلَ بَیْتِیْ وَأَسْرِعُوْا — أُوَدِّعُکُمْ وَالدَّمْعُ فِی الْخَدِّ مُسْبَلَا

پس اے میرے اہلبیت اُٹھو اور جلد آؤ تاکہ آنسوؤں کے ساتھ تم کو وداع کروں اشک رخسارِ مبارک پر جاری تھے۔

فَصَبْرًا جَمِیْلًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّهٗ — سَیَجْزِیْکُمْ خَیْرَ الْجَزَاءِ وَأَفْضَلَا

پس صبرِ جمیل اور پرہیزگاری مدِ نظر رکھو۔ عنقریب خدائے تعالیٰ تم کو بہترین جزا عطا کرے گا

وَأَثْنٰی عَلٰی أَهْلِ الْعِنَادِ مُبَادِرًا — یُحَامِیْ عَنْ دِیْنِ الْمُهَیْمِنِ وَالْعُلٰی

یہ کہہ کر آپ دینِ خدا کی حمایت کرنے کے لئے جلدی سے اہلِ عناد کے مقابل آئے۔

وَصَالَ عَلَیْهِمْ کَالْهِزَبْرِ مُجَاهِدًا — کَفِعْلِ أَبِیْهِ لَمْ یَذِلَّ وَیَخْذُلَا

اور مثلِ شیرِ ببر کے اس قوم پر حملہ کیا اور مانند اپنے پدرِ عالی مقدار کے کبھی ذلیل و مخذول نہ ہوئے۔

فَمَالَ عَلَیْہِ الْقَوْمُ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ   فَأَلْقَوْہُ عَنْ مَظْھَرِ الْجَوَادِ مُعَجَّلاً

پس قومِ جفاکار نے ہر طرف سے حملہ کیا اور اُس مظلوم کو گھوڑے کی پیٹھ سے گرا دیا۔

فَخَرَّ کَرِیْمُ السِّبْطِ یَا لَکَ نَکْبَۃً   بِھَا أَصْبَحَ الدِّیْنُ الْقَوِیْمُ مُعَطَّلاً

پس وہ جناب پشتِ زین سے زمینِ کربلا پر گرے اور آپ کے گرنے سے دینِ خدا معطل اور بیکار ہوا۔

فَاذْتَحَّتِ السَّبْعُ الشِّدَادُ زُلْزِلَتْ   وَنَاحَتْ عَلَیْہِ الْجِنُّ وَالْوَحْشُ فِی الْفَلَا

پس ساتوں آسمان زلزلہ میں آئے اور ان پر نوحہ کیا جن اور وحشیانِ صحرا نے۔

وَرَاحَ جَوَادُ السِّبْطِ نَحْوَ نِسَائِہٖ   یَنُوْحُ وَیَنْعَی الظَّامِیَ الْمُتَرَمِّلَا

اور فرزندِ سیدِ انام کا رہوارِ وفادار خیمۂ اہلبیت کی طرف نوحہ کرتا ہوا روانہ ہوا جو اُس تشنہ و خاک و خون طپیدہ کی خبرِ شہادت دیتا تھا۔

خَرَجْنَ بُنَیَّاتُ الْبَتُوْلِ حَوَاسِرًا   فَعَایَنَّ مُھْوَ السِّبْطِ وَالسَّرْجُ قَدْ خَلَا

اُس وقت فاطمہ زہرا کی بیٹیاں کھلے سر باہر نکلیں اور ذوالجناح کو خالی زین دیکھا

فَأَدْمَیْنَ بِاللَّطْمِ الْخُدُوْدَ لِفَقْدِہٖ   وَأَسْکَبْنَ دَمْعًا حَرُّہٗ لَیْسَ یُصْطَلٰی

پس وہ اپنے رخساروں پر طمانچے لگاتی تھیں اور اس سوزش سے آنسو بہاتی تھیں اور جس کی حرارت سے ان کے علاوہ کوئی جلنے والا نہ تھا۔

لَمْ أَنْسَ زَیْنَبَ تَسْتَغِیْثُ سَکِیْبَۃً   أَخِیْ کُنْتَ لِیْ حِصْنًا حَصِیْنًا وَمَوْئِلًا

مجھ کو زینبِ تفتیدہ جگر کے نالے نہیں بھولتے جو بحالِ تباہ فریاد کر رہی تھیں کہ اے بھائی آپ میرے لیے ایک قلعہ کی طرح جائے پناہ تھے۔

أَخِیْ کُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ أَکُوْنَ لَکَ الْفِدَا   فَقَدْ خِبْتُ فِیْمَا کُنْتُ فِیْہِ أُؤَمِّلَا

میرے بھائی میں یہ تمنا کرتی تھی کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں گی، افسوس کہ میری یہ مراد پوری نہ ہوئی

أَخِیْ یَا قَتِیْلَ الْأَدْعِیَاءِ کَسَرْتَنِیْ   وَأَوْرَثْتَنِیْ حُزْنًا مُقِیْمًا مُطَوَّلَا

اے بھائی اے شہیدِ گروہِ زنازادگان مجھ کو آپ کی شہادت نے تباہ کر دیا اور نہ زائل ہونیوالا غم دے دیا

أَخِیْ لَیْتَنِیْ أَصْبَحْتُ عَمْیَاءَ وَلَا أَرٰی   جَبِیْنَکَ وَالْوَجْہَ الْجَمِیْلَ الْمُرَمَّلَا

اے بھائی کاش کہ میں نابینا ہو جاتی اور نہ دیکھتی کہ آپ کی پیشانی اور روئے مبارک خاک و خون میں بھرا ہوا

وَتَدْعُوْ إِلَی الزَّہْرَاءِ بِنْتِ مُحَمَّدٍ   أَیَا أُمِّ رُکْنِیْ قَدْ وَہٰی وَتَزَلْزَلَا

کبھی زینبؑ خاتون جناب فاطمہؑ سے مخاطب ہو کر فرماتی تھیں کہ اے مادرِ مہربان اب میرا ستونِ محکم ختم ہوگیا اور تزلزل میں آگیا۔

اَیَا اُمِّ قَدْ اَمْسٰی حَبِیْبُکِ بِالْعَرَا طَرِیْحًا ذَبِیْحًا بِالدِّمَاءِ مُغَسَّلًا

اے مادرِ بزرگوار! آپ کے پیارے فرزند کو دشتِ کربلا میں ذبح کیا اور اُس کا بدنِ نازنین خاک و خون میں غلطاں ہے۔

یَا اُمِّ نُوْحِیْ فَالْکَرِیْمُ عَلَی الْقَنَا یَلُوْحُ کَالْبَدْرِ الْمُنِیْرِ اِذَا انْجَلٰی

اے مادرِ مہربان نوحہ کیجیے آپ کے حسینؑ کا سر نیزہ پر ہے اور مثلِ ماہِ تاباں کے چمکتا ہے۔

وَنُوْحِیْ عَلَی النَّحْرِ الْخَضِیْبِ وَاَسْکِبِیْ دُمُوْعًا عَلَی الْخَدِّ التَّرِیْبِ الْمُرَمَّلَا

اور نوحہ کیجیے اُس حلقِ بُریدہ پر جس کے چہرہ کا خضاب خون سے ہوا اور روئیے اس کے رخسارِ خاک و خون آلود پر

وَنُوْحِیْ عَلَی الْجِسْمِ التَّرِیْبِ تَدُوْسُهٗ خُیُوْلُ بَنِیْ سُفْیَانَ فِیْ اَرْضِ کَرْبَلَا

اور نوحہ کیجیے اُس جسمِ خاک آلودہ پر جس کو بنی سفیان کے گھوڑے ارضِ کربلا میں پامال کر رہے تھے۔

وَنُوْحِیْ عَلَی السَّجَّادِ فِی الْاَسْرِ بَعْدَهٗ یُقَادُ اِلَی الرِّجْسِ اللَّعِیْنِ مُغَلَّلَا

اور نوحہ کیجیے سیدِ سجاد پر کہ جن کو قید کے بعد طوق و زنجیر پہنا کر ناپاک و لعین کے روبرو لے گئے

فَیَا حَسْرَةً مَا تَنْقَضِیْ وَمُصِیْبَةً اِلٰی اَنْ نَرَی الْمَهْدِیَّ بِالنَّصْرِ اَقْبَلَا

پس وائے حسرت یہ مصیبت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ ہم دیکھیں کہ مہدی ہادی صاحب العصر علیہ السّلام مدد کو تشریف لائیں۔

اِمَامٌ یُقِیْمُ الدِّیْنَ بَعْدَ خَفَائِهٖ اِمَامٌ لَهٗ رَبُّ السَّمٰوٰتِ فَضَّلَا

یہ وہ امام ہے جو دینِ خدا پوشیدہ ہونے کے بعد قائم رہے گا اور یہ وہ امام ہے کہ خداوندِ آسمان و زمین نے اس کو بزرگی دی ہے۔

اَیَا اٰلَ طٰهٰ! یَا رَجَائِیْ وَعُدَّتِیْ دَعُوْنِیْ اَیَا اَهْلَ الْمَفَاخِرِ وَالْعُلٰی

اے آلِ طٰہٰ! اے میری امیدگاہ اور پناہ گاہ اور میری مدد کو پہنچنے والے۔ اے اہلِ فخر و بزرگی

یَمِیْنًا بِاَنِّیْ مَا ذَکَرْتُ مُصَابَکُمْ اَیَا سَادَتِیْ اِلَّا اَبِیْتُ مُقَلْقَلَا

قسم خدا کی میں آپ کی مصیبتوں کو نہیں یاد کرتا مگر یہ کہ تمام رات مصیبت و بے قراری میں بسر کرتا ہوں

تَحُزْنِیْ عَلَیْکُمْ کُلَّ اٰنٍ مُجَدَّدٌ مُقِیْمٌ اِلٰی اَسْکُنَ التُّرْبَ الْبِلٰی

پس آپ کا غم و الم مرتے دم تک میرے دل میں باقی رہے گا۔

عُبَيْدُ كُمُ الْعَبْدُ الْحَقِيْرُ مُحَمَّدٌ ۔۔۔ كَئِيْبٌ وَقَدْ اَمْسٰى عَلَيْكُمْ مُعَوِّلَا

آپ کا کمترین غلام محمد حزین و غمگین ہے اور آپ پر بھروسا اور اعتماد رکھتا ہے۔

يُؤَمِّلُكُمْ يَاسَادَتِي تَشْفَعُوا لَهٗ ۔۔۔ اِذَا مَا اَتٰى يَوْمُ الْحِسَابِ لِيَسْئَلَا

اے میرے سردارو! یوم حساب میری شفاعت کرنا

فَوَاللّٰهِ مَا اَرْجُو النَّجَاةَ لِغَيْرِكُمْ ۔۔۔ غَدًا يَوْمَ اِنِّيْ خَائِفًا مُتَوَجِّلَا

فردائے قیامت جب عرصۂ محشر میں آؤں گا تو آپ کے علاوہ کسی سے امیدِ شفاعت نہیں ہے۔

اِذَا فَرَّ مِنِّيْ وَالِدِيْ وَمُصَاحِبِيْ ۔۔۔ وَعَايَنْتُ مَا قَدَّمْتُ فِيْ زَمَنٍ خَلَا

یہ وہ وقت ہوگا کہ مجھ سے میرے باپ اور دوست فرار کریں گے اور میں اُن اعمالوں کو دیکھوں گا جو زمانِ گذشتہ میں بجالایا ہوں۔

وَمُنُّوْا عَلَى الْحُضَّارِ بِالْعَفْوِ فِيْ غَدٍ ۔۔۔ لِاَنَّ بِكُمْ قَدْرِيْ وَقَدْ رَهُمْ عَلَا

اور فردائے قیامت حاضرینِ مجلس پر بھی منّت و احسان کیجئے کیونکہ آپ کی دوستی کی وجہ سے مرتبہ اُن کا بلند ہوا۔

عَلَيْكُمْ سَلَامُ اللّٰهِ يَا اٰلَ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ سَلَامٌ عَلٰى مَرِّ الزَّمَانِ مُطَوَّلَا

تم پر سلام ہو اے آلِ محمد وہ سلام جو بطولِ زمان باقی رہے۔

حسینؑ مظلوم پر زینبؑ کے مرثیے

تَمَسَّكْ بِالْكِتَابِ وَمَنْ تَلَاهُ ۔۔۔ فَاَهْلُ الْبَيْتِ هُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ

قرآن اور اس کے قرین سے تمسک کر کیونکہ اہلبیتؑ ہی صاحب کتاب ہیں

بِهِمْ نَزَلَ الْكِتَابُ وَهُمْ تَلَوْهُ ۔۔۔ وَهُمْ كَانُوا الْهُدَاةَ اِلَى الصَّوَابِ

انھیں پر کتاب نازل ہوئی اور وہی اُس کے قرین ہیں اور وہی صاحبِ ہدایت و صواب ہیں

اِمَامِيْ وَحَّدَ الرَّحْمٰنَ طِفْلًا ۔۔۔ وَاٰمَنَ قَبْلَ تَشْدِيْدِ الْخِطَابِ

میرے امام علی علیہ السّلام نے بچپن میں حق تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھا اور ایمان لائے پیش اس کہ اسلام قوت پائے۔

عَلِيٌّ كَانَ صِدِّيْقَ الْبَرَايَا ۔۔۔ عَلِيٌّ كَانَ فَارُوْقَ الْعَذَابِ

علیؑ صدیقِ اکبر ہیں تمام خلق میں اور علیؑ ثواب و عذاب میں حدِّ فاصل ہیں

شَفِیعِی فِی الْقِیَامَۃِ عِنْدَ رَبِّی — نَبِیٌّ وَالْوَصِیُّ اَبُو تُرَابٍ

بروزِ قیامت پیشِ پروردگار میری شفاعت کرنے والی نبیؐ اور ان کے وصی ابوتراب ہیں۔

وَفَاطِمَۃُ الْبَتُولُ وَسَیِّدَا مَنْ — یُخَلَّدُ فِی الْجِنَانِ مَعَ الشَّبَابِ

اور فاطمہ زہراؑ اور دونوں سردار جوانانِ اہلِ بہشت یعنی حسنؑ و حسینؑ (میرے شفیع ہیں)

عَلَی الطَّفِّ السَّلَامُ وَسَاکِنِیْہِ — وَرَوْحُ اللّٰہِ فِی تِلْکَ الْقِبَابِ

سلام ہو خاکِ کربلا پر اس کے رہنے والوں پر رحمت خدا کی ہو اس زمینِ پاک پر

نُفُوسٌ قُدِّسَتْ فِی الْاَرْضِ قِدْمًا — وَقَدْ خَلَصَتْ مِنَ النُّطَفِ الْعِذَابِ

یہ وہ نفوس ہیں جو زمانِ قدیم سے پاک تھے اور ابھی باپ کے صلب میں تھے کہ عذابِ خدا سے بری ہو گئے

مَضَاجِعُ فِتْیَۃٍ عَبَدُوْا وَنَامُوْا — هُجُوْدًا فِی الْفَدَافِدِ وَالشِّعَابِ

یہاں کچھ ایسے جوانوں کی خوابگاہیں ہیں جو عبادت کرتے کرتے تھک کر اس زمین کے نشیب و فراز میں سو گئے

وَصُیِّرَتِ الْقُبُوْرُ لَهُمْ قُصُوْرًا — مُنَاخًا ذَاتَ اَفْنِیَۃٍ رِحَابِ

اور ان کی قبریں عریض و وسیع قصروں کی شکل میں مبدل ہو گئی ہیں

لَئِنْ وَارَتْهُمُ اَطْبَاقُ اَرْضٍ — کَمَا اَغْمَدْتَ سَیْفًا فِی قِرَابِ

زمین نے اس طرح ان کو پوشیدہ کیا ہے جس طرح شمشیر کو نیام چھپاتی ہے

کَمَا قَمَارٍ اِذَا جَاسُوْا رَوَاضٌ — وَاُسَادٌ اِذَا رَکِبُوْا غِضَابٍ

یہ جب تک اپنے گھروں میں تھے مانندِ ماہِ تاباں تھے اور جب جنگ و جدال میں سوار ہوئے تو مثل شیرِ ژیاں تھے

لَقَدْ کَانُوْا الْبِحَارَ لِمَنْ اَتَاهُمْ — مِنَ الْعَافِیْنَ وَالْهَلْکَی السِّغَابِ

اور بلاشبہ یہ مثل دریا تھے ان کے لیے جو ان کے پاس بھوکے اور پیاسے آتے تھے

فَقَدْ نُقِلُوْا اِلٰی جَنَّاتِ عَدْنٍ — وَقَدْ عِیْضُوْا النَّعِیْمَ مِنَ الْعِقَابِ

پس اب ان جنات عدن کی طرف لے جایا گیا اور دنیا کے مصائب کے بدلے ان کو نعمتِ عقبیٰ عطا ہوئی۔

بَنَاتُ مُحَمَّدٍ اَضْحَتْ سَبَایَا — یُسَقْنَ مَعَ الْاُسَارٰی وَالنِّهَابِ

رسولِ خداؐ کی بیٹیاں قید ہوئی ہیں اور اسیروں کے ساتھ لٹی ہوئی نکلیں

مُغَبَّرَۃَ الذُّیُوْلِ مُکَشَّفَاتٍ — کَسَبْیِ الرُّوْمِ دَامِیَۃَ الْکِعَابِ

ان کے دامن گرد میں اٹے ہوئے، چہرے کھلے ہوئے، پیر خون میں آلود جیسے روم کے قیدی ہوتے ہیں

لَئِنْ اُبْرِزْنَ کُرْهًا مِنْ حِجَابٍ — فَهُنَّ مِنَ التَّعَفُّفِ فِی حِجَابِ

وہ اگرچہ بجبر و اکراہ پردیسی باہر نکلیں بسبب عصمت و عفت کے گویا کہ پردہ نشین تھیں

أَيُجْعَلُ فِي الْفُرَاتِ عَلَى الْحُسَيْنِ ... وَقَدْ أَضْحَى مُبَاحًا لِلْكِلَابِ

حسینؑ مظلوم پر پانی بند کیا گیا ... لیکن کتوں کے لئے وہ مباح تھا

فَلِي قَلْبٌ عَلَيْهِ ذُو الْتِهَابٍ ... وَلِي جَفْنٌ عَلَيْهِ ذُو انْسِكَابٍ

میرے دل میں آتشِ غم بھڑک رہی ہے اور میری آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں

حضرت زینبؑ کا ایک اور مرثیہ جو آپ نے اُس وقت ارشاد فرمایا جب آپ کو شہر دمشق میں داخل کیا گیا

أَمَا شَجَاكَ يَا سَكَنَ قَتْلُ الْحُسَيْنِ وَالْحَسَنِ ... ظَمَآنَ مِنْ طُولِ الْحُزْنِ وَكُلُّ وَغْدٍ نَاهِلُ

اے دمشق کے ساکنو! کیا تمہارا دل نہیں کڑھتا اس بات پر کہ حسنؑ بہ غم و اندوہ مار ڈالے گئے اور حسینؑ بھی تشنہ لب شہید ہوئے اور ہر ناکس سیراب تھا۔

يَقُولُ يَا قَوْمُ أَبِي عَلِيٌّ ابْنُ الْبَرِّ التَّقِي ... وَفَاطِمَةُ أُمِّي أَلَّتِي لَهَا التُّقَى وَالنَّائِلُ

حسینؑ فرماتے تھے کہ اے قوم پدرِ بزرگوار میرے علی مرتضیٰؑ نیکوکار اور پرہیزگار ہیں اور مادرِ گرامی میری فاطمہؑ صاحبِ تقویٰ و سخاوت ہیں۔

مُنُّوا عَلَى ابْنِ الْمُصْطَفَى بِشَرْبَةٍ يُحْيِي بِهَا ... أَطْفَالَنَا مِنَ الظَّمَا حَيْثُ الْفُرَاتُ سَائِلُ

حسین کہتے تھے اس بہتی ہوئی فرات سے ایک چلو پانی دے کر میرے بچوں کی جان بچالو

قَالُوا لَهُ لَا مَاءَ لَا إِلَّا السُّيُوفُ وَالْقَنَا ... فَانْزِلْ بِحُكْمِ الْأَدْعِيَا فَقَالَ بَلْ أُنَاضِلُ

لیکن لوگوں نے جواب دیا: حسینؑ! ہمارے پاس سوائے آبِ شمشیر و نیزہ کے دوسرا پانی نہیں ہے لہٰذا امیر کی اطاعت کر لیجیے۔ حسینؑ نے کہا میں جنگ کروں گا۔

حَتَّى أَتَاهُ مُشَقَّصٌ رَمَاهُ وَغْدٌ أَبْرَصُ ... مِنْ سَقَرٍ لَا يَخْلُصُ رِجْسٌ دَعِيٌّ وَاغِلُ

یہاں تک کہ ایک پیکان تیر اُس مظلوم امام کے لگا جس کو ایک ناکس مبروص جہنمی ناپاک زنازادہ فرومایہ نے پھینکا تھا۔

فَهَلَّلُوا الْخَتْلِهِ وَاعْصَوْصَبُوا الْقَتْلِهِ ... وَمَوْتُهُ فِي فَضْلِهِ قَدْ أَقْحَمَ الْمُنَاضِلُ

پھر وہ دھوکہ دینے کے لئے تہلیل و تکبیر کرنے لگے اور حسینؑ کے قتل کے لئے جمع ہوئے پس حسینؑ اس مبارزہ میں مارے گئے جہاں لوگوں کے قدم ٹھٹھک جاتے ہیں۔

وَعَفَّرُوا جَبِينَهُ وَخَضَّبُوا عُثْنُونَهُ ... بِالدَّمِ يَا مُعِينَهُ مَا أَنْتَ عَنْهُ غَافِلُ

ہائے! ان کی نورانی پیشانی کو خاک میں ملایا اور ریشِ مبارک کو خون سے رنگین کیا۔ اے معین، مددگار تو ان کے حال سے غافل نہیں ہے۔

وَهَتَكُوا حُرِيمَهُ وَذَبَحُوا فَطِيمَهُ ‌ ‌ ‌ وَاَسَرُوا كُلْثُومَهُ وَسِيقَتِ الْحَلَائِلُ

اور اُس کے اہلِ حرم کی ہتکِ حرمت کی اُس کے طفلِ شیر خوار کو ذبح کیا اور اُس کی بہن اُمِ کلثوم کو قید کیا اور اُس کے حرم کو شہر بہ شہر پھرایا۔

يُسقنَ بِالتَنَائِفِ يفجحه الهواتف ‌ ‌ ‌ وَاَدْمُعٍ ذَوَارِفٍ عُقُولُهَا زَوَائِلُ

وہ بیبیاں جنگلوں میں اس طرح پھرائی جارہی ہیں کہ منادی ان کے دیکھنے کے لئے ندا کر رہا ہے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور شدتِ حیا سے وہ مدہوش ہو چکی ہیں۔

يَقُلْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا جَدَّنَا يَا اَحْمَدُ ‌ ‌ ‌ قَدْ اَسَرَتْنَا الْاَعْبُدُ وَكُلُّنَا ثَوَاكِلُ

وہ یہ نالہ و فریاد کر رہی ہیں کہ اے جدِ امجد! اے محمدِ مصطفیٰ! اے احمدِ مجتبیٰ! یہ غلام ہم کو قید کر کے لئے جاتے ہیں اور ہم سب اپنے اپنے عزیزوں کے غم میں صاحبِ عزا ہیں۔

تُهْدٰى سَبَايَا كَرْبَلَا اِلَى اللِّئَامِ وَالْبَلَاءِ ‌ ‌ ‌ قَدْ اِشْتَعَلْنَ بِالدِّمَاءِ لَيْسَ لَهُنَّ نَاعِلُ

کربلا کے قیدیوں کو لیموں اور بلاؤں کی طرف لئے جاتے ہیں۔ ان کے برہنہ پیر خون میں بھرے ہوئے ہیں۔

اِلٰى يَزِيْدِ الطَّاغِيَه مَعْدَنِ كُلِّ دَاهِيَه ‌ ‌ ‌ مِنْ نَحْوِ بَابِ الْجَابِيَه فَجَاحِدٌ وَخَاذِلُ

یزید سرکش و مکار و کافر و بے دین کی طرف دروازہ جابیہ سے اُن کو لئے جاتے ہیں۔

حَتّٰى دَنَا بَدْرُ الدُّجٰى رَاْسُ الْاِمَامِ الْمُرْتَجٰى ‌ ‌ ‌ بَيْنَ يَدَیْ شَرِّ الْوَرٰى ذَاكَ اللَّعِيْنُ الْقَاتِلُ

یہاں تک کہ حسینؑ کا سرِ مبارک جو مثلِ ماہِ تابانِ درخشاں تھا روبرو اُس بدترین خلائق کے رکھا گیا۔

يَظَلُّ بِبَنَانِهٖ قَضِيْبُ خَيْزَرَانه ‌ ‌ ‌ يُنْكِتُ فِیْ اَسْنَانِهٖ قُطِعَتِ الْاَنَامِلُ

اُس ملعون کی انگلیوں میں ایک چھڑی تھی جسے وہ حسینؑ کے دندانِ مبارک پر مارنے لگا، خدا اس کی انگلیوں کو توڑے۔

اَنَامِلُ لِجَاحِدٍ وَحَاقِدٍ مُرَاصِدٍ ‌ ‌ ‌ مُكَائِدٍ مُعَانِدٍ فِیْ صَدْرِهٖ غَوَائِلُ

وہ انگلیاں منکرِ خدا اور کینہ ور اور بدخواہ و مکار اور ہمارے دشمن کی تھیں جس کے دل میں کینہ پُر تھا۔

طَوَائِلُ بَدْرِيَةٍ غَوَائِلُ كُفْرِيَّةٍ شَوْهَاءُ جَاهِلِيَةٍ ذَلَّتْ لَهَا الْأَفَاضِلُ

اور یہ کینے اُس کے بہت پرانے زمانۂ کفرِ و جاہلیت و جنگ بدر کے وقت سے چلے آتے تھے جن کی وجہ سے صاحبانِ عزت کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

فَيَا عُيُونِي اِبْكِي عَلَىٰ بَنِي بِنْتِ النَّبِي بِفَيْضِ دَمْعٍ نَاضِبٍ كَذَاكَ يَبْكِي الْعَاقِلُ

پس اے چشم فرزندانِ دختر رسولؐ خدا پر سیلابِ اشک بہا کہ عاقل کو چاہیے کہ ہمیشہ ان حضرات پر گریہ کرے۔

باب (۸)

اِس امر کے بیان میں کہ خداوندِ کریم نے قاتلانِ حسینؑ کے عذاب میں کیوں تاخیر فرمائی

کتاب علل الشرائع اور عیون الاخبار الرضا میں ابوالصلت ہروی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ یابن رسول اللہؐ اس حدیث کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جو امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب صاحب الزمانؑ ظہور کریں گے تو قاتلانِ حسینؑ کی اولاد کو ان کے آباواجداد کے افعال کے بدلہ میں قتل فرمائیں گے۔ حضرت نے فرمایا درست ہے۔ یہ حدیث اسی طور پر ہے۔ میں نے عرض کی پس اس آیت کا مطلب ہے کہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ* یعنی کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا درست ہے۔ جنابِ احدیت اپنے جمیع کلمات میں صادق ہے لیکن چونکہ قاتلانِ حسینؑ کی اولاد اپنے آباواجداد کے افعال پر راضی و خوشنود ہے بلکہ اس پر فخر و مباہات کرتی ہے اس لئے اپنے آباواجداد کے جرم میں شریک سمجھی جائے گی کیونکہ جو شخص کسی کام پر راضی ہو تو وہ اس شخص کے مانند ہے جو اس فعل کا مرتکب ہوا ہو۔ اور اگر ایک شخص مشرق میں کسی کو مار ڈالے اور دوسرا شخص مغرب میں اُس کے قتل پر راضی ہو تو حق تعالیٰ کے نزدیک وہ بھی شریکِ قاتل ہے اور جناب صاحب الزمان علیہ السلام اُن لوگوں کو اسی سبب سے قتل کریں گے کہ وہ اپنے آباواجداد کے افعال پر رضامند ہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ جب قائم آلِ عبا قیام فرمائیں گے تو شروع کس کام سے کریں گے؟ فرمایا پہلے بنی شیبہ کے ہاتھ کٹوائیں گے کیونکہ یہ خانۂ خدا کے چور ہیں۔

تفسیر امام عسکریؑ میں مذکور ہے کہ ان حضرت نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام زین العابدین علیہ السلام گنہگارانِ بنی اسرائیل جو عذابِ الٰہی سے بصورتِ میمون مسخ ہو گئے تھے کا حال بیان فرما رہے تھے۔ آخر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان کو اس سبب سے معذب فرمایا کہ انھوں نے روزِ شنبہ مچھلی کا شکار کیا تھا پس ان کا کیا حال ہوگا جنھوں نے اولادِ رسولؐ کو قتل کیا اور انکے ناموس کو ہتک کیا اگر حق تعالیٰ ان کو دنیا میں مسخ کرتا تو قیامت میں ان پر مسخ کرنے سے کہیں سوا عذاب فرماتا۔

پس حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کی کہ یابن رسول اللہؐ! میں نے اِس حدیث کو اہلِ خلاف کے سامنے ذکر کیا تھا پس ان میں سے ایک شخص نے اعتراض کیا کہ اگر قتل کرنا حسینؑ کا شکارِ ماہی سے زیادہ ہوتا تو چاہیے تھا کہ حق تعالیٰ قاتلانِ حسینؑ کو بھی فوراً مسخ کر دیتا۔ حضرت نے فرمایا تو

* سورۂ انعام (پارہ ۸) آیت ۱۶۴

اس کے جواب میں کہہ کہ شیطان کا گناہ ان لوگوں کے گناہوں سے زیادہ ہیں جو شیطان کے ورغلانے سے گناہ کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود جنابِ احدیت نے بہت سے گناہگاروں کو جیسے فرعون و قومِ نوحؑ کہ ان کے گناہ شیطان کے گناہوں سے کم تھے معذب کیا اور ان کو ہلاک کیا اور ابلیس سراپا تلبیس کو جو عقاب کا زیادہ سزاوار ہے اور جو کچھ فساد ہوتا ہے اسی کے سبب سے ہوتا ہے کوئی عذاب نہ فرمایا۔ کہا بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ الحکیم علی الاطلاق ہے ہلاک کرنا اور مہلت دینا اس کا دونوں بربنائے حکمت و مصلحت ہوتا ہے پس یہی حال مچھلی کے شکار کرنے والوں اور امام حسین علیہ السّلام کے قاتلوں کا ہے کہ حق تعالیٰ دونوں کے احوال سے پوری طرح اطلاع رکھتا ہے اور اپنے علم پر عمل کرتا ہے وہ صواب و حکمت کو خود خوب جانتا ہے اور کسی کو اسکے کام میں جائے گفتگو نہیں ہے اور کوئی اس کے قول میں چون و چرا نہیں کر سکتا اور بندوں کے فعلوں کی پرسش ہوگی۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام زین العابدینؑ کا کلام اس مقام پر پہنچا تو ایک شخص نے حضارِ محفل فیض آثار میں سے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ! حق تعالیٰ کس طرح سے اولادِ بے گناہ کو اُن کے آباو اجداد کے گناہوں پر عذاب کرے گا حالانکہ اللہ خود فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے۔ فرمایا کہ قرآن مجید لغتِ عرب میں نازل ہوا ہے اور عرب اپنی قوم کے افعال کو اپنی طرف نسبت دیتے ہیں، مثلاً مقامِ ملامت میں قومِ بنی تمیم سے کہتے ہیں کہ تم نے فلاں شہر کو غارت کیا اور اُس کے اہل کو قتل کیا درآنحالیکہ ان میں سے ایک شخص نے قتل و غارت کیا ہے اور ازراہِ فخر کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا کام کیا ہے حالانکہ خود نہیں کیا اس کی قوم نے کیا ہے۔ اس آیۂ شریفہ میں بھی خداوندِ عالم نے ان کے اسلاف پر توبیخ فرمائی اور اُن کی اولاد پر ملامت کی، لہٰذا یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ذریتِ قاتلانِ امامؑ سے انتقام لے گا، کیونکہ وہ اپنے باپ دادا کے اطوارِ ناشائستہ پر راضی ہیں اور اس پر فخر و مباہات کرتے ہیں اور اس صورت میں جائز ہے کہ اُن افعال کو ان کی طرف نسبت دیں کیونکہ یہ سب حرکاتِ ناشائستہ ان کی مرضی کے موافق ہیں۔

کتاب ثواب الاعمال میں امام بحقِ ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے تھے قسم خدا کی صاحب الامرؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی اولاد سے قتال فرمائیں گے بسبب اُن افعالِ قبیحہ کے کہ جو اُن کے آباؤ اجداد سے صادر ہوئے ہیں۔

کتاب کامل الزیارات میں حضرتِ صادقؑ سے روایت ہے کہ لَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝ (نہیں ہے ظلم و عدوان مگر قاتلوں پر) سے مراد اولادِ قاتلانِ جنابِ سید الشہداء علیہ السّلام ہیں۔ کتاب مذکور میں دوسری سند سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ مُصنّف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے

کہ شاید اس آیۂ شریفہ میں عدوان سے مراد وہ چیز ہے کہ جسے بظاہر عدوان کہیں اگرچہ حقیقت میں موافق عدل کے ہو۔

کتاب کامل الزیارات میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے آپ نے آیۂ شریفہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ یعنی اذن دیا گیا ہے ان لوگوں کو جو قتال اور جہاد اس لئے کرتے ہیں کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور حق تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے۔ فرمایا کہ اس سے مراد علی ابن ابیطالبؑ اور حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

کتابِ مذکور میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آیۂ کریمہ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ یعنی ہم نے بنی اسرائیل کے مطابق کتاب توریت میں لکھ دیا ہے کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے، مرتبہ اوّل سے مراد قتل علی ابن ابی طالبؑ ہے اور مرتبۂ دوم سے تیر بارا کرنا حضرت امام حسنؑ کے جنازہ کا و لتعلن علوا کبیرا (اور تم سخت سرکشی کرو گے) حضرت نے ارشاد کیا اس سے مراد قتلِ امام حسین علیہ السّلام ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا (پس جس وقت ان دو میں سے پہلے وعدہ کا وقت آیا) اس سے مراد حسینؑ بن علیؑ کی نصرت کا وقت ہے۔ بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ (ہم نے اپنے قوی بندوں کو بھیجا پس وہ ہر طرف شہروں میں قتل و غارت کے لئے دوڑ پڑے) حضرت نے فرمایا اس سے مُراد وہ لوگ ہیں جنہیں حق تعالیٰ ظہورِ حضرت صاحب الامرؑ سے پہلے بھیجے گا جو تمام دشمنانِ اہلبیتؑ سے انتقام لیں گے اور وعدہ خدائے عزّ وجل کا پورا ہونیوالا ہے۔

کتابِ مذکور میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے اس آیہ کو تلاوت فرمایا کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یعنی بلاشبہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں زندگانیِ دنیا میں اور بروزِ قیامت مدد کریں گے۔ حضرت نے فرمایا حسینؑ ابن علیؑ انھیں میں سے ہیں ابھی تک اُن کی مدد نہیں کی گئی۔ اس کے بعد ارشاد کیا اگرچہ حضرت امام حسینؑ کے قاتل قتل کئے گئے لیکن ابھی تک نہ تو آپ کا انتقام لیا گیا نہ قصاص پورا ہوا ہے۔

اسی کتاب میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِس آیہ کے معنی پوچھے:- وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ (یعنی جو شخص بظلم مارا گیا ہم نے اُس کے وارث کو قاتل پر مسلط کر دیا ہے پس وہ اس کے قصاص میں حد سے تجاوز نہ کرے) حضرت نے فرمایا اس سے مُراد قائمِ آلِ محمدؑ ہیں جو خروج کریں گے اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کے خون کے عوض میں قتل کریں گے اور اگر تمام اہلِ زمین کو قتل کریں تو اسراف نہ ہوگا۔ اور فرمایا خدائے عزّ وجل کا یہ فرمانا کہ

۴۱ سورۂ الحج آیت نمبر ۳۹ -
۴۲ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴
۴۳ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵ -
۴۴ سورۂ المومن آیت نمبر ۵۱ -

فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز ایسی عمل میں نہیں لائیں گے جو اسراف ہو گی۔ اس کے بعد فرمایا قسم بخدا کہ صاحب الامرؑ قاتلانِ حضرت امام حسینؑ کی اولاد کو قتل کریں گے بدلہ میں ان افعال کے جو اُن کے آباؤ اجداد سے سرزد ہوئے ہیں۔

تفسیرِ عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے یا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آپ نے تفسیرِ آیۂ کریمہ فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ کے اس طرح معنی فرمائے کہ خدائے عزّ و جل کسی شخص پر ظلم نہیں کرتا مگر نسل پر قاتلانِ امام حسینؑ کی۔ (سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۹۳)

کتاب مناقب ابن شہر آشوب اور تاریخ بغداد و خراسان و آبانہ و فردوس میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جنابِ رسولِ خداؐ کو وحی کی کہ تحقیق میں نے یحییٰ ابن زکریا علیہ السّلام کے عوض ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور تمھارے نواسے کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار کو قتل کروں گا، اور حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام حسینؑ کے عوض میں اب تک سو ہزار آدمی قتل ہوئے اور ابھی ان کا انتقام نہیں لیا گیا اور قریب ہے کہ آپ کے خون کا انتقام لیا جائے۔

امام زین العابدینؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں جب بابا کے ساتھ تھا تو آپ جس منزل پر اُترتے یا وہاں سے کوچ فرماتے تھے تو برابر حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کو یاد فرماتے تھے اور ایک دن فرمایا کہ خدا کے نزدیک دنیائے فانی کی حقارت اس سے ثابت ہوتی ہے کہ حضرت یحییٰؑ کا سر بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ کے لئے تحفہ میں بھیجا گیا۔ اس کی تفصیل میں مقاتل امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کرتا ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ کی بیوی بوڑھی ہو گئی تھی۔ اُس ملعونہ نے ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی کو بادشاہ کے نکاح میں لائے۔ بادشاہ نے حضرت یحییٰؑ سے اس بات میں مشورہ لیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السّلام نے اسے اس امر سے منع کیا۔ وہ پیرزن ملعونہ مطلع ہوئی کہ حضرت یحییٰؑ نے بادشاہ کو منع کیا ہے۔ پس اُس فاحشہ نے اُس لڑکی کو آراستہ کیا اور بادشاہ کے پاس بھیجا، وہ مکارہ بادشاہ کے پاس جا کر خوش طبعی و عشوہ و ناز کرنے لگی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر کہہ دیا مانگ جو مانگتا ہو، مَیں اس کو پورا کروں گا۔ اُس بے حیا نے کہا کہ میں اب یحییٰ بن زکریاؑ کا سر چاہتی ہوں، بادشاہ نے پوچھا اے دختر! اس کے علاوہ کوئی اور حاجت بھی رکھتی ہے؟ اس نے کہا میں سوا اُن کے سر کے اور کچھ نہیں چاہتی، اور معمول وہاں کا یہ تھا کہ جب بادشاہ بنی اسرائیل جھوٹ بولتا تھا یا خلافِ وعدہ کرتا تھا تو وہ بادشاہی سے معزول ہو جاتا تھا۔ پس بادشاہ اپنی سلطنت جانے اور قتلِ یحییٰؑ میں کمال متحیر تھا کہ ان دو امروں میں سے کسے اختیار کروں۔ بالآخر اس بے دین نے حضرت یحییٰ کو قتل کر دیا اور سرِ مطہر اُن کا ایک طشتِ طلاء میں رکھ کر اُس لڑکی کے پاس بھیج دیا۔ پھر اُس لڑکی کو

زمین نے نگل لیا۔ خداوندِ عالم نے اس قوم پر بخت نصر کو مسلّط کیا۔ بخت نصر نے اس قوم پر پہاڑوں پر سے پتھر پھینکے، لیکن مطلق کوئی اثر نہ ہوا۔ اُس وقت ایک بڑھیا شہر سے باہر نکلی اور کہا کہ اے بادشاہ یہ شہر پیمبروں کا ہے اُس وقت تک فتح نہ ہوگا جب تک میرے کہنے پر عمل نہ ہوگا۔ بخت نصر نے کہا جتنا جو تیری حاجت ہوگی روا کروں گا۔ پیرزن نے کہا کہ نجاسات و کثافات ان کی طرف پھینک، بادشاہ نے اُس کے کہنے پر عمل کیا، پس وہ قوم متفرق ہوگئی اور بخت نصر شہر میں داخل ہوگیا۔ پھر اُس نے ضعیفہ کو بلا کر کہا کہ تیری کیا حاجت ہے۔ اُس پیرزن نے کہا کہ اس شہر میں ایک خون جوش مارتا ہے، تجھ کو چاہیئے کہ اس قدر لوگوں کو قتل کرے کہ خون جوش مارنا چھوڑ دے اور ساکن ہوجائے۔ پس بخت نصر نے اُس خون کے عوض میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ وہ ساکن ہوا۔ حضرت نے فرمایا: اے میرے فرزند علیؑ قسم خدا کی کہ میرا خون ساکن نہ ہوگا جب تک کہ خدائے عزّ وجل مہدی آخرالزمان علیہ السّلام کو بھیجے۔ پس وہ میرے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو اُن منافقین سے جو کافر و فاسق ہیں قتل کرے گا۔

باب (۹)

اُن عقوبات کے بیان میں جن کے نازل کرنے میں حق سبحانہٗ نے تعجیل کی

کتاب مناقب میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد ملعون سے فرمایا کہ وہ بات میری آنکھوں کو خنک کرتی ہے یہ ہے کہ تو میرے بعد عراق کی گندم زیادہ نہ کھائے گا۔ عمر سعد بداختر نے از روئے تمسخر کہا کہ یا اباعبداللہ جو پر گزارا کر لوں گا۔ پس جس طرح امام نے ارشاد کیا تھا ظہور میں آیا، اور اُس ملعون کو حکومتِ رَے کی نصیب نہ ہوئی اور مختارؒ نے اُس نابکار کو قتل کیا۔

تاریخ نسوی اور تاریخ ابانہ عکبری میں مذکور ہے کہ ایک شخص جو کربلا میں حاضر تھا وہ ورس (ایک خوشبو) اٹھائے ہوئے تھا۔ پس وہ ورس خون ہو گیا اور بروز عاشورہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور ایک روایت میں ہے کہ لشکرِ عمر سعد میں جناب سیدالشہداءؑ کے خیموں سے کچھ چیزیں خوشبو کی قسم سے لوٹ لے گئے تھے پس جس عورت نے کہ اُن خوشبوؤں کو استعمال کیا وہ مبروص ہو گئی۔ ایک اور راوی روایت کرتا ہے کہ میں نے قاتلانِ حضرت امام حسینؑ سے دو ملعونوں کو دیکھا کہ ایک اُن میں سے ایک عارضۂ قبیح و فضیح میں مبتلا ہوا تھا اور دوسرے ملعون کا یہ حال تھا کہ وہ لعین شترِ آب کش کے پاس آتا تھا اور سارا پانی اس کا پی جاتا تھا اور سیراب نہ ہوتا تھا اور سبب اُس کا یہ تھا کہ اُس روسیاہ نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو دیکھا کہ آپ فرات کے کنارے پانی پینا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے ایک تیر حضرت کے مارا تھا، اُس وقت حضرت نے فرمایا تھا کہ خدائے عزّوجل تجھے پانی سے سیراب نہ کرے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ اور ایک روایت میں اسی طرح وارد ہوا ہے کہ ایک سگِ ناپاک نے قبیلۂ کلب سے ایک تیر حضرتؑ کو مارا جو آپ کے دہنِ مبارک میں لگا اور گنجِ دہنِ امامِ انام کا مجروح ہوا۔ اُس وقت حضرت نے فرمایا کہ خدائے عزّوجل تجھے سیراب نہ کرے پس اُس ملعون پر پیاس کا ایسا غلبہ ہوا کہ اُس نے خود کو پانی میں گرا دیا اور اتنا پانی پیا کہ داخلِ جہنم ہوا۔ کتاب مناقب میں ابن بابویہ سے اور تاریخ طبری میں ابوالقاسم سے روایت کی ہے کہ ایک ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی کہ یا حسینؑ تم دریائے فرات سے ایک بوند نہ پینے پاؤ گے یہاں تک کہ مر جاؤ یا حکمِ امیر کی اطاعت کرو۔ حضرت نے فرمایا۔ خداوندا! اس ملعون کو شدتِ تشنگی سے ہلاک کر اور ہرگز اس کو نہ بخش۔ پس تشنگی نے اُس ملعون پر غلبہ کیا۔ جس قدر پانی پیتا تھا اُس کی تشنگی اور بڑھتی تھی اور وا عطشاہ کے نعرے مارتا تھا یہاں تک کہ اُس ملعون کا پیٹ پھٹ گیا۔

اور واصلِ جہنم ہوا۔ اور تاریخ طبری میں مرقوم ہے کہ وہ ملعون عبداللہ بن حصین ازدی تھا اور یہ روایت حمید ابن مسلم سے ہے اور دوسری روایت میں اس طرح وارد ہے کہ وہ لعین قبیلۂ دارم سے تھا۔

اور کتاب فضائل العترۃ میں مروی ہے کہ ایک ملعون دارمی نے حضرت کے روئے مبارک پر تیر مارا اور آپ کے دہنِ اقدس سے خون جاری ہوا۔ حضرت اُس خون کو چلّو میں لے کر ہوا میں پھینکتے تھے۔ راوی کہتا ہے اُس ملعون کا یہ حال ہوا کہ اُس کے شکمِ نجس میں گرمی تھی اور پیٹھ پر سردی تھی، آگے سے اُسے پنکھا کرتے اور برف رکھتے تھے اور پیچھے اس کے انگیٹھی میں آگ روشن کرتے تھے، باربار وہ پانی مانگتا تھا اور بڑے بڑے کانسے بھر کر پانی پی جاتا تھا اور پھر کہتا تھا پانی دو کہ پیاس مجھے ہلاک کئے ڈالتی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ آخرکار شکم اُس منافق کا شق ہوگیا۔

تاریخِ مذکور اور تاریخ ابانہ میں منقول ہے کہ ابنِ جوزہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو پکارا اور کہا اے حسینؑ (معاذ اللہ) تمھیں بشارت ہو کہ تم دنیا ہی میں پیش از آخرت آگ کی طرف دوڑ گئے، حضرت نے فرمایا وائے تجھ پر آیا میں آگ کی طرف دوڑا، اُس لعین نے کہا: ہاں! حضرت نے فرمایا: میرا پروردگار بخشنے والا اور رسولؐ شفاعت کرنے والا ہے۔ خداوندا! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی آگ کی طرف کھینچ، راوی کہتا ہے کہ اُس مردود نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیری، گھوڑے نے شرارت کی اور اس طرح اُسے گرایا کہ ایک پاؤں اُس کا رکاب میں رہ گیا اور گھوڑا دوڑتا پھرتا تھا اور سر اُس ملعون کا ہر سنگ و درخت سے ٹکراتا تھا یہاں تک کہ واصلِ جہنم ہوا۔ اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ حضرت نے اُسے اس طرح نفرین فرمائی کہ خداوندا اس کو آگ کی طرف کھینچ اور اس کی گرمی اس ملعون کو چکھا اور اُسے دُنیا میں پیش ازاں کہ اس کی بازگشت آخرت کی طرف ہو اسے جلادے۔ پس وہ روسیاہ پشتِ اسپ سے خندقِ پُر از آتش میں گرا، اُس وقت جناب امام حسین علیہ السّلام نے سجدۂ شکرِ خدائے عزّ وجلّ کیا۔

روایت میں ہے کہ ابجرؒ بن کعب لعین کے دونوں ہاتھوں سے جاڑوں میں پانی بہا کرتا تھا، اور گرمی کی فصل میں وہ سوکھ کر مثل لکڑی کے ہوجاتے تھے، اور دوسری روایت میں اس طرح پر ہے کہ فصلِ گرما میں اُس کے دستہائے نجس سے خون بہتا تھا اور یہ وہ شقی وہ ملعون ہے جس نے حضرت کے کپڑے لُوٹے تھے، اور جابر بن زید ملعون نے اُس جناب کا عمامہ لے کر اپنے سرِ نجس پر باندھا، پس وہ دفعتہً مجنون ہوگیا اور سوا عمامہ کے اور کپڑے حضرت کے جو بتہ ابن جوبہ ملعون لے کر پہنے۔ پس مُنہ اس شقی کا متغیر د

لہ یہ وہ شقی ہے جس نے وقتِ آخر امام حسین علیہ السّلام کے سرِ اقدس پر ضرب لگائی تھی جس سے عبداللہ بن حسنؑ کے ہاتھ کٹ گئے تھے۔ (جزائری)

قبیح ہوگیا اور اُس کے سر کے بال جھڑ گئے اور بدنِ کثیف اُس کا مبروص ہوگیا اور زیر جامہ بالائی اُس جناب کا بحر بن عمرو جرمی شقی نے لے کر پہنا۔ پس وہ شقی بھی اسی وقت گنجا ہوگیا۔

کتابِ مناقب میں تاریخِ طبری سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام حسین علیہ السّلام کثرتِ زخمہائے کاری سے سست اور ضعیف ہوگئے تھے تو ایک ملعون نے قبیلۂ کندہ سے جس کا نام مالک تھا قریب آکر ایک تلوار حضرت کے سرِ مبارک پر لگائی اس وقت آپ کے سرِ مقدس پر ایک ٹوپی خز کی تھی اُس وقت حضرت نے فرمایا کہ اے ملعون تجھے اس ہاتھ سے کھانا پینا نصیب نہ ہو اور تجھے خدائے عزّ وجل ظلموں کے ساتھ محشور کرے اور خون بھری ٹوپی حضرت نے زمین پر پھینک دی، وہ شقی اس ٹوپی کو اٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ اسکی زوجہ نے کہا اے ملعون! تو جامۂ حسینؑ میرے گھر میں لایا ہے اب میرا سر اور تیرا سر ہرگز جمع نہ ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ مالک کندی ملعون ہمیشہ فقر و فاقہ میں مبتلا رہا یہاں تک کہ گندہ آتش مالک ہوا۔

حاسر بن حاشر روایت کرتا ہے کہ ان ملعونوں میں سے ایک شخص امام کے سامان سے زعفران اور ایک اونٹ لوٹ لایا پس جس وقت اس نے زعفران کو کوٹا تو اُس میں سے آگ نکلی، اس کی زوجہ نے وہ زعفران ہاتھ میں ملی تو عارضہ برص اُسے عارض ہوا اور جب اُس اونٹ کو ذبح کیا تو جس جگہ چھری مارتے تھے آگ نکلتی تھی اور جب اُس کے ٹکڑے کئے تو اندر سے آگ نکلی اور پکاتے وقت دیگ میں بھی آگ شعلہ ور تھی اور بسندِ دیگر منقول ہے کہ جب آپ کے اونٹ کو ذبح کیا گیا تو ناگاہ اُس کے کان سے آگ شعلہ ور ہوئی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب اُس کے گوشت کو پکایا تو اس کا مزا حنظل یعنی اندرائن کے پھل کے مانند تلخ ہوگیا۔

مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے دعا کی کہ خداوندا! ہم تیرے اہلبیتؑ اور تیرے پیغمبرؐ کے قرابتدار ہیں ہمارے ظالموں کو اور ہمارے حق کے غصب کرنے والوں کو ہلاک کر تو مجیب الدعوات ہے، یہ سنکر محمد ابن اشعث نے کہا کہ آپ کو جنابِ رسول خداؐ سے کیا قرابت ہے! حضرت سید الشہداءؑ نے اس آیہ کریمہ کو تلاوت فرمایا: إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ. ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ * یعنی اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آدمؑ اور نوحؑ اور اولادِ ابراہیمؑ اور اولادِ عمرانؑ کو تمام جہان پر بعض بعض کی ذریت ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ خداوندا اس ملعون کو آج میرے سامنے ذلیل کر پس ابن اشعث لعین قضائے حاجت کے لئے پاخانے گیا وہاں ایک بچھو نے اُس کے اعضائے تناسل پر ڈنک مارا اور وہ ملعون لوٹنے اور فریاد کرنے لگا اور سانپ کی طرح پیچ و تاب کھاتا تھا اور اپنے بول و غائط میں لوٹنے لگا۔

* سورۂ آل عمران آیت ۳۳، ۳۴

تاریخِ ایان، اور کتاب جامع دارقطنی اور فضائل احمد بن حنبل میں مسطور ہے کہ اعین کہتا ہے کہ میں ابورجا کے پاس تھا اُس نے کہا کہ ذکرِ اہلبیتؑ نہ کرو، مگر خیروخوبی سے اِس اثنا میں ایک ملعون شرکارِ معرکۂ کربلا سے آیا اور جناب سیّدالشہداء علیہ السّلام کے حق میں کلماتِ ناسزا کہنے لگا ناگاہ آسمان سے دوستارے اُس ملعون پر گرے اور مثل باطن کے ظاہر میں بھی وہ روسیاہ اندھا ہوگیا۔

عبداللہ ابنِ رباح نے ایک مردِ نابینا سے پوچھا کہ تو کیونکر اندھا ہوا اُس ملعون نے کہا کہ میں معرکۂ کربلا میں تھا، مَیں نے حسینؑ سے قتال نہ کیا تھا جب میں سویا تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مہیب نے مجھ سے آکر پوچھا کہ چل جناب پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تجھے بلاتے ہیں۔ مَیں نے کہا مجھے ان سے کیا کام اُس نے مجھے کھینچا اور حضرت کی خدمت میں لے گیا، میں نے دیکھا کہ جناب رسالتمآبؐ محزون وغمناک بیٹھے ہیں اور حضرت کے ہاتھ میں ایک حربہ ہے اور ایک نطع سامنے بچھا ہوا ہے اور ایک فرشتہ شمشیرِ آتش ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت کے بالائے سر کھڑا ہے اور جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السّلام سے جنگ و جدال کی تھی، وہ فرشتہ اُس کی گردن مار رہا ہے اور اس کے جسم سے آگ شعلہ ور ہے وہ سب جلتے ہیں اور پھر زندہ ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتہ اسی طرح ان کو قتل کرتا ہے۔ میں نے یہ حال دیکھ کر کہا: السّلام علیک یارسول اللہؐ! قسم خدا کی میں نے تلوار نہیں ماری اور کوئی نیزہ اور تیر نہیں لگایا۔ حضرت نے فرمایا اے ملعون! کیا تو نے ان کے سواد اور جمعیت کو زیادہ نہیں کیا، یہ فرما کر آپ نے اس طشت میں سے جو خون سے بھرا ہوا تھا ایک سلائی بھر کر میری آنکھوں میں پھیر دی جس سے میری دونوں آنکھیں جل گئیں، جب میں جاگا تو اندھا تھا۔

شعبی بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خانۂ کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا کہہ رہا تھا کہ خداوندا! مجھے بخش دے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہ بخشے گا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا گناہ کیا ہے۔ اُس ملعون نے کہا کہ میں ان پچاس شخصوں میں تھا جو حضرت امام حسین علیہ السّلام کے سرِ پُرنور پر معین تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک ابرِ سفید نورانی آسمان سے خیمہ کی طرف اترا اور بہت سے لوگ اُس ابر کے گرد ہیں اُن لوگوں میں حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بھی ہیں اور اس کے بعد ایک ابر اور اترا اُس میں جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جبرئیل امینؑ اور میکائیلؑ اور ملک الموت تھے۔ پس جناب رسالتمآبؐ رونے لگے اور وہ لوگ بھی حضرت کو روتا دیکھ کر گریہ وزاری کرنے لگے، پھر ملک الموت نے آگے بڑھ کر میرے رفیقوں میں سے انچاس شخصوں کی روح قبض کی مَیں نے کہا اے رسولِ خداؐ! الامان الامان! میں نے ان لوگوں کی پیروی نہیں کی اور نہ مَیں قتلِ امام حسین علیہ السّلام پر راضی تھا، حضرت نے فرمایا اے ملعون وائے تجھ پر جو ظلم وستم ہوتا تھا، تو دیکھتا

تھا۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ! اُس وقت حضرتؐ نے ملک الموت سے کہا کہ اس ملعون کو چھوڑ دو آخر ایک دن مرے گا۔ پس اس طرح سے میں نجات پا کر کعبہ میں آیا ہوں اور مغفرت طلب کرتا ہوں۔

کتابِ خصائص میں مروی ہے کہ جو ملعون سرِ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ تھے ایک منزل میں جسے قنسرین کہتے ہیں اُترے، اُس منزل کے قریب ایک دَیر تھا اُس وقت ایک راہب نے اپنے صومعہ سے اس قافلہ کا حال دیکھنے کے لئے اپنا سر باہر نکالا ؎

دید نورے چو آفتاب عیاں — از سرِ آن گزین جملہ سران

نور میزد زِ آن سرِ والا — چون زِ مہرِ منیر وقتِ ضحےٰ

دید بر نیزہ آفتابے را — کرد با خود قیامتے بر پا

الحاصل راہب نے دیکھا کہ ایک نورِ عظیم سرِ بُریدۂ جناب سیّد الشہداءؑ سے آسمان تک ساطع ہے، یہ حال دیکھ کر راہب دس ہزار درہم موکلانِ سرِ امام حسین علیہ السلام کے پاس لایا اور سرِ مبارک کو لیکر اپنے گھر لے گیا جب اپنی جگہ پر لایا تو ایک شخص کی آواز اس کے گوشِ سعادت نیوش میں غیب سے آئی کہ خوشا حال تیرا اور خوشا حال اُس شخص کا جو اس سرِ انور کی قدر و منزلت کو پہچانے، راہب نے آسمان کی طرف منہ کر کے دُعا کی الٰہی بحقِ عیسیٰؑ تو حکم کر کہ یہ سر مجھ سے کلام کرے، سرِ مبارک نے کلام فرمایا کہ یَا رَاهِبُ اَیَّ شَیْءٍ تُرِیْدُ۔ اے راہب تو کیا چاہتا ہے؟ راہب نے پوچھا مَنْ اَنْتَ کہ آپ کون ہیں؟ سرِ اطہر نے جواب دیا کہ اَنَا ابنُ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰیؐ وَ اَنَا اِبْنُ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی وَ اَنَا اِبْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَا وَ اَنَا الْمَقْتُوْلُ بِكَرْبَلَا اَنَا الْمَظْلُوْمُ اَنَا الْعَطْشَانُ۔ یہ فرما کر وہ سرِ مطہر چپ ہوا۔ راہب نے یہ ماجرا دیکھ کر اپنا مُنہ حسینؑ کے مُنہ پر رکھ دیا اور کہا کہ یا حسینؑ! میں اپنا منہ نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ آپ نہ فرمائیں گے کہ قیامت کے دن میں تیری شفاعت کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے جدِّ بزرگوار کے دین میں آ۔ راہب نے بصدقِ دل کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا، اس وقت حضرت نے اُس کی شفاعت کو قبول کیا، جب صبح طالع ہوئی موکلوں نے وہ سرِ پُر نور راہب سے لیا، جب آگے جنگل میں پہنچ کر راہب کے درہموں کو دیکھا تو وہ سب سنگ ریزے ہو گئے تھے۔

ابنِ عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جس وقت سرِ جناب سیّد الشہدا علیہ السلام کو لئے جا رہے تھے کہ اُمِّ کلثوم نے ایک ملازم ابنِ زیادِ بد بنیاد سے کہا کہ ہزار درہم میرے پاس ہیں وہ درہم میں تجھے دیتی ہوں، سرِ امامِ انام ہمارے اونٹوں کے آگے آگے لے چل تاکہ خلق اُس کے دیکھنے میں مصروف ہو اور ہمارے دیکھنے سے باز رہے پس اُس ملعون نے روپے لے لئے اور سرِ مقدس جناب سیّد الشہداءؑ کو آگے

رکھا۔ دوسرے دن جب اُس روسیاہ نے اُن درہموں کو نکالنے کے لئے صرہ کو کھولا تو دیکھا کہ سب درہم سنگریزے سیاہ ہوگئے تھے اور اُن سنگریزوں کے ایک طرف یہ آیت لکھی تھی: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور دوسری طرف یہ آیہ مرقوم تھی: وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔ آیہ اول کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد گمان نہ کرو کہ حق تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے غافل ہے۔ اور آیہ دوم کے معنی یہ ہیں کہ قریب ہے کہ جانیں وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا ہے کہ بازگشت اُنکی کہاں ہوگی۔

ابو مخنف نے شعبی سے روایت کی ہے کہ سرِ مبارک جناب سیّد الشہداء علیہ السّلام کو کوفہ میں صرافہ بازار میں دار پر لٹکایا گیا۔ پس اُس سرِ انور نے تنحنح کیا اور سورۂ کہف کو اس آیہ تک تلاوت فرمایا: اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى .... یقیناً وہ لوگ ایسے گروہ ہیں کہ جو ظاہر میں اپنے پروردگار کے ساتھ ایمان لائے اور زیادہ کیا ہم نے ان کی ہدایت کو اور گروہ گمراہی میں بڑھتے گئے)۔ اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ جس وقت حضرت کے سرِ مبارک کو درخت پر لٹکایا گیا تو لوگوں نے سنا کہ وہ اس آیہ کو تلاوت فرماتا تھا: وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔ اور دمشق میں یہ قول سرِ مطہر حضرت سے سُنا گیا: لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور یہ بھی لوگوں نے سُنا اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ اصحاب کہف و رقیم ہماری پُر عجیب نشانیوں سے تھے۔ اُس وقت زید بن ارقم نے کہا یا ابن رسول اللہ! آپکا حال اصحاب کہف و رقیم سے بھی عجیب تر ہے۔

ابن بطہ اور ترمذی اور نطنزی نے خصائص میں عمارہ ابن عمیر سے روایت کی ہے کہ جب ابنِ زیاد بدنہاد اور اس کے یاروں کا سر مسجدِ کوفہ میں لایا گیا تو میں اُن سرہائے نجس کو دیکھنے گیا، ایک دفعہ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آیا آیا، ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آیا اور ان کے سروں کے درمیان میں آگیا، آخر کار ابنِ زیاد بدنہاد کے ایک نتھنے میں گھس کر دوسرے نتھنے سے باہر نکلا، پھر لوگوں نے کہا، آیا آیا، وہی سانپ دو تین بار اس کی بینی ناپاک میں جاتا تھا اور نکلتا تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جس وقت سرِ مبارک جناب سیّد الشہداء کو یزید علیہ اللعنۃ کے پاس لائے تو سرِ مبارک حضرت میں ایک ایسی خوشبو تھی کہ کوئی خوشبو اُس کے برابر نہ تھی، اور یہ بھی ایک روایت میں وارد ہے کہ جس اونٹ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرِ مبارک کو لائے تھے جب اُس اونٹ کو ذبح کیا اور پکایا تو اُس کا گوشت ایلوے سے زیادہ تلخ تھا، اور وقتِ شہادت آپ کی خوشبوئیں خون ہوگئی تھیں اور آفتاب کو تین ہفتہ تک گہن رہا اور ہر پتھر کے نیچے سے خونِ تازہ نکلتا رہا اور ایک برس تک مدینۂ منورہ میں قبرِ مطہر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مصیبت جناب سیّد الشہداء

لہ سورۂ ابراہیم آیت ۴۲
لہ سورۂ الشعراء آیت ۲۲۷
لہ سورۂ الکہف آیت ۱۳

میں جنات نوحہ کرتے تھے۔

کتاب مناقب میں دلائل النبوت سے بروایت ابوبکر بیہقی اور امالی ابوعبید اللہ نیشاپوری میں مروی ہے کہ جس وقت حضرت کا سر مبارک شام کی طرف لئے جاتے تھے جب پہلی منزل میں فروکش ہوئے تو ان فاسقوں نے شراب خواری شروع کی اور اس معرکہ میں کامیابی پر آپس میں ایک دوسرے کو تہنیت اور مبارکباد دیتے تھے ناگاہ ان ملعونوں نے دیکھا کہ دیوار میں سے ایک قلم آہنی نکلا اور اس نے خون سے دیوار پر یہ شعر لکھا ہے

اَتَرجُوا اُمَّۃٌ قَتَلَت حُسَیناً　　شِفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَومَ الحِسَابِ

یعنی آیا وہ گروہ جنھوں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کیا وہ لوگ اُن کے جد بزرگوار سے قیامت کے روز شفاعت کے امیدوار ہیں۔ وہ ملاعین یہ دیکھ کر سر مبارک کو چھوڑ کر بھاگ گئے بعدازاں پھر واپس پلٹے۔ اور کتاب ابن بطہ میں منقول ہے کہ اس شعر کو ایک عبادت گاہ نصاریٰ میں لکھا پایا۔ انسؓ بن مالک کہتا ہے کہ ایک شخص نے اہل نجران سے ایک گڑھا کھودا تھا اُس گڑھے میں سے ایک تختی سونے کی پائی گئی جس پر یہ اشعار لکھے تھے ؎

اَتَرجُوا اُمَّۃٌ قَتَلَت حُسَیناً　　شِفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَومَ الحِسَابِ
فَقَد قَدِمُوا عَلَیہِ بِحُکمِ جَورٍ　　تُخَالِفُ حُکمُھُم حُکمَ الکِتَابِ
سَتَلقٰی یَا یَزِیدُ غَداً عَذَاباً　　مِنَ الرَّحمٰنِ یَالَکَ مِن عَذَابِ

آخری دو شعروں کے معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں نے حسینؑ کے ساتھ ظلم کا برتاؤ کیا جو کتاب خدا کے خلاف تھا۔ اے یزید تو عنقریب فردائے قیامت میں عذاب خدا کو دیکھے گا کہ وہ کتنا شدید عذاب ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ان نصرانیوں سے پوچھا کہ یہ اشعار کب سے تمہارے عبادت خانے میں لکھے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تمہارے پیغمبر کے مبعوث ہونے کے تین سو سال پیشتر سے یہ لکھے ہوئے ہیں۔

ابن اصبغ بن نباتہ کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو روسیاہ دیکھا وہ پہلے بہت صاحب حسن وجمال تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال ہوگیا! اب تو پہچانا بھی نہیں جاتا۔ اُس ملعون نے کہا کہ میں نے اصحاب حسینؑ سے ایک ایسے کڑیل جوان کو قتل کیا ہے جس کا ابھی سبزہ آغاز ہوا تھا، اُس کی پیشانی سے نشان سجدہ عیاں تھا، اس وقت سے کوئی رات ایسی نہیں ہے کہ وہ میرے خواب میں نہ آئے اور میرا گریبان پکڑ کر جہنم میں نہ ڈالے پس میں اس حالت میں اس قدر فریاد کرتا ہوں کہ تمام لوگ میری قوم کے میری فریاد کی آواز سنتے ہیں اس کے بعد اُس نے کہا کہ وہ جوان مقتول عباسؑ ابن علیؑ تھا اور اس سبب سے میرا مُنہ کالا ہوگیا ہے [1]

[1] اس شخص کو دھوکہ ہوا شاید اس نے حضرت علی اکبرؑ یا حضرت قاسمؑ پر ضرب لگائی ہوگی مگر بوجہ نادانی یا فخر کیلئے حضرت عباسؑ کا نام لیتا تھا۔ (مترجم)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں محمد ابن سلیمان سے اور اس نے اپنے چچا سے روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں حجاج مکی کے زمانہ میں مفلس ہوگیا اور اپنے ساتھ چند لوگوں کو لے کر کوفہ سے نکلا اور کربلا میں پہنچا، وہاں کوئی مکان نہ تھا مگر دریائے فرات کے کنارے ایک گھر لکڑی اور نرکل سے بنا ہوا تھا، میں نے کہا رات اسی گھر میں بسر کرنا چاہیئے، ناگاہ ایک مسافر آیا اور کہنے لگا اگر تم اجازت دو تو میں بھی آج کی شب تمہارے ساتھ رہوں، میں ایک مردِ غریب و مسافر ہوں۔ ہم نے قبول کیا۔ جب آفتاب غروب ہوا اور رات ہوگئی تو ہم نے چراغ روشن کیا اور ہم بیٹھ کر مصائب جناب سید الشہداء علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی مصیبتوں کو ذکر کرنے لگے اور اس ذکر کے بعد ہم نے کہا کہ قاتلانِ حضرت امام حسینؑ میں سے ایک ایک بلائے آسمانی میں گرفتار ہوا۔ اُس مردِ مسافر نے کہا کہ میں بھی قاتلانِ حسینؑ میں تھا مگر صحیح و سالم رہا اور کوئی آفت مجھے نہیں پہنچی، تم لوگ جھوٹ کہتے ہو۔ یہ سنکر ہم سب خاموش ہوگئے۔ اس اثناء میں چراغ کی روشنی کم ہوگئی۔ وہ ملعون اٹھا کہ چراغ کی بتی اونچی کرے اُسکی ہتھیلی میں آگ لگ گئی، اُس ملعون نے بیتابانہ دوڑ کر خود کو فرات میں گرا دیا۔ راوی کہتا ہے قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ وہ ملعون پانی میں غوطہ مارتا تھا اور آگ پانی کے اوپر رہتی تھی، جب وہ لعین سر نکالتا تھا تو آگ اس کے سر میں لپٹ جاتی تھی یہاں تک کہ پھر وہ روسیاہ پانی میں غوطہ مار جاتا تھا اور آگ پانی پر معلق رہتی تھی، اسی طرح وہ آگ رہی اور اُس ناپاک کو جلاتی رہی یہاں تک کہ وہ آتشِ جہنم میں واصل ہوا۔ اور کتاب عقاب الاعمال میں یعقوب ابنِ سلیمان سے منقول ہے۔ اُس نے کہا میں ایک شب چند اشخاص کے ساتھ بیٹھا ہوا شہادت جناب سید الشہداءؑ کا ذکر کر رہا تھا۔ ایک شخص نے ہم میں سے کہا کوئی شخص قاتلانِ امام حسین علیہ السلام میں سے ایسا نہ تھا کہ کوئی بلا اس پر نازل نہ ہوئی ہو، یہ سنکر ایک پیر نے کہا کہ میں اعوان و انصارِ قاتلانِ حسینؑ سے ہوں اور کوئی مصیبت و تکلیف مجھے نہیں پہنچی، اُس ملعون کے کلام بد انجام سے سب لوگ رنجیدہ ہوئے اور سب نے اُس بے حیا سے اظہارِ ناراضگی کیا اس اثناء میں چراغ کی لو کم ہونے لگی، اُس پیرِ ملعون نے چاہا کہ چراغ کو درست کرے پس اس روسیاہ کی انگلی میں آگ لگ گئی۔ اس کے شعلہ کو مُنہ سے پھونک کر بجھانے لگا کہ ریشِ نجس اسکی جلنے لگی۔ پھر وہ لعین پانی کی طرف بھاگا اور خود کو دریائے فرات میں گرا دیا اور آگ اس کے سرِ نجس کے اوپر حرکت کرتی تھی جب وہ بدبخت پانی میں سے سر نکالتا تھا تو آگ اُسے جلاتی تھی یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا۔

کتابِ مذکور میں اسی اسناد سے قاسم ابن الصبیغ سے روایت ہے کہ اس نے کہا ایک شخص دارمی میرے پاس آیا، اُس کا منہ سیاہ ہوگیا تھا، اس کے قبل وہ بہت وجیہ اور سُرخ و سفید تھا، میں نے اس سے کہا کہ تو اتنا متغیر ہوگیا ہے کہ تیرا پہچاننا مشکل ہے۔ اُس روسیاہ نے کہا کہ میں نے ایک ایسے شخص گروہ حسینؑ

سے قتل کیا ہے کہ جس کی پیشانیِ نورانی سے سجدہ کا نشان نمایاں تھا اور اُس بزرگوار کا سر میں لے آیا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں نے اس شخص کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا وہ ملعون مکر و تکبر کے ساتھ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا تھا اور اُس سرِ انور کو سینۂ اسپ پر لٹکا رکھا تھا یعنی جب وہ گھوڑا دوڑاتا تھا تو وہ سرِ اقدس اُس کے زانو سے ٹکراتا جاتا تھا، میں نے اپنے باپ سے کہا کہ اگر یہ ملعون اس سر کو ذرا اونچا کر کے باندھتا تو بہتر تھا۔ میرے باپ نے جواب دیا کہ اے فرزند جو کچھ کہ یہ ملعون اس سرِ مبارک سے بے ادبی کرتا ہے اس سے زیادہ وہ خبر ہے کہ جو اس نے مجھ سے نقل کی ہے اُس نے مجھ سے بیان کیا کہ جس دن سے میں نے اس جوان کو میں نے قتل کیا ہے یہ ہر شب میرے خواب میں آتا ہے اور میرا گریبان پکڑ کر کھینچتا ہے اور جہنم میں لے جا کر مجھے ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے پس میں اُٹھتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کے ہمسایہ کی عورت سے سنا وہ کہتی تھی مجھے اس ملعون کے فریاد کرنے سے رات کو نیند نہیں آتی پس میں کئی شخصوں کو ساتھ لے کر اُس کی عورت کے پاس گیا اور اُس سے پوچھا کہ جو کچھ یہ مرد کہتا ہے سچ ہے یا جھوٹ؟ اُس نے کہا کہ وہ سچ کہتا ہے۔

امام ہمام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماثور ہے آپ جناب نے فرمایا اولادِ ابوسفیان ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو شہید کیا، حق تعالیٰ نے ان کے دستِ اختیار سے سلطنت کو نکال لیا اور ہشامِ بدانجام نے زید ابن علیؑ کو قتل کیا تو اس کا ملک بھی اُس کے ہاتھ سے نکل گیا اور ولید پلید نے یحییٰ بن زید کو قتل کیا تو خدائے عزّ وجلّ نے اس کے ملک کو بھی اس کے دستِ اختیار میں رہنے نہ دیا۔

اور کتاب کامل الزیارات میں سلیمان سے مروی ہے کہ کوئی فرشتہ فرشتوں میں سے آسمان پر باقی نہ رہا کہ جو تعزیت حضرت امام حسین علیہ السّلام میں جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس نہ آیا ہو اور آپ کو اس مصیبتِ عظیم میں صبر کرنے پر مبارکباد نہ دی ہو اور آپ کے مقتل کی خاک تبرکاً نہ لے گیا ہو، اور جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے تھے کہ خداوندا! خوار کر تو اُس کے خوار کرنے والوں کو اور قتل کر اس کے قتل کرنے والوں کو اور ذبح کر اس کے ذبح کرنے والوں کو اور ان کی مُرادوں کو بَر نہ لا، راوی کہتا ہے قسم ہے خدا کی کہ یزید پلید سے بہت جلد بدلہ لیا گیا چنانچہ حسینؑ کو قتل کرنے کے بعد وہ ملعون متمتع اور منتفع نہ ہوا اور وہ لعین دفعتہً گرفتارِ عذاب ہوا۔ رات کو شراب پی کر سویا تو سوتا ہی رہ گیا اور صبح کو اُسے مُردہ پایا اُس کی صورت مثل تارکول کے سیاہ ہو گئی تھی اور اس کے تابعین سے نہیں بچا جو حسینؑ کے خون میں شریک ہوا الّا یہ کہ وہ جنون و برص و جذام میں مبتلا ہوا بلکہ اس کی نسل میں ان امراض نے سرایت کی۔

بعض کتب مناقب معتبرہ میں ابنِ زیاد کے دربان سے نقل ہے وہ کہتا ہے کہ میں اُس کے قصر میں

گیا میں نے دیکھا کہ اُس کے مُنہ پر ایک شعلہ رقص کر رہا ہے۔ اُس ملعون نے اپنا روئے نحس آستین سے چھپا لیا، پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا دیکھا تو نے، میں نے کہا ہاں دیکھا! کہنے لگا کسی سے اسکا اظہار نہ کرنا۔

روایت میں ہے کہ ایک دن حجّاج نے کہا جس شخص نے ہمارے لئے مشقت اٹھائی ہو اور کوئی کارِ نمایاں کیا ہو وہ اٹھ کر میرے روبرو آئے تاکہ میں اُس کی جانفشانی اور مشقت کا صلہ دوں، ایک مُردود اٹھا اور کہنے لگا اے حجّاج میری مشقتوں پر مجھے انعام دے۔ حجّاج نے پوچھا تو نے کیا کام کیا؟ اُس ملعون نے کہا میں نے حضرت کو قتل کیا۔ حجّاج نے کہا تو نے کس طرح انھیں شہید کیا؟ اُس ملعون نے کہا انھیں میں نے نیزے مارے اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور کسی کو میں نے اس کام میں اپنے ساتھ شریک نہ کیا۔ پس حجّاج نے کہا کہ اب میں تیرے ساتھ ایک مکان میں مجتمع نہ ہوں گا اور کہا کہ یہاں سے دُور ہو۔ راوی کہتا ہے مجھے خیال ہے کہ حجّاج نے اُسے کچھ نہ دیا۔

فتح ابنِ شجرف عابد کہتا ہے کہ میں ہر روز چڑیوں کو روٹی دیا کرتا تھا۔ جب میں نے اپنی عادت کے موافق روزِ عاشورہ اُن کے آگے روٹی ڈالی تو ان چڑیوں نے نہ کھایا میں نے سمجھا کہ اُن کے نہ کھانے کا سبب شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام ہے۔

راوی کہتا ہے کہ دو ملعونوں کو میں نے دیکھا جو وقتِ شہادتِ جناب سیّد الشہدأ حاضر تھے۔ ایک تو ان میں سے بلائے قبیح و فضیح میں مبتلا تھا اور دوسرا اس حال میں گرفتار تھا کہ شترِ آبکش کے آگے آتا تھا اور سب پانی اس کا پی جاتا تھا، اور ایک راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن دونوں میں سے ایک کے پسر کو دیکھا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔

روایت ہے کہ ایک اندھا بے دست و پا کہتا تھا کہ خداوندا مجھے آتشِ جہنّم سے نجات دے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تو نے کیا گناہ کیا ہے جو آتشِ جہنم سے رہائی کی دعا کرتا ہے۔ اُس ملعون نے کہا میں قاتلانِ حضرت امام حسین علیہ السلام میں تھا، جب وہ جناب شہید ہوئے تو میں نے دیکھا کہ حضرت کے پائجامہ میں ایک قیمتی اور نادر ازار بند غارت سے باقی رہ گیا ہے، میں نے چاہا کہ اُس ازار بند کو نکال لوں جونہی میں نے ایسا ارادہ کیا نعشِ حضرتؑ سے آپ کا دستِ مبارک راست بلند ہوا اور ازار بند کو ایسا مضبوط پکڑا کہ میں اُسے جدا نہ کر سکا۔ آخر کار میں نے اُن کے ہاتھ کو چھری سے قطع کیا اور پھر وہی قصد کیا، اس مرتبہ حضرتؑ نے دستِ چپ اٹھا کر ازار بند پر رکھ لیا اور اسے بھی میں نے کاٹ ڈالا اور وہی اس مرتبہ بھی ارادہ کیا تب کربلا کی زمین اس طرح ہلنے لگی کہ میں مارے خوف کے کانپنے لگا اور اُس کے بعد اللہ نے مجھ پر نیند غالب کی۔ میں انھیں لاشوں میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کو ساتھ لئے ہوئے قتل گاہ

میں تشریف لائے ہیں اور آپ نے حضرت امام حسینؑ کا سرِ انور گود میں اٹھا لیا۔ جناب فاطمہؑ اُس سرِ انور کے بوسے لیتی تھیں اور کہتی تھیں اے نورِ چشم میرے تجھے قتل کیا، خدا اُن لوگوں کو قتل کرے، کس نے یہ ظلم کیا تجھ پر اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے مادرِ گرامی شمر شقی نے مجھے ذبح کیا اور میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ملعون جو سو رہا ہے اس نے میرے ہاتھ کاٹے۔ جناب فاطمہؑ نے مجھے بد دعا دی کہ حق تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو قطع کرے اور تیری آنکھوں کو اندھا کرے اور تجھے واصلِ جہنم کرے۔ جب میں چونکا تو مجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اور روشنیِ چشم بالکل جاتی رہی تھی اور ہاتھ اور پاؤں بھی کٹے ہوئے تھے اور سب دعائیں جنابِ فاطمہؑ کی مستجاب ہوئیں اب جہنم میں جانا باقی ہے۔

کاشفِ اسرار اور دقائق امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السّلام اور روح الامین اور ملک الموت ہر کافر ہر جانکنی کے وقت تشریف لاتے ہیں، امیر المومنینؑ رسولِ خدا سے عرض کرتے ہیں کہ یہ شخص دشمنِ اہلبیتؑ ہے اے آپ بھی دشمن رکھئے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل امینؑ سے فرماتے ہیں کہ یہ دشمنِ خدا ہے اور ہمارا دشمن ہے پس تم بھی اسے دشمن رکھو، جبرئیل امینؑ ملک الموت سے یہی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی روح کو سختی کے ساتھ قبض کرو۔ اس وقت ملک الموت اس کافر کے پاس جا کر پوچھتے ہیں کہ اے بندۂ خدا آیا تو نے اپنی رہائی اور بچاؤ کی کوئی فکر کی ہے، تیرے پاس نجات کی کوئی دستاویز ہے؟ وہ یہ سنکر کہتا ہے نجات کی دستاویز کیا ہے؟ عزرائیلؑ کہیں گے نجات کا پروانہ علیؑ کی محبت ہے۔ وہ کہے گا میں انھیں نہیں پہچانتا ہوں نہ ان کا اعتقاد رکھتا ہوں! عزرائیل کہیں گے اے دشمنِ خدا پھر تو کیا عقیدہ رکھتا ہے تجھے غضبِ خدا اور دردناک عذاب کی بشارت ہو جس چیز کی تو اُمید رکھتا تھا اب مفقود ہے اور جس چیز سے تو ڈرتا تھا موجود ہے۔ اُس کے بعد اس کے جسمِ ناپاک سے اُس کی روح بہ سختی کھینچی جاتی ہے اور سو شیطان اس پر معین ہوتے ہیں کہ اُس کے روئے نجس پر تھوکا کریں اور بدبو سے ایذا دیں، اور جب اسے قبر میں رکھیں گے تو ایک دروازہ دوزخ کا اُس کے روبرو کھولا جائے گا جس سے جہنم کی گرمی اور بدبو اس تک پہنچا کرے گی۔ اس کے بعد اس بدبخت کی روح وادیِ برہوت کے پہاڑوں پر لے جائی جائے گی جہاں وہ حضرت امام مہدی آخر الزماں علیہ السّلام کے زمانے تک مسوخات میں داخل رہے گا اور غضب و عتابِ خدا میں گرفتار رہے گا اور جب وہ جناب ظہور فرمائیں گے تو اُسے قتل کریں گے جیسا کہ خدائے عزّوجل کافروں کی زبان سے قرآن مجید میں فرماتا ہے رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ۝ یعنی اے پروردگار! دو بار تو نے ہمیں مارا اور دو بار زندہ کیا۔ پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، آیا کوئی راہ رہائی کی ہے قسم خدا کی کہ

([illegible])

عمر سعد شوم اپنے قتل ہونے کے بعد بصورتِ میمون مسخ ہو کر اپنے گھر میں آیا وہ اپنے گھر والوں کو پہچانتا تھا لیکن وہ لوگ اُسے نہ پہچانتے تھے، خدا کی قسم جب تک ہمارے دشمن مسخ نہ ہوں زمانہ ختم نہ ہوگا ہر ایک اُن میں سے اپنی زندگی میں بندر یا سُوّر کی شکل میں ہو جائے گا اُس کے بعد عذاب اور آتشِ جہنم میں گرفتار ہوگا، مصنّف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث غرابت رکھتی ہے اور جب سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ رحمہ اللہ سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے انکار نہ فرمایا کہ جو بات نادرست ہے وہ یہ کہ روح ایک قالب سے نکل کر دوسرے قالب میں چلی جائے نہ یہ کہ جسم ہی دوسری شکل اختیار کرے (یعنی دوسری شکل درست ہے) مصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے جسمِ مثالی یا اجزائے اصلیہ میں تغیر واقع ہوا ہو جیسا کہ ایک جلد میں مجلداتِ سابقہ میں گذرا۔

ابو جعفر طوسی رحمہ اللہ نے کتاب امالی میں فرمایا ہے کہ معاویہ بن وہب کہتا ہے میں ایک دن امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں بیٹھا تھا ایک مردِ پیر باقامتِ خمیدہ آیا اور اس نے حضرت کو سلام کیا حضرت نے اس کے سلام کا جواب دے کر فرمایا: "اور نزدیک آ" اس مرد نے آکر حضرت کے دستہائے مبارک کا بوسہ لیا اور رونے لگا، حضرت نے فرمایا "اے شیخ! تو کیوں روتا ہے؟" پیر مرد نے کہا یا حضرت قریب سو برس کے ہوئے کہ میں ہمیشہ آپ کے غلبہ اور تسلط کا امیدوار ہوں اور ہمیشہ اسی خیال میں ہوں کہ آج کے دن یا اس مہینے میں یا اس برس میں آپ کے لئے کشائش ہوگی لیکن کسی طرح آپ کے تسلط و غلبہ کو نہیں پاتا پس آپ مجھے میرے رونے پر کیا ملامت فرماتے ہیں۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے شیخ اگر تیری موت نے تاخیر کی اور قیامِ قائم علیہ السّلام تک زندہ رہا البتہ تو ہمارے ساتھ ہوگا اور نہیں تو روزِ قیامت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ہوگا۔ اُس وقت اُس مردِ پیر نے کہا کہ میں کچھ خوف اور غم نہیں رکھتا، پھر حضرت نے اس حدیث کو نقل فرمایا: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي اس کے بعد ارشاد فرمایا اے شیخ تو زندہ ہوگا اور ہمارے ساتھ ہوگا۔ پھر فرمایا "اے مردِ پیر تجھے اہلِ کوفہ سے نہیں جانتا ہوں۔ اس نے کہا یا حضرت ہاں! میں آپ پر فدا ہوں، میں دیہاتِ کوفہ کا باشندہ ہوں۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ تو میرے جدِ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السّلام کی قبر سے کتنے فاصلہ پر رہتا ہے؟ اُس نے عرض کیا یا مولا! بہت نزدیک رہتا ہوں۔ فرمایا تو زیارت کو جاتا ہے؟ اس نے کہا یا مولا میں اکثر زیارت کرتا ہوں۔ فرمایا: اے شیخ یہ وہ خون ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ مصیبت ہائے اولادِ جناب فاطمہ علیہا السّلام کا انتقام لے گا اور کسی شخص پر امام حسینؑ جیسی مصیبت نہیں گذری کیونکہ آپ مع سترہ بزرگوں کے اپنے اہلبیتؑ

داڑھی میں ایک شخص ہونا

سے شہید ہوئے اور کون سی سعی و کوشش ہے جو انھوں نے راہِ خدا میں نہیں کی اور کونسا صبر و استقلال ہے جس کے جوہر طاعت رب العالمین میں نہیں بجالائے حق تعالیٰ انھیں بہترین جزا عنایت فرمائے، جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین علیہ السلام کو ساتھ لے کر عرصۂ قیامت میں آئیں گے اور اپنا ہاتھ اپنے نورِ چشم کے سرِ خونچکاں پر رکھ کر درگاہِ خدائے عزوجل میں عرض کریں گے کہ اے پروردگار! اس امتِ جفاکار سے استفسار کر کہ کس گناہ کے بدلہ انھوں نے میرے فرزند کو قتل کیا اس کے بعد فرمایا کہ سب مصیبتوں میں رونا مکروہ ہے مگر وہ رونا جو امام عالی مقام کی مصیبت میں ہو ممدوح ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بعض مؤلفات علماء میں بروایت مرسلہ بعض اصحاب سے اس طرح وارد ہوا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لعابِ دہن حضرت امام حسینؑ کا یوں چوستے تھے جس طرح کوئی نیشکر کو چوستا ہے اور فرماتے تھے حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں، ـــ خدا اُس کے دوست کو دوست رکھے اور اس کے دشمن کو دشمن رکھے حسینؑ ایک سبط ہے اسباط میں سے اور حق تعالیٰ اس کے قاتل پر لعنت کرے اس وقت جبرئیل امینؑ نے نزول فرمایا اور کہا حق تعالیٰ نے خونِ یحییٰ علیہ السلام کے عوض میں ستر ہزار منافقوں کو قتل کیا اور آپ کے نواسہ حسینِ مظلوم کے عوض میں ستر ہزار اور ستر ہزار ظالموں کو قتل کرے گا، یقیناً امام حسینؑ کا قاتل ایک آگ کے صندوق میں ہوگا اور نصف عذاب اہلِ دنیا کا اس پر کیا جائے گا اور اس ملعون کے ہاتھ پاؤں آگ کی زنجیروں سے باندھ کر سر کے بل درکِ اسفل جہنم میں ڈالیں گے اور اس کی بدبو سے اہلِ دوزخ خدا سے پناہ مانگیں گے اور وہ ملعون ابدالآباد اُس میں رہے گا، آبِ گرم جہنم اسے پلایا جائے گا اور کبھی اُس کی غذا میں تخفیف نہ ہوگی۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے ایک فرشتہ جو کبھی آسمان سے زمین پر نازل نہ ہوا تھا زیارتِ جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشتاق ہوا اور پروردگار سے اس نے اجازت چاہی حکم ہوا کہ جا اور ہمارے پیغمبر کو خبر دے کہ ایک شخص آپ کی اُمت سے کہ جس کا نام یزید ہوگا آپ کے نواسہ حسینؑ کو قتل کریگا اُس نے عرض کہ خداوندا میں اُن حضرت کی زیارت کو جاتا ہوں، اس سانحہ کو ان کی خدمت میں کیونکر عرض کروں مجھے شرم آتی ہے کہ میں انھیں خبر قتل حسینؑ سے غمگین اور دردمند کروں کاش کہ میں زمین پر جانے کا ارادہ نہ کرتا، ارشاد ہوا کہ جو تجھے حکم ہوا ہے بجالا پس وہ فرشتہ جناب رسولِ خداؐ کے پاس آیا اور اپنے پروں کو کشادہ کیا اور عرض کیا کہ میں نے جنابِ احدیت سے آپ کی زیارت کی اجازت مانگی تھی مجھے اجازت ملی اور یہ خبرِ وحشت اثر پہنچانے کا حکم ہوا کاش پروردگار دونوں بازو میرے توڑ ڈالتا اور اس واقعۂ ہائلہ کی خبر پہنچانے کا ذمہ دار نہ بناتا لیکن سوا اس کے چارہ نہیں کہ حکمِ خدا بجالاؤں، آگاہ ہوئیے اے محمد

قاتل حسین جہنم میں

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ یزید نامی ایک ملعون آپ کی اُمّت سے (خدائے عزّ وجل اُس پر لعنت اور عذاب دنیا وآخرت میں زیادہ کرے) آپ کے نواسے کو قتل کرنے کے بعد دنیا سے متمتّع نہ ہوگا مگر بہت تھوڑا اور حق تعالیٰ اس سے یکبارگی اُس کے افعالِ ناپسندیدہ پر مواخذہ کرے گا اور ہمیشہ وہ لعین جہنّم میں رہے گا پس جناب رسولِ خدا اس خبرِ وحشت اثر کو سنکر بہت روئے اور اُس کے بعد اس فرشتہ سے پوچھا کہ اُس کے قاتلوں کو نجات ہوگی، دُنیا میں ان کی زبانوں اور دلوں میں موافقت نہ رہے گی اور عقبیٰ میں دردناک عذابِ جہنم میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔

مروی ہے کہ کعب الاحبار ایّامِ خلافتِ عمر بن خطاب میں مسلمان ہوا تھا لوگ اُس سے فتنہ ہائے زمانۂ آئندہ کے متعلق سوال کرتے تھے اور وہ کتبِ قدیمہ سے نقل کرتا تھا اس نے چند سانحوں اور واقعوں کے ذکر کرنے کے بعد جو عالم میں ظاہر ہوں گے یہ ذکر کیا کہ تمام مصائب سے شدید تر اور تمام حوادث سے عظیم تر امام حسین علیہ السّلام کا واقعہ ہے جو قیامت تک لوگوں کی یاد سے محو ہونے والا نہیں ہے اور وہ ایسا فساد ہے جسے حق تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا ہے۔ ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی النّاس جو فساد پہلے دنیا میں ظاہر ہوا وہ قتلِ ہابیل ابنِ حضرتِ آدم علیہ السّلام ہے اور آخر فساد شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام ہے اُن کی شہادت کے دن آسمان کے دروازے کھُل جائیں گے اور ملائکہ کو حکم ہوگا کہ گریہ وزاری کریں اور وہ خون کے آنسوؤں سے روئیں گے اور جب تم دیکھو کہ سرخی آسمان پر بلند ہوئی ہے تو جانو کہ آسمان مصیبتِ امام پر روتا ہے لوگوں نے پوچھا کہ پیغمبروں کے قتل ہونے پر آسمان کیوں نہ رویا درانحالیکہ وہ حسینؑ سے افضل ہیں، کعب الاحبار نے کہا اوئے تم پر حسینؑ کا شہید ہونا امرِ عظیم ہے کیونکہ وہ فرزندِ جنابِ سیّد المرسلین اور دلبندِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، اور انھیں بڑے ظلم وجور کے ساتھ علی الاعلان قتل کریں گے اور ان کے بارے میں ان کے جدِّ بزرگوار کی وصیت کی کوئی رعایت نہ کریں گے، تم کو معلوم ہے کہ حسینؑ پروردش یافتہ آبِ دہنِ رسولؐ ہے اور اُس جناب کا ایک جزو وحصّہ ہے۔ یہ حسینؑ عرصۂ کربلا میں ذبیح ہوں گے، قسم اس خدائے عزّ وجل کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں کعب کی جان ہے کہ اُن پر ساتوں آسمان کے فرشتے روئیں گے اور تا قیامِ قیامت گریہ وزاری ان کی کم نہ ہوگی اور یقیناً اُس جناب کی جائے شہادت ودفن بہترین جاہائے عالم ہے اور کوئی انبیائے عظام سے ایسا نہیں ہے جو اس مقامِ محترم کی زیارت سے مشرف نہ ہوا اور اُس جناب کے مصائب ہوش رُبا پر گریاں ونالاں نہ ہوا اور ہر روز ایک گروہ ملائک وکروبیاں اور ایک جماعتِ انس وجان اس مکانِ رفیع الشان کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے اور ہر شبِ جمعہ کو نوّے ہزار فرشتے اُس مقامِ مکرم میں نازل ہوتے

حضرت آدم کو روزِ کربلا کا منظر دکھانا

ہیں اور مانندِ ابرِ بہار زار زار اس امامِ عالی وقار کی مصیبت پر روتے ہیں اور ان کے فضائل بے شمار کے ذکر واذکار میں مشغول رہتے ہیں اور آن حضرت کو آسمان پر حسینِؑ مذبوح اور زمین ابوعبداللہ مقتول اور دریاؤں میں پسرِ انور مظلوم کہتے ہیں اور ان کی شہادت کے دن آفتاب میں گہن لگے گا اور اُس شب کو چاند کو بھی گہن لگے گا اور صفحۂ عالم تین دن متواتر تیرہ و تاریک رہے گا اور آسمان لہو کے آنسوؤں سے روئے گا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور دریا جوش وخروش میں آجائیں گے اور اگر ان کی ذریت طاہرہ اور وہ شیعہ جوان حضرت کے خون کا انتقام لیں گے روئے زمین پر باقی نہ ہوتے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ آسمان سے ایسی آگ برساتا کہ سب اہلِ زمین فنا ہو جاتے، پھر کعب الاحبار نے کہا: لوگو! تم میری پیشین گوئی پر تعجب کرتے ہو، درانحالیکہ خداوندِ عالم نے کوئی چیز ماکان ومایکون سے نہیں چھوڑی ہے کہ جس کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ دی ہو اور کوئی بندہ ایسا نہیں پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا جس کو عالمِ ذر میں حضرت آدم علیہ السلام کو نہ دکھایا گیا ہو، چنانچہ جس وقت ان کو امتِ محمدی اور اس کا دنیا کے لئے آپس میں لڑنا جھگڑنا دکھایا گیا، اس وقت صفی اللہ نے درگاہِ خدائے عزوجل میں عرض کیا کہ اے پروردگار اس امت میں جو تمام امتوں سے بہتر ہے یہ نزاع وفساد کیوں ہے؟ ارشاد ہوا کہ چونکہ انھوں نے آپس میں اختلاف کیا پس ان کے دل مختلف ہو گئے اور یہ فساد کریں گے زمین میں جیسا کہ قابیل نے فساد کیا اور یہ پارۂ جگر حضرت خیر البشرؐ اور سرورِ عالمؐ کو قتل کریں گے۔ اس گفتگو کے بعد حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جائے قتلِ حسینؑ مظلوم اور اس قومِ شوم کا حسینؑ کے گرد ہجوم حضرت آدم علیہ السّلام کو دکھا دیا حضرت آدمؑ نے ملاحظہ فرمایا کہ منہ اس قومِ گمراہ کے مانند شبِ تاریک سیاہ تھے۔ اُس وقت انھوں نے دعا کی کہ خداوندا ان ظالموں سے اپنے حبیب کے فرزند کا انتقام لے۔

سعید ابنِ مُسَیّب سے روایت ہے کہ جس سال حضرت امام حسینؑ کو شہید کیا اُس کے دوسرے برس ایامِ حج میں میں حضرت سیّد الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور میں نے عرض کی کہ اے میرے مولا! موسمِ حج قریب ہے مجھے کیا حکم ہوتا ہے، ارشاد کیا کہ اپنی نیت کے مطابق جاکر حج کر۔ اذن پاکر میں روانہ ہوا اور مناسکِ حج بجالایا۔ ایک دن میں نے اثنائے طواف میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اور اُس کا مُنہ مانندِ شبِ تاریک سیاہ ہے وہ خانۂ کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا کہتا ہے اے خدائے کعبۂ معظم اور اے پروردگار! میرے گناہوں کو بخش دے اگرچہ مجھے یہ گمان نہیں ہے کہ تو میرے گناہوں کو بخشے گا اور معاف کرے گا چاہے تمام ساکنانِ روئے زمین آسمان اور تمام تیری مخلوقات انس اور جن سے مجھ گناہ گار روسیاہ کی شفاعت کریں،

کیونکہ میرا گناہ بہت عظیم ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں اور دوسرے لوگ طوافِ کعبہ کو چھوڑ کر اس شخص کے گرد مجتمع ہوئے اور ہم نے کہا وائے ہو تجھ پر اگر تو شیطان بھی ہے تو بھی رحمت اور آمرزشِ خدائے عزّ وجل سے مایوس و نا امید ہونا سزاوار نہیں، تو کون ہے اور تو نے کون سا ایسا گناہ کیا ہے؟ وہ مرد رونے لگا اور کہنے لگا میں اپنے گناہوں کو خوب جانتا ہوں ہم سب نے کہا ہم سے بھی نقل کر، اُس وقت اس ملعون نے کہا کہ جب امام حسین علیہ السّلام کربلا کی طرف چلے تو میں اس وقت اُن کا ساربان تھا اور معمول یہ تھا کہ جب امام عالی مقام وضو فرماتے تھے تو میں ان کے ازار بند پر کہ جس کی براقی سے نظر کو خیرگی ہوتی تھی چشمِ طمع رکھتا تھا کہ کسی طرح یہ ازار بند میرے ہاتھ آجائے یہاں تک کہ وہ جناب با خویش و اقربا صحرائے کربلا میں شہید ہوئے میں نے خود کو ریگستان میں چھپا دیا جب رات ہوئی تو میں نے نکل کر دیکھا کہ صفحۂ دشتِ کربلا اس تاریکی شب میں مثل روزِ روشن درخشاں ہے اور لاشہ ہائے شہداء ادھر اُدھر پڑے ہیں اُس وقت اپنی سیاہ بختی کی بدولت میرے دل میں اُس ازار بند کا خیال آیا اور اپنے دل میں میں نے قصد کیا کہ تنِ بے سر سید الشہداء علیہ السلام کو تلاش کر کے اگر ازار بند ہو تو لے لوں، اسی خیالِ فاسد سے لاشہ ہائے شہداء پر سے گذر کر اس امامِ عالی مقام کی لاش پر پہنچا، میں نے دیکھا کہ فرزندِ ساقیِ کوثر کا تنِ بے سر منہ کے بل زمین پر پڑا ہے اور ایک نورِ عظیم اس سے ساطع ہے، نعشِ مطہر اس مظلوم کی خاک و خون میں آلودہ ہے اور اُس پر ہوا چل رہی ہے۔ میں نے کہا قسم خدا کی حسینؑ یہی ہیں، پھر میں نے ان کے پائجامہ کی طرف دیکھا اور اپنا ایک ہاتھ ازار بند پر رکھ کر چاہا کہ نکال لوں مگر میں نے دیکھا کہ آپ نے ازار بند میں بہت سی گرہیں دی ہیں، ایک گرہ کو میں نے کھولا تھا کہ حضرت نے داہنا ہاتھ بڑھا کر ازار بند پر رکھ دیا ہر چند میں نے زور کیا لیکن وہ ہاتھ ازار بند سے جُدا نہ ہوا۔ اس وقت نفسِ امّارہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ اب کوئی حربہ یعنی چھری یا تلوار ڈھونڈ کر اس ہاتھ کو کاٹنا چاہیے چنانچہ تلاش کرنے پر ایک ٹوٹی ہوئی تلوار کا ٹکڑا میں نے پایا، پس اُس ٹکڑے کو میں اٹھا کر لے آیا اور اُسے میں نے امام عالی مقام کے دستِ حق پرست پر مارا اور رگڑے دے کر کاٹتا تھا یہاں تک کہ وہ ہاتھ کلائی سے جُدا ہو گیا، پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ دوسری گرہ کھولوں اس وقت حضرت نے دستِ چپ ازار بند پر رکھ دیا تا امکان میں نے زور کیا لیکن نہ اٹھا سکا پس اس ہاتھ کو بھی میں نے کاٹنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھی بند دست سے جُدا ہو گیا اس کے بعد میں نے ہاتھ بڑھایا کہ ازار بند لے لوں کہ ناگہاں زمین و آسمان لرزنے لگے اور صدائے شیون و فغاں اور آوازِ نالہ و بکا اُس

صحرائے پُرجفا میں بلند ہوئی اور کثرتِ نوحہ وزاری اور گریہ وبیقراری سے آثارِ قیامت ظاہر ہوئے اور کربلا کے جنگل میں کوئی بڑی دردناک آواز میں یہ نوحہ پڑھتا تھا ؎

وَا اِبْنَاہُ وَا مَقْتُوْلَاہُ وَا ذَبِیْحَاہُ وَا حُسَیْنَاہُ وَا غَرِیْبَاہُ

اے میرے فرزند! تجھے قتل کیا اور تجھے نہ پہچانا اور پانی پینے سے محروم رکھا۔ میں ان ہوشربا آوازوں کے سننے سے بیخود ہوگیا اور میں نے اپنے کو لاشوں میں چھپا دیا۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ تین مردِ بزرگوار اور ایک عورت عالی وقار وہاں تشریف لائے ہیں اور ان کے گرد ایک جماعت کثیر ہے کہ تمام روئے زمین ان کی کثرت سے بھر گئی۔ ان میں سے ایک شخص کہہ رہا ہے کہ اے میرے فرزند! اے حسینؑ شہید! تجھ پر تیرا نانا فدا ہو۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ اُٹھ بیٹھے اور سرِ مبارک ان کے جسمِ مطہر پر موجود ہوگیا۔ آپ نے جواب دیا: لبیک اے جدِ بزرگوار میرے، اے رسولِ خدا اور اے علی مرتضیٰؑ اور اے مادرِ گرامی فاطمہ زہرا اور اے بھائی حسنِ مجتبیٰؑ جو زہرِ جفا سے شہید ہوئے آپ سب پر میری جانب سے سلام ہو۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؑ نے رو کر فرمایا: اے جدِ بزرگوار میرے خویش واقربا کو ان اشقیا نے قتل کیا اور چادریں تک اہلبیتِ عصمت وطہارت کے سر سے اتار لیں اور مال واسباب سارا لوٹ لیا اور ہمارے اطفال کو ذبح کر دیا۔ اے جدِ بزرگوار افسوس ہے کہ آپ ہمیں اس حالِ تباہ میں دیکھ رہے ہیں۔ ساربان کہتا ہے کہ بعد ازاں میں نے دیکھا کہ وہ سب لوگ آنحضرتؐ کے گرد بیٹھے اور بآوازِ بلند زار زار مثلِ ابرِ بہار روئے اور جناب فاطمہ زہراؑ نے اپنے بابا کی طرف رُخ کر کے فرمایا اے پدرِ بزرگوار! آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کی اُمت نے میرے فرزندِ دلبند کے ساتھ کیا سلوک کیا، مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے فرزند کا خون لے کر اپنے ماتھے پر ملوں اور قیامت کے دن اسی صورت سے درگاہِ کبریا میں فریادی حاضر ہوں۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہؑ تم بھی خونِ حسینؑ لے کر ملو اور ہم بھی ملتے ہیں پس میں نے دیکھا کہ جناب فاطمہؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی ریشِ مبارک سے اپنے چلو میں خون لیا اور اسے اپنی پیشانی پر ملا اور جنابِ رسالتمآبؐ اور علیؑ ابن ابی طالب اور حضرت امام حسنؑ نے بھی خونِ حسینؑ اپنے سینہ وگردن اور کہنیوں تک ہاتھوں پر ملا، جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ میں فدا ہوں تجھ پر اے حسینؑ قسم خدا کی مجھ پر نہایت شدید ہے کہ میں تجھے اس حال میں دیکھوں کہ تیرا سر اور دونوں ہاتھ کٹے ہوں اور تیری نورانی پیشانی خون میں بھری ہو اور حلقِ نازنین سے خون ٹپکتا ہو اور تیرا لاشہ ریگستانِ بیابان میں پڑا ہو اور ہوا کے جھونکوں سے

ریت اُڑ اُڑ کر تیرے بدن پر پڑے، تیرے ہاتھ کس ملعون نے قطع کئے۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے عرض کی کہ اے جدِّ بزرگوار ایک ساربان مدینہ سے میرے ساتھ تھا جب میں وضو کو جاتا تھا تو وہ لعین بنظر بد اس ازار بند کو دیکھا کرتا تھا اور آرزو رکھتا تھا کہ اُسے لے اور میں نے اُسے اس لئے نہ دیا کہ میں جانتا تھا کہ یہ فعل اس سے سرزد ہو گا جب میں شہید ہوا تو لعین ساری لاشوں میں ڈھونڈھتا پھرا یہاں تک کہ میری لاش پر پہنچا اور مجھے برہنہ کر دیا میں نے ازار بند میں بہت سی گرہیں دی تھیں اس ملعون نے ایک گرہ کھولی میں نے داہنے ہاتھ سے ازار بند کو پکڑ لیا اس روسیاہ نے تلوار کے ٹکڑے سے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا اور جب دوسری گرہ کھولنے لگا میں نے بایاں ہاتھ ازار بند پر رکھ دیا، اُس سنگدل نے میرا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا، اس کے بعد قصد کیا کہ ازار بند کھولے، اس وقت وہ ملعون آپ کے تشریف لانے سے آگاہ ہوا اور اپنے تئیں لاشوں میں گرا دیا۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام سنا تو بے اختیار زار زار روئے اور میرے پاس آکر ارشاد کیا اے ساربان بے ایمان تیری کیا شامت آئی تھی کہ تو نے اُن ہاتھوں کو قطع کیا جن کے اکثر جبرئیل امین اور ملائکہ مقربین بوسے لیا کرتے تھے اور تمام اہلِ زمین و آسمان نے اُن ہاتھوں پر فخر و مباہات کی ہے، کیا تیرے لئے وہ تمام ظلم جو ان طاعین نے میرے اہلبیتؑ پر کئے کافی نہ تھے، اے شتربان! پروردگارِ عالم تیرے منہ کو دنیا و آخرت میں سیاہ کرے اور تیرے ہاتھ اور پاؤں قطع کرے اور ہمارے قاتلوں میں تجھ کو بھی محشور کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ میں شل ہو گیا اور میرا منہ مانند شبِ تاریک سیاہ ہوا، اس حال سے یہاں پہنچ کر اپنی مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ ہرگز بخشا نہ جاؤں گا۔ راوی کہتا ہے کہ کوئی شخص مکۂ معظمہ میں باقی نہ رہا کہ جس نے اس نقل کو اُس ملعون سے نہ سنا ہو، اور باعثِ تقربِ خدا سمجھ کر اس پر لعنت نہ کی ہو۔ سب کہتے تھے کہ اے لعین روسیاہ اور اے بے ایمان گمراہ تیرے لئے یہ گناہ کافی ہے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝

ایک مردِ آہنگر باشندۂ کوفہ سے روایت کرتا ہے اُس نے کہا جب لشکرِ عمر سعد بداختر امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے شہر کوفہ سے چلا تو میں بھی ہتھیار و اوزار آہنگری لے کر ان کے ساتھ گیا جس وقت یہ لشکر قریب کربلا پہنچا تو میں خیموں کی میخیں اور گھوڑوں کی نعلیں اور تیروں کی پیکانیں ان اشقیاء کے لئے بناتا تھا، اور اگر کوئی نیزہ یا خنجر یا تلوار کج ہو جاتی تھی تو میں اُسے درست کر دیتا تھا اور چونکہ میں اس فن میں اُستاد تھا اس لئے میں نے بہت روپیہ پیدا کیا اور خوب شہرت پائی یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ کربلا میں وارد ہوئے۔ ہم نے بھی بسرعت تمام نہرِ علقمہ کے کنارے خیمے

برپا کئے اور لڑائی شروع ہوئی اور امام عالی مقام کو مع اصحاب پانی سے محروم رکھا اور سب کو شہید کیا، میں انیس دن ان لوگوں کے ساتھ رہا، وقتِ مراجعت مالِ بسیار لے کر اسیران اہلبیتِ اطہار کے ساتھ شہر میں آیا، عبید اللہ ابن زیاد نے اسیرانِ اہلبیتؑ کو قید کر کے یزید کے پاس بھیج دیا اور میں اپنے گھر میں رہا، ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور خلق اللہ صحرائے محشر میں مانندِ مور و ملخ حیران و مضطر ہر طرف دوڑ رہی ہے اور شدتِ تشنگی سے ہر شخص کی زبان منہ سے باہر نکل کر سینہ پر لٹک آئی ہے اور مجھے اس قدر پیاس تھی کہ مجھے خیال تھا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ پیاسا نہ ہوگا، شدتِ تشنگی سے آنکھیں دیکھنے سے اور کان سننے سے بیکار ہو گئے تھے اور ایک حالتِ غشی طاری تھی، بے آبی نے میرے عقل و ہوش کو گم کر دیا تھا، حرارتِ آفتاب نے مغزِ سر کو پگھلا دیا تھا اور زمین اس قدر جلتی تھی جیسے رال آگ پر جلتی ہے، حرارتِ زمین سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے پاؤں کے دونوں پنجے جدا ہو گئے، قسم خدا کی کہ اگر مجھے پیاسا رہنے اور اپنے بدن کے گوشت کا ٹکڑا لہو پینے میں مخیر کیا جاتا تو میں بسبب شدتِ تشنگی کے اس امر پر راضی ہو جاتا کہ میرے گوشت کو کاٹیں اور میں اپنا لہو پی لوں، اس اثنا میں ایک شہسوار بانہایت حسن و جمال اور شوکت و جلال نمودار ہوا، اُس کے چہرۂ پُر نور سے تمام صحرائے محشر روشن و منور ہو گیا اور ہزاروں پیغمبر و وصیٔ پیغمبر اور اولیا، و شہدا اور صلحا اُس کے جلو میں تھے وہ مانند بادِ تند برقِ جہندہ صحرائے محشر سے گذر گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک اور سوار نظر آیا جس کی پیشانی مانندِ شبِ چہار دہ درخشاں تھی، ہزاروں آدمی اس کے رکابِ ظفر انتساب میں سرگرمِ اطاعت و فرمانبردار تھے، اُس کے کر و فر اور شوکت و شان سے میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے اور تمام لوگ کانپنے لگے، ازبس کہ مجھے اپنے دست و پا کا ہوش نہ تھا اس لئے میں نے سوارِ اول کا حال نہ پوچھا، ناگاہ اس سوار نے اپنے گھوڑے کی باگ تھام لی اور اپنے اصحاب سے اشارہ کیا کہ اس شخص کو پکڑ لاؤ، اُس شخص نے اُن کے ہمرکابوں میں سے اس زور سے میرے بازو کو پکڑا کہ گویا حلقۂ آہنِ گرم نے میرے ہاتھ کو لپیٹ لیا، وہ شخص مجھے کھینچتا ہوا اُس سوار کی طرف لے چلا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرا داہنا بازو شانہ سے اکھڑ گیا ہے، میں نے جس قدر اس کی منت و سماجت کی کہ ذرا آہستہ میرے ہاتھ کو پکڑے اُس نے اور زیادہ زور سے پکڑا، میں نے کہا کہ اے شخص تجھے قسم ہے اُس شخص کے حق کی جس کے حکم سے تو مجھے پکڑنے آیا ہے، یہ بیان کر کہ یہ کون ہے؟ اُس نے کہا میں فرشتگانِ الٰہی میں سے ایک فرشتہ ہوں، بارِ دیگر میں نے پوچھا کہ یہ سردار باوقار کون ہے؟ اُس فرشتہ نے کہا یہ مالکِ قبضۂ ذوالفقار

نائبِ رسولِ مختار قسیمِ جنت و نار حیدرِ کرار ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ وہ شہسوار تند رفتار جو ان سے پہلے گذر گیا وہ کون تھا! اُس نے جواب دیا کہ وہ عنوانِ صحیفۂ روزگار آیۂ رحمتِ کردگار سرورِ صغار و کبار جناب احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے، میں نے پوچھا اعوان و انصار جوان و زن بزرگوں کے جلو میں تھے وہ کون تھے؟ اُس نے کہا وہ انبیائے عالی مقدار و اوصیائے اطہار اور شہدائے اخیار اور صلحائے ابرار اور مومنین خوش کردار ہیں، بارِ دیگر میں نے عرض کیا مجھ سے کونسا گناہ سرزد ہوا ہے جس کے عوض میں مجھے اس عقوبت و عذاب میں گرفتار کیا ہے فرشتے نے کہا ہم ان کے حکم کے تابع ہیں جو ہمیں ارشاد ہوا بجا لائے اور تیری تقصیر ہمیں معلوم نہیں لیکن اتنا جانتے ہیں کہ تیرا حال بھی ویسا ہی ہوگا جیسا اس جماعت بے سعادت کا حال ہوا ہے جب میں گرد و پیش دیکھنے لگا کہ وہ جماعت کون سی ہے کہ جن سے یہ فرشتہ مجھے تشبیہ دیتا ہے کہ ناگہاں میں نے دیکھا کہ عمر سعد لعین مع ایک جماعت کے جن میں سے بعض کو پہچانتا تھا اور بعض کو نہیں پہچانتا تھا سامنے وارد ہوئے وہ عمرِ سعد لعین کی گردن میں زنجیرِ آہنی پڑی ہوئی تھی، اور اس کے کانوں اور آنکھوں سے آگ نکلتی تھی، یہ دیکھ کر مجھے اپنی موت کا یقین ہوگیا اور باقی جماعتِ باغیہ کا یہ حال تھا کہ کسی کی گردن میں طوق پڑا ہے اور کسی کے پاؤں میں زنجیر ہے اور بعض میری طرح سے ملائکہ عذاب کے ہاتھ میں گرفتار تھے وہ لوگ تھوڑی راہ مجھے لے گئے تھے کہ میں نے دیکھا سوارِ اول (یعنی جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ایک کرسی بلند و زرنگار پر جو سفید موتیوں سے بنائی گئی تھی، بیٹھے ہیں، اور اُن کے داہنے طرف اور دو بزرگوار ذیشان حاضر ہیں، میں نے ایک فرشتہ سے پوچھا کہ یہ دونوں شخص کون ہیں؟ اُس نے کہا: حضرتِ نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام ہیں، اُس وقت جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے پوچھا کہ اے علیؑ تم نے کیا کیا؟ حضرت امیر علیہ السّلام نے عرض کیا یا رسول اللہ! جمیع قاتلانِ حسینؑ کو گرفتار کرکے آپ کے پاس لایا ہوں، آہنگر کہتا ہے یہ کلام جناب امیرؑ کا سنکر میرے ہوش و حواس درست ہوا اور شکرِ خدا میری زبان پر جاری ہوا کہ میں قاتلانِ حسینؑ میں نہ تھا، جناب رسولؐ خدا نے ان ملعونوں کو سامنے بلایا اور ہر ایک سے حسینؑ کے مصائب پوچھتے تھے، اور روتے تھے، حضرتؐ کو گریاں دیکھ کر تمام حاضرین مجلس شریف گریہ وزاری کرتے تھے اور حضرت کے رونے کا سبب یہ تھا کہ ہر ایک شقی اُن اشقیا میں سے ایسا جانسوز بیان کرتا تھا کہ دلِ سنگ آب اور جگرِ آہن کباب ہوتا تھا، ایک ملعون نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اس شدتِ گرما میں حسینؑ پر پانی بند کیا تھا، ایک شقی نے کہا کہ میں نے اُن کی نعشِ مطہر پر گھوڑا دوڑایا تھا، کسی نے کہا جس وقت میں نے اُس امام

امام عالی وقار کو بے یار و مددگار با حالِ زار روئے زمین پر پڑا دیکھا تو میں نے اُن کے سینۂ پُر نور پر چڑھ کر خنجرِ آبدار سے اُن کے گلوئے خشک کو کاٹا۔ ایک روسیاہ نے کہا کہ میں نے ان کے فرزند بیمار و ناتوان کو مارا۔ اس وقت جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نعرہ مارا اور فرمایا وَاوَلَدَاہ وَاقِلَّۃَ نَاصِرَاہ وَاحُسَیْنَاہ وَاعَلِیَّاہ۔ یعنی اے میرے اہلبیت میرے بعد تم کیسی بلا و محنت میں گرفتار ہوئے۔ بعد ازاں حضرت رسول خداؐ نے حضرت آدمؑ و حضرتِ نوحؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھئے اے پدرِ بزرگوار حضرت آدمؑ اور اے برادرِ عالی مقدار نوحؑ میرے بعد میری اُمت نے میری ذریت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ یہ کلام حضرتؐ کا وہ تھا جس سے جمیع اہلِ محشر خروش میں آئے۔ اس کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملائکہ جہنم کو حکم فرمایا کہ ان ملعونوں کو لے جا کر داخلِ جہنم کرو اور ایک ایک کو عذاب الیم میں مبتلا کرو۔ بعد ازاں ایک اور شخص کو حضرتؐ کے روبرو لائے حضرتؐ نے اُس ملعون سے پوچھا، بتلا اے شقی! تو نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اُس نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں نے کچھ نہیں کیا، حضرتؐ نے فرمایا، کیا تو نجار نہ تھا؟ اس نے کہا، یا مولا درست ہے کہ میں نجار ہوں لیکن سوا اس کے کوئی غلطی میں نے نہیں کی ہے کہ ایک دن حصین ابنِ نمیر کے خیمہ کی لکڑی ٹوٹ گئی تھی وہ میں نے درست کر دی۔ پس جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رو کر فرمایا کہ اے ملعون تو نے سوادِ لشکر کو میرے فرزند کے خلاف زیادہ کیا۔ بعد ازاں حکم فرمایا کہ اس ملعون کو پکڑ لو اور اس کو بھی جہنم میں لے جاؤ۔ فرشتوں نے کہا فیصلہ کا حق صرف خدا اور اُس کے رسولؐ اور وصیِ رسولؐ کے لئے ہے۔ آہن گر کہتا ہے کہ نجار کا حال تباہ دیکھ کر میں نے بھی اپنی جان سے ہاتھ دھوئے۔ پھر حضرتؐ نے مجھے بلایا اور مجھ سے پوچھا کہ تو نے کیا سلوک کیا؟ میں نے حقیقتِ حال عرض کی، حکم ہوا اسے جہنم میں لے جاؤ، ایک بار فرشتوں نے مجھے کھینچا اس کھینچنے میں میری آنکھ کھل گئی اور سرگذشت اس خواب کی ہر شخص سے میں نے نقل کی۔ کہتے ہیں کہ اس آہنگر کی زبان مثل لکڑی کے خشک ہو گئی تھی اور نصف بدن اس کا بے حس و حرکت ہو گیا تھا، اور جو لوگ اُس روسیاہ کے دوست تھے اُس ملعون پر لعنت کرتے تھے اور وہ فقیر و محتاج ہو کر واصلِ جہنم ہوا۔ خدا اُسے اپنی رحمت سے دُور کرے۔ وسیعلم الّذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔

سدی سے روایت ہے اُس نے کہا ایک شب میرے گھر میں مہمان آیا میں نے اس کو خوش آمدید کہی اور بتعظیم و تکریم بٹھایا اور باتیں ہونے لگے۔ وہ شخص نہایت خوش بیان تھا اُس نے واقعۂ ہائلہ کربلا جسے ابھی چند روز گذرے تھے ذکر کیا۔ اُس کے سننے میں میں نے آہِ سرد بھری، اُس نے کہا کہ

تو نے متاسف ہو کر آہ کیوں کھینچی، میں نے کہا کیونکر تاسف نہ کروں کہ تو نے اس مصیبت کا ذکر کیا جس کے مقابلہ میں ساری مصیبتیں اور مشقتیں پست ہیں۔ اُس نے کہا کہ آیا تو اس وقت اس معرکہ میں نہ تھا۔ میں نے کہا الحمدللہ کہ وہاں نہ تھا۔ کہنے لگا کہ تم کس بات کا شکر کرتے ہو، میں نے کہا اس کا شکر کرتا ہوں کہ میں زمرۂ قاتلانِ حسینؑ میں داخل نہیں ہوں، کیونکہ اُن کے جدِ بزرگوار نے فرمایا ہے کہ جس شخص سے روزِ قیامت میں میرے فرزند حسینؑ کا خون طلب کیا جائے گا۔ اس کے اعمال کا پلّہ ہلکا ہوگا۔ اس نے کہا اُن کے جدِ بزرگوار نے یوں ہی فرمایا ہے۔ میں نے کہا ہاں اور یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ میرا فرزند بجور وظلم قتل کیا جائے گا اور اس کا قاتل ایک صندوق آتش میں ہوگا اور نصف عذاب اہلِ جہنم اس ملعون پر کیا جائے گا اور اُس کے ہاتھ پیروں میں زنجیریں ڈالیں گے، اس کی بدبو سے اہلِ جہنم خدائے عزّ وجل سے پناہ مانگیں گے اور اُس کے پیروؤں کا حال اور جو بھی اس فعل سے راضی ہو اس کا حال بھی مثل اس کے حال کے ہوگا اور جب اُن کی جلد جل جائے گی تو ایک اور جلد تبدیل کی جائے گی تاکہ عذابِ جہنم خوب محسوس ہو اور کبھی ان کے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی، اور وہ جہنم کا گرم پانی پئیں گے، وائے ہو اُن پر عذاب آتشِ جہنم سے اُس ملعون نے مجھ سے کہا کہ تو اس کلام کو باور نہ کر۔ میں نے کہا کیونکر باور نہ کروں، جبکہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ آیا تو نے نہیں سُنا ہے کہ لوگ جناب رسولِ خدا سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ قاتلانِ حسینؑ قتلِ حسینؑ کے بعد بہت زندگی نہ پائیں گے، اور حال یہ ہے کہ میں نوے برس کا ہو گیا ہوں تو مجھے نہیں پہچانتا ہے۔ میں نے کہا واللہ! میں نہیں پہچانتا۔ کہنے لگا میں اخنس ابن زید ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تو نے کربلا میں کیا کیا تھا؟ اس ملعون نے کہا میں اُن سواروں کا سردار تھا کہ جنھیں عمر سعد لعین نے نعشِ امام حسینؑ پر گھوڑے دوڑانے کا اور پامالِ سُمِ اسپاں کرنے کا حکم دیا تھا۔ بس ہم نے اُن کی نعشِ پاش پاش پر اتنے گھوڑے دوڑائے کہ پہلو کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں، اور میں ہی وہ ہوں جس نے اُن کے فرزندِ بیمار کے نیچے سے سجّادہ کھینچا اور اُن کو مُنہ کے بل گرا دیا، اور میں ہی وہ ہوں جس نے سکینہ دخترِ حسینؑ کے کان چیر ڈالے اور گوشوارے کھینچ لئے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے کلامِ بدانجام سے میرا دل زخمی ہو گیا اور میں رونے لگا اور اُس کے ہلاک کرنے کی مجھے فکر ہوئی کہ ایک مرتبہ چراغ کی روشنی کم ہوئی میں اُٹھا کہ درست کروں، اُس ملعون نے مجھے نہ اُٹھنے دیا اور کہا بیٹھے رہو، وہ اپنے سلامت رہنے پر تعجب کرتا تھا اور سرگرمِ حکایت تھا اور آپ ہی اُس نے ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ اپنی انگلی

سے چراغ کی بتی اکسا دے ناگاہ اُس کی انگلی میں آگ لگ گئی، اُس ملعون نے انگلی کو زمین پر ملا کہ آگ بجھ جائے لیکن وہ کسی طرح نہ بجھی، پھر وہ چلایا کہ اے بھائی میری خبر لے۔ میں نے بہ کراہت اُس کی جلتی ہوئی انگلی پر پانی کی صراحی انڈیل دی لیکن اُس پانی نے تیل کا کام کیا کیونکہ وہ آگ پانی پڑنے سے اور بھڑک اٹھی، پھر وہ بصدائے بلند کہنے لگا یہ کیسی آگ ہے اور کون چیز اسے بجھائے گی، میں نے کہا تو خود کو نہر میں گرا دے، جب تک وہ ملعون پانی میں پہنچے ــــــ تمام بدن میں اُس کے آگ لگ گئی، وہ اس طرح جل رہا تھا جیسے سوکھی پرانی لکڑی ہوائے تند میں جلتی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ قسم خدائے وحدہٗ لاشریک کی وہ آگ نہ بجھی جب تک کہ وہ ملعون جل کر کوئلہ نہ ہوگیا اور پانی پر تیرنے لگا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

ایک عورت نے روایت کی ہے کہ ایک شخص ان ملعونوں میں سے جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑنے کو گئے تھے میرے پاس رہتا تھا۔ جب وہ لعین وہاں سے پھرا تو زعفران اور اونٹ لایا جب اس زعفران کو پیسا تو وہ آگ ہوگئی اور اس کی عورت نے اس زعفران کو اپنے ہاتھوں میں ملا تو وہ مبروص ہوگئی۔ اور جب اونٹ کو ذبح کیا تو جس جگہ اس کے بدن میں چھری مارتے تھے آگ نکلتی تھی جب اس کی کھال اتاری تو اس وقت بھی آگ نکلی، جب اس کے ٹکڑے کئے اس وقت بھی آگ شعلہ ور ہوئی۔ جب پکایا تو دیگ میں سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ جب گوشت کاسہ میں نکالا تو اس سے بھی آگ نکلی، وہ عورت کہتی ہے کہ میں ان دنوں کمسن تھی، ایک ہڈی اُس اونٹ کی اٹھا کر مٹی میں دبا دی، ایک مدت کے بعد میں نے اُس ہڈی کو پایا اور کاٹا تو اُس سے بھی آگ نکلی، اُس وقت میں نے جانا کہ یہ وہی ہڈی ہے بعد ازاں میں نے اُس ہڈی کو دفن کر دیا۔

راوی کہتا ہے کہ میں بہت خورد سال تھا، کئی لڑکوں کے ساتھ ایک شخص کی طرف سے گذر ہوا جس کا بدن سفید اور منہ کالا تھا، اس کو دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ یہ ملعون قاتلانِ امام حسینؑ میں سے ہے۔

بابؐ

امام حسین علیہ السّلام کے اقربا اور معاصرین نیز آپ کے احتجاجات کے بیان میں

ابن عباس اور یزید کی خط و کتابت

بعض کتبِ قدیمہ مناقب میں شفیق سے مروی ہے، اُس نے کہا کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو ابن زبیر ابنِ عباس علیہ الرحمہ کے پاس آیا اور اُن سے اپنی بیعت چاہی، ابنِ عباس نے قبول نہ کیا، یزید پلید نے اِس گمان سے کہ ابنِ عباس نے میری بیعت کا پاس کرکے ابنِ زبیر سے بیعت نہ کی، ایک نامہ انھیں اس مضمون کا لکھا۔ امّابعد! میں نے سنا کہ عبداللہ ملحد بن زبیر تم سے بیعت طلب کرتا تھا اور اپنی اطاعت کی طرف بلاتا تھا تاکہ حق کے خلاف اس کے معین و مددگار اور جرائم و خطا میں اُس کے شریک رہو اور تم نے وفاداری اور خدا کی رضا جوئی پر نظر کرکے ہمارے حقوق کی رعایت کی اور اس التماس کو قبول نہ کیا تم ہم سے ملحق ہوئے اور تم نے ہمارے حق کو پہچانا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ حق شناسانِ الوالارحام اور وفادارانِ ثابت اقدام کی بہترین جزا تمھیں عطا کرے، میں سب چیزوں کو بھول سکتا ہوں مگر تمھاری نیکی و احسان کو کبھی نہ بھولوں گا، بسبب اس فضیلت کے کہ تم رسولِ خدا سے قرابت رکھتے ہو اور اُن کے اہلبیتؑ تمھارے گھر میں رہتے ہیں۔ پس تم اُن لوگوں کو جنھیں پسرِ زبیر نے اپنی چرب زبانی اور خوش بیانی سے فریفتہ کیا، دیکھو تو انھیں اپنی رائے سے مطلع کرو اور سمجھاؤ، بلاشبہ وہ تمھاری بات سنیں گے اور تمھاری اطاعت کریں گے۔ اور ابنِ زبیر نے خانہ کعبہ کی حرمت کو ضائع کیا ہے اور وہ ہمارے دین سے خارج ہوگیا ہے۔ ابنِ عباس نے اِس خط کے جواب میں رقم کیا۔ امّابعد! تیرا خط پہنچا، تو نے لکھا تھا کہ ابنِ زبیر مجھ سے بیعت طلب کرتا ہے اور اطاعت چاہتا ہے جس کو میں نے قبول نہیں کیا، مگر حقیقت میں ایسا ہی ہو تو میری غرض اس امر کے قبول نہ کرنے سے تیری خوشی اور شکر گذاری نہیں ہے، اور میں نے جو قصد کیا ہے اس سے عالم السّر والخفیات خوب واقف ہے، اور یہ جو تو کہتا ہے کہ میں تمھاری نیکی اور حق شناسی کو نہ بھولوں گا۔ پس اے شخص اپنی نیکی اور صِلہ کو اپنے ہی پاس رکھ کیونکہ میں کبھی اپنی دوستی کو تیرے لئے صرف نہیں کرتا، مجھے قسم اپنی جان کی کہ تو ہمارے حقوق میں سے بہت تھوڑا دیتا ہے، بہت سے حقوق تو نے ہمارے بند کئے ہیں اور مجھ سے درخواست کرتا ہے کہ لوگوں کو تیری طرف راغب کروں اور ابنِ زبیر سے پھیروں، حالانکہ نہ تجھ میں محبت نہ مروت نہ حیا ہے نہ وفا، مجھ سے وفا چاہتا ہے اور اپنی دوستی کی طرف

مجھے مائل کرتا ہے حالانکہ تو نے فرزندِ رسولِ خداؐ اور جوانانِ عبدالمطلب کو شہید کیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جو ہدایت کا چراغ اور علم کے ستارے تھے، تیرے حکم سے تیرے لشکر نے ایک میدان میں ان کو شہید کر دیا اور اُن کی لاشوں کو برہنہ بے گور و کفن چھوڑ دیا جن پر ہوائیں گرد کی چادریں ڈالتی تھیں اور درندے پاسبانی کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو بھیجا جو اُن کے خون میں شریک نہ تھے، انھوں نے اُن کو کفن دیئے اور خاک میں چھپایا اور تو اپنے تختِ سلطنت پر مزے میں براجمان ہے اور تجھے مطلق پروا نہیں ہے، میں اگر سب چیزوں کو بھول جاؤں تو بھول جاؤں لیکن اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خانۂ خدا سے نکالا اور لوگوں کو بھیجا کہ اس امام محترم کو حرم میں شہید کر دیں یہاں تک کہ اُس امامِ عالی مقام نے مکۂ معظمہ سے عراق کی طرف سفر کیا، اور خوف و رجا میں کعبہ سے نکلے اور تو نے اپنے سواروں کو ان سے لڑنے کے لئے بھیجا اور خدا اور رسولؐ سے اپنی عداوت کا ثبوت دیا اور ان اہلبیت سے عداوت کا ثبوت دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاستوں کو دُور رکھا ہے، یہ لوگ تیرے شقی اور نالائق آباؤ اجداد کی طرح نہ تھے، پھر حسینؑ نے تم سے صلح چاہی اور واپس جانے کا قصد کیا لیکن تم نے اُن کی بیکسی اور تنہائی کو غنیمت جانا اور ان کی دشمنی و عداوت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گویا کہ اپنے زعم میں تم نے قومِ تُرک کو قتل کیا، پس میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی چیز عجیب نہیں ہے کہ تو مجھ سے دوستی کی توقع رکھتا ہے، حالانکہ تو نے میرے پدرِ بزرگوار کے فرزندِ دلبند کو قتل کیا اور تیری تلوار سے میرے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اور ہم اپنے خون کے قصاص کے تجھ سے طالب ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ خونِ ناحق ضائع نہ ہوگا اور تو ہم سے کینہ وری میں پیش دستی نہ کرے گا اور اگر تو نے پیش دستی بھی کی تو کیا ہوا، اکثر پیغمبرانِ خدا نے اور اُن کی اولادِ امجاد نے اپنی جانیں راہِ خدائے عزّ و جل میں دی ہیں اور خدا مظلوم کی نصرت کرنے والا اور ظالم سے انتقام لینے کے لئے کافی ہے۔ تو اس بات پر مغرور نہ ہو کہ آج ہم پر غالب ہوا، ایک دن ہم بھی غالب ہوں گے، اور وہ جو تو نے میری وفاداری کا ذکر کیا ہے تو اے دشمنِ خدا میں نے تجھ سے پہلوں کی بیعت کب کی، تو جانتا ہے کہ میں خود اور میرے باپ دادا کی اولاد امرِ خلافت کے لئے تجھ سے سزاوار تر ہیں، لیکن تم گروہِ قریش نے اپنے تعصب اور عناد سے ہمیں ہمارے حق سے باز رکھا ہے اور آپ مالک ہو بیٹھے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کرے ان لوگوں کو جنھوں نے ہم پر ظلم کیا اور احمقوں کو ہمارے خلاف جنگ پر اُبھارا جس طرح قومِ ثمود اور قومِ لوط اور اصحابِ مدین کو اپنی رحمت سے دُور کیا اور عجیب تر یہ کہ تو نے دخترانِ عبدالمطلب کو اور اُن کے اطفال کو غلاموں کی

طرح شام میں بُلایا، تاکہ لوگ جانیں کہ تو ہم پر غالب آیا ہے، اتنے مظالم کے بعد بھی تو ہم پر احسان جتاتا ہے حالانکہ خدائے عزّوجل نے ہمارے سبب سے تجھ پر احسان کیا ہے۔ قسم اپنی زندگی کی کہ اگر تُو ہماری تلوار سے بچ بھی گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہماری شمشیر زبان کے گھاؤ تجھ پر کاری لگیں گے، اور میں اس بات سے مایوس نہیں ہوں کہ منتقمِ حقیقی تجھ سے قتلِ فرزندِ رسولؐ پر مواخذہ کرے گا اور دنیا سے تجھے بذلت و خواری اٹھائے گا۔ لے کمینے! جب تک تیرا بس چلے زندہ رہ، بہت سے گناہ تو نے جمع کئے ہیں اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ؛

علّامہ حلّی علیہ الرحمہ نے بلاذری سے روایت کی ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام، عبداللہ ابن عمر نے ایک خط یزید پلید کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا "واقعۂ کربلا ایک عظیم مصیبت ہے اور اسلام میں بہت بڑا رخنہ پڑ گیا اور روزِ قتلِ حسینؑ سے بڑھ کر کوئی دن نہیں ہو سکتا۔ یزید نے اس خط کے جواب میں عبداللہ کو لکھا کہ لے نادان! ہم نے تو یہ قصرہائے زیبا سجے ہوئے فرش، سجی ہوئی مسندیں پہلے سے پائی تھیں جو جنگ ہم نے لڑی ہے وہ ان چیزوں کے بچانے کے لئے تھی (نہ کہ چھیننے کے لئے) پس اگر یہ ہمارا حق ہے تو ہم نے اپنے حق سے دفاع کیا اور اگر ناحق تھا تو کس نے سب سے پہلے اس کی بنیاد رکھی اور اس طریقہ کو ایجاد کیا۔

مُصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک طولانی حدیث میں نے دلائل الامامت سے نقل کی ہے جو کتاب فتن میں بھی گذر چکی اور وہ یہ ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اٹھارہ جگر بندوں کی شہادت کی خبر مدینۂ منوّرہ پہنچی نوجوان بنی ہاشم ہیجان میں آئے، وہاں عبداللہ ابن عمر کو بھی بہت غیظ آیا، وہ شام کی طرف روانہ ہوئے جب دربار یزید میں پہنچے تو اس کو بہت کھری کھری باتیں سنائیں اور قتلِ امام حسین علیہ السلام پر بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ یزید یہ سنکر عبداللہ کو خلوت میں لے گیا، اور ایک منافق کا خط[1] دکھلایا جس کا مضمون تھا کہ مَیں اپنے آبائی دین پر قائم ہوں اور محمد مصطفےٰؐ کو (معاذ اللہ) ساحر اور جھوٹا جانتا ہوں، وہ اپنے سحر کی بدولت لوگوں پر غالب ہو گئے تھے، لہٰذا ان کے اہلبیتؑ کی اگرچہ ظاہر میں تکریم کرنا مگر درپردہ ان کی بیخ کنی کرنا اور روئے زمین پر اُن کو باقی نہ رہنے دینا۔ ابنِ عمر اس خط کو پڑھ کر خاموش ہو گئے۔ پھر انھوں نے یزید کے حق میں تقریر کرنا شروع کی اور کہا کہ قتلِ حسینؑ میں وہ حق بجانب تھا۔

---

[1] یہ خط مسلمانوں کی بہت مشہور اور عالی قدر ہستی نے معاویہ کے نام لکھا تھا وراثی نام ظاہر کرنے کو مانع ہے۔

عبداللہ ابن عمر کا اور یزید

باب ۱۱

ذکر ازواج و اولادِ طاہرین امام حسین علیہ السّلام

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ازواجِ امام حسین علیہ السلام کا تھوڑا حال، بابِ احوال حضرت امام زین العابدین علیہ السلام میں مذکور ہے۔ کتاب ارشاد میں مرقوم ہے کہ امام حسینؑ کی چھ اولادیں تھیں۔
(۱) علی اکبر زین العابدینؑ، ان کی کنیت ابو محمد تھی، والدہ کا نام نامی شہر بانو بنتِ کسریٰ یزدجرد تھا۔
(۲) علی اصغرؑ جو کہ کربلا میں اپنے پدرِ بزرگوار کے سامنے شہید ہوئے، ان کا ذکر بابِ شہادت میں گزر گیا ان کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنتِ ابو مرّہ بن عروہ بن مسعود ہیں، یہ قومِ ثقیف سے تھیں۔ (۳) جعفر، لاولد انتقال کیا، ان کی ماں قومِ قضاعہ سے تھیں، جعفرؑ نے اپنے والدِ بزرگوار کی حیات میں قضا کی (۴) عبداللہ اپنے پدرِ بزرگوار کی گود میں ایک ملعون کے تیر سے شہید ہوئے۔ (۵) سکینہ مادرِ گرامی رُباب دختر امراء القیس بن عدی آپ کلبٗہ معدیہ سے تھیں عبداللہ شیرخوار کی بھی یہی ماں ہیں۔ (۶) فاطمہ، انکی ماں اُمِّ اسحٰق دختر طلحہ بن عبداللہ قومِ تیم سے تھیں۔

کتاب مناقب میں کتاب البدع اور شرح الاخبار سے مسطور ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو علی اکبر یعنی امام زین العابدین علیہ السلام کو زندہ چھوڑ گئے اور یہ باقی رہے۔ اور اولاد جو حضرت کی شہید ہوئی ان سے سِن میں چھوٹی تھی اور اسی روایت پر میرا اعتماد ہے۔

ایک دفعہ یزید پلید نے علی بن الحسین علیہ السّلام سے کہا کہ تعجب ہے کہ تمھارے باپ نے اپنے سب بیٹوں کا نام علی رکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار اپنے والدِ ماجد سے بہت محبت رکھتے تھے، اس سبب سے ان کا اسمِ مبارک اپنی اولاد پر مکرّر رکھا۔

ابن کلبی کہتا ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام نے حریث ابن جابر حنفی کو مشرق کی طرف امیرِ لشکر مقرر کر کے روانہ کیا، اس نے دختر یزدجرد کو حضرت کے پاس بھیجا۔ جناب امیر علیہ السّلام نے انھیں اپنے فرزند دلبند جناب امام حسین علیہ السّلام کو عطا[1] فرمایا اور علی ابن الحسینؑ انھیں کے بطن سے ہیں اور دوسرے

[1] جناب شہربانو کے متعلق یہ جو مشہور کیا گیا ہے کہ خلیفۂ ثانی کے عہد میں دربار میں لائی گئیں، یہ اہل سنت کی روایت ہے جو درایتی اصول پر پوری نہیں اترتی، کیونکہ ایران ۱۶۔ ۱۷ ہجری میں فتح ہوا ہے۔ اس وقت یزدجرد کی عمر ۲۰۔ ۲۲ سال سے زیادہ نہ تھی اس لئے اس کی کوئی اولاد اس وقت ۵۔ ۶ سال سے زیادہ عمر کی نہیں ہو سکتی، حالانکہ شہربانو جوان تھیں پھر امام حسینؑ بھی اسوقت تک سنِ نکاح کو نہیں پہنچے تھے کیونکہ آپ کی ولادت سنہ ۴ھ میں ہوئی تھی اسلئے اس واقعہ کے وقت آپ زیادہ سے زیادہ ۱۳ سال کے تھے

راویوں نے لکھا ہے کہ حریثِ مذکور نے یزدِ جرد کی دو بیٹیاں جناب امیرالمومنین علیہ السّلام کی خدمت میں بھیجی تھیں، ایک اُن میں سے حضرت نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت امام حسین علیہ السّلام کو عنایت فرمائی اور علی ابن الحسینؑ انھیں کے بطنِ شریف سے ہیں، اور دوسری محمد ابن ابی بکر کو عطا کی کہ ان سے قاسم ابنِ محمد پیدا ہوئے اس صورت میں علی ابن الحسینؑ اور قاسم بن محمد دونوں خالہ زاد بھائی ہوں گے۔

کتابِ مناقب میں مرقوم ہے کہ اولادِ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ایک علی اکبر ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے اور اُن کی ماں حرّہ بنت عروہ بن مسعود ثقفی تھیں، اور دوسرے علی اوسط ہیں جنھیں امامت پہنچی، یہ منجھلے ہیں۔ تیسرے علی اصغر ہیں، اور ان دونوں صاحبزادوں کی والدہ شہربانو تھیں اور محمد اور عبداللہ شہید بطنِ جناب رباب سے ہیں کہ جو ربیبہ امام حسن علیہ السّلام کی بیٹی تھیں، اور جعفر حسن کی ماں قبیلۂ قضاعہ سے ہیں۔ اور حضرت کی صاحبزادیوں سے سکینہ ہیں آپ کی والدہ رباب قبیلۂ کندہ سے ہیں یہ امرا القیس کی بیٹی ہیں اور فاطمہ کی ماں اُمِّ اسحٰق دخترِ طلحہ بن عبداللہ تھیں اور زینب۔ امام حسین علیہ السّلام نے اپنی شہادت کے بعد بیٹوں میں سے صرف ایک کو چھوڑا اور وہ امام زین العابدین علیہ السّلام ہیں اور بیٹیوں میں سے دو بیٹیاں۔ حضرت کا درِّ ثمین رشید ہجری تھا۔

کتاب کشف الغمہ میں کمال الدین بن طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت کی دس اولادیں تھیں، چھ بیٹے اور چار بیٹیاں علی اکبر اور علی اوسط (وہی سیّد الساجدینؑ ہیں) اور علی اصغر، محمد اور عبداللہ اور جعفر۔ علی اکبر امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ شہید ہوئے۔ جناب علی اصغر خوردسال تیر سے شہید ہوئے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ عبداللہ بھی جناب امام حسین علیہ السّلام کے سامنے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور بیٹیاں تین تھیں ؛ زینب، سکینہ اور فاطمہ۔ اور یہ قول مشہور ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت کی اولاد چار فرزند اور دو بیٹیاں تھیں لیکن قولِ اوّل زیادہ مشہور ہے اور سلسلۂ امامت اور ولایت کا تابہ قیامِ قیامت حضرت علی اوسط یعنی امام زین العابدین علیہ السلام سے باقی ہے۔ مصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ کشف الغمہ نے بعض اولاد کو ذکر کیا ہے اور بعض کو چھوڑ دیا ہے۔

ابن خشاب کہتا ہے کہ آپ کے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، علی اکبر جو شہید ہوئے، اور علی اوسط سیّد الساجدینؑ امام ہیں اور علی اصغر اور محمدؐ اور عبداللہ شہید اور جعفر اور بیٹیاں حضرت سکینہ اور زینب اور فاطمہ ہیں۔

حافظ عبدالعزیز پسر اخضر جنابذی کہتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کے چار بیٹے اور

دو بیٹیاں تھیں، علی اکبر جو حضرت کے سامنے شہید ہوئے اور علی اصغر اور جعفر اور عبداللہ اور سکینہ اور فاطمہ اور حضرت کی نسل حضرت علی اصغر سے ہے، اور اُن کی ماں اُمِ ولد تھیں اور آپ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔ اور زہری نے کہا ہے کہ میں نے کسی ہاشمی کو اُن سے بہتر نہیں دیکھا۔

صاحبِ کشف الغمہ کہتے ہیں کہ حافظ مذکور نے امام زین العابدین علیہ السّلام کو ذکر نہیں کیا، صرف علی اکبر اور علی اصغر کو ذکر کیا اور یہ جو اُس نے کہا کہ نسل جناب امام حسینؑ کی علی اصغر سے ہے تو اُس سے امام زین العابدینؑ کا ارادہ کیا اور علی اصغر کو چھوڑ گیا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت کے تین فرزندوں کا نام علی تھا جیسا کہ اکمال الدین نے ذکر کیا ہے۔ امام زین العابدینؑ منجھلے تھے۔ اور اکمال الدین کی روایت میں اور حافظ کی روایت میں چار اولادوں کا فرق ہے۔

باب ۱۲

مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے حالات کے بیان میں

شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں منہال سے روایت کی ہے کہ میں مکہ معظمہ سے مراجعت کے وقت خدمت امام زین العابدین علیہ السّلام میں مشرف ہوا، آپ نے مجھ سے پوچھا کہ حرملہ بن کاہل اسدی کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت اُس کو میں نے کوفہ میں زندہ چھوڑا ہے یہ سُن کر آپ نے اپنے دونوں دستہائے مبارک دعا کے واسطے اٹھائے اور فرمایا:- اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ النَّارِ۔ خداوندا! اُس کو لوہے کی گرمی کا مزا چکھا، خداوندا! اس کو گرمیِ آہن کا مزا چکھادے، پھر تیسری مرتبہ فرمایا: خداوندا! اس کو آگ کی گرمی چکھادے۔ اس کے بعد جب میں کوفہ گیا تو مختار نے خروج کیا تھا۔ میں مختار سے بہت دوستی رکھتا تھا، تھوڑے دنوں کے بعد جب میں نے لوگوں کی آمد و رفت سے فرصت پائی تب مختار کے پاس گیا، اس وقت وہ اپنے گھر سے نکل کر کہیں باہر جا رہے تھے، مجھ سے کہا کہ اے منہال تم مدّتِ مدید کے بعد آئے اور قاتلانِ حسینؑ کے قتل کرنے میں میرے ساتھ شریک نہ ہوئے اور نہ تم نے مجھے تہنیت اور مبارکباد دی، میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ میں اس شہر میں حاضر نہ تھا اب حاضر ہوا ہوں اسی طرح باتیں کرتے ہوئے مقام کناسہ تک پہنچے اُس جگہ انھوں نے گھوڑا ٹھہرایا اور منتظر ہوئے کہ حرملہ کو کوئی لائے، کیونکہ کچھ لوگ اُس کو ڈھونڈھنے کو گئے تھے، یکایک کئی سوار اور پیادے آئے اور کہنے لگے اے امیر! بشارت ہو کہ حرملہ گرفتار ہو گیا بس تھوڑی دیر کے بعد اُس ملعون کو لائے۔ مختار نے کہا کہ خدا کا شکر و احسان ہے کہ تو میرے ہاتھ لگا اور جلّاد کو طلب کیا اور حکم دیا کہ پہلے اُس کے ہاتھ کاٹے جائیں، اس کے بعد دونوں پاؤں کاٹے جائیں، اُس کے بعد کہا کہ آگ اور لکڑیاں لائی جائیں چنانچہ اس میں اس کو ڈال دیا گیا آگ شعلہ ور ہوئی۔ منہال کہتا ہے کہ میں نے کہا سبحان اللہ! مختار نے کہا تسبیح ہر وقت خوب ہے لیکن اِس وقت تم نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا، اے امیر! میں مکہ سے واپسی پر مدینہ میں امام علی ابن الحسینؑ کی قدمبوسی کے لئے گیا تھا، آپ نے مجھ سے حرملہ کا حال پوچھا، میں نے عرض کیا کہ کوفہ میں چھوڑ آیا ہوں اُس پر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ النَّارِ۔ مختار نے کہا، آیا ایسا ہے؟ تم نے ان کی زبان مبارک سے سُنا؟ میں نے کہا قسم

خدا کی اسی طرح سُنا تھا، پس وہ یہ سنکر گھوڑے سے نیچے اُترے اور دوگانہ شکر کا بجا لائے اور سجدہ دیر تک کیا پھر سوار ہوئے، اس وقت تک حرملہ خاک و خاکستر ہو گیا تھا میں بھی سوار ہوا اور اُن کے ہمراہ گیا میرا گھر راہ میں تھا، میں نے عرض کیا کہ اے امیر! اگر کچھ مضائقہ نہ ہو تو تھوڑی دیر مہربانی کیجئے اور ازراہِ بندہ نوازی میرے غریب خانہ میں تشریف لائیے اور نان و پنیر نوش فرمائیے۔ مختار نے کہا، اے منہال تم نے مجھ کو خبر دی کہ جناب علی ابن الحسینؑ نے چار دعائیں کیں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اُن کی اجابت کو میرے ہاتھ پر ظاہر کیا اور تم کہتے ہو کہ کھانا کھاؤ۔ آج میں نے اس نعمت کے شکرانہ میں روزہ کی نیت کی ہے کہ خدائے عزّ و جل نے مجھ کو توفیق اس کام کی عطا فرمائی اور حرملا وہی ملعون تھا جو سرِ مبارک مظلومِ کربلا کا نیزہ پر رکھ کر شہرِ شام میں لے گیا تھا۔

شیخ نے کتاب امالی میں مدائنی سے روایت کی ہے کہ شب چہار شنبہ ۱۶ ربیع الثانی ۶۶ھ کو مختار نے خروج کر کے عَلم بلند کیا اور لوگوں نے ان شرطوں کے ساتھ اُن سے بیعت کی کہ موافقِ کلامِ الٰہی و سنتِ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کریں گے اور امام حسین علیہ السّلام اور اُن کے اہلبیتِ طاہرین کے خون کا بدلہ اُن کے قاتلوں سے لیں گے اور کمزور شیعوں سے خطرِ اعدا کو دفع کریں گے۔

مختار نے عبداللہ بن مطیع پر جو عبداللہ ابنِ زبیر کی طرف سے حاکمِ کوفہ تھا خروج کیا اور اُس کے ساتھ جنگ کی اور اُسے شکست دے کر بھگا دیا۔ مختار کوفہ میں دوسری محرم الحرام ۶۷ھ تک مقیم رہے، پھر ارادہ کیا کہ لشکر کو عبیداللہ ابن زیاد سے جنگ کے لئے بھیجیں وہ ملعون اُن دنوں حاکمِ "جزیرہ" تھا، چنانچہ مختار نے ایک لشکر ابراہیم بن مالکِ اشتر کی سرکردگی میں مع ابو عبداللہ الجدلی اور ابو عمارہ کیان کے روزِ شنبہ ساتویں محرم سنہ مذکور کو جزیرۂ مذکور کی طرف روانہ کیا اور ان کے ساتھ دو ہزار شیرِ دلان قبیلۂ اسد اور مذحج سے اور دو ہزار قومِ تمیم و ہمدان سے اور ڈیڑھ ہزار شجاع قبیلۂ کندہ و ربیعہ سے اور دو ہزار دلاور طائفہ حمرا سے روانہ کئے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ چار ہزار اور قبیلوں سے اور آٹھ ہزار قبیلۂ حمرا سے جمع ہوئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مختار ابراہیم بن مالکِ اشتر کو رخصت کرنے کیلئے کوفہ سے پاپیادہ نکلے، ابراہیم نے کہا سوار ہو جائیے خدا آپ پر رحم کرے، مختار نے جواب دیا کہ میں تمہارے پہنچانے میں جناب احدیت سے اجر چاہتا ہوں اور میں دوست رکھتا ہوں کہ میرے قدم آلِ محمدؐ کی نصرت میں گرد آلود ہوں۔ اس کے بعد ابراہیم کو رخصت فرمایا اور خود واپس گئے، ابراہیم بن مالکِ اشتر اپنے لشکرِ ظفر پیکر کے ساتھ مدائن میں پہنچے اور آگے جانے کا قصد کیا۔ جب مختار نے

ابراہیم کے مدائن سے کوچ کرنے کی خبر سنی تو خود بھی متوجہ مدائن ہوئے، جس وقت ابراہیم کا لشکر موصل پہنچا تو ابنِ زیاد نے بھی ایک جماعتِ کثیر کے ہمراہ ان کی جانب رُخ کیا اور چار فرسخ کا فاصلہ دے کر خیمے برپا کیے جس وقت دونوں لشکروں نے باہم متقابل ہو کر صفیں باندھیں، ابراہیم نے بہادروں کو جہاد اور قتلِ حسّاد کا حکم دیا اور خوب جوش دلایا اور یہ مختصر تقریر کی کہ: اے صاحبانِ حق و یقین اور اے مددگارانِ دینِ مبین! یہ ابنِ زیاد لعین قاتلِ سبطِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلِ بیتِ طاہرینؑ، گروہِ شیاطین کے ساتھ تم سے لڑنے آیا ہے لہٰذا تم نیک نیتی کے ساتھ جنگ کرو اور اس جہاد میں ثابت قدم رہو خدا تم کو فتح دے اور اس لعین کو تمھارے ہاتھ سے قتل کرائے اور مومنین کے دلہائے غمگیں کو مسرور پہنچائے۔ پس لڑائی ہونے لگی، اس وقت اہلِ عراق کا نعرہ تھا یَالِثَارَاتِ الْحُسَیْن۔ یعنی اے خونِ حسینؑ کا انتقام لینے والو! یہ کہہ کر لشکرِ ابراہیم نے حملہ کیا اور منتشر ہو گئے، قریب تھا کہ ان کے پاؤں اکھڑ جائیں، ابراہیم نے بہ آوازِ بلند آواز دی کہ یاشرطۃ اللّٰہ الصبر الصبر، اے خدائی فوجدارو! صبر کرو، صبر کرو۔ یہ سنکر سب پھر آئے۔ عبداللہ بن بشار جو اصحابِ کبارِ جنابِ حیدرِ کرّار علیہ السلام سے تھے، انھوں نے لوگوں کو خوش خبری دی کہ میں نے امیر المومنین علیہ السّلام سے سنا تھا کہ تم اہلِ شام سے نہرِ جازر کے کنارہ ملاقات کروگے، ان کا پہلا حملہ تم کو پسپا کرے گا یہاں تک کہ فتح سے ناامید ہو جاؤ گے اور پھر لڑوگے اور اُن کے سردار کو مار ڈالوگے، پس صبر کرو اور ہراس نہ کرو کہ تم سب فتح پاؤ گے۔ اس کے بعد ابنِ اشتر نے میمنہ پر حملہ کیا اور سب سوار اُن کے ہمراہ دوڑے اور بہتوں کو مار کر زین سے زمین پر ڈال دیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے تا اینکہ میدان خالی ہو گیا۔ صفِ مخالف سے جو سردار مارے گئے وہ یہ تھے، عبیداللہ ابن زیاد و حصین بن نمیر و شرجیل بن ذی الکلاع و ابنِ حوشب و غالب باہلی و عبداللہ ابن ایاس سلمی و ابوالاشرس حاکمِ خراسان اور دوسرے بہت سے اشرار داخلِ دارالبوار ہوئے۔ جنگ سے فراغت پانے کے بعد ابراہیم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب دشمن کا لشکر بھاگا تو میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ لوگ نہیں بھاگے۔ جب میں اُن کی طرف بڑھا تو میں نے اُن میں ایک شخص کو دیکھا جو ایک موٹے گدھے کی طرح پھولا ہوا تھا اور لوگوں کو جنگ پر اُبھار رہا تھا، جو کوئی اُس کے آگے جاتا مارا جاتا تھا، اتنے میں وہ میرے آگے آیا، میں نے ایک ہی ضرب میں اُس کا ہاتھ اُڑا دیا، وہ زخمی ہو کر نہر کے کنارہ پر گر پڑا اُس کے ہاتھوں سے خون جاری تھا اور پیر سُوجے ہوئے تھے، جب میں نے اُس کو قتل کیا

تو اُس کے بدن سے مشک کی بُو آتی تھی[1]۔ میرا گمان ہے کہ ابن زیاد بدنہاد وہی تھا۔ پس تم لوگ اُس کو ڈھونڈھو اور اُس کا سر کاٹ کر لاؤ۔ چنانچہ ایک شخص نے جا کر تلاش کیا تو کشتوں کے درمیان اُس کی لاش ملی۔ جب اس کے موزے اتارے تو پہچانا گیا، چنانچہ وہ شخص اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس لایا اور اُس کے تن نجس میں اتنی چربی تھی کہ اس کو لوگوں نے تمام رات جلایا۔ ابن زیاد کا ایک غلام مہران نامی تھا، ابن زیاد اس کو بہت دوست رکھتا تھا، جب اُس نے یہ دیکھا تو قسم کھائی کہ تمام عمر چربی نہیں کھائے گا، صبح کو ابراہیم کے لشکر نے ابن زیاد کے لشکر میں جو مال غنیمت ملا قبضہ میں کیا اور یہ غلام کسی طرح شام بھاگ جانے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے جب عبدالملک بن مروان نے ابن زیاد کا حال پوچھا، تو اُس نے کہا کہ جب جنگ شروع ہوئی تو ابن زیاد نے حملہ کیا پھر پلٹ کر مجھ سے پانی لیا اور اپنے جسم پر اور گھوڑے کی پیشانی پر چھڑکا اس کے بعد وہ دوبارہ لشکر میں گھس گیا، اُس کے بعد میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا! جنگ کے خاتمہ پر ابراہیم نے ابن زیاد اور اُس کے دوسرے اصحاب کا سر مختار کے پاس بھیجا۔ مختار اُس وقت کھانا کھا رہے تھے، دیکھتے ہی شکر خدا ادا کیا کہ امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک بھی جس وقت اُس ملعون کے سامنے لایا گیا تھا تو یہ شقی بھی کھانا کھا رہا تھا۔
راوی کہتا ہے کہ اسی اثناء میں ایک سفید سانپ نمودار ہوا جو سروں کو لانگتا ہوا ابن زیاد کے سر کے پاس آیا اور اُس کی ناک میں داخل ہوا، پھر کان سے نکل گیا، پھر کان میں جا کر ناک سے نمودار ہوا، مختار جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اُٹھ کر ابن زیاد کے سر پر ٹھوکر ماری۔ پھر جوتی اپنے غلام کو دی کہ دھولا، کیونکہ میں نے اس کو اس کافر کے چہرے سے مس کیا ہے۔ اس کے بعد مختار کوفہ واپس آگئے اور ابن زیاد، حصین بن نمیر، شراحیل بن ذی الکلاع، عبدالرحمٰن بن ابو عمیر ثقفی، عبداللہ بن شداد، سائب بن مالک اشعری کے سروں کو مدینہ میں حضرت محمد بن حنفیہ کی خدمت میں بھیجا، امام زین العابدین علیہ السّلام اِن دنوں مکہ میں تشریف رکھتے تھے۔ مختار نے ان سروں کے ساتھ اس مضمون کا ایک خط لکھا تھا۔ اَمّا بعد! میں نے آپ کے انصار اور شیعوں کو آپ کے دشمنوں کی طرف بھیجا تاکہ ان سے جنگ کر کے آپ کے مظلوم شہید بھائی کا انتقام لیں، پس یہ لوگ نعم واندوہ روانہ ہوئے تو ان لوگوں کو مقام نصیبین میں پالیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو

---

[1] ابن زیاد اپنے ناسور کی وجہ سے مشک لگایا کرتا تھا۔ ج نمبر ۔ ۱۲ منہ

ہلاک کیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، حضرت محمد حنفیہ کو جب یہ سر ملے تو آپ نے ابنِ زیاد کا سر امام زین العابدین علیہ السّلام کو مکّہ بھجوا دیا۔ جب یہ سر وہاں پہنچا تو اُس وقت آپ بھی کھانا نوش فرما رہے تھے، آپ نے بھی اس سر کو دیکھ کر وہی کلام ارشاد کیا جو مختار نے کہا تھا، آپ نے فرمایا جب میرے بابا کا سر اور مَیں ابنِ زیاد کے پاس لے جایا گیا تو یہ شقی بھی کھانا کھا رہا تھا، اُس وقت میں نے خالقِ اکبر کی درگاہ میں دعا کی تھی کہ اے پالنے والے مجھ کو دنیا سے نہ اُٹھانا جب تک کہ ابنِ زیاد کا سر بھی مجھے اسی طرح دکھا نا جس طرح اس نے میرے باپ کا سر دیکھا ہے۔ الحمدللہ کہ خدا نے میری دعا سُن لی۔ آپ نے وہ سر پھینکوا دیا، پھر وہ عبداللہ بن زبیر کے پاس لے جایا گیا۔ عبداللہ بن زبیر نے اس سر کو اپنے نیزہ پر آویزاں کیا۔ ہوا نے اس سر کو زمین پر گرا دیا، اتنے میں ایک پردہ کے پیچھے سے ایک سانپ ظاہر ہوا اور اُس نے ابنِ زیاد کی ناک کو کاٹا، لوگوں نے اس کو دوبارہ نیزے پر رکھ دیا مگر ہوا نے پھر گرا دیا، پھر سانپ نے اس کی ناک کو کاٹا، غرض اسی طرح تین دفعہ ہوا، آخر میں ابنِ زبیر کے حکم سے وہ سر مکّہ کی ایک گھاٹی میں پھینک دیا گیا۔

مختار سے کچھ لوگوں نے ابنِ زیاد کے معاملہ میں سفارش کی تھی، ناچار انھوں نے اس کو امان دیدی تھی، مگر اس شرط پر کہ کوفہ سے باہر نہیں جائے گا اور اگر جائے گا تو اس کا خون بدر ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص عمرِ سعد کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ مختار نے ایک قاتلِ حسینؑ کے قتل کرنے کی قسم کھائی ہے، میرا گمان ہے کہ وہ تُو ہے۔ یہ سنکر پسرِ سعد ڈرا اور کوفہ سے نکل بھاگا اور مقامِ حمام میں آکر چھپ گیا، اس پر کسی نے اس سے کہا کہ تیرا خیال ہے کہ تُو مختار سے چھپ سکے گا۔ یہ سُنکر وہ پھر رات کے وقت کوفہ میں واپس آگیا اور اپنے گھر میں چلا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ صبح کے وقت میں مختار کے دربار میں گیا۔ اتنے میں ہیثم بنِ اسود داخل ہوا، اس کے بعد ہی حفص ابنِ زیاد کا بیٹا بھی آیا، اور اُس نے مختار سے کہا کہ میرے باپ نے کہا ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو قرارداد ہوئی تھی کہاں گئی؟ اور اب کیوں میرے قتل کا ارادہ کیا ہے، مختار نے کہا تشریف رکھیے۔ پھر آواز دی کہ عمرہ کہاں ہے۔ اس آواز پر ایک پستہ قد شخص ہتھیار جھنجھناتا داخل ہوا۔ مختار نے اُس کے کان میں کچھ کہا اور دو آدمیوں کو اس کے ساتھ بھیجا۔ راوی کہتا ہے کہ میرا خیال تھا کہ ابھی وہ ابنِ سعد کے گھر بھی نہ پہنچے ہوں گے کہ اُس کا سر مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ مختار نے اس کے بیٹے سے کہا کہ اس سر کو پہچانتے ہو؟ اُس نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ مختار نے جلّاد سے کہا

کہ اے عمرہ! اس کو بھی باپ کے پاس پہنچادو، چنانچہ وہ بھی قتل کر دیا گیا۔ مختار نے کہا عمر حسینؑ کے بدلہ میں اور حفص علی بن الحسینؑ کے بدلہ میں اگر چہ یہ ان کا بدل کیسے ہو سکتا ہے۔ ابنِ سعد کے مارے جانے کے بعد مختار کے انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ انھوں نے اعلان کر دیا کہ میرے لئے کھانا پینا حرام ہے جب تک قاتلانِ حسینؑ سے خونِ حسینؑ کا بدلہ نہ لے لوں، اور ان میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑوں۔ پھر تو ان میں سے ایک ایک کو پکڑ کر لایا جانے لگا اور قتل ہونے لگا۔ جس کے متعلق بھی لوگ کہتے تھے کہ یہ قاتلانِ حسینؑ سے ہے یا اُن کا مددگار ہے، مختار اُس کی گردن اُڑا دیتے تھے، مختار کو کسی نے یہ خبر پہنچائی کہ شمر ذی الجوشن امام حسین علیہ السّلام کے کچھ اونٹ کوفہ میں لایا تھا اور ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت گھروں میں تقسیم کیا تھا۔ مختار نے پتہ لگا کر ان گھروں کو مسمار کرادیا اور اُن کے مکینوں کو بھی مار دیا۔ مختار کے پاس عبداللہ بن اسد جہنی، مالک بن ہشیم حمل بن مالک گرفتار کر کے لائے گئے۔ مختار نے ان سے کہا کہ اے دشمنانِ خدا! بتلاؤ حسینؑ کے ساتھ تم نے کیا کیا؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم کو تو اُن سے جنگ کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ مختار نے کہا تم نے اتنا ہی احسان کیا ہوتا کہ ان کو بوقتِ آخر تھوڑا پانی پلا دیا ہوتا۔ پھر مختار نے مالک سے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے تو اُن حضرتؑ کی کلاہِ مبارک لے گیا تھا اس نے کہا نہیں میں نہیں لے گیا تھا۔ مختار نے کہا تو ہی لے گیا تھا، مختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر تڑپنے دیا جائے، چنانچہ اسی طرح کیا گیا، یہاں تک کہ اس کو موت آئی۔ دوسرے دو آدمیوں کی گردن زدنی کا حکم دیا۔ فراد بن مالک، عمرو بن خالد، عبدالرحمٰن بجلی اور عبداللہ بن قیس خولانی، جب یہ لوگ مختار کے پاس لائے گئے تو اُن سے کہا اے صالحین کے قاتلو! اللہ کی پھٹکار تمھارے اوپر! تم امام حسین علیہ السلام کی خوشبوئیں لُوٹ کر لائے تھے۔ پھر حکم دیا کہ ان کو سرِ بازار قتل کیا جائے۔ مختار نے ہانی کے فرزند معاذ کندی اور ابو عمرۃ کیسانی کو خولی کے گھر بھیجا۔ یہ ملعون حسینؑ کا سرِ مبارک ابنِ زیاد کے پاس لایا تھا، خولی پاخانہ میں چھپ گیا، اندر گئے تو دیکھا اُس نے ایک زنبیل اوڑھ رکھی ہے۔ اس کو گرفتار کر کے مختار کی طرف لے چلے تو مختار کچھ سواروں کے ساتھ راستے میں آتے ہوئے ملے، وہ اس کو اس کے گھر کی طرف لے گئے اور اُسی کے پاس اُس کو قتل کر دیا اور اس کی لاش جلادی۔ پھر اس کے بعد مختار نے شمر بن ذی الجوشن کو تلاش کیا، وہ ملعون جنگل میں بھاگ گیا، مختار نے ابو عمرۃ کو اس کے پیچھے روانہ کیا۔ جنگل میں اُس سے مع اس کے اصحاب کے مڈبھیڑ ہوگئی اور اس نے بڑی جنگ کی آخر میں زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور مختار کے پاس بھیجا گیا، مختار نے اس کو قتل کر کے کھولتے ہوئے

تیل میں ڈال دیا اور اس کا تنِ نجس پاش پاش ہو گیا، مختار کے غلام حارثہ بن مضرب نے اس کے سر اور چہرہ کو پیروں سے کچلا۔ غرض مختار اسی طرح قاتلانِ حسینؑ چُن چُن کر قتل کرتے رہے یہاں تک کہ اُن میں سے خلقِ کثیر ماری گئی، جو باقی بچے وہ اِدھر اُدھر بھاگ نکلے، مختار نے اُن کے گھروں کو منہدم کروا دیا۔ بہت سے غلاموں نے بھی اس کارِ خیر میں مختار کا ساتھ دیا اور اپنے آقاؤں کو قتل کر دیا جنھوں نے قاتلانِ حسینؑ کے قتل کرنے میں شرکت کی تھی۔ مختار نے اس صلہ میں ان کو آزاد کر دیا۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مذمتِ مختار کی حدیث باب مصالحت امام حسن علیہ السلام میں گزر گئی۔[۱]

قصص الانبیاء میں سماعہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب قیامت برپا ہو گی تو رسولِ خداؐ، امیر المومنینؑ، حسنؑ و حسینؑ علیہم السّلام جہنم کے کنارے جائیں گے۔ اس وقت ایک شخص جہنم میں سے تین دفعہ آواز دے گا "اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" (یا رسول اللہ! میری مدد کو پہنچیے) لیکن رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کو کوئی جواب نہیں دیں گے، پھر وہ حضرت علیؑ کو پکارے گا وہ بھی جواب نہیں دیں گے، پھر وہ امام حسنؑ کو آواز دے گا وہ بھی نہ سنیں گے، آخر میں وہ امام حسین علیہ السلام کو آواز دے گا اور کہے گا: "یا حسینؑ! آپ میری مدد کیوں نہیں کرتے، میں نے آپ کے دشمنوں کو قتل کیا ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السّلام عقاب کی طرح جھپٹ کر اُسے آتشِ جہنم سے باہر نکال لیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے پوچھا میرے والدین نثار! یہ کون شخص ہوگا! آپ نے جواب میں فرمایا: مختار! میں نے کہا مختار اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی جہنم میں جائیں گے! فرمایا ہاں! کیونکہ اُن کے دل میں دو منافقوں کی محبت تھی، قسم بخدا اگر جبرئیل و میکائیل کے دل میں بھی ان کی ذرّہ برابر محبت ہو تو وہ بھی جہنم میں چلے جائیں گے۔[۲]

---

[۱] اور وہ حدیث یہ ہے کہ مختار نے اپنے چچا سے کہا تھا کہ امام حسنؑ کو گرفتار کر کے معاویہ کو دیدینا چاہیئے۔ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے حُر کی طرح پہلے ان کو بھی امامؑ کی معرفت نہ ہو، یا یہ جملہ انھوں نے اپنے چچا کو آزمانے کے لئے کہا ہو۔ مختار کے متعلق دونوں طرح کی احادیث اور ان پر ہمارا فیصلہ آگے آئے گا۔ مزید حالات ہماری کتاب "خدا کی تلوار" میں ملاحظہ ہوں۔ الجزائری ۱۲

[۲] یہ حدیث خود اپنے غلط ہونے کی گواہی دے رہی ہے کیونکہ اللہ کے پیاروں اور اللہ کے دشمنوں کی محبت ایک دل میں اکٹھا نہیں ہو سکتی۔ اگر مختار کو منافقین سے ذرہ برابر بھی لگاؤ ہوتا تو وہ انتقامِ خونِ حسینؑ میں اتنی جانفشانی نہ کرتے۔ دوسری معتبر احادیث اس حدیث کی رد میں آگے آنے والی ہیں، جن میں معصومؑ نے مختار کے لئے صریحاً دعائے خیر فرمائی ہے، لہٰذا جو وجہ مصنف علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے وہ بھی قابلِ قبول نہیں، اس لئے اس کو ترک کیا۔ جزائری ۱۲

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام سے منقول ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس طرح بنی اسرائیل میں سے بعض نے اطاعتِ الہٰی اختیار کی اور بزرگی پائی اور بعض نے گناہ کئے اور ذلیل ہوئے، اسی طرح تم بھی ہوگے۔ لوگوں نے کہا ہم میں سے کون لوگ گنہگار ہیں؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جن کو ہم اہلبیتؑ کی تعظیم اور ادائے حقوق کا حکم دیا گیا، لیکن انھوں نے خیانت کی اور ہمارے حقوق کا انکار کیا، اور ہماری اولاد کو قتل کیا جو اولادِ رسولؐ ہے، درانحالیکہ ان کو ان کی عزّت و تعظیم کا حکم دیا گیا تھا، لوگوں نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں! یہ برحق خبر ہے اور ہونے والی بات ہے! میرے یہ دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ قتل کئے جائیں گے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، سیصیب الَّذِیْنَ ظلموا رجزا فِی الدُّنْیَا ہ جن لوگوں نے ظلم کیا ہے دنیا ہی میں اُن پر عذاب نازل ہوگا، اور وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اُن کو مسلط فرمائے گا جو ہمارا انتقام لیں گے، اور اُن کا وہی انجام ہوگا جو بنی اسرائیل کا انجام ہوا تھا۔ لوگوں نے پوچھا: وہ انتقام لینے والا کون ہوگا؟ حضرت نے فرمایا: حضرت نے فرمایا قبیلۂ ثقیف کا ایک نوجوان جس کا نام مختار بن ابوعبیدہ ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد کے تھوڑے عرصہ بعد ہی مختار پیدا ہوئے۔ جب حجاج بن یوسف ثقفی کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے پوچھا، کون کہتا ہے؟ لوگوں نے امام زین العابدین علیہ السّلام کا نام لیا۔ یہ سُنکر اُس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ نے ایسا نہیں فرمایا اور نہ ہی علیؑ بن ابی طالب نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے منسوب کی ہے البتہ علی بن الحسین (معاذ اللہ) ایک مغرور لڑکے ہیں اور خرافات کہتے ہیں اور ان کے تابعین ان خرافات کو سن کر دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ (امنہ سے یہ کہا اور عمل یہ کیا کہ) مختار کو بلا کر حکم دیا اس کی گردن مار دی جائے۔ چنانچہ سر کاٹنے والا چمڑہ بچھایا گیا اور اس پر مختار بٹھائے گئے، اب غلام ہر طرف بھاگتے پھرتے تھے۔ کسی طرح تلوار نہ آتی تھی، حجاج نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ غلاموں نے جواب دیا: تلوار خزانہ میں ہے اس کی کنجی کہیں کھو گئی۔ مختار نے یہ دیکھ کر کہا: کہ حجاج! عبث کوشش نہ کر تو مجھ کو ہرگز قتل نہیں کر سکتا، ہرگز رسولِ خدا کا ارشاد غلط نہیں ہو سکتا، اور اگر تو نے مجھ کو قتل کر بھی دیا تو خدا مجھ کو پھر زندہ کرے گا۔ تاکہ میں تم میں سے تین لاکھ تراسی ہزار مردودوں کو واصلِ جہنم کروں۔ حجاج نے مختار کی بات کی طرف اعتنا نہ کی اور درباریوں میں سے ایک سے کہا کہ تم اپنی تلوار جلاد کو دیدو، اُس نے تلوار دیدی۔ حجاج جلدی کرنے لگا، جلاد کو کچھ ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا، تلوار اُلٹ کر اُسی کے پیٹ میں داخل ہوگیا اور مر گیا۔ اُس کے بعد دوسرا جلاد آگے بڑھا، اُس نے تلوار لے کر مختار کی گردن پر جو

وار کرنا چاہا تو اُس کو ایک بچھو نے کاٹ لیا وہ بھی وہیں زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور مر گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ بچھو ہے تو اُس کو مارا۔ مختار نے پھر کہا اے حجاج! میں کہہ چکا کہ تو میرے قتل پر قادر نہیں ہے، وائے ہو تجھ پر کہ تجھ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نزار بن معد بن عدنان نے شاپور ذوالاکتاف سے اس وقت کیا کہا تھا جبکہ وہ عربوں کو بے دریغ قتل کر رہا تھا اور ان کو تہ وبن سے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ نزار نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے زنبیل میں رکھ کر ذوالاکتاف کی راہ میں ڈال دو، لڑکوں نے ایسا ہی کیا، جب اُس کی نظر اس پر پڑی تو اُس نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا، میں ایک عرب ہوں! تجھ سے اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ تو عربوں کو بے جرم و خطا کیوں قتل کر رہا ہے، جو لوگ تیری سلطنت میں رخنہ اندازی کرتے تھے وہ مارے جا چکے اب بس کر۔ اس نے جواب دیا: میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ ان لوگوں میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام محمدؐ ہے وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور عجم کی سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ میں ان لوگوں کو اس لیے مار رہا ہوں تاکہ وہ پیدا نہ ہوسکے۔ نزار نے جواب دیا: یہ جو تو نے پڑھا ہے اگر جھوٹی کتابوں نے ایسا کہا ہے تو ان بے گناہوں کو کیوں مارتا ہے۔ اور اگر سچی کتابیں ایسا کہتی ہیں تو چاہے جتنے لوگ قتل کرے خدا اس اصل کی حفاظت کرے گا جس سے اس کو پیدا ہونا ہے، کیونکہ خدا کا فیصلہ پورا ہو کر رہے گا، چاہے ان میں سے ایک آدمی بھی باقی رہ جائے۔ یہ سنکر ذوالاکتاف نے کہا کہ یہ نزار (لاغر) سچ کہتا ہے، عربوں پر سے ہاتھ اٹھا لو، لہٰذا ان لوگوں نے عربوں کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح سے اے حجاج! اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ میں اُس وقت تک نہیں مروں گا جب تک تم میں سے تین لاکھ تراسی ہزار کو نہ مار لوں، کیونکہ قولِ رسولؐ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ حجاج جو بغور مختار کی تقریر سن رہا تھا پریشان ہو کر پھر جلاد سے بولا مار اس کی گردن کیا دیکھتا ہے۔ مختار نے کہا یہ مجھ کو نہ مار سکے گا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اب تو خود اُٹھ اور مجھ کو مار تاکہ تجھ کو بھی بچھو ڈنک مارے اور تو بھی واصلِ جہنم ہو۔ جلاد نے پھر تلوار بلند کی اور چاہتا تھا کہ اس کو گرائے، ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کا ایک خاص آدمی عبدالملک کا ایک خط لئے دربار میں داخل ہوا اور دور ہی سے چلایا کہ ٹھہر جاؤ! مختار کو قتل نہ کرنا۔ اس نے آکر حجاج کے ہاتھ میں وہ خط دیا۔ اس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اے حجاج! ہمارے پاس ابھی ابھی خط لے کر کبوتر گرا ہے جس میں یہ خبر ہے کہ تو نے مختار کو گرفتار کر لیا ہے اور اُس کو قتل کرنا چاہتا ہے، کیونکہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ وہ بنی اُمیہ کے ناصروں میں سے تین لاکھ تراسی ہزار آدمی قتل کرے گا۔ لہٰذا جب تجھ کو میرا

خط ملے تو اس کو فوراً رہا کر دینا اور سوائے اچھائی کے اور کوئی سلوک اُس سے نہ کرنا کیونکہ یہ میرے بھائی ولید کے بچّے کی دایہ کا شوہر ہے اور ولید نے اُس کی سفارش کی ہے۔ جو کچھ اُس نے کہا ہے اگر غلط ہے تو ایک غلط خبر کے لئے ایک مُسلم کے قتل کے کوئی معنی نہیں اور اگر سچ ہے تو تو قولِ رسولؐ کی تکذیب نہیں کر سکتا۔ حجّاج نے مجبور ہو کر مختار کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد بھی مختار لوگوں میں یہی مشہور کرتے رہے کہ میں خونِ حسینؑ کا انتقام لوں گا، اور بنی اُمیّہ کو قتل کروں گا۔ جب اُن کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں تو حجّاج نے ان کو پھر گرفتار کروالیا اور قتل کرنے کی دھمکی دی، مختار نے پھر وہی کہا کہ تو اپنے عمل سے الہٰی فیصلہ کی مخالفت نہ کر۔ حجّاج نے نہ مانا اور جلّاد کو حکم دیا کہ مختار کا سر تن سے جُدا کر دے۔ وہ مارنا چاہتا تھا کہ پھر ایک کبوتر گرا جس کے ساتھ عبدالملک کا ایک خط تھا جس میں تھا کہ "اے حجّاج! مختار سے معترض نہ ہو کیونکہ وہ ابنِ ولید کی مرضعہ کا شوہر ہے۔ اگر وہ سچ کہہ رہا ہے تو تو اُس کو قتل نہ کر سکے گا جس طرح دانیال بخت نصر کو قتل نہ کر سکے جس کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کو بنی اسرائیل کا قتلِ عام کروانا تھا۔ حجّاج نے دوبارہ مختار کو رہا کر دیا اور تہدید کی کہ اب اس قسم کی گفتگو نہ کرنا۔ مگر مختار نے اپنی حرکت نہ چھوڑی۔ حجّاج کو جب پتہ چلا تو اُس نے پھر اُن کو گرفتار کرنے کے لئے اپنے آدمی بھیجے مگر مختار روپوش ہو گئے، ایک مدّت کے بعد پھر گرفتار ہو کر حجّاج کے سامنے پیش ہوئے پھر اُس نے ان کو مارنا چاہا تو تیسری دفعہ پھر عبدالملک کا خط آیا جس میں قتلِ مختار کی ممانعت تھی۔ حجّاج نے ابھی مختار کو قید کر دیا اور عبدالملک کو خط لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ آپ ایک ایسے شخص کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ انصارِ بنی اُمیّہ میں سے اتنے ہزار آدمیوں کو مارے گا۔ عبدالملک نے جواب میں لکھا کہ تو بھی کیسا جاہل آدمی ہے، اگر اس کی یہ بات غلط ہے تو ہم اس کو بچا کر اس کے حق کا لحاظ کیوں نہ کریں جس نے ہماری خدمت کی ہے، اور اگر درست ہے تو پھر بھی ہم کو اس کی پرورش کرنا چاہیئے جس طرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس پر مسلّط کیا۔ پس حجّاج نے مختار کو عبدالملک کے پاس روانہ کر دیا اور مختار سے وہ واقعات ظہور پذیر ہوئے جو لوگوں کو معلوم ہیں اور انھوں نے جن کو قتل کرنا تھا قتل کیا۔

لوگوں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کی کہ یا ابنِ رسولؐ اللہ! امیرالمومنین علیہ السّلام نے یہ خبر تو دی لیکن یہ نہیں بتایا کہ مختار کب خروج کریں گے اور کس کس کو قتل کریں گے۔ حضرت نے فرمایا میں یہ بتلائے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، آج فلاں روز ہے، پورے تین برس کے بعد عبیداللہ بن زیادؑ شمر ذی الجوشن کے سر فلاں فلاں روز میرے سامنے لائے جائیں گے، میں اُس وقت کھانا کھاتا ہوں گا

اور اُن کو دیکھوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ جیسا حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ ایک روز حضرتؑ کھانا تناول فرما رہے تھے، آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا لو خوش ہو تم یہاں کھانا کھا رہے ہو، اور اُدھر بنی اُمیہ کے ظلم کی کھیتی کاٹی جا رہی ہے۔ لوگوں نے کہا کہاں؟ فرمایا فلاں مقام پر مختار ان کو قتل کر رہا ہے اور عنقریب فلاں دن دو سر کاٹ کر میرے سامنے لائے جائیں گے۔ چنانچہ جب وہ دن آیا تو وہ دونوں سر لائے گئے۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر دسترخوان پر بیٹھنا چاہتے تھے، سروں کو دیکھ کر سجدۂ شکر میں گر پڑے اور ارشاد فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یُمِتْنِیْ حَتّٰی اَرَانِیْ۔ شکر ہے اُس کا جس نے مجھ کو دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھایا جب تک اِن کے سر نہ دکھا دیئے۔ پھر آپ نے کھانا شروع کیا اور ان سروں کو دیکھتے جاتے تھے، کھانے کے بعد جب شیرینی کھانے کا وقت آیا تو اتفاق سے شیرینی نہیں آئی کیونکہ سب نے سروں کے آنے کی خبر سنکر گھر کا کام کاج چھوڑ دیا تھا، حضرت کے اصحاب نے کہا کہ کیا آج شیرینی نہیں آئے گی۔ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ بھائی آج تو ہمارے لئے ان سروں کو دیکھنے سے بڑھ کر کوئی شئے شیریں نہیں ہے۔

سدیر نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: لَا تَسُبُّوا الْمُخْتَارَ فَاِنَّهٗ قَدْ قَتَلَ قَتَلَتَنَا وَطَلَبَ ثَارَنَا وَزَوَّجَ اَرَامِلَنَا وَقَسَّمَ فِیْنَا الْمَالَ عَلَی الْعُسْرَةِ۔ مختار کو بُرا نہ کہو کیونکہ اُس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا، ہمارے خون کا انتقام طلب کیا، ہماری بیواؤں کی شادیاں کروائیں اور ہم میں مال تقسیم کیا جبکہ ہم نادار تھے۔

حبیب خثعمی نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مختار امام زین العابدین علیہ السّلام پر جھوٹ باندھا کرتے تھے[1] نیز اسی کتاب میں عبداللہ بن شریک سے روایت ہے، کہ میں عید قرباں کے روز امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے اور کسی شخص کو سر تراشنے کے لئے بلوا بھیجا تھا، میں حضرتؑ کے سامنے بیٹھ گیا، اتنے میں اہلِ کوفہ میں سے ایک بزرگ داخل ہوئے، انھوں نے حضرت کا ہاتھ لے کر چومنا چاہا تو حضرت نے منع کیا، پھر آپ نے فرمایا، تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میرا نام ابو محمد حکم ہے اور مختارِ ثقفی کا فرزند ہوں۔ یہ سُن کر حضرتؑ نے اپنا ہاتھ اُن کی طرف بڑھایا اور اتنا نزدیک کیا کہ معلوم ہوتا تھا اپنی آغوشِ مبارک میں بٹھانا چاہتے ہیں جبکہ پہلے چومنے کے لئے ہاتھ دینے میں بھی تامل فرمایا تھا، بیٹھنے کے بعد حکم بن مختار نے

---

[1] مذمتِ مختار کی روایات دشمنوں کی خود ساختہ ہیں، یا امام نے بعالم تقیہ ایسا فرمایا ہوگا۔ تفصیل کے لئے "خدائی تلوار" کا مطالعہ کریں جس میں مختار کی برأت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جزائری ۱۲

کہا کہ مولا! لوگ میرے باپ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے رہتے ہیں لیکن خدا کی قسم آپ جو بھی فرمائیں گے مان لوں گا۔ حضرت نے فرمایا لوگ کیا کہتے ہیں؟ حکم نے کہا کہ ان کو کذّاب کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اب آپ جو حکم دیں اس پر عمل کروں گا۔ یہ سنکر حضرت نے فرمایا: سبحان اللہ! میرے والد نے تو مجھ سے یہ فرمایا ہے کہ میری والدۂ ماجدہ کا مہر بھی اُس مال سے ادا کیا گیا جو مختار نے بھیجا تھا، کیا مختار نے ہمارے گھروں کی تعمیر نہیں کی؟ کیا انھوں نے ہمارے قاتلوں کو نہیں مارا اور ہمارے خونِ ناحق کا بدلہ نہیں لیا، فَرَحِمَهُ اللهُ پس اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت فرمائے۔ میرے والد نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مختار کو فاطمہ بنتِ علیؑ سے تکلّم کا شرف حاصل تھا، وہ ان کی خدمت کرتے اور بچھونا تک بچھاتے تھے اور انھیں سے مختار نے احادیث لی ہیں، اس کے بعد حضرتؑ نے دو مرتبہ فرمایا رَحِمَ اللهُ آبَاكَ خدا تیرے باپ پر رحم کرے اُنھوں نے کسی کو ہمارا حق لئے بغیر نہ چھوڑا، انھوں نے ہمارے قاتلوں کو ہلاک کیا اور ہمارا قصاص طلب کیا۔

اسی کتاب میں یونس بن یعقوب نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ مختار نے عراق سے امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں خط کے ساتھ کچھ ہدایا بھیجے۔ جب یہ لوگ حضرتؑ کے دروازے پر پہنچے تو اندر آنے کی اجازت چاہی تو دربان نے نکل کر کہا کہ حضرت فرماتے ہیں میرے دروازے سے چلے جاؤ میں نہ تو کذّابین کے ہدیئے قبول کرتا ہوں نہ اُن کا خط پڑھتا ہوں۔ پھر ان لوگوں نے لفافہ پر سے حضرت کا نام مٹا کر لکھ دیا: مہدی محمد بن علی (حنفیہ) کی طرف۔ اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس خط میں مختار کے قلم سے میرے والد کے لئے صرف اتنا لکھا کہ يَا ابْنَ خَيْرِ مَنْ طَشَىٰ وَمَشَىٰ (اے اُس کے فرزند جو زندگی کرنے والوں اور گزرنے والوں میں بہترین تھا) ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ "مشیٰ" تو میں سمجھا یہ "طشیٰ" کیا ہے؟ آپ نے فرمایا طشیٰ کے معنی حیات کے ہیں۔ (مصنّف علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں کہ میرے پاس اُس وقت جو لغت کی کتابیں ہیں اُن میں طشیٰ کے معنیٰ مجھ کو کبھی نہیں ملے[1]

نیز اسی کتاب میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے مختار کو حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے زانوئے مبارک پر بیٹھے دیکھا۔ حضرت ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے يَا كَيِّسُ يَا كَيِّسُ (اے زیرک، اے زیرک)۔

---

[1] اس قسم کی روایتوں کو علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری تازہ کتاب "خدائی تلوار" درحالات مختار ملاحظہ ہو۔ ج۔ ز۔ ۱۴

اسی کتاب میں جارود بن منذر نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ہمارے خاندان میں سے کسی ہاشمیہ نے نہ کنگھی کی نہ خضاب لگایا یہاں تک کہ مختار نے قاتلانِ حسینؑ کے سر ہمارے پاس بھیجے۔

اسی کتاب میں عمر بن علی سے روایت ہے کہ جس وقت ابنِ زیاد اور عمرِ سعد کا سر امام زین العابدین علیہ السّلام کے سامنے لایا گیا تو اُس کو دیکھتے ہی آپ سجدہ شکر میں گر پڑے اور یہ الفاظ زبانِ مبارک پر جاری کئے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَدْرَكَ لِیْ ثَارِیْ مِنْ اَعْدَائِیْ وَجَزَی الْمُخْتَارَ خَیْرًا۔ (شکر ہے اُس خدائے قادر کا جس نے میرے دشمنوں سے انتقام لیا، خدا مختار کو جزائے خیر دے۔

اسی کتاب میں عمر بن علیؑ سے روایت ہے کہ مختار نے علی بن الحسین علیہم السّلام کے پاس بیس ہزار دینار بھجوائے جن کو آپ نے قبول فرمایا اور اس سے عقیل بن ابوطالبؑ کا گھر تعمیر کر دیا اور دوسرے بنی ہاشم کے گھر بنوائے جو منہدم ہو گئے تھے۔ عمر بن زین العابدینؑ کہتے ہیں کہ پھر مختار نے وہ کچھ کہنا شروع کیا جو کہا۔ اس کے بعد پھر انھوں نے چالیس ہزار دینار بھیجے، وہ حضرت نے واپس کر دیئے اور قبول نہیں کئے۔ یہ مختار وہی ہیں جنھوں نے لوگوں کو محمد حنفیہ کی بیعت کی دعوت دی اور ان لوگوں کا نام کیسانیہ اور مختاریہ رکھا گیا، کیونکہ مختار کا لقب کیسان تھا۔ مختار کے کوتوال پولیس ابوعمرہ کا لقب بھی کیسان تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت علیؑ کے غلام کیسان کا ہمنام تھا۔ ابوعمرہ ہی نے دراصل مختار کو طلبِ خونِ حسین علیہ السلام پر آمادہ کیا تھا اور اُن کے قاتلوں کو تلاش کرنے میں مختار کی مدد کی تھی۔ یہ مختار کا رازدار اور اُن کا داہنا بازو تھا، اس کو جونہی پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں گھر میں قاتلانِ حسینؑ میں سے کوئی ہے تو اُس کو قتل کر کے دم لیتا تھا، اُس کے گھر کو منہدم کروا دیتا تھا اور جو ذی روح اس گھر میں ملتا اس کو بھی قتل کر دیتا تھا، کوفہ میں جتنے منہدم گھر تھے وہ اسی نے گرائے تھے۔ اہلِ کوفہ کے لئے یہ شخص ضرب المثل بن گیا تھا۔ جب بھی کوئی مفلس ہو جاتا تھا وہ کہتے تھے دَخَلَ اَبُوْعُمْرَةَ بَیْتَهٗ: (اُس کے گھر میں گویا ابوعمرہ آ گیا)۔

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت کے راز برابر محفوظ رہے، یہاں تک کہ وہ اولادِ کیسان کے ہاتھ میں پڑ گئے، پھر تو انھوں نے ان رازوں کو کوچہ و بازار میں بیان کرنا شروع کر دیا۔

تہذیب میں مرسل سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ پُل پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آگے آگے اور حضرت علی و امام حسن و امام حسین علیہم السّلام اُن کے پیچھے پیچھے چلیں گے، جب بیچ میں پہنچیں گے تو مختار پکار کر کہیں گے یا حسینؑ میں نے آپ کے خون کا بدلہ لیا ہے۔ حضرت رسالتمآبؐ امام حسینؑ سے فرمائیں گے کہ مختار کو جواب دو۔ یہ سنکر امام حسین علیہ السّلام عقاب کی طرح جھپٹ کر مختار کو آتشِ جہنم سے نکال لائیں گے۔ اور ان کا جسم جھلس چکا ہوگا، اور اگر اُن کے دل کو چیرا جاتا تو ان دو کی محبت اس میں پاتا۔ (مصنف علیہ الرحمہ) اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ ان دو سے مراد ممکن ہے کہ دو منافق ہوں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد حسن و حسین علیہم السلام ہوں۔ پہلی توجیہ کی بناء پر یہ دخولِ نار کی علت ہوگا۔ اور دوسرے قول کی بناء پر خروج از نار کا سبب بنے گا۔ یعنی حسنینؑ کی محبت نے مختار کو آتشِ جہنم سے نکالا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ریاست و مال کی محبت ہے، اور توجیہِ اوّل درست ہے۔

شیخ حسن بن سلیمان نے کتاب مختصر میں بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے مختار نے امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، آپ نے ان کو قبول کرنے میں کراہت محسوس کی اور واپس کرنے میں بھی مختار کی ناراضگی کا خوف تھا، اس لئے اس مال کو بعینہٖ ایک مکان میں بند رکھا۔ جب مختار مارے گئے تو یہ ماجرا عبدالملک کو لکھ کر بھیج دیا۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ مال آپ کو مبارک ہو۔ اسے آپ اپنے تصرف میں لائیں۔ امام زین العابدین علیہ السّلام مختار پر لعنت بھیجا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اُس نے اللہ اور ہم پر جھوٹ باندھا ہے، کیونکہ اس کا گمان تھا کہ امام زین العابدین علیہ السّلام پر وحی[۲] آتی ہے۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد مصنّف علیہ الرحمہ نے جناب جعفر بن محمّد بن نما کا رسالہ "شرح الثار فی احوال المختار" مکمل نقل کیا ہے چونکہ وہ الگ رسالہ تھا نیز اُس کے بہت سے مطالب گذشتہ سطور میں گزر چکے اس لئے میں نے اُس کا ترجمہ کر کے علیحدہ صورت دیدی ہے اور اُس کا نام "خدائی تلوار" ترجمہ رسالہ شرح الثار فی احوال المختار رکھا ہے۔

---

[۱] یہ روایت بھی مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ج ۔ نما ۱۲

[۲] یہ روایت سند و درایت دونوں اعتبار سے قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ اس کے راوی نے "قیل" (کہا گیا ہے) کہہ کر اس کی سندی حیثیت ختم کر دی ہے۔ جبکہ معتبر روایات میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے مختار کے لئے دعائے خیر کی اور ان کا ہدیہ اور ان کی فرستادہ کنیز قبول فرمائی جس سے جناب زید کی ولادت ہوئی۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے: لَا تَسُبُّوا الْمُخْتَارَ فَإِنَّهُ قَتَلَ قَتَلَتَنَا۔ مختار کو برا نہ کہو کیونکہ اس نے ہمارے قاتلوں کو (باقی ص ۲، ۱۴۷۰)

باب ۱۳

حسینؑ مظلوم کی قبر پر اشقیائے اُمت کے مظالم اور آپکی تربت مقدسہ کے معجزات

احمد بن ہیثم کہتے ہیں کہ یحییٰ بن عبدالحمید حمانی نے اپنے گھر میں یہ واقعہ مجھ کو لکھوایا کہ :-
جس زمانہ میں موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی کوفہ کا گورنر تھا۔ میں ایک روز اپنے مکان سے باہر نکلا، راہ میں ابوبکر بن عیاش سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ابویحییٰ! آؤ ذرا اس شخص کے پاس چلیں۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اُن کی کیا مُراد ہے اور وہ مجھ کو کس کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ میں ابوبکر بن عیاش کا بہت احترام کرتا تھا اس لئے میں نے پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ ابوبکر گدھے پر سوار تھے اور میں اور لوگوں کے ساتھ پیادہ روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ ہم سب لوگ ایک گھر کے سامنے پہنچے جو عبداللہ بن حازم کے گھر کے نام سے مشہور تھا، اس گھر کے سامنے پہنچ کر ابوبکر نے مجھ سے پلٹ کر کہا :- " ابویحییٰ! میں تم کو اپنے ساتھ اس مقام تک اس لئے لایا ہوں تاکہ تم بھی سُن لو کہ میں اس بدمعاش کو کس طرح جھاڑتا ہوں۔" میں نے کہا " ابوبکر! یہ کون ہے ؟" کہا " یہی فاجر و کافر موسیٰ بن عیسیٰ ہے[1]۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا اور آگے چلنے لگا، میں بھی اس کے پیچھے چلنے لگا یہاں تک کہ ہم لوگ موسیٰ بن عیسیٰ کے عالی شان دروازے پر پہنچ گئے اور حاجب کی نظر ابوبکر پر پڑی۔ اس جگہ ایک میدان تھا جہاں لوگ اپنی سواریوں سے اُترا کرتے تھے مگر ابوبکر نہ اُترے اسی گدھے پر سوار سیدھے اندر چلے گئے اور مجھ کو بھی آواز دی " اندر چلے آؤ"، مجھ کو حاجبوں نے روکنا چاہا مگر ابوبکر نے ان کو ایک ایسی ڈانٹ پلائی کہ انھوں نے مجھ کو بھی راستہ دیدیا

[1] موسیٰ بن عیسیٰ عباسی یہ ہادی خلیفہ عباسی کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ بعد میں ہارون الرشید نے بھی اس کو کوفہ میں برقرار رکھا۔ جزائری ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) قتل کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام سے جب لوگوں نے مختار کا ساتھ دینے کے لئے سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا " کہ اگر غلام حبشی بھی ہمارا انتقام لینے اٹھے تو لوگوں پر اس کی مدد کرنا واجب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مختار نے چونکہ دشمنان آلِ محمدؐ کی خوب سرکوبی کی اور ان سے وہ انتقام لیا جو آج تک کسی نے نہیں لیا۔ اس لئے مخالفینِ آلِ محمدؐ کو ان کی ذات سے کینہ ہوا۔ خصوصاً ان کی شہادت کے بعد بنوامیہ کی حکومت رہی، اس لئے ان کی مذمت میں حدیثیں وضع کرنے کا موقع مل گیا۔ تفصیل کے لئے ہماری تازہ کتاب خدائی تلوار" ترجمہ رسالہ شرح الثانی احوال المختار۔ تالیف علامہ ابن نما ملاحظہ فرمائیں۔

جزائری ۱۲

ابوبکر اپنے گدھے پر سوار اندر چلے گئے یہاں تک کہ موسیٰ کے سامنے پہنچ گئے، وہ ایوان میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا، چاروں طرف مسلح سپاہی تلواریں لئے کھڑے تھے، موسیٰ نے جونہی ابوبکر کو دیکھا تو بڑی آؤ بھگت کی اور اپنے قریب تخت پر بٹھایا، حمانی کہتا ہے کہ میں اپنی جگہ ٹھٹکا کھڑا رہا۔ جب ابوبکر تخت پر بیٹھ چکے تو انھوں نے پلٹ کر میری طرف دیکھا، اور کہا کہ وہاں کیا کھڑے ہو میرے پاس آکر بیٹھو۔ اب موسیٰ نے بھی میری طرف دیکھا اور ابوبکر سے پوچھا کہ اس شخص کے متعلق کوئی سفارش کرنا ہے ؟ ابوبکر نے کہا نہیں، میں اسے تمھارے خلاف گواہی دینے کے لئے لایا ہوں۔ اُس نے کہا کیسی گواہی؟ ابوبکر نے کہا تم نے اُس قبر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اُس نے پوچھا کونسی قبر؟ ابوبکر نے کہا حسین بن فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر۔ موسیٰ نے اپنے آدمی بھیج کر روضۂ مبارک امام حسین علیہ السّلام کو منہدم کروادیا تھا۔ ابوبکر کا یہ سوال سنکر موسیٰ غصّہ سے اتنا پھول گیا کہ قریب تھا پیٹ پھٹ جائے۔ پھر اُس نے پوچھا تم سے کیا مطلب؟ ابوبکر نے کہا پہلے میرا ایک خواب اور اس سے متعلق سچا واقعہ سُن لو:۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اہلِ غاضریہ میں اپنے کچھ عزیزوں سے ملنے گیا، جب میں کوفہ کے پُل پر پہنچا تو دس سؤروں نے میرا راستہ روک لیا اور انھوں نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا، اُس وقت بنی اسد کے ایک شخص نے جس کو میں پہچانتا تھا، ان سؤروں سے مجھ کو بچایا۔ پھر میں آگے کو روانہ ہوا لیکن جب مقام "شاھی" پر پہنچا تو میں راستہ بھول گیا۔ وہاں پر میں نے ایک بڑھیا کو دیکھا، اُس نے پوچھا، اے شیخ کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں غاضریہ جانا چاہتا ہوں، اُس نے کہا وہ سامنے ایک وادی تم کو نظر آرہی ہے۔ میں نے کہا ہاں، اُس نے کہا سیدھے اس وادی میں چلے جاؤ، جب تم اس کو عبور کرلوگے تو راستہ مل جائے گا۔ چنانچہ میں نے اُس کے کہنے پر عمل کیا اور نینویٰ تک پہنچ گیا، وہاں میں نے ایک بہت بوڑھے شخص کو دیکھا وہ زمین پر بیٹھا ہوا تھا، میں نے اُس سے پوچھا کہ اے شیخ تم کون ہو؟ اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ اُس نے کہا: میں اسی قریہ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے کہا تمھاری عمر کیا ہوگی؟ اُس نے کہا مجھے اپنی عمر تو یاد نہیں البتہ امام حسین علیہ السّلام اور ان کا یہاں آنا مجھ کو یاد ہے۔ اس جگہ ان پر اور ان کے ساتھیوں پر بندشِ آب کی گئی تھی جبکہ کتّوں اور وحشی جانوروں تک کو پانی پینے کی کھلی آزادی تھی، میں یہ سنکر ڈر گیا، میں نے تعجب سے پوچھا، کیا واقعی تم نے واقعۂ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ اُس نے کہا بیشک اُس کی قسم جس نے آسمانوں کو بلند کیا۔ اور اے شیخ تم نے بھی اور دوسرے مسلمانوں نے اگر ان کو مسلمان کہا جاسکے ایسا ہی واقعہ دیکھا ہے جس کی وجہ سے اشکِ خونیں بہنا چاہیئے۔ میں نے کہا:۔

کونسا واقعہ؟ اُس نے کہا کہ حسینؑ مظلوم کا روضہ گرا دیا گیا اور تم نے اُس کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا۔ میں نے کہا حسینؑ کی قبر کہاں ہے؟ اس نے کہا: تم اس وقت اُس کے پاس کھڑے ہو لیکن اُس کا نشان مٹا دیا گیا ہے۔ ابوبکر بن عیاش نے کہا اس سے قبل میں نے قبرِ حسینؑ کی زیارت نہیں کی تھی۔ میں نے شیخ سے کہا کہ مجھ کو وہ جگہ دکھلا دو۔ وہ بوڑھا مجھ کو لے کر چلا، سامنے ایک چاردیواری نظر آئی جس کے دروازے پر سامنے جا کر ہم رک گئے اور ہم نے اذن طلب کیا۔ اس وقت دروازہ پر مجمع لگا ہوا تھا، میں نے دربان سے کہا کہ میں فرزندِ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ اُس نے جواب دیا کہ تم اس وقت اندر نہیں جا سکتے۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اُس نے کہا کہ اِس وقت حسین علیہ السّلام کی زیارت کے لئے ان کے جد ابراہیم خلیلؑ اللہ اور محمد مصطفےٰؐ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور ملائکہ کی ایک فوج کے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ یہ خواب دیکھ کر میں ڈرا ہوا بیدار ہوا۔ اور ایک عرصہ تک حزن واندوہ میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ اس واقعہ کو اتنا عرصہ گزر گیا کہ قریب تھا کہ میں یہ خواب بھول جاؤں۔ پھر ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ مجھ کو غاضریہ جانے کی ضرورت محسوس ہوئی، ایک شخص پر میرا قرضہ تھا، میں اُس سے اپنا قرض وصول کرنے کے لئے رختِ سفر باندھ کر بے خیالی میں غاضریہ کی طرف چل کھڑا ہوا، لیکن جونہی جسر کوفہ پر پہنچا سامنے کچھ چور نمودار ہوئے جو میرا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے، ان کی تعداد دس تھی، ان کو دیکھ کر وہ خواب مجھ کو یاد آ گیا اور خوف کی جھرجھری بدن پر طاری ہوئی۔ راہزنوں نے مجھ سے کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہو سامنے رکھ دو اور اپنی جان لے کر چلے جاؤ۔ میرے پاس زادِ راہ کے لئے کچھ مال تھا، میں نے ان سے کہا کہ افسوس ہے تم مجھ کو نہیں جانتے، مَیں ہی ابوبکر عیاش ہوں، اپنا قرض وصول کرنے غاضریہ جا رہا ہوں، تم کو خدا کی قسم میری راہ نہ کاٹو اور زادِ راہ نہ چھینو ورنہ میں اپنے سفر سے باز رہ جاؤں گا۔ اِتنے میں ان چوروں میں سے ایک نے پکار کر کہا: "خدا کی قسم! یہ میرا آقا رہ چکا ہے اس کو چھوڑ دو۔ پھر تو وہ لوگ تھوڑی دُور تک میری حفاظت کے لئے مجھ کو پہنچانے آئے (ابوبکر عیاش کہتے ہیں) میں اس واقعہ اور اپنے گذشتہ خواب پر غور کرتا اور تعجب میں مبتلا چلتا رہا، یہاں تک کہ نینوا پہنچ گیا، اِس مقام پر پہنچ کر قسم سنجدا میں نے اُس شیخ کو بعینہٖ بیٹھے دیکھا جس کو آج سے بہت قبل میں خواب میں دیکھ چکا تھا پھر میں نے اس سے خواب کی طرح اُس سے سوال کیا، اور اُس نے بالکل اسی طرح جواب دیا اور خواب کی بات میں سے سوائے اس چاردیواری اور اذن طلبی کے کوئی چیز باقی

نہ رہی۔ یہ کہہ کر ابوبکر بولے کہ اے شخص! میں نے اپنے کو قسم دے رکھی ہے کہ میں اس خواب کو ہر طرف مشہور کر دوں گا اور امام حسین علیہ السلام کی تربتِ مقدسہ کی زیارت کبھی نہ چھوڑوں گا، کیونکہ وہ جگہ جس کی زیارت کے لئے ابراہیمؑ و محمد مصطفےٰ علیہما الصلوٰۃ والسّلام، جبرئیل امین و میکائیل آئیں، اس کی زیارت کا شرف، ہر بندہ کو حاصل کرنا چاہیئے اور مجھ سے ابوحصین نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اُس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ ابوبکر سے یہ گفتگو سنکر موسیٰ کمال طیش میں آیا اور اُس نے مجھ کو اور ابوبکر کو اپنے آدمیوں سے پٹوا کر قید کروا دیا، پھر کچھ دنوں کے بعد یہ تاکید کر کے کہ یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا جائے ہم کو چھوڑ دیا۔ ابوبکر جب اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ اس واقعہ کو یاد رکھنا البتہ جہلاء سے بیان نہ کرنا جو اہلِ عقل و معرفت ہوں، اُن تک اس کو ضرور پہنچا دینا۔

ابراہیم دیزج کہتا ہے کہ مجھ کو متوکل نے کربلا میں روضۂ امام حسین علیہ السّلام کھودنے کے لئے بھیجا ساتھ ہی متوکل نے جعفر بن محمد بن عمار قاضی کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں ابراہیم دیزج کو حسینؑ کی قبر کھودنے بھیج رہا ہوں، لہٰذا تم اس کی نگرانی کر کے مجھے خبر دینا کہ اُس نے یہ کام انجام دیا، یا نہیں؛ دیزج کہتا ہے میں کربلا گیا اس کے بعد قاضی جعفر کے پاس واپس آیا۔ اُس نے پوچھا، تم نے کیا کیا۔ میں نے جواب دیا جس کام پر مجھ کو مامور کیا گیا تھا، اس کو انجام دے آیا، لیکن میں نے کوئی خاص بات وہاں نہیں دیکھی، قاضی نے کہا تم نے قبر کو گہرا کر کے دیکھا ہوتا، میں نے کہا میں نے ایسا ہی کیا تھا مگر قبر کے اندر بھی کچھ نہ ملا، یہ سنکر قاضی نے خلیفہ کو لکھا کہ ابراہیم دیزج نے قبر حسینؑ کو کھودا لیکن اس کو اس میں کچھ نہ ملا۔ اب اس نے قبر کے اوپر پانی جاری کر دیا ہے اور بیل سے ہل جتوا دیئے ہیں۔ ابوعلی عماری کہتا ہے کہ میں نے بعد کو دیزج سے حقیقتِ حال دریافت کی تو اُس نے کہا میں قبرِ حسینؑ پر اپنے مخصوص غلاموں کو لے کر گیا اور کھودنا شروع کیا۔ آخر میں ایک نئی چٹائی برآمد ہوئی اس پر امام حسین علیہ السّلام کا جسمِ اقدس تھا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے قبر دوبارہ بند کروا دی اور حکم دیا کہ اس پر پانی جاری کر دیا جائے اور ہل چلا دیئے جائیں، مگر میں نے دیکھا بیل قبر پر نہیں جاتے تھے قبر کی حد تک آ کر واپس چلے جاتے تھے۔

متوکل اور قبرِ حسینؑ

ابوعبداللہ باقطانی بیان کرتا ہے کہ مجھ کو عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان نے ہارون مصری

لعنہ دیزج متوکل کا یہودی جرنیل تھا اسلئے اس کی بات قابلِ اعتبار نہیں۔ کسی معتبر روایت میں نہیں ہے کہ امام حسینؑ کی قبر کھود دی گئی ہو۔
ج۔ ذ۔ ۱۲

کے پاس اس کا کاتب بنا کر بھیجا، ہارون اس وقت شاہی لشکر کا ایک جرنیل تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا بدن اور بال بالکل سفید ہیں لیکن اس کا چہرہ تارکول کی طرح سیاہ ہے اس پر بدبودار دانے نکلے ہوئے ہیں۔ جب میں اس سے تھوڑا بے تکلف ہوا تو میں نے اس کے چہرہ کی سیاہی کا سبب پوچھا لیکن اس نے بتانے سے انکار کیا، پھر اس کے بعد وہ مرض الموت میں گرفتار ہوا، اس وقت میں نے پھر وہی سوال دہرایا۔ اس نے کہا کہ کسی سے بیان نہ کرنا۔ میں نے کتمان کا وعدہ کیا۔ اس نے کہا کہ متوکل نے مجھ کو اور دیزج کو قبر حسینؑ کھودنے اور اس پر پانی بہانے کے لئے کربلا روانہ کیا جب میں نے اس امر شنیع کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں دیزج کے ساتھ نہ جانا اور قبر حسینؑ کے متعلق تم سے جو کہا گیا ہے اس پر عمل نہ کرنا۔ جب صبح ہوئی دیزج کے آدمی آئے، ہر چند میں نے جانے سے انکار کیا مگر وہ کسی طرح نہ مانے اور مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے یہاں تک کہ ہم لوگ کربلا پہنچے، رات کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوبارہ خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے تجھ کو منع نہیں کیا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ نہ جانا۔ تو نے میرا کہنا نہ مانا اور یہاں آ گیا اور ان کے جرم میں ان کا شریک بنا، یہ کہہ کر آپ نے میرے منہ پر طمانچہ مارا جس سے میرے چہرے کی یہ کیفیت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو۔

فضل بن محمد بیان کرتا ہے کہ میں ابراہیم دیزج کا ہمسایہ تھا، میں ایک روز اس کی عیادت کو گیا، میں نے دیکھا کہ اس کی حالت نہایت ابتر ہے، مدہوشی کے عالم میں پڑا ہوا ہے۔ طبیب اس کے پاس بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے اس کا حال پوچھا، میرے اور اس کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے، اور وہ مجھ پر کافی اعتماد رکھتا تھا، اس نے طبیب کی طرف اشارہ کیا یعنی وہ اس کے سامنے اپنا راز بتلانا نہیں چاہتا تھا، طبیب کی سمجھ میں بھی اس کا مرض نہیں آ رہا تھا، وہ خود حیران تھا، یہ اشارہ پا کر وہ تو چلتا بنا، جب تخلیہ ہوا تو میں نے دوبارہ اس کی کیفیت پوچھی، اس نے کہا میں خدا سے توبہ کرتا ہوں۔ مجھے متوکل نے نینوی میں قبر حسینؑ مٹانے کا حکم دیا، میں رات کے وقت وہاں پہنچا۔ میرے ساتھ بیلچہ بردار مزدوروں کی ایک جماعت بھی تھی، میں نے اپنے غلاموں سے کہا کہ تم اپنی نگرانی میں ان مزدوروں سے قبر کھدوا دو، یہ کہہ کر میں ایک سایہ میں خستگی سفر رفع کرنے کے لئے لیٹ گیا ابھی میری آنکھ لگی تھی کہ شور و غل کی آواز کان میں آئی۔ میں نے دیکھا کہ غلام مجھ کو بیدار کر رہے ہیں۔ میں ڈر کر اٹھ بیٹھا اور پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا بہت عجیب قصہ ہے۔ میں نے کہا بیان تو کرو؟ انھوں نے کہا کہ کچھ لوگ ہمارے اور قبر کے بیچ میں حائل ہوگئے ہیں اور جب بھی ہم آگے بڑھتے

ہیں وہ ہم پر تیروں سے حملہ کرتے ہیں۔ یہ سنکر میں بھی تحقیقِ امر کے لئے گیا۔ اُس وقت چار روز، طرف چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اس کی مدھم روشنی میں مَیں نے دیکھا کہ واقعاً کچھ لوگ موجود ہیں، میں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ تم بھی تیر مارو، لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ہمارے تیر خود ہماری طرف واپس آگئے اور جس نے جو تیر مارا تھا اسی کو آکر لگا اور زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ دیزج کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد مجھ کو رعشہ سے بخار چڑھ آیا اور اسی وقت میں کربلا سے چلا آیا اور طے کرلیا کہ متوکل اگر مجھ کو مار بھی ڈالے تب بھی مَیں اب قبرِ حسین علیہ السّلام کے خلاف کوئی ارادہ نہیں کروں گا[1] ابو برزہ کہتا ہے میں نے اُس سے کہا اب تجھ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اُس کے شر سے بچایا کیونکہ وہ کل مار ڈالا گیا اور اُس کے فرزند مُنتصر نے قتل کروایا ہے۔ دیزج نے کہا، یہ خبر میں نے بھی سُنی ہے لیکن اب تو میرے جسم کو وہ روگ لگ گیا ہے کہ میں بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا، یہ صبح کا وقت تھا، شام ہوتے ہوتے دیزج بھی راہیِ ملکِ عدم ہوگیا۔

ابوالفضل کہتا ہے کہ متوکل کے بیٹے مُنتصر نے سُنا کہ اُس کا باپ متوکل حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں نامزا کہتا ہے، اُس نے ایک شخص سے اُس کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اب اُس کا قتل واجب ہے مگر تم اُس کے خون میں ہاتھ نہ بھرنا کیونکہ جو اپنے باپ کو قتل کرتا ہے وہ زیادہ زندگی نہیں پاتا۔ اُس پاکباز نے جواب دیا کہ اللہ کی اطاعت کرنے میں اگر میری عمر گھٹ بھی جائے تب بھی مجھ کو کوئی پروا نہیں۔ چنانچہ اس کو قتل کر دیا۔ جس کے بعد وہ سات ماہ زندہ رہا۔

علی بن عبدالمنعم مصری کہتا ہے کہ میرے دادا قاسم بن احمد بن معمر اسدی کوفی کو تاریخ و سِیَر کا بڑا علم تھا، ایک روز انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ متوکل باللہ جعفر بن معتصم سے لوگوں نے بیان کیا کہ ارضِ نینوا میں امام حسین علیہ السّلام کی قبر پر صحرانشین عربوں کا ہجوم رہا کرتا ہے، اور لوگ اُن کی زیارت کو وہاں آتے رہتے ہیں، چنانچہ اُس نے اپنے ایک جرنیل کی سرکردگی میں ایک فوج کربلا روانہ کی اور اُس کو حکم دیا کہ امام حسینؑ کے مزار کو گرا دیا جائے اور لوگوں کو زیارت کرنے سے روکا جائے چنانچہ یہ جرنیل کربلا گیا اور اُس نے متوکل کے حکم کی تعمیل کی۔ یہ ۲۳۶ھ

---

[1] متوکل نے چار دفعہ امام حسینؑ کی قبر کو برباد کرنا چاہا جس میں دیزج وغیرہ کو اس امر شنیع کے لئے کربلا بھیجا۔ مذکورہ واقعہ شاید ان چار واقعات کے علاوہ ہے۔ تفصیل ہماری کتاب تاریخ کربلا و نجف ملاحظہ کریں۔ ج۔ ذ۔ ۱۲

کا واقعہ ہے، اس واقعہ کے بعد تمام عربوں نے بغاوت کر دی اور کہا کہ ہمارا بچہ بچہ قتل ہوجائے گا مگر مظلوم کی زیارت سے ہم نہ رکیں گے، ایسا اس لئے تھا کہ انھوں نے بہت سے معجزات اور نشانیاں دیکھی تھیں۔ اس جرنیل نے متوکل کو اس صورتِ حال سے مطلع کیا۔ متوکل نے واپس آجانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ۲۴۰ھ میں متوکل کو پھر پتا چلا کہ اب پھر قبرِ حسینؑ پر بڑے اجتماع ہونے لگے ہیں اور وہاں ایک بڑا بازار قائم ہوگیا ہے۔ یہ سنکر متوکل نے ہر شہر میں بذریعہ منادی یہ اعلان کروایا کہ زیارتِ حسینؑ کو جو بھی جائے گا اُس کا خون معاف ہے۔ ساتھ ہی پھر کربلا فوج روانہ کی جس نے کربلا میں بڑی تباہی مچائی، بہت سے مومنین اور سادات قتل ہوئے۔

عبد اللہ بن رابیعہ طوری بیان کرتا ہے کہ میں ۲۴۷ ہجری میں حج کے لئے مکۂ معظمہ گیا پھر وہاں سے عراق آیا اور خلیفۂ وقت سے چھپ کر زیارتِ قبرِ امیر المومنین علیہ السّلام کے لئے نجفِ اشرف پہنچا اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے کربلا گیا۔ میں نے یہ منظر دیکھا کہ روضۂ مبارک کھود کر کھیتوں کی شکل میں مبدل کر دیا گیا ہے اور بیلوں کے ذریعہ ہل جوتا جا رہا ہے۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ بیل چلتے چلتے جب امام حسین علیہ السلام کی قبرِ مبارک کے پاس پہنچتے تھے تو اِدھر اُدھر کترا جاتے تھے۔ ہل جوتنے والا ان کو ہر چند لکڑی سے مارتا تھا مگر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ یہ کرشمہ دیکھ کر میں یہ شعر پڑھتا ہوا بغداد چلا آیا۔ ؎

تَاللّٰهِ اِنْ کَانَتْ اُمَیَّةُ قَدْ اَتَتْ ۔۔۔ قَتْلَ ابْنِ بِنْتِ نَبِیِّهَا مَظْلُوْمَا

فَلَقَدْ اَتَاكَ بَنُوْ اَبِیْهِ مِثْلَهَا ۔۔۔ هٰذَا لَعَمْرُكَ قَبْرُهٗ مَهْدُوْمَا

اَسِفُوْا عَلٰی اَنْ لَّا یَکُوْنُوْا شَایَعُوْا ۔۔۔ فِیْ قَتْلِهٖ فَتَتَبَّعُوْهُ رَمِیْمَا

(قسم بخدا! اگر بنی اُمیہ نے اپنے نبیؐ کے نواسہ کو تہِ تیغ کر دیا تو جائے تعجب نہیں ہے کیونکہ حسینؑ کے بنی عم نے بھی ایسا ہی ظلم کیا۔ دیکھو اُن کا روضۂ مبارک کھُدا پڑا ہے۔ ان کو گویا اس کا افسوس رہ گیا تھا کہ انھوں نے کربلا میں ان مظالم میں کیوں حصّہ نہ لیا، لہٰذا اب اُن کی قبر سے یہ آرزو پوری کر رہے ہیں) عبد اللہ کہتا ہے کہ جونہی میں بغداد پہنچا تو میں نے شور وغل سُنا، پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابھی ابھی کبوتر آیا ہے کہ متوکل مارا گیا۔ مَیں نے کہا الٰہی شکر اب وہ اپنے کیے کو پہنچا۔ (امالی) یحییٰ بن مغیرہ رازی کہتا ہے کہ مَیں جریر بن عبد الحمید کے پاس تھا۔ اتنے میں اہلِ عراق میں سے ایک شخص آیا یحییٰ نے اُس سے عراق کی خبریں پوچھیں۔ اُس نے کہا کہ مَیں نے ہارون رشید کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اُس نے امام حسین علیہ السّلام کے روضہ کو گروا دیا تھا اور وہاں جو

درختِ سدرہ (بیری) تھا اس کو بھی اُس نے کٹوا دیا تھا۔ جریر نے یہ سنکر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور کہا "اللہ اکبر" اِس واقعہ کے متعلق مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم کی ایک حدیث پہنچی تھی، آپ نے تین دفعہ فرمایا تھا: لَعَنَ اللّٰهُ قَاطِعَ السِّدْرَةِ ثَلَاثًا (خدا سدرہ کاٹنے والے پر لعنت کرے) مَیں اب تک اس حدیث کے معنی نہیں جانتا تھا، آج اس کے معنی سمجھ میں آئے۔ اِس بیری کے درخت کو کاٹنے سے ہارون کا منشاء یہ تھا کہ قبر پر کوئی نشانی باقی نہ رہے اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہوسکے۔

(امالی) حسین بن محمدؒ ازدی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ ایک روز میں مسجدِ کوفہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ میرے پہلو میں دو آدمی بیٹھے تھے جن میں سے ایک سفری لباس پہنے ہوئے تھا، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم کو نہیں معلوم کہ قبرِ حسین علیہ السّلام کی خاک ہر مرض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ مجھ کو ایک درد عارض ہوا کرتا تھا، میں نے ہر قسم کا علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، یہاں تک کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف لاحق ہوا۔ ہمارے نزدیک ایک بوڑھی عورت رہا کرتی تھی اتفاق سے وہ ہمارے پاس آئی۔ اس وقت میں درد سے تڑپ رہا تھا۔ اُس عورت نے مجھ سے کہا اے سالم! کیا حال ہے؟ میں تو ہر روز تمھاری حالت بدتر دیکھ رہی ہوں۔ میں نے کہا ہاں یہی واقعہ ہے۔ اُس نے کہا، اگر کہو تو اب میں تمھارا علاج کروں، اللہ کے حکم سے بالکل اچھے ہوجاؤ گے۔ میں نے کہا نیکی اور پوچھ پوچھ۔ اُس نے کہا ابھی لو یہ کہہ کر وہ ایک پیالہ میں تھوڑا پانی لائی، ادھر میں نے وہ پانی پیا اُدھر آرام آیا اور درد ایسا غائب ہوا جیسے تھا ہی نہیں۔ اِس واقعہ کو کئی مہینے گذر گئے۔ ایک روز پھر وہ عورت میرے گھر میں آئی، میں نے اُس سے پوچھا، میں خدا کی قسم دیتا ہوں بتلا دو کہ تم نے کس چیز سے میرا علاج کیا تھا۔ اُس نے کہا میرے ہاتھ میں جو تسبیح دیکھ رہے ہو اُس کے ایک دانہ سے۔ میں نے پوچھا یہ تسبیح کاہے کی ہے؟ اُس نے کہا یہ قبرِ حسین علیہ السّلام کی مٹی ہے۔ میں نے کہا: اے رافضیہ! تو نے قبرِ حسینؑ کی مٹی سے میرا علاج کیا۔ یہ سنکر وہ ناراض ہوکر چلی گئی، اِدھر وہ گئی اور اُدھر میرا درد دوبارہ عود کر آیا اور پہلے سے بہت شدید حملہ ہوا۔ اتنے میں مؤذن نے اذان کہی اور وہ دونوں نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے پھر نماز پڑھ کر چلے گئے۔

(امالی) موسیٰ بن عبدالعزیز روایت کرتا ہے کہ ایک دفعہ مجھ کو راستہ میں یوحنا ابن سراقیون نصرانی طبیب ملا، اُس نے شارعِ ابواحمد میں مجھ کو روک کر کہا کہ میں تم کو تمھارے نبیؐ اور تمھارے دین کی قسم دیتا ہوں یہ بتلاؤ کہ قصرِ ابوھبیرہ کے پاس یہ کس کی قبر ہے جس کی تم لوگ

زیارت کو جایا کرتے ہو۔ کیا یہ تمھارے نبیؐ کے کسی صحابی کی قبر ہے؟ میں نے کہا کسی صحابی کی نہیں بلکہ اُن کے نواسہ کی قبر ہے۔ یہ بتلاؤ کہ تم نے یہ سوال کیوں کیا؟ اُس نصرانی طبیب نے کہا کہ میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ گذرا ہے۔ میں نے کہا، بیان کرو۔ وہ بولا کہ ایک رات کو میں اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہ سابور کبیر ہارون رشید کا خادمِ خاص میرے پاس آیا، اُس نے کہا میرے ساتھ چلو، ایک مریض کو دیکھنا ہے۔ مَیں اُٹھ کر اُس کے ساتھ ہولیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی کے پاس پہنچے۔ میں نے دیکھا وہ مدہوشی کے عالم میں مخبوط الحواس ایک تکیہ کے سہارے بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کے سامنے ایک طشت دھرا ہے۔ اُس میں اُس کی انتڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ہارون رشید نے اس کو کوفہ سے بلوالیا تھا۔ سابور نے موسیٰ کے خادم سے جو اُس کے ساتھ آیا تھا پوچھا کہ تو بتلا کہ ان کی یہ حالت کیسے ہوئی؟ اُس نے کہا: میں پورا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ اس وقت سے کچھ عرصہ قبل یہ اپنے دربار میں خوش و خرم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت ان کی صحت قابلِ رشک تھی۔ اتنے میں کسی نے امام حسین علیہ السّلام کا ذکر کیا۔ ایک شخص نے موسیٰ سے حسینؑ کی بابت سوال کیا۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ حسینؑ وہ ہیں جن کے بارے میں رافضی بہت غُلو کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کی خاکِ قبر سے اپنا علاج کرتے ہیں۔ اتفاق سے وہاں ایک ہاشمی شخص بھی بیٹھا یہ گفتگو سُن رہا تھا، اُس نے کہا یہ درست ہے۔ مجھ کو بھی ایک مرض تھا، مَیں نے بہتیرا علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر اسی خاکِ شفا کی برکت سے خدا نے مجھ کو شفا عطا کی۔ موسیٰ نے کہا تمھارے پاس اُس میں سے کچھ باقی بچ گئی ہے؟ اس سیّد نے کہا کیوں نہیں! اُس نے کہا تھوڑی سی میرے لئے لے آؤ۔ یہ سنکر وہ سیّد گیا اور تھوڑی سی خاکِ شفا لے آیا۔ موسیٰ نے وہ مٹی لے کر سب کے سامنے اپنی دُبر میں رکھ لی، تاکہ لوگوں کے سامنے اُس خاک کا استہزار کرے۔ مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جونہی اُس نے وہ مٹی دُبر میں رکھی وونہی پکار اٹھا النّار، النّار! (ہائے مَیں جلا، ہائے میں جلا) جلدی طشت لاؤ! جب طشت لایا گیا اور یہ اُس پر بیٹھا تو اس کی آنتیں کٹ کٹ کر نکلنے لگیں۔ یہ سُن کر سابور (خادمِ خلیفہ) نے مجھ سے کہا کہ تم اس کا معائنہ کرو شاید کوئی تدبیر کارگر ہو۔ مَیں نے ایک شمع منگائی اور اس کی روشنی میں دیکھا کہ اس کے جگر و طحال اور پھیپھڑے کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ جو مُردے زندہ کرتے تھے وہی اگر آئیں تو اس کو بچا سکتے ہیں۔ سابور نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن اس کے پاس رہو شاید تمھاری ضرورت ہو۔ یوحنا کہتا ہے کہ میں ساری رات موسیٰ کے پاس رہا، اسی طرح اس کے اعضا کٹ کٹ کر دُبر کے راستہ

باہر آتے رہے، یہاں تک کہ صبح کے قریب وہ واصلِ جہنم ہوا۔ محمد بن موسیٰ (اس واقعہ کے راوی) بیان کرتے ہیں کہ اس معجزے کو دیکھ کر اُس طبیبِ نصرانی پر اتنا اثر ہوا کہ وہ ہمیشہ امام حسین علیہ السّلام کی زیارت کو آیا کرتا تھا، آخر میں وہ مسلمان ہوگیا۔

سُلیمان اعمش سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ شہر کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ ایک شب جمعہ کو میں نے اُس سے پوچھا کہ زیارتِ حسینؑ کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ کہنے لگا بدعت و ضلالت ہے، اور ہر بدعت کا کرنے والا جہنمی ہے۔ اعمش کہتے ہیں یہ سُن کر مجھ کو غصہ آگیا اور اُس کے پاس سے اٹھ کر اپنی جگہ پر چلا آیا، رات کو میں نے سوچا کہ کل دوبارہ اس کے پاس جاکر فضائل علیؑ بیان کروں گا تاکہ اُس کا دِل جلے۔ چنانچہ صبح کے وقت میں پھر اُس کے گھر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا معلوم ہوا کہ وہ گھر پر نہیں ہے۔ پوچھا کہاں گیا ہے؟ جواب ملا کہ وہ تو کربلا گیا ہے۔ یہ سُن کر مجھ کو بڑا اچنبہ ہوا اور میں بھی فوراً کربلا روانہ ہوگیا۔ جب حرم میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ شخص رکوع و سجود میں مشغول ہے اور کسی طرح سر نہیں اُٹھاتا۔ مجھ سے نہ رہا گیا، میں نے اُس سے کہا کہ ابھی کل ہی تم تھے جو کہتے تھے کہ زیارتِ حسینؑ بدعت و ضلالت ہے اور ہر بدعت کرنے والا آتشِ جہنم میں جائے گا، اور خود یہاں دکھائی دے رہے ہو۔ اُس نے جواب دیا۔ اے سلیمان! مجھ پر ملامت نہ کرو کیونکہ گذشتہ رات سے پہلے میں اہلبیتؑ کی امامت کا قائل نہ تھا لیکن شب گذشتہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا جس کی وجہ سے تم میری یہ حالت دیکھ رہے ہو۔ میں نے کہا مجھ سے بھی وہ خواب بیان کرو۔ اُس نے کہا، میں نے خواب میں ایک ایسے انسان کو دیکھا جو نہ تو بہت بلند تھا نہ پستہ قد تھا۔ اتنا خوبصورت و وجیہ تھا کہ میں اس کے وصف پر قادر نہیں ہوں، اُس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے، جدھر وہ جاتا تھا لوگ اُس کے ساتھ جاتے تھے، اُس کے آگے آگے ایک شہسوار تھا، جس کے سر پر ایک تاج تھا جس کے چار گوشے تھے، ہر گوشے میں ایک درخشاں جوہر آویزاں تھا جس کی روشنی میلوں تک پہنچ رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ پہلے شخص کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ دوسرا کون ہے؟ کسی نے کہا یہ اُن کے وصی حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک ناقہ ہے جس پر نور کی عماری کسی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا یہ جناب خدیجۃ الکبریٰؑ و فاطمہ زہراؑ ہیں۔ میں نے پوچھا یہ صاحبزادہ کون ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ حضرت حسنِ مجتبیٰؑ ہیں۔ میں نے پوچھا یہ سب کے سب کہاں جا رہے ہیں؟ کسی نے کہا آج شب جمعہ ہے۔ یہ سب مقتول و مظلوم شہید کربلا امام حسینؑ کی زیارت کے لئے کربلا جا رہے ہیں۔ پھر

اِس ہودج کے نزدیک گیا تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے کچھ رقعے نچھاور ہو رہے ہیں۔ جن پر لکھا ہوا ہے کہ "یہ اُن لوگوں کے لئے آتشِ جہنم سے برأت نامہ ہے جن کو شبِ جمعہ زیارتِ حسین علیہ السّلام نصیب ہوئی ہے"! اُس کے بعد ایک آواز آئی کہ "آگاہ ہو کہ ہم اور ہمارے شیعہ جنت میں سب سے بلند درجہ پر فائز ہوں گے"۔ اتنا بیان کر کے وہ شخص کہنے لگا کہ اے سلمان! قسم بخدا اب میں اس مبارک سرزمین کو جیتے جی نہیں چھوڑوں گا۔ (نفس المہموم)

ابو محمّد کوفی نے دعبلِ خزاعی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں جب امام رضا علیہ السّلام کو اپنا تائیہ قصیدہ (مدارس آیات خلت عن تلاوۃ الخ) سُنا کر وطن واپس آیا تو ایک رات کو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا شعر کہہ رہا تھا اور لکھ رہا تھا، اسی عالم میں رات کا ایک حصّہ گذر گیا، اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا تمھارا ایک بھائی، میں نے جلدی سے دروازہ کھولا تو ایک شخص عجیب صورت اندر داخل ہوا جس کو دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، وہ ایک کونے میں اطمینان سے بیٹھ گیا، نووارد نے مجھ سے کہا کہ ڈرو نہیں، مَیں تمھارا بھائی جن ہوں۔ جس رات تم پیدا ہوئے اسی رات میں بھی پیدا ہوا اور تمھارے ساتھ ہی بڑھا، میں تمھارا ہمزاد ہوں، اس وقت تمھاری معرفت اور بصیرت بڑھانے کے لئے ایک واقعہ بیان کرنے آیا ہوں۔

دعبل کہتے ہیں اتنا سننے کے بعد میرے حواس جمع ہوئے، پھر وہ جن گویا ہوا۔ دعبل! میں کچھ عرصہ قبل علی ابن ابیطالبؑ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مَیں جنوں کی ایک سرکش ٹولی کے ساتھ بیابان میں نکلا، رات کے وقت میں نے ایک قافلہ دیکھا، یہ لوگ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جا رہے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر ہم نے ان کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا ابھی ہم اس ارادے سے آگے بڑھے ہی تھے کہ ملائکہ آسمان وزمین نے ہم پر حملہ کر دیا اور ہم بھاگ کھڑے ہوئے۔ اِس چیز کو دیکھ کر گویا میری آنکھیں کھُل گئیں اور میں اپنے خوابِ غفلت سے بیدار ہوا اور سمجھ گیا کہ اِن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص نظر ہے اور وہ جگہ نہایت محترم ہے جس کی زیارت کو یہ لوگ جا رہے ہیں۔ اس کے بعد صدقِ دل سے میں نے توبہ کر لی، اور ان لوگوں کے ساتھ میں بھی زیارت کو روانہ ہوا اور انکے ساتھ دعا اور زیارت میں شریک رہا۔ پھر یہ لوگ حج کو گئے میں نے بھی اُن کے ساتھ حج ادا کیا۔ پھر ان لوگوں کے ہمراہ قبرِ پیغمبر پر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مدینہ پہنچ کر میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جن کو لوگ گھیرے ہوئے تھے۔ مَیں نے پوچھا، یہ کون بزرگ ہیں؟ مجھے بتلایا گیا کہ یہ فرزندِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ہیں۔ یہ سنکر میں حضرت

کے نزدیک گیا اور میں نے ان پر سلام کیا۔ وہ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے۔ جوابِ سلام دینے کے بعد مجھ کو خوش آمدید کہی۔ پھر آپ نے فرمایا! اے عراق کے رہنے والے! تجھ کو کربلا کے قریب رات کا واقعہ یاد ہے؟ تو نے دیکھا کہ ہمارے دوستوں کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول کر لی اور تیری خطا معاف کر دی۔ میں نے کہا: شکر ہے اُس خدا کا جس نے آپ کی ہدایت کے نور سے میرے دل کو آباد کر دیا اور آپ کی ولایت کے ذریعہ مجھ کو تباہی سے بچا لیا۔ بعد ازاں میں نے اُن حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت! کوئی حدیث ارشاد فرمائیں تاکہ میں اپنی قوم میں واپس جا کر بیان کروں۔ حضرت نے فرمایا! سنو! میں نے اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد علی بن الحسینؑ سے انھوں نے اپنے والد سید الشہداء امام حسین علیہ السلام سے انھوں نے اپنے والد امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا یا علیؑ! جنت انبیاء علیہم السلام پر حرام ہے جب تک کہ میں اس میں داخل نہ ہوں اور اوصیاء پر حرام ہے جبتک کہ تم داخل نہ ہو اور تمام امتوں پر حرام ہے جبتک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہو اور میری امت پر حرام ہے جب تک کہ یا علی تمہاری ولایت کا اقرار نہ کرے اور تمہاری امامت کو نہ مانے اے علی اس کی قسم جس نے مجھ کو مبعوث کیا جنت میں کوئی اس وقت تک داخل نہ ہوگا جب تک کہ اس کو تم سے نسب یا سبب کے ذریعہ قربت حاصل نہ ہوگی۔ اتنا بیان کرنے کے بعد اُس جن نے کہا کہ اے دعبل! اس حدیث کو یاد رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا کیونکہ اب کبھی یہ حدیث مجھ سے یا کسی دوسرے سے نہ سنو گے۔ یہ کہہ کر وہ ایسا غائب ہوا جیسے اس کو زمین نگل گئی۔

زید مجنون اور بہلول کا واقعہ

مُتوکل کے دَور میں جن جانبازوں نے سر کی بازی لگا کر حسینی قبہ پر علم کو نصب کیا، ان میں زید و بہلول کے ناموں کو ہمیشہ سونے کے حروف سے تحریر کیا جائے گا۔ زید بھی بہلول کی طرح اگرچہ سطح بیں افراد کی زبان پر "مجنون" کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ مگر یہ دونوں ایسے تھے کہ اپنی دیوانگی میں وہ تاریخی کام کر گئے جو ہزار داناؤں سے نہ ہو سکے، چنانچہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ متوکل نے جس زمانہ میں قبرِ فرزندِ رسولؐ پر مظالم ڈھانا شروع کئے۔ زید اس زمانہ میں مصر میں رہتے تھے، اُن کو جب اس سانحہ کی خبر ملی تو فرطِ اندوہ و ملال سے تڑپ اُٹھے آخر نہ رہا گیا۔ با حالِ زار و چشمِ اشکبار، سرگشتہ و پریشان عراق کی طرف پیادہ پا روانہ ہو گئے۔ بعد طے منازل و قطع مراحل جب سوادِ کوفہ میں پہنچے تو راہ میں عاقلِ دیوانہ نما بہلول سے ملاقات ہوئی۔ زید نے بہلول کو دیکھ کر سلام کیا۔ بہلول نے کہا: تم نے مجھ کو کیونکر پہچانا در آنحالیکہ تم اس شہر کے رہنے والے نہیں ہو؟" زید نے جواب دیا "مومنین کی روحیں چونکہ عالمِ برزخ میں ایک دوسرے سے قریب تھیں۔ اس لئے دارِ دنیا میں وہ جہاں کہیں

بکی ہوں ایک دوسرے سے متحد ہیں۔" بہلول نے کہا: اچھا کس وجہ سے اپنے ملک سے آئے ہو؟ زید بولے ۔
اس بے دین کے عمل بد سے جو صدمہ مجھ کو لاحق ہوا ہے اس نے مجھ کو آوارہ وطن کیا ہے کیونکہ میں نے
سُنا ہے کہ اُس بے حیا نے قبرِ مبارک جناب سید الشہداؑ پر ظلم و جفا کی ہے اور اُس کے نشان کو
مٹانے اور اُس کے زوار کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اس وجہ سے میرا دل بیقرار اور میری آنکھیں اشکبار
ہیں۔" بہلول نے جواب دیا "میری حالت بھی تم سے الگ نہیں ہے"۔ زید بولے "تو آؤ ہم دونوں چلکر
حسینؑ مظلوم کی قبر کی زیارت تو کر آئیں، شاید اسی بہانہ شہادت کا مرتبہ ہاتھ آجائے"۔ زید یہ کہہ کر
بہلول کا ہاتھ پکڑے کوفہ سے کربلا کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب کربلا پہنچے تو دیکھا روضۂ اقدس منہدم
کر دیا گیا ہے لیکن قبرِ اطہر بدستور باقی ہے اور کچھ بھی تغیر اس میں نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ جو نہر فرات سے
اس غرض سے کاٹ کر لائی گئی ہے کہ اُس کے ذریعہ قبرِ حسینؑ کو بہا دیا جائے اس کا پانی بھی قبرِ مظلوم کا طواف
کرنے کے بعد متحیر کھڑا ہوگیا، اور ایک قطرہ بھی قبر پر نہیں پہنچا ہے۔ پانی کے حلقہ سے مرقد انور ابھرا
ہوا ہے۔ زید یہ حال دیکھ کر متعجب ہوئے اور کہا دیکھو بہلول! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شمعِ حرم لم یزلی کو بجھا
دیں اور حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے نور کو تمام کرے اگرچہ مشرکین کراہت رکھتے ہوں۔ راوی کہتا
ہے کہ بحکم متوکل بیس برس کامل قبرِ امام عالی مقام پر زراعت کرتے تھے لیکن قبرِ مطہر اپنے حال پر تھی،
نہ بیل ہی قبر پر جانے کی ہمت کرتے تھے نہ ہی پانی اُس پر رواں ہوتا تھا۔ دہقان ان عجیب و غریب
کرامتوں کو دیکھ کر کہنے لگا کہ میں خدا اور رسولؐ پر ایمان لایا، میں جنگلوں میں زندگی گذار دوں گا لیکن
دختر زادۂ رسول الثقلین حسینؑ غریب کی قبر پر زراعت نہ کروں گا۔ بیس برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ آیاتِ
جلیلۂ الٰہی و براہینِ عظیمۂ اہلبیتِ رسالت پناہی کا مشاہدہ کرتا ہوں اور مجھ کو عبرت نہیں ہوتی۔ یہ وہی
وقت تھا جب زید و بہلول زیارت کو آئے تھے، اور دُور کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے، چنانچہ دہقان نے
بیلوں کی گردن سے جُوا نکال کر پھینک دیا۔ اُس کے بعد زید کے پاس آکر پوچھا کہ "آپ لوگ کیوں آئے
ہیں مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ کو قتل نہ کر دیا جائے"۔ زید نے جواب دیا "ہم کو قبر کی بربادی کی اطلاع
ملی ہے جس کی وجہ سے ہم بحالِ تباہ اپنے وطن سے نکلے ہیں، جو ہو سو ہو"۔ یہ سنکر وہ مزارع زید کے پاؤں
پر گر پڑا اور بوسے دینے لگا۔ کہنے لگا "اے شیخ! تُو بہت برگزیدہ بندہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ تیرے آتے
ہی میرا دل نورِ ایمان سے چمک اٹھا ہے ورنہ بیس برس سے میں اس معصیت کاری میں مبتلا تھا اور میری
آنکھیں نہ کھلتی تھیں۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تمھارے قدموں کی برکت سے رحمتِ خدا میری طرف
متوجہ ہوئی ہے اور میرا دل نورِ معرفتِ الٰہی سے منور ہوا ہے۔ زید یہ سنکر رونے لگے اور یہ اشعار پڑھنے لگے"۔

تاللہ ان کانت اُمیۃ قد اتت ۔۔۔ قتل ابن بنت بینھا مظلوماً
فلقد اتاہ بنو ابیہ بمثلہٖ ۔۔۔ ھٰذا لعمرک قبرہٗ مھدوما
اسفوا علی ان یکونوا شارکوا ۔۔۔ فی قتلہ فتتبعوہ رمیما

یعنی خدا کی قسم اگر بنی اُمیہ نے اپنے نبیؐ کے فرزند کو مظلومی کی حالت میں قتل کر دیا تو ان کے ہم جدّیوں (بنی عباس) نے بھی ویسے ہی مظالم ان پر توڑے۔ اگر یقین نہ ہو تو دیکھو حسینؑ کی قبر منہدم پڑی ہے۔ ان لوگوں کو افسوس تھا کہ آلِ رسولؐ پر مظالم کرنے میں بنی اُمیہ کے کیوں شریک نہ ہوئے لہٰذا آج اُن کی قبروں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔ اس کے بعد اس دہقانِ با ایمان نے کہا کہ اے زید تم نے مجھے خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا۔ اب مجھ میں ضبط کا یارا باقی نہیں۔ میں فوراً متوکل کے پاس جا کر یہ معجزات بیان کرتا ہوں چاہے وہ مجھ کو جیتا چھوڑے یا قتل کر دے۔ زید نے کہا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں، چنانچہ وہ دہقان متوکل کے دربار میں حاضر ہوا، اور فضائل و معجزات قبرِ اطہر امام حسین علیہ السّلام بیان کرنا شروع کئے مگر اُس شقی ازلی پر آلٹا اثر ہوا، رگِ عداوتِ اہلبیتؑ حرکت میں آئی اور حکم دیا کہ اس مردِ کسان کے پیروں میں رسّی باندھ کر سامرے کے کوچہ و بازار میں گھسیٹا جائے اُس کے بعد سرِعام سُولی دی جائے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو اور پھر کوئی اپنی زبان پر فضائلِ اہلبیتؑ نہ لائے۔ چنانچہ اُس عاشقِ امام کو حضرتِ مسلمؑ کی تاسّی میں پیر میں رسن باندھ کر سڑکوں پر کھینچا گیا اس کے بعد دار پر آویزاں کر دیا گیا (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) زید یہ سب ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور خون کے آنسو رو رہے تھے، یہاں تک کہ جب اُس مردِ جانباز کی لاش سولی پر سے اُتار کر مزبلہ پر ڈال دی گئی تو انھوں نے اس کو اٹھایا اور دریائے دجلہ میں لے جا کر غسل دیا کفن پہنایا نماز پڑھی اور دفن کر دیا اور اس کی قبر پر قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے۔ ایک روز زید اپنی جائے قیام میں بیٹھے تھے کہ شہر میں ہنگامے کی آوازیں آنا شروع ہوئیں لوگ بآوازِ بلند رو رہے تھے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے شاہی جلوس لاؤ لشکر کے ساتھ آرہا ہے۔ آگے آگے سیاہ نشان ہیں اُن کے پیچھے ایک جنازہ ہے جس کو اعیانِ سلطنت اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ بہت سی عورتیں بال کھولے ہوئے نوحہ و بکا کرتی ساتھ چل رہی ہیں۔ شہر کی دُکانیں بند ہیں اور تمام لوگ بحالِ تباہ شاہی جنازے کے لئے اپنے اپنے گھروں سے برآمد ہو رہے ہیں۔ زید کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے متوکل مر گیا ہے۔ یہ گمان کر کے میں اُن میں سے ایک شخص کے پاس گیا اور اُس سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ متوکل کی ایک حبشی لونڈی ریحانہ کا جنازہ ہے متوکل اس کو

بہت دوست رکھتا تھا، اس کنیز کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ دفن کیا گیا۔ گلاب کے پھول گلہائے ریحان اس کی قبر پر ڈالے گئے۔ مشک و عنبر چھڑکا گیا اور ایک عالی شان خیمہ بھی اس پر نصب کر دیا گیا۔ یہ حال دیکھ کر زید پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار رونے لگے اور بے ساختہ چیخ کر پکارے:۔

وَا اَسَفًا عَلَيْكَ يَا حُسَيْنُ الْقَتِيْلُ بِالطَّفِّ غَرِيْبًا وَحِيْدًا ظَلْمًا نَا شَهِيْدًا: ہائے حسینؑ! شہید کربلا، میرے غریب و تنہا امامؑ، ہائے آپ کو بے جرم و خطا قتل کیا، آپ کے اہل حرم کو اسیر کر کے دیار بدیار پھرایا، آپ کے بچوں کے سرتن سے اتارے اور کوئی آپ پر گریہ و ماتم نہ کر سکے۔ آپکو بے غسل و کفن سپرد خاک کیا گیا۔ اس کے بعد یہ ظلم و ستم کہ آپ کے روضۂ مبارک کو کھود ڈالا گیا۔ اس پر ہل چلا دیئے گئے درآنحالیکہ آپ علی مرتضیٰؑ کے فرزند اور فاطمہ زہراؑ کے دلبند ہیں جبکہ ایک کنیز کے لئے اتنا اہتمام کیا جائے اور انبوہ کثیر اس کا ماتم کرے۔ لیکن اے فاطمہؑ کے لال آپ کا ماتم بند کر دیا جائے، آپ کے زوار پر ظلم و ستم ڈھائے جائیں۔ یہ کہہ کر اتنے روئے کہ غش آ گیا۔ ان کی حالت پر بعض نے رحم کھایا اور بعض نے اذیت پہنچائی۔ جب ہوش میں آئے تو یہ اشعار زبان پر جاری کئے۔ ؎

اَيُحْرَثُ بِالطَّفِّ قَبْرُ الْحُسَيْنِ ۔۔۔ وَيُعْمَرُ قَبْرُ بَنِي الزَّانِيَه
لَعَلَّ الزَّمَانَ بِهِمْ قَدْ يَعُوْدُ ۔۔۔ وَيَاتِيْ بِدَوْلَتِهِمْ ثَانِيَه
اَلَا لَعَنَ اللّٰهُ اَهْلَ الْفَسَادِ ۔۔۔ وَمَنْ يَامَنُ الدُّنْيَ الْفَانِيَه

یعنی فرات کے کنارے حسینؑ کی قبر پر تو ہل چلیں، اور زنازادوں کی قبروں کی تعمیر کی جاتی ہے۔ شاید اہلبیتؑ کا زمانہ پھر پلٹے اور دوبارہ ان کی حکومت عادلہ قائم ہو جائے۔ اہل فساد اور دنیاداروں پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہ اشعار ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر متوکل کے دروازے پر حاضر ہوئے اور دربان سے کہا کہ یہ متوکل کو دیدے۔ اس پرچہ کو دیکھ کر متوکل غصّہ سے لرزنے لگا۔ حکم دیا کہ زید کو حاضر کیا جائے۔ جب زید اس کے سامنے پہنچے تو اس نے پوچھا یہ اشعار تم نے لکھے ہیں؟ جواب دیا نہ صرف لکھے ہیں بلکہ کہے بھی ہیں اے متوکل! خدا سے ڈر اپنے تخت و تاج پر ناز نہ کر کیونکہ خداوند عالم نے تجھ سے بڑے بڑے بادشاہوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ آل رسولؐ سے دشمنی کر کے تو کبھی رستگار نہیں ہو سکتا۔ غرض اس کو بہت کچھ وعظ و نصیحت کی مگر اس پر الٹا اثر ہوا اور اس کا غصّہ اور بڑھ گیا، اس نے پوچھا، ابوتراب کون تھے؟

زید نے جواب دیا "اے متوکل تو ان کو اور ان کے حسب و نسب کو خوب اچھی طرح جانتا پہچانتا ہے!! اگر مجھ سے پوچھتا ہے تو سن۔ قسم ہے خدائے عزّوجل کی کہ کوئی شخص ان کے فضائل و مناقب

منکر نہیں ہے اِلّا یہ کہ وہ کافر و فاسق ہے اور کوئی بھی ان کا دشمن نہیں اِلّا یہ کہ وہ کذاب و منافق ہے۔ اس کے بعد زید مناقب و فضائل اسد اللہ الغالب علیہ السلام میں رطب اللسان ہو گئے یہاں تک کہ متوکل کا جامِ صبر لبریز ہو گیا اور حکم دیا کہ اس دیوانہ کو قید میں ڈال دو تاکہ میں سوچوں کہ اس کو کس طرح قتل کیا جائے۔ زید قید خانے میں ڈال دیئے گئے۔ اُدھر متوکل جو رات کو سویا تو ایک نورانی بزرگ خواب گاہ میں داخل ہوئے اور ٹھوکر مار کر کہا: جلد زید کو قید سے آزاد کر ورنہ ابھی ہلاک کر دیا جائے گا۔" متوکل گھبرا کر اٹھا تو کسی کو وہاں نہ پایا۔ خوف سے اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ بالآخر رات ہی کو قید خانے میں آیا اور زید سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ زید نے جواب دیا "سوائے اس کے کچھ نہیں چاہتا کہ امام حسین علیہ السلام کے روضۂ اقدس کی تعمیر کی اجازت دے اور اُن کے زائروں سے معترض نہ ہو۔ متوکل نے منظور کر لیا اور خلعت ہائے فاخرہ سے زید کو نوازا۔ اب زید کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ قصرِ متوکل سے زید جو برآمد ہوئے تو گلی اور کوچوں میں پکارتے پھرتے تھے: مَنْ اَرَادَ زِیَارَۃَ الْحُسَیْنِ فَلَہُ الْاَمَانُ طُوْلَ الزَّمَانِ ۔ یعنی جو زیارتِ امام حسین علیہ السّلام کرنا چاہے اس کو ہمیشہ کی امان مبارک ہو۔

کتاب کامل الزیارت میں اسحاق بن عمار سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں حائرِ امام حسین علیہ السّلام میں شبِ عرفہ نماز میں مشغول تھا، مَیں نے دیکھا کہ میرے ساتھ پچاس ہزار شخص نماز و دعا میں مشغول ہیں۔ جب نمازِ صبح کے سجدہ سے میں نے سر اٹھایا تو اُن میں سے ایک کو بھی وہاں نہ پایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت امام حسین علیہ السّلام شہید ہو رہے تھے اس وقت پچاس ہزار فرشتے زمین سے آسمان پر گئے۔ خداوندِ عالم نے ان سے خطاب فرمایا کہ میرے حبیبؐ کا فرزند شہید ہو رہا تھا اور تم نے اس کی نصرت نہ کی لہٰذا اب تم زمین پر جاؤ اور تا قیامت اُس کی قبر پر سکونت اختیار کرو اور اُس کے عزادار رہو۔

نیز اسی کتاب میں حسین نواسۂ ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں آخر عہدِ بنی مروان میں اہلِ شام سے چھپ کر زیارتِ امام حسین علیہ السّلام کے لئے گیا یہاں تک کہ کربلائے معلّےٰ میں پہنچا اور گاؤں کے کنارے چھپ رہا۔ جب آدھی رات ہوئی تو قبرِ مطہر کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی میں قبر کے پاس نہ پہنچا تھا کہ ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا۔ اس نے کہا: اے شخص پھر جا تو ماجور و مثاب

ہے۔ اس وقت تو بارگاہِ حسینیؑ میں مشرفیاب نہیں ہو سکتا۔ میں ڈر کر واپس آ گیا۔ صبح کے قریب میں نے پھر زیارت کرنے کا ارادہ کیا تو پھر اسی شخص نے راستہ روک لیا اور وہی کلمات کہے۔ میں نے اُس سے کہا خدا تجھ کو جزائے خیر دے۔ میں کیوں مشرفیاب نہیں ہو سکتا۔ میں تو دُور سے زیارت کے لئے آیا ہوں اس وقت تو مجھ کو زیارت کرنے سے نہ روک۔ ڈرتا ہوں کہ صبح ہو جائے اور اہلِ شام مجھ کو دیکھ پائیں اور قتل کر دیں۔ اُس شخصِ نامعلوم نے کہا: اے شخص تھوڑا صبر کر کیونکہ حضرتِ موسیٰؑ مع ستر ہزار فرشتوں کے قبرِ حسینیؑ پر خدا سے اجازت لے کر آئے ہوئے ہیں۔ وقتِ صبح وہ قبر سے وداع ہو کر رخصت ہوں گے۔ میں نے اُس شخص سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اُن فرشتوں میں سے ایک ہوں جن کو خداوندِ عالم نے قبرِ حسینؑ کی حفاظت و نگرانی کے لئے مامور کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر میں پھر آیا اور بہت پریشان خاطر تھا تیسری مرتبہ طلوعِ صبح کے وقت پھر گیا۔ اب میں نے کسی کو وہاں نہ پایا، قبرِ مطہر کے پاس جا کر میں نے زیارت پڑھی اور ظالموں پر لعنت و نفرین کی اور نمازِ صبح کو ادا کیا، پھر اہلِ شام کے خوف سے جلدی نکل آیا۔

کتاب دعواتِ راوندی میں شیخ ابوجعفر نیشاپوری سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتا ہوں کہ میں کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت سید الشہداءؑ کی زیارت کو گیا۔ ابھی روضۂ مبارک دو فرسخ کے قریب فاصلہ پر تھا کہ ہم میں سے ایک شخص پر فالج گرا اور اُس کا پورا جسم بیکار ہو گیا۔ اس کو ہم لوگ کسی نہ کسی طرح کربلا لائے، پھر اس کو ایک چادر میں ڈال کر حرمِ اطہر میں لائے، وہ شخص بہت زیادہ تضرع و زاری کر رہا تھا اور خداوندِ عالم کو امام حسین علیہ السلام کی قسم دے رہا تھا کہ بارالٰہا مجھ کو شفا عطا فرما۔ جس وقت ہم لوگوں نے چادر کو زمین پر رکھا تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پوری طاقت و صحت کے ساتھ اپنے پیروں سے اس طرح چلنے لگا گویا اُس کو کوئی عارضہ لاحق نہ ہوا تھا۔

اس کے بعد مصنفِ علام جناب محمد باقر مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ ۱۰ ربیع الاول ۱۰۸۹ھ میں خداوندِ عالم کی توفیق سے یہ جلد تمام ہوئی۔ اور اس کا ترجمہ یکم ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ کو بلد لاہور میں اختتام پذیر ہوا۔

مفتی سید طیب آغا الموسوی الحسینی الجزائری

کتاب بحار الانوار

از علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ

(واعظین و ذاکرین کے لیے بے نظیر و بے مثال تحفہ)

جلد اول اس جلد میں مکمل حالات سوانح حضرت امام حسینؑ درج ہیں۔ مثلاً معجزات، مناجات، آیات درشانِ امام حسینؑ، شہادت کی پیشگوئی، انبیاء و مرسلین علیہ السلام کی زبانی، مراتب زائرین حسینؑ، قاتلانِ امام حسینؑ کا انجام، مدینہ سے روزِ عاشورہ تک کے حالات، اعزہ انصار و صحابی اور دوستدار کی شہادت، شہادت عقلی پر اعتراضات اور اس کے مدلل جوابات، علاوہ ازیں معتبر و مستند کتب سے واقعات کربلا منتخب کئے ہیں۔

قیمت قسم اول ۱۲/ روپے

جلد دوم اس میں اہل حرم کی اسیری، کوفہ و شام کے دردناک واقعات سر حسینؑ کے واقعات اہل حرم کی مدینہ کو واپسی، خروج مختارؓ، قبرِ امام حسینؑ پر امت کے انتہائی مظالم، روضۂ مبارک سے معجزات کا ظہور بہت تفصیل سے درج ہے۔ قیمت ۱۰/ روپے

جلد سوم اس کتاب میں جناب فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کے حالات مقدسہ مندرج ہیں۔ قیمت مجلد ۱۲/ روپے

جلد چہارم اس جلد میں حضرت امام باقر علیہ السلام کے حالاتِ زندگی درج ہیں اور معلومات کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔

جلد پنجم اس کتاب میں حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے حالاتِ زندگی نیز آپ کے معجزات، ورود در نیشاپور اور حالاتِ شہادت درج ہیں۔

جلد ششم اس کتاب میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مفصل حالات درج ہیں مثلاً معجزات، اخلاق، عبادت، شہادت، گریہ و بکا، آپ کے عہد کے خلفاء و بنی امیہ اور ان کے حالات اقوال امامؑ وغیرہ موجود ہیں۔ صفحات ۳۰۰ سائز ۲۰×۳۰

جلد ہفتم اس جلد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالاتِ زندگی، نیز آپ کی دینی خدمات و معجزات و اقوال درج ہیں۔

جلد ہشتم اس کتاب میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سوانح حیات طیبہ با تفصیل مندرج ہیں۔ علاوہ ازیں آپ سے منسوب کردہ روایات شامل ہیں۔

جلد نہم اس کتاب میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی مفصل حیات طیبہ۔ آپ کی کمسنی اور تزویج میں علمائے نصاریٰ سے مناظرہ اور شہر مدائن وغیرہ کے واقعات درج ہیں۔

انوارِ امامت، ترجمہ حدیقۃ الشیعہ تالیف فقیہہ و محقق ربانی دانشمند بزرگ احمد بن محمد المعروف مقدس اردبیلی ترجمہ مولانا سید علی حسن اختر صاحب امروہوی۔ یہ کتاب اس عابد و زاہد عالم جلیل کی تصنیفات میں سے ہے جن کے تقدس و تقویٰ نے ان کو مقدس اردبیلی بنا دیا ہے آپ ان مقدس ہستیوں میں جنکو بارہا امام زمانہ علیہ السلام سے شرف ہمکلامی حاصل ہوا ہے اس کتاب میں حقیقتِ امامؑ، ضرورتِ وجودِ امامؑ، اور امام اول سے تا آخر الزمانؑ اور تشریحات قرآنی آتی ہیں احادیث، ائمہ اثنا عشر کی سوانح عمری، ان کے معجزات کا جس قدر بھی

ذکر ہوا ہے وہ سب کا سب علمار کبار اہلسنت اور انکی مستند کتابوں سے لیا گیا ہے جو اس کتاب کی بڑی خصوصیت ہے،

ترجمہ انتقام خون یا خروج مختار۔
از مولانا سید علی حسن اختر امروہوی اس کتاب میں حضرت امیر مختار ثقفی کے متعلق مختصر سوانح حیات مع تقریظ حضرت آقائے ابوالحسن حافظیان درج ہے پڑھنے میں بڑی ہی دلچسپ اور معلومات سے پُر ہے۔ چار رنگ کا خوبصورت ٹائیٹل پیج اور عمدہ کاغذ پر اعلیٰ طباعت بھی ہے۔ قیمت

گوہر یگانہ
درحالات وارشادات امام زمانہ علیہ السلام کتاب ہذا مؤلفہ سید آل عون نقوی جوہر جائسی، مصدقہ علامہ جزائری مدظلہٗ۔ اس کتاب میں امام عصر والزمانؑ کے حالات کے علاوہ اعمال و ادعیۂ تحریر ہیں۔ جن کا تعلق امام زمانہ سے ہے اور انہیں سے دعائیں منسوب ہیں مثلاً اعمال برائے قضائے حوائج۔ بلائے حفاظت ردّ و بلا، اعمال ماہ رجب، اعمال شب نیمہ شعبان، اعمال ماہ رمضان، اعمال ماہ شوال اعمال ماہ محرم الحرام روز عاشورہ، متفرق استخارہ جات، دعائے وقتِ خواب اور صحیفۂ متفرق امام زمانہ کا ارشاد۔ قیمت آفسٹ کاغذ

طبِ صادق
تالیف حکیم محمد جلیلی ترجمہ و شرح از آقائے نصیر الدین امیر صادق اور اردو ترجمہ سید حسن علی اختر صاحب امروہوی اس کتاب میں طبِ روحانی وجسمانی، طریقہ علاج تمام امراض کے لیے حضرت امام نے قرآن پاک سے ارشاد فرمایا ہے۔ اور تمام میوہ جات، سبزیوں کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ قیمت:۔

طبِ معصومین
حضرت امام رضا علیہ السلام کی نہایت مشہور و معروف کتاب کا ترجمہ علامہ رشید ترابی نے کیا ہے۔

کرشمۂ جفر
از ہمایوں مرزا صاحب لکھنوی (مصنف کتاب کرشمۂ قدرت) اس کتاب میں مکمل معلومات علم جفر سے متعلق درج ہیں۔ خواص حروف تہجی، اسم اعظم، عمل دست غیب۔ مختلف سن معلوم کرنے کا طریقہ اقوال امام جعفر صادقؑ۔ عمل سورہ حمد برائے محبت، عمل برائے ترقی رزق وحصول دولت، عمل برائے تسخیر حیوانات، خواص سورہ یٰسین۔ ایام قمر در عقرب۔ عمل برائے دفع مار گزیدہ، وظیفۂ اجابتِ دعا، علم رمل، مختلف ایّام کے سعد ونحس کا بیان، ہواؤں کا بیان، سیارگان کا ذکر، حروف ظلمانی ونورانی، قصیدہ شاہ نعمت اللہ نعمت وغیرہ وغیرہ قیمت

۱۴ معجزے، معہ اضافہ جات
اس کتاب میں تمام معجزات یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ نذر و نیاز کا طریقہ کا ر آداب کہانی۔ معجزہ امام موسیٰ کاظمؑ، معجزہ مشکلکشا۔ معجزہ امام حسینؑ۔ معجزہ حضرت عباس۔ جناب سیدہ کی کہانی۔ دس بی بیوں کی کہانی۔ اس کے علاوہ مومنین کے لئے چند مشہور مناجاتیں (

سیدہ، مناجات حضرت عباس علمدار۔ زیارات آئمہ معصومین علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے

قیمت صرف ــــ

گلزارِ خطابت مکمل تین حصّے
(مرتبہ سید محمد عباس قمر زیدی) اس میں علامہ رشید ترابی، مولانا سید محمد دہلوی اور حافظ کفایت حسین مرحوم کی پانچ پانچ مجالس درج ہیں

جلد اول قیمت ــــ روپے۔ جلد دوئم روپے جلد سوئم روپے

ذکرِ حسین
از پروفیسر کرار حسین صاحب یہ کتاب دس مجالس پر مشتمل ہے جو کہ مرکزی امام بارگاہ میں پڑھی جا چکی ہیں۔ واعظین اور ذاکرین کے لئے بے مثل تحفہ ہے۔ قیمت جلد دوم

تحفۃ الذاکرین المعروف گنج المصائب
تالیف از مولانا سید افسر حسین رضوی المشہدی اس کتاب میں پُر درد مصائب بیان کئے گئے ہیں جو آج تک کسی اور کتاب میں نہیں شائع ہوئے وفات رسول خدا سے کر اہل حرم کی واپسی مدینہ تک "۱۰" مجالس تحریر کی گئی ہیں۔ قیمت صرف

فاطمہ کا چاند
از مولانا سید علی حسن اختر صاحب اس کتاب میں خواتین کے لئے "۱۴" مجلسیں انتہائی آسان اور سلیس زبان میں تحریر کی گئی ہیں۔ بچوں کے لئے نایاب تحفہ ہے

قیمت سفید کاغذ ــــ روپے

ذکرِ معصوم
از مولانا سید علی حسن اختر صاحب، اس کتاب میں خواتین کے لئے ہر معصوم کی ولادت اور شہادت کے سلسلے میں فضائل اور مصائب درج ہیں۔ اطفال کے لئے لاجواب تحفہ ہے

قیمت سفید کاغذ صرف ــ

تفسیرِ شہادت
ملت جعفریہ میں سید قیصر حسین مشہدی کا نام محتاج تعارف نہیں۔ ان کا نیا مجموعہ دو حصوں میں ایک ساتھ شائع ہو رہا ہے جس کی تقریظ جناب رئیس امروہوی اور تاثیر نقوی نے لکھی ہے۔ حصہ اول میں بیاسی نوحے اور حصہ دوم میں ۵۹ شاہکار نوحہ جات طباعت و کتابت دیدہ زیب ہے۔ قیمت ــــ

نقوشِ غم
از مولف و مرتبہ سید قیصر حسین رضوی۔ اس کتاب میں موصوف نے قدیم اور جدید شعراء کے نہایت عمدہ معرکتہ الآرا نوحہ جات جمع کر دیئے ہیں جن کی تعداد کم و بیش ایک سو ہے

